اِزالۃ الاوہام

جلد ۱

متکلم اسلام، محقق مذاہب عالم، مجلد حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی ردِ عیسائیت پر فارسی زبان میں سب سے پہلی نایاب کتاب جو موصوف نے ۱۲۶۹ھ ۱۸۴۸ء میں تصنیف کی جس میں عیسائیت کے بڑے اعتراضات کے الزامی تحقیقی، عقلی و نقلی، مکمل و مدلل، جامع و مسکت جوابات دیے گئے ہیں نیز مسئلہ تثلیث اور بشاراتِ محمدی ﷺ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔



تالیف

متکلم اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و تقدیم شرح و تحقیق

مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی

تقریظ پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مکتبۃ دار العلوم کراچی

اِزالۃ الاوہام

جلد ۱

متکلمِ اسلام، محقق مذاہب عالم، مجاہدِ حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ کی ردِّ عیسائیت پر فارسی زبان میں سب سے پہلی نایاب کتاب جو موصوف نے ۱۲۶۹ھ ۱۸۴۸ء میں تصنیف کی جس میں عیسائیت کے بڑے اعتراضات کے الزامی تحقیقی، عقلی و نقلی، مکمل و مدلل، جامع و مسکت جوابات دیے گئے ہیں نیز مسئلہ تثلیث اور بشاراتِ محمدی ﷺ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

تالیف

متکلمِ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و تقدیم شرح و تحقیق

مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی

تقریظ پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ دار العلوم کراچی

فہرست مضامین

جلد اول

مقدمہ مترجم

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (حیات وخدمات)

خطبہ مصنفؒ

فوائد مقدمہ مصنفؒ

فائدہ اول (عہدِ قدیم پر بحث)

عہدِ جدید کے چند تناقضات

فائدۂ دوم (اناجیلِ اربعہ کا بیان)

فائدہ سوم

بابِ اول

فصلِ اول (متفرق اعتراضات کا بیان)

فصلِ دوم (قرآنِ کریم پر اعتراضات)

فصلِ سوم (احادیث پر اعتراضات)

بابِ دوم

(عقیدۂ تثلیث دین ودانش کی کسوٹی پر)

پیش لفظ

شارحِ اظہار الحق حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین وعلی کل من تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

اما بعد:

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آخری دور میں عیسائیت کی تردید اور اسلام پر عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب کے لیے خصوصی توفیق کے ساتھ چن لیا تھا، ان کی تالیفات کی کوئی نظیر ان سے پہلے نہیں ملتی، انہوں نے عیسائی مبلغین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ردعمل کے طور پر اپنی زندگی اسی موضوع کے لیے وقف کردی تھی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں پیہم ترقی عطا فرمائیں۔آمین۔

ان کی تالیفات میں سے ''اظہار الحق'' اور ''اعجاز عیسوی'' کی خدمت کرنے کی بندہ کو بھی توفیق ملی ہے، لیکن ان کی متعدد معرکۃ الآراء تالیفات ابھی تک نایاب ہیں، ان میں سے ''ازالۃ الاوہام'' بھی خصوصی اہمیت کی حامل ہے، یہ کتاب حضرت کیرانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فارسی میں اس لیے لکھی تھی کہ اُس وقت ہندوستان کی سرکاری زبان فارسی تھی، اور اس کا چلن عام تھا۔ لیکن اب وہ فارسی کتاب بھی چند پرانے کتب خانوں کے سوا کہیں دستیاب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مولانا محمد اسماعیل عارفی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اس کتاب کو اپنے پی ایچ ڈی مقالے کا موضوع بنا کر کتاب کا سلیس اُردو میں ترجمہ کیا، اس پر حواشی تحریر فرمائے، اور شروع میں ایک گرانقدر مقدمے کا اضافہ کیا، جس میں ہندوستان میں مسیحی مبلغین کی سرگرمیوں اور ان کے مقابلے میں مسلمان علماء کی بیش بہا کاوشوں کی تاریخ بیان فرمائی گئی ہے۔

کتاب کو موجودہ مزاج کے مطابق منظر عام پر لانے کے لیے اس میں بڑی عرق ریزی کے ساتھ جو تحقیقی کام درکار تھے، عرض مترجم کے زیرِ عنوان انہوں نے ان کا تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے۔

اب ''مکتبۂ دارالعلوم کراچی'' اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے حضرت مؤلف، فاضل مترجم اور ناشر کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائیں، اور اس کا فائدہ عام اور تام فرمائیں۔ آمین۔

بندہ

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۶ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ

انتساب اوّل

سیّدنا و مولانا حضرت مُحمّد ﷺ کے نام

جو افضل المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، خاتم المعصومین، مصدرِ حسنات، منبع کمالات ہیں۔ جنکا اسمِ گرامی ہی مسمّٰی کے کمالاتِ نبوت کا شاہد ہے۔ جنکا ذکر اتنا بلند ہے کہ جریدۂ عالم کے ورق ورق پر نقشِ دوام ہے۔ جو اُمّی ہو کر معلّمِ کامل، دقیقہ دانِ عالم ہوئے اور یتیمِ عرب ہو کر سائبانِ عالم ہوئے۔ جنکو شرحِ صدر، وضعِ وزر، رفعِ ذکر، شقِ قمر، کوثر، اسراء و معراج اور فتحِ مبین عطا ہوئے۔ جن کیلئے نصرت بالرعب ہوئی، روئے ارض مسجد و طہور ہوئی، غنیمت حلال ہوئی۔ جنکو جامع کلمات دیے گئے اور شفاعتِ کبریٰ کا منصب ''مقامِ محمود'' ملا۔ جنکی بعثت عالم گیر، تعلیم ہمہ گیر ہے اور صرف وہی ''تاجدارِ ختمِ نبوت'' ہیں۔ جنکی صداقت و عظمت کا گواہ قرآن حکیم ہے جو سدا بہار، لازوال، دائمی برہان اور ابدی معجزہ ہے۔ جنکا وجودِ مسعود، سیرت و کردار، اخلاق و اعمال اور شریعتِ مطہرہ لافانی دلائلِ نبوت ہیں۔ جنکو خدا نے نبی بنایا، اپنا کلام ان کے منہ میں ڈالا، ہدایت و دینِ حق دیکر بھیجا اور تمام ادیان پر غالب کر دیا۔ جو کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوئے، دس ہزار قدسی صفات صحابہ ؓ کے ساتھ آئے اور داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت تھی۔ جنکی آمد سے اولادِ اسماعیل علیہ السلام کے حق میں برکت کا وعدہ پورا

ہوا اَور اہلِ عرب ''بڑی قوم'' بن گئے۔ یہوداہ سے سلطنت چھوٹ گئی، حکومت کا عصا موقوف ہوگیا اور قومیں مطیع ہوگئیں۔ جنکی مدح ومنقبت، توصیف ونعت میں کتابِ زبور کا نفیس مضمون جوش مار رہا ہے۔ جنہیں دیکھ کر ''سلع'' کے بسنے والوں کے گیت گائے، قیدار کی بستیوں نے ''حمد'' کی۔ جنکے قدموں پر ''پتھر کے بت'' اوندھے منہ گرے۔ جنہوں نے ''اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا'' بلکہ ''جو کچھ سنا وہی پہنچا دیا''۔ جو ''سچائی کا روح'' بن کر آئے، سچائی کی راہ دکھائی، سب باتیں سکھائیں، آئندہ کی خبریں دیں اور خدا کا جلال ظاہر کیا۔ اس کتابِ مستطاب کا بیشتر حصہ انکے ذکرِ خیر میں ہے لہٰذا امیدِ شفاعت کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

محمدؐ عربی آبروئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک برسرِ او

انتساب

وکیلِ اسلام محققِ عیسائیت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے نام



ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حرفِ آغاز

الحمد لحضرة الجلاله والنعت لخاتم الرساله اما بعد:

برصغیر میں برطانوی استعمار کے دور میں جب اسلام خطروں میں گھرا ہوا تھا، عیسائی مشنری گھات میں لگے ہوئے تھے، تعلیماتِ اسلام پر شدید نکتہ چینی ہورہی تھی اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی شخصیتِ مقدسہ پر کیچڑ اچھالا جارہا تھا انہی دنوں برصغیر کے ایک عظیم بزرگ وکیلِ اسلام، محققِ عیسائیت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے پوری قوت کیساتھ اسلام کے گرد پوری وفا کا پہرہ دیا۔ انہوں نے مسیحی لٹریچر کا وسیع وعمیق مطالعہ فرما کر ردِّ عیسائیت کے محاذ پر اسلام کے بہادر سپاہی کی حیثیت سے نہایت ہی مفید خدمات انجام دیں، کامیاب مناظروں کی نوبت آئی، حق غالب ہوا اور باطل دُم دبا کر بھاگ گیا۔ تاریخ انہیں بجا طور پر ''سلطان المناظرین'' کا لقب عطا کرتی ہے۔ موصوفؒ نے چند کتابیں بھی لکھیں آپ کی تصنیفات موضوع پر مرکزی حیثیت رکھتی ہیں اور مسلمانوں کی علمی وراثت کا بہترین اثاثہ ہیں۔ عیسائیت پر انکی پہلی تصنیف ''ازالۃ الاوہام'' ہے جو انہوں نے فارسی زبان میں لکھی۔ ان دنوں برصغیر کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ مولانا کی یہ کتاب مسیحیوں کی کسی مستقل کتاب کا رد نہیں بلکہ عیسائیت کی طرف سے اسلام پر اٹھنے والے عمومی واصولی اعتراضات کے جامع مدلل ومسکت الزامی وتحقیقی جوابات پر مشتمل ہے۔ پانچ سو اڑسٹھ (۵۶۸) صفحات کی کتاب ہے جس میں ایک مقدمہ اور چار ابواب ہیں جب کہ ہر باب میں تین فصول ہیں۔ مقدمہ میں کتب عہد عتیق وجدید کا تعارف، بائبل کی قابلِ اعتراض عبارات اور تحریفات کا مفصل

بیان ہے۔ باب اول کی فصل اول میں دس اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں جن میں مسئلہ نسخ، معراج، شق القمر، حجابِ نسواں، وجودِ جنّات، حکمتِ جہاد، نسب نبوی ﷺ از اولادِ ہاجرہ علیہا السلام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فصل دوم میں قرآنِ عزیز سے متعلق اور فصل سوم میں حدیث سے متعلق دس دس اعتراضات کے جوابات ہیں۔ باب دوم کی فصل اول میں انسانیت و نبوتِ حضرت مسیح علیہ السلام کا مدلل اثبات ہے۔ فصل دوم میں عہد جدید سے اور فصل سوم میں عہد عتیق سے الوہیتِ حضرت مسیح علیہ السلام کا بطلان ثابت کیا گیا ہے۔ باب سوم کی فصل اول میں قومِ یہود بنی اسرائیل کی تاریخ واحوال، عادات وقبائح کا ذکر ہے۔ فصل دوم میں ختم المرسلین ﷺ کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام کی اٹھارہ (۱۸) بشارات کا نہایت ایمان افروز تذکرہ ہے جبکہ فصل سوم میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی آٹھ (۸) پیشینگوئیوں کا مبسوط بیان ہے۔ باب چہارم کی فصل اول میں چار اہم ضروری فوائد بتائے گئے ہیں۔ فصل دوم میں محسنِ انسانیت سید المعصومین ﷺ پر کئے گئے دس بڑے اعتراضات کے جوابات ہیں جنکی صدائے بازگشت آج بھی مغربی دنیا اور بے دین حلقوں میں پائی جاتی ہے جبکہ فصل سوم میں توریت، انجیل، صحفِ انبیاء علیہم السلام سے رسالتِ محمدی ﷺ کے اثبات پر تیئیس (۲۳) براہینِ قاطعہ نہایت شرح وبسط کیساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کتاب نہایت ہی مفید مباحث پر مشتمل ہے اور عیسائیت کے تمام عقائد وافکار کا مفصل تنقیدی جائزہ ہے۔ اہمیتِ کتاب کیلئے مصنف کا نام ہی بڑی مضبوط شہادت ہے اور واقعی اسمِ بامسمّٰی ہے کیونکہ مولانا نے دنیائے عیسائیت کے نہایت سطحی اوہام وظنون کو اس طرح زائل کیا ہے کہ شکوک وشبہات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور حق وصداقت کا اجالا ہوتا چلا جاتا ہے۔

کتاب صرف ایک بار ۱۲۶۹ھ ۱۸۴۸ء میں ''سید المطابع شاہجہان آباد'' سے طبع

ہوئی اور ایک حادثہ میں اکثر نسخے ضائع ہوگئے دوبارہ اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ مصوّرات (Photo Copies) کی شکل میں ایک آدھ کتب خانہ میں موجود ہے۔اس امر کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مولانا کی یہ کتاب اردو ترجمہ، تحقیقی حواشی اور تفصیلی مقدمہ کیساتھ اہلِ علم کی خدمت میں پیش ہو چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر پی ایچ ڈی کے تحقیقی کام کے طور پر اسکا انتخاب کیا گیا۔

متنِ کتاب پر تحقیقی کام

متنِ کتاب پر ہم نے درج ذیل کام کیے۔

(۱) متن کا سلیس اردو ترجمہ کیا۔ترجمہ میں یہ کوشش کی گئی کہ عبارت رواں ہو مصنفؒ کا کلام پوری دیانت کیساتھ ترجمہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے متن کے ترجمہ میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کیا۔ اپنی کوئی بات لکھنا چاہی تو اُسے حواشی میں درج کیا۔ متن میں بین القوسین بھی کوئی چیز نہیں بڑھائی گئی لہٰذا پورے یقین کیساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ترجمہ خالص مصنفؒ کی تحریر کا اردو جامہ ہے۔

(۲) متن میں جہاں بائبل کے حوالے آئے ہیں وہاں اردو بائبل (کتابِ مقدس) سے ترجمہ لکھا تاکہ مسیحی حضرات کیلئے زیادہ قابلِ اعتماد رہے۔

(۳) جہاں بائبل کا موجودہ اردو ترجمہ متنِ کتاب سے مختلف ہوا وہاں متن کو اصل بنا کر ترجمہ کیا اور اختلافِ تراجم و نسخ کی توضیح و تنقیح حواشی میں کردی۔

(۴) متن کی تمام مباحث وابواب کے عنوانات قائم کیے تاکہ قاری کیلئے سہولت ہوجائے

اور موضوع کی خشکی کسی حد تک کم ہو جائے۔

(۵) ترقیم (Punctuation) کا اہتمام کیا' حوالہ جات کو ممتاز کیا' ہر نئی بات نئے پیراگراف سے ذکر کی۔

(۶) شروع کتاب میں ایک جامع مقدمہ لکھا جس میں ہندوستان کے سیاسی و دینی حالات' برطانوی استعمار اور اسکے اثرات' مصنفِ کتاب کی حیات و خدمات کا جائزہ لیا ہے۔ ردِّ عیسائیت پر علماءِ اسلام کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے برصغیر میں مسیحیت کا شیوع اور بعض مسیحی زعماء کا تعارف بھی آ گیا ہے۔

شرحِ کتاب کے متعلق امور

شرحِ کتاب اور حواشی کے متعلق درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱) بائبل کے حوالہ جات پر قدیم وجدید تراجمِ بائبل (اردو' عربی' فارسی' انگریزی) سے مراجعت کر کے اختلافات کی توضیح کی۔

(۲) عیسائی مذہب کی تعبیرات اور متداول علمی اصطلاحات کی بقدرِ ضرورت وضاحت کی۔

(۳) متنِ کتاب پر جہاں ضروری ہوا حواشی اور نوٹ دیے۔

(۴) آیاتِ قرآنی کا ترجمہ، مصادرِ احادیث کی تعیین اور واقعات کی تحقیق کی گئی ہے۔

(۵) کتاب میں مذکورہ انسانوں، شہروں اور قبیلوں کا تعارف جو فہمِ کتاب کیلئے ضروری ہوا یا عیسائیت کے طالب علم کو ان سے واقف ہونا چاہیئے مختصر طور پر آ گیا ہے۔

(۶) ضروری عباراتِ مصنف کی تشریح کرتے ہوئے اُس مبحث کے متعلق دیگر مراجع کی نشاندہی کی گئی ہے۔

مآخذ ومصادر

ویسے تو اس کام کے دوران بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کرنا پڑی جیسا کہ ایک تحقیقی عمل میں ہوتا ہے اور اُن اہم کتب کی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے لیکن یہاں ہم چند اُن کتابوں کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں جن سے ہم نے بہت استفادہ کیا' وہ ہر وقت ہمارے سامنے رہیں

(۱) اظہار الحق (عربی) یہ چار جلدوں میں ڈاکٹر محمد احمد محمد عبد القادر خلیل ملکاوی کی تحقیق وتعلیق کیساتھ ریاض (سعودی عرب) سے شائع ہوئی ہے۔

(۲) بائبل سے قرآن تک۔ یہ اظہار الحق کا اردو ترجمہ ہے جو مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کے حواشی ومقدمہ کیساتھ مکتبہ دار العلوم کراچی سے چھپا ہے۔

(۳) اعجازِ عیسوی۔ تحریفِ بائبل کے موضوع پر مولانا کیرانویؒ کی یہ کتاب ادارہ اسلامیات لاہور سے چھپی ہے۔

(۴) اردو بائبل (کتابِ مقدس) یہ پروٹسٹنٹ فرقے کا معتبر ترین اردو ترجمہ بائبل ہے جو پاکستان بائبل سوسائٹی سے شائع ہوتا ہے۔

(۵) اردو بائبل (کلامِ مقدس) یہ کیتھولک فرقے کا معتبر ترین اردو ترجمہ بائبل ہے جسے ابلاغیاتِ مقدس پولوس کا ادارہ شائع کرتا ہے۔

(۶) عربی بائبل (الکتاب المقدس) لبنان کے مسیحی ادارہ ''جمعیة الکتاب المقدس'' سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔

(۷) فارسی بائبل۔ کوریا سے ۱۹۸۷ء میں طبع شدہ۔

(۸) انگریزی بائبل۔ اس بائبل کے مختلف نسخے ہمارے کام آئے جن میں کنگ جیمز ورژن

اور نیو انٹرنیشنل ورژن خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

(۹) قاموس الکتاب۔ یہ پادری ایف۔ ایس خیر اللہ اور اُنکی ٹیم کی مرتب کردہ ضخیم کتاب ہے جو بائبل کی اردو انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔ مسیحی کتب دینیات میں نہایت وقیع ہے۔ مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ لاہور سے بار بار شائع ہوئی ہے۔

(۱۰) کلید الکتاب۔ بائبل کی ایک ضخیم معجم ہے' مسیحی علماء کی کاوش ہے' حوالہ جات کی تخریج میں معاون ہے۔

آخر میں عزیزانِ گرامی مولانا محمد ریحان رمزی، مولانا محمد سلیم سلمھم اللہ کا بطورِ خاص انتہائی شکریہ ادا کرنا بے حد ضروری ہے جو اس تحقیقی سفر میں از اوّل تا آخر میرے ساتھ رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان دو دوستوں کا تعاون شاملِ حال نہ ہوتا تو مجھ جیسے کمزور آدمی سے یہ کام کبھی بھی نہ ہو پاتا اور شاید ہی یہ علمی تحفہ آپکی خدمت میں پیش ہو سکتا۔ لہٰذا میں صمیمِ قلب سے اِنکا شکر گزار ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ حق جل مجدہ اِس نیک تعاون پر اُنکو اپنی شان کے مطابق بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔ برادرِ محترم حافظ محمد نعمان ظفر، محمود ریاض اور خالد محمود صاحب نے جو مدد کی اِس پر وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور انتہائی عجز و نیاز، اخلاص و انکسار کیساتھ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے' اپنے بندوں کیلئے نافع بنائے اور ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنادے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

ابو محمد اسماعیل عارفی عفاعنہ الباری

۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ ۱۳ جنوری ۲۰۱۰ء

A- 315 بلاک "D" نارتھ ناظم آباد۔ کراچی

ای میل: ASKARFI@HOTMAIL.COM

مقدمہ مترجم

- برصغیر کے سیاسی و دینی حالات
- برطانوی استعمار اور اسکے اثرات
- علماءِ اسلام کی ردِّ عیسائیت پر تصنیفات
- مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اور انکی خدمات

الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا، ولم یکن له شریك فی ملکه أبدا، والصلوٰة والسلام علیٰ من ارسله بالھدیٰ ودین الحق لیظھره علی الدّین کلّه، وایّده بمحکم کتاب اعجز الناس ان یأتوا بسورة من مثله، سیّدنا محمد الذی بشر بظھور التورٰة والانجیل، وتحققت بوجوده دعوة ابیه ابراھیم الخلیل، وعلیٰ اله واصحابه الذین وصل الله بالاسلام بینھم، حتی صاروا اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم۔

امّا بعد:

ہندوستان کی اِسلامی سلطنت میں مغلیہ دور کا آخری چراغ گل ہو رہا تھا' مرکزی حکومت کمزور ہوچکی تھی۔ مختلف علاقوں میں چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتیں بن گئی تھیں۔ اقتدار پر قبضہ پانے کیلئے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف سازشیں رہتی تھیں۔ حکمرانوں کی نااہلی' عیاشی' ظلم وزیادتی حد سے گزر چکی تھی۔ دوسری طرف انگریز ہندوستان میں داخل ہوچکے تھے۔ یہ اکبر کا زمانہ تھا اگرچہ شروع میں وہ تاجر اور سوداگر کی حیثیت سے آئے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی انکے تجارتی ادارے کا نام تھا مگر حالات کا بنظر غائر جائزہ لیکر انہوں نے اپنے کاروباری مفادات کیلئے چھوٹی سی فوج تیار کرلی گو پھر اسی مختصر لشکر نے میر جعفر کو خریدا اور سراج الدّولہ کی چالیس ہزار نفوس پر مشتمل بہادر فوج انگریزوں کے مختصر گروہ کے سامنے ڈھیر ہوگئی۔ پھر انہوں نے میر صادق کو لالچ دیا اور میسور کے شیرِ ببر سلطان ٹیپو پر فتح پالی۔ پھر تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایسا راج ہوا کہ حیدر آباد کے نواب انکی مرضی کے بغیر حرکت نہ

کر سکتے تھے اور لکھنو کے واجد علی شاہ کو ایک ہی حکم نامہ سے نظر بند کر دیا گیا۔ سیاسی اعتبار سے ہندوستان میں کوئی مضبوط فعال ریاستی اقتدار نہ تھا بظاہر مغلیہ بادشاہان حکومت کر رہے تھے مگر حقیقت میں وہ اندر ہی اندر کھوکھلی ہوتی جا رہی تھی۔ مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری اور انگریزوں کے خلاف مسلح جہاد کا عزم کیا مگر زمینی حقائق خلاف تھے چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں وہ ناکام ہو کر رہ گئے۔

برطانوی استعمار کا ہدف

ہندوستان پر غلبہ پالینے کے بعد استعمار کا سب سے بڑا مسئلہ اپنے اقتدار کو استحکام اور دوام بخشنا تھا۔ دانشورانِ یورپ اکھٹے ہوئے۔ بہت سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ اسپین کی تاریخ دُہرائی جائے اور اندلس کا آزمودہ نسخہ برتا جائے۔ یہ مجرّب نسخہ کیا ہے اسکی تفصیل کیلئے ہمیں مزید کچھ پیچھے جانا پڑے گا۔

اندلس میں اسلامی حکومت کا عروج وزوال

اسپین (Spain) جسکو ہسپانیہ یا اندلس کہتے ہیں یورپ کے جنوب مغرب میں ایک جزیرہ نما ملک ہے۔ مسلمانوں سے پہلے یہاں ''گاتھ'' خاندان کی حکومت تھی جسکا ایک فرد ''راڈرک'' حاکم تھا۔ ولید بن عبدالملک کے دور میں شمالی افریقہ کے گورنر موسی بن نصیر نے اس ملک کا ارادہ کیا۔ مؤرخین نے اِس حملہ کا پسِ منظر یہ بتایا ہے کہ اندلس کے شاہی خاندان میں رسم یہ تھی کہ وہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو طلیطلا بادشاہ کی خدمت میں رہنے کیلئے بھیج دیتے تھے تا کہ یہاں وہ علم وادب حاصل کریں۔ اِس رسم کے مطابق یولین نامی ایک شخص نے اپنی لڑکی بادشاہِ وقت راڈرک کی خدمت میں ادب اور تربیت حاصل کرنے کیلئے

بھیجی۔ یہ لڑکی نہایت خوبصورت تھی' راڈرک اِس پر مفتون ہو گیا اور اسے اپنے تصرف میں لے آیا۔ لڑکی نے اصل صورتِ حال والد کو بتائی وہ یہ معلوم کر کے سخت برہم ہوا اور اس نے موسیٰ بن نصیر کو اندلس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے جو لشکر بھیجا تھا یولین اسکے لئے راہنما کا کام انجام دیتا تھا۔

لشکرِ اسلام کی کامیابی

گورنر موسیٰ نے ۹۲ھ میں اپنے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کی امارت میں سات ہزار مجاہدینِ اسلام کا لشکر روانہ کیا۔ پھر طارق کی درخواست پر مزید پانچ ہزار کی امداد بھیج دی۔ راڈرک سے اسکی اپنی قوم نالاں تھی کسی نے اسکی دل سے مدد نہ کی۔ قصہ مختصر کہ بارہ ہزار نفوس پر مشتمل اس فوج نے پورے اسپین پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ اِسلامی اصولوں کے مطابق حکومت کی' لوگوں کو مذہبی آزادی دی' بنیادی حقوق کا تحفظ کیا' عدل وانصاف قائم کیا' اپنے فنِ زراعت سے اندلس کے شہروں کو گل وگلزار بنا دیا' شہروں کے درمیان تجارتی تعلقات کو مربوط کیا۔ علم دوستی کے ثبوت پیش کرتے ہوئے مغربی مؤرخین کہتے ہیں کہ قرطبہ وغرناطہ کے کتب خانے علمی نوادرات سے بھرے ہوئے تھے۔

عروج کے بعد زوال

مسلمانوں نے ۸۹۷ھ تک یہاں حکومت کی پھر رفتہ رفتہ زوال وتنزل آتا گیا۔ یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ہم اِس انحطاط وزوال کے اسباب وعلل کا تفصیلی تجزیہ کریں تاہم حاصل یہی ہے کہ تقریباً وہی وجوہ وعوامل تھے جو ہندوستان کی مسلم حکومت کے خاتمہ کا سبب بنے۔ داخلی شکست وریخت اور بیرونی حملوں سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ عیسائی بادشاہ فرڈینٹڈ

نے پورے اندلس پر قبضہ کرلیا۔ابو عبداللہ والی اندلس نے کنجیاں حوالہ کرتے ہوئے کہا ''یہ کنجیاں اسپین میں عربوں کے اقتدار کی آخری نشانی ہیں آپ انہیں لے لیجئے کیونکہ اللہ کی مشیت کے مطابق اب ہمارا ملک، مال ومتاع اور ہمارے جسم یہ سب آپکی ملکیت ہو گئے ہیں امید ہے کہ آپ نے جیسا وعدہ کیا ہے اُسی طرح آپ انکے ساتھ رحم وکرم اور رأفت ونرمی کا معاملہ کرینگے'' فرڈیننڈ نے جواب دیا ''کوئی شبہ نہیں کہ ہم نے جو وعدہ کیا ہے اسکے مطابق ہی معاملہ کرینگے'' اگرچہ وعدے ومعاہدے تو بہت حزم واحتیاط' قسم وقرار سے طے پائے تھے مگر ایک مفتوح ومغلوب قوم کو کیا حق ہے کہ وہ فاتح وغالب دشمن سے اپنے حق کی کوئی بات کرے؟ چنانچہ وہ تمام دستاویزی میثاق گلدستہء طاق نسیاں بن گئی۔

عیسائیت کے مظالم

فرڈیننڈ نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ غرناطہ کی سب سے بڑی جامع مسجد کو گرجا میں تبدیل کر دیا۔حکومتی سطح پر بھرپور منظم کوشش کی گئی کہ مسلمان خود سے کسی طرح مرتد ہو جائیں اور عیسائیت اختیار کرلیں ''محکمہ تفتیشِ مذہبی'' نے عربی زبان' اسلامی لباس تک ممنوع قرار دے دیے۔ جو لوگ عیسائیت قبول نہ کرتے انہیں کہا جاتا کہ اندلس کی زمین خالی کردیں۔ چنانچہ دو سال کی مدت میں تقریباً پانچ لاکھ مسلمانوں نے اِس ملک کو خیر باد کہا اور دنیا کے مختلف ملکوں میں کسمپرسی کے عالم میں پناہ لی اور آخری حکمِ جلاوطنی تک جن لوگوں نے اسپین چھوڑا انکی تعداد تیس لاکھ تھی۔عیسائیوں کی علم دوستی' روشن خیالی کا منظر دیکھنے میں آیا کہ علوم وفنون کے بے بہا خزانے باب الرملہ کے چوک میں لا کر ڈھیر کیے گئے اور انکو آگ لگا کر راکھ کر دیا گیا۔صرف غرناطہ میں جو کتابیں جلا کر خاک کی گئیں انکی تعداد اسّی ہزار تھی۔عیسائیت کی تبلیغ واشاعت بڑے پیمانے پر کی گئی' پادریوں اور مشنریوں کی جماعتیں

سیلاب کی طرح اُمڈ آئیں، کوشش کامیاب ہوئی محنت ٹھکانے لگی اور پورے اسپین میں آج تک ڈھونڈنے سے بھی مسلمانوں کی کوئی قابلِ ذکر تعداد نہیں ملتی۔

؎ شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

برطانوی اقتدار کی حکمتِ عملی

جب ہندوستان میں اِسلامی سلطنت کا زوال ہوا تو انگریزوں نے یہی طے کیا کہ جس طرح اندلس میں عیسائیت کی تبلیغ کر کے پورے ملک کو عیسائی بنا کر حکومت کو مستحکم اور ناقابلِ تسخیر بنایا گیا بالکل اِسی نہج پر ہندوستان میں بھی کام کیا جائے۔ یہاں کے باشندوں کی اکثریت کو کسی طرح عیسائی بنایا جائے کیونکہ جب حاکم ومحکوم دونوں کا مذہب ایک ہو جائے گا تو فطری طور پر رعایا حکومت کی وفادار اور طاعت شعار ہوگی۔ پھر جس طرح اندلس میں مسلم حکومت کے خاتمہ کے بعد عیسائی حکومت کو استحکام حاصل ہوا اور آج تک کوئی خطرہ نہیں ہوا کیونکہ وہاں کوئی غیر عیسائی ہے ہی نہیں اِسی طرح ہندوستان پر بھی برطانوی سامراج کے اقتدار کا سورج کبھی غروب نہیں ہوگا۔

عیسائی پادریوں کی آمد

چنانچہ اِس حکمت وتدبیر کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مسیحی مبلغین کی آمد آمد ہوئی اور عیسائی پادریوں کا ہندوستان پر طوفان مسلط ہوگیا، عیسائی مشنری برسات کے مینڈکوں کی طرح ہر گلی کوچے میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہیں توپ اور بندوق کی پشت پناہی حاصل تھی۔ حکومتِ وقت انکی دل وجان سے مددگار تھی۔ وہ بے خوف وخطر کسی چوراہے پر کھڑے ہوکر مسلمانوں کو تثلیث کی تبلیغ کرتے، بپتسمہ لیکر گناہوں سے ابدی نجات پانے کا جھانسہ دیتے،

اِسلام کے احکام وفرائض کا حوالہ دیکر عیسائیت میں ہر چیز کیلئے اباحتِ کلی کی سہولت کا مژدہ سناتے۔قرآنِ کریم اور سرکارِ دو عالم ﷺ پر طرح طرح سے زبانِ طعن دراز کرتے۔آپ اندازہ کریں کہ ایک قوم جو سیاسی وریاستی اعتبار سے مغلوب ہوچکی ہو اس کیلئے فاتح قوم سے اپنے پیغمبر ﷺ کے حق میں اِس قسم کی زبان درازی کتنی دل آزاری کا سبب ہوگی۔اردو کے مشہور شاعر مولانا حالیؒ اِس صورتِ حال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں.

''ہندوستان میں اسلام خطروں میں گھرا ہوا تھا ایک طرف مشنری گھات میں لگے ہوئے تھے اگرچہ قحط کے دوران میں انکو دُبلا پتلا شکار پیٹ بھر اوُمل جاتا تھا مگر وہ اس پر قانع نہ تھے اور ہمیشہ صیدِ فربہ کی تلاش میں رہتے تھے ہندوستان میں سب سے زیادہ دانت انکا مسلمانوں پر تھا اس لئے اُن کے منادیوں میں اُنکے اخباروں اور اُن کے رسالوں میں زیادہ تر بوچھاڑ اسلام پر ہوتی تھی اسلام کی تعلیم کی طرح طرح سے برائیاں ظاہر کرتے تھے بانیِ اسلام کے اخلاق وعادات پر انواع واقسام کی نکتہ چینیاں کرتے تھے چنانچہ بہت سے مسلمان کچھ ناواقفیت اور بے علمی کے سبب اور اکثر افلاس کے سبب اُنکے دام میں آگئے''۔

اگرچہ برصغیر میں عیسائی مشنریوں کی آمد بہت پہلے سے یعنی اکبر کے دور ۱۵۵۶ء میں تھی بلکہ ۱۵۴۲ء میں رومن کیتھولک فرقہ میں سے پہلا مشنری فرانس زیویَر (Francis Zavier) ہندوستان آیا اور بڑے زور وشور سے مسیحیت کا پرچار کیا۔ حالات کا نشیب وفراز چلتا رہا۔اکبر اور اسکے ہم مزاج بادشاہوں کے زمانہ میں عیسائیت کو فروغ ملا،اورنگ زیب اور اسکے ہم مزاج لوگوں کے دَور میں کچھ رفتار سست رہی تاہم تحریک برابر جاری رہی۔پھر انگریزی اقتدار کے آتے ہی یورپین مشنری بھی کثرت کے ساتھ آئے جنکا شمار خاصا دشوار ہے تاہم یہاں چند ایسے پادریوں کا تذکرہ مناسب ہے جنہوں نے یہاں کے قدیم مذاہب کا خوب مقابلہ کرنا چاہا اور وہ تاریخی حیثیت کے مالک ہوئے۔

عیسائیت کے بڑے مبلغین

ھنری مارٹن (۱۸۰۵ء)

مسیحی محاذ کا یہ سپاہی ۱۸۰۵ء میں انگلستان سے یہاں آیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے پلیٹ فارم سے اپنی سرگرمیاں شروع کیں۔ پہلی مرتبہ نئے عہد نامہ کا فارسی اور ھندی میں ترجمہ کیا۔ ایڈورڈ مور کے کہنے کے مطابق ۱۸۱۰ء تک کانپور میں رہا۔ یہاں ایک شخص نے جو پیشہ کے لحاظ سے جوہری تھا بپتسمہ لیا اسکا مسیحی نام ''عبدالمسیح'' رکھا گیا۔ پادری موصوف ھندوستان سے براستہ ایران عراق چلے گئے۔ عربی زبان سیکھی اور نئے عہد نامہ کا ایک عربی ترجمہ کیا۔ ۳۲ برس کی عمر تھی کہ ۱۸۱۲ء میں اگلے جہاں روانہ ہوگئے۔

ولیم کیری (۱۸۱۳ء)

ولیم کیری پروٹسٹنٹ فرقہ کے پادری تھے۔ اس فرقہ کی ابتداء ۱۵۲۰ء میں ہوئی تھی جب جرمنی میں ایک پادری مارٹن لوتھر نے پوپ کے احکام سے کھلم کھلا بغاوت کی اور عیسائیت کے بعض عقائد و مسائل کو ہدفِ تنقید بنایا۔ ولیم کیری پہلے پروٹسٹنٹ مشنری ہیں جو ۱۸۱۳ء میں انگلستان سے کلکتہ کے پاس رامپور کے مقام پر آئے۔ انہوں نے یہاں ایک چھاپہ خانہ قائم کیا۔ اِس طرح پہلی بار بائبل کو جدید پرنٹنگ پریس سے چھاپا گیا۔ ۱۸۳۴ء میں انتقال ہوا۔

پادری فنڈر (۱۸۳۷ء)

پادری کارل۔ جی۔ فنڈر ۱۸۰۳ء میں واٹم برگ جرمنی میں پیدا ہوئے ۱۸۳۱ء میں

ایران گئے فارسی زبان میں خاصی مہارت حاصل کی پھر ۱۸۳۸ء میں ہندوستان آئے۔ آگرہ میں سکونت اختیار کی' اردو زبان سیکھی اور دعوتی مہم چلائی۔ عبداللہ آتھم' صفدر علی جیسے افراد اُنکے ہاتھ پر مسیحی ہوئے۔ پادری صاحب نے ''میزان الحق'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جسکو مسیحی دنیا میں بڑی پذیرائی ملی اور کہا گیا کہ یہ کتاب الہام سے لکھی گئی ہے۔ شروع میں مسیحی عقائد وافکار کی صداقت مدلّل کرنے کی کوشش ہے آخری حصہ میں اسلام' قرآنِ کریم' رسولِ کریم ﷺ کے اخلاق واعمال پر بعض اعتراضات کیے گئے ہیں اخیر میں ایک ضمیمہ ہے جس میں چھ افراد کے قبولِ عیسائیت کی روئیداد بیان کی گئی ہے۔ پادری موصوف کا دوسرا کتابچہ ''مفتاح الاسرار'' ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور عقیدہ تثلیث کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآنِ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو معجزات بیان کیے ہیں وہ انکی الوہیت پر دلیل ہیں۔ فلسفہ تثلیث کی گتھی سلجھانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ انکی تیسری کتاب ''طریق الحیات'' ہے جس میں مسئلہ کفارہ کو موضوع بحث بنا کر گناہ کی ماہیت' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مزعومہ شہادت وقربانی اور انسانیت کی ازراہِ کفارہ نجات پانے کا تذکرہ ہے۔ انکی ایک کتاب ''شجرِ زندگانی'' ہے جسمیں انجیل سے عیسائی عقائد واخلاق سے متعلق اقتباسات جمع کیے گئے ہیں۔

پادری فنڈر کا ۱۸۴۴ء میں یعنی تحریکِ آزادی ہند سے تیرہ سال قبل حضرت مولانا سید آل حسن مہانیؒ سے تحریری مناظرہ ہوا' مسلم لیگ کے مشہور راہنما مولانا حسرت موہانیؒ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ انہوں نے کتاب الاستفسار اور کتاب الاستبشار کے نام سے کتابیں لکھیں اور اول الذکر میں آپ نے پادری فنڈر کی کتاب میزان الحق کے پہلے اور تیسرے باب کا جواب دیا ہے۔ مولانا نے پادری فنڈر سے مناظرے میں یہ شرط رکھی تھی کہ جہاں بھی ہمارے پیغمبر ﷺ کا نام لیں تو تعظیم کیساتھ لیں اور احتراماً جمع کی ضمیر استعمال کریں

تا کہ مسلمانوں کو ذہنی و روحانی اذیت نہ ہو۔

پادری فنڈر جواب میں لکھتے ہیں ''خوب سمجھ لو ہم تمہارے نبی کا ذکر تعظیم کیساتھ کرنے یا افعال اور ضمیروں کو جمع کے صیغوں کیساتھ لانے سے معذور ہیں ..... یہ بات ہمارے لئے قطعی ناممکن ہے ......اور کسی ایسی جگہ جہاں کلام کا مقتضاء ہوگا یہ بھی کہوں گا کہ محمد رسول نہیں ہیں یا جھوٹے ہیں'' پھر دوسرے خط میں لکھتے ہیں ''یہ بات محال ہے کہ ہم محمد کا نام ذکر کرتے ہوئے افعال اور ضمیروں کو جمع کے صیغوں کیساتھ لائیں''

اندازہ فرمایئے! اِن لوگوں کے سینے سرکارِ دو عالم ﷺ کے بارے میں کس طرح بغض و عداوت سے بھرے ہوئے ہیں'' قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر'' (۵) جسکا اظہار ہمارے دور میں اور بھی زیادہ ڈھٹائی کیساتھ مسلسل جاری ہے۔ مولانا آل حسن مہانیؒ اور پادری فنڈر کی یہ خط و کتابت عیسائیوں نے ''حل الاشکال'' کے نام سے شائع کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس تحریری مناظرے کا موضوع تحریفِ بائبل' مسئلہ تثلیث اور رسالتِ محمدی ﷺ تھے۔ پادری صاحب کا حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے بھی انہی عنوانات پر تقریری مناظرہ ہوا جسکی تفصیلات مستقل طور پر لکھی جا چکی ہیں۔

چارلس ولیم فورمین (۱۸۴۸ء)

۳/ مارچ ۱۸۲۱ء کو یو۔ ایس۔ اے میں پیدا ہوئے۔ مذہبی تعلیم کو زندگی کا موضوع بنایا ۱۸۴۸ء میں رنجیت سنگھ کے دور میں کلکتہ آئے پھر لاہور آئے۔ عیسائیت کی تبلیغ میں خوب محنت اٹھائی۔ انکا کہنا تھا کہ سکول و کالج انجیلی بشارت کا ایک بہترین زریعہ ہیں۔ ۱۸۵۰ء میں لاہور میں ایک قطعہ ارضی خرید کر باقاعدہ اسکول کی بنیاد رکھی ایک بنگالی مسیحی کو

ہیڈ ماسٹر مقرر کیا پھر اس سلسلہ کو مزید بڑھایا۔ ایف۔سی۔کالج لاہور انہی کا قائم کردہ ہے' مرے کالج سیالکوٹ اور گارڈن کالج راولپنڈی مرکزی مشنری کالج تھے۔ ۱۸۵۲ء میں شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں انکے اسکول کے طلباء کی تعداد سات سو سے متجاوز تھی۔ منادی کا کام کھلے عام انجام دیتے' ٹریکٹ' ہینڈ بل اور کتابیں تقسیم کرتے' دکانوں اور بازاروں میں عیسائیت کی تبلیغ فرماتے ۱۸۹۴ء میں انتقال ہوا۔

رابرٹ کلارک (۱۸۵۲ء)

۱۸۲۵ء میں انگلستان میں پیدا ہوئے ۱۸۵۲ء میں امرتسر آگئے۔ ۱۴ مئی ۱۸۵۵ء کو پشاور میں ایک ہائی اسکول قائم کیا۔ بازاروں میں عیسائیت کی منادی کی متعدد لوگوں نے انکے ہاتھوں بپتسمہ لیا اور داخل عیسائیت ہوئے ۱۸۶۶ء میں انہوں نے امرتسر کے ایک نام نہاد مولوی عماد الدین کو مرتد کیا اِن صاحب نے تردیدِ اسلام پر متعدد رسالے لکھے اور احیاءِ مسیحیت کیلئے رابرٹ کلارک کے دست و بازو بنے۔ برصغیر کی مسیحی تواریخ میں انہیں کامیاب مناظر کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ کلارک صاحب نے امریکن مشن والوں کیساتھ مل کر پنجاب ریلجیئس بک سوسائٹی کی بنیاد رکھی اور اسکے پہلے سیکرٹری مقرر ہوئے یہ ادارہ آج بھی مسیحی کتب کی اشاعت کیلئے اپنی خدمات برابر انجام دے رہا ہے۔ ۱۹۰۰ء میں انتقال ہوا۔ رائے ونڈ کے پاس کلارک آباد کی انیس سو (۱۹۰۰) ایکڑ زمین انہی کے نام سے موسوم ہے۔

ٹامس ہنٹر (۱۸۵۵ء)

ان کا تعلق امریکن پریسبیٹرین (A.P) مشن سے تھا ۱۸۵۵ء میں سیالکوٹ آئے۔

دہلی اور لاہور میں خاصا مشنری کام کیا۔ ۱۸۵۷ء میں لاہور میں متعدد مشن اسکول قائم کیے جنگ آزادی شروع ہوئی تو یہ اپنے بیوی و بیٹے سمیت مارے گئے۔

بشب جارج بفرڈ لیفرائے (۱۸۵۴ء)

۱۸۵۴ء میں بطورِ مشنری دہلی آئے اپنے وقت کے سب سے بڑے مبشرِ انجیل اور مسیحی کلیسیا میں بااثر شخصیت تھے۔ انہوں نے ہندوستانی باشندے پادری برکت اللہ کے چچا پادری احسان اللہ کو آرچ ڈیکن مقرر کیا۔ اس پر ضلع ملتان کے مبشر پادری فرنچ سے انکے اختلافات ہوگئے۔ مولانا شرف الحق صدیقیؒ نے اِنکا زبردست مقابلہ کیا ہر محاذ پر شکست دی، کامیاب مناظرے کیے اور کھلی فتح پائی چنانچہ دہلی مشنری انچارج کی رپورٹ میں ہے:

> ''ایک دفعہ وہ سہ پہر کے وقت بازار میں منادی کیلئے گیا اور رات ہوگئی کیونکہ بحث چھڑ گئی ایک مسلمان مولوی (مولانا شرف الحق) نے بائبل کے اختلاف بیان پر اعتراض کیا اور حوالے ڈھونڈنے لگا بازاری لیمپ کی روشنی نہایت مدھم تھی کہنے لگا روشنی کم ہے دکھائی نہیں دیتا لیفرائے نے کہا کہ اگر یہاں روشنی کم ہے تو کیوں ایسی جگہ بحث نہیں کرتے جہاں روشنی کا انتظام ہو سکے' اس پر یہ فیصلہ ہوا کہ مسجد کے اندر بحث ہو یوں لیفرائے مسجدوں کے اندر جا کر انجیل کی بشارت دینے لگا بازاری منادی میں اب لیفرائے کی سخت مخالفت ہوتی بالخصوص ایک نابینا مولوی لیفرائے کا پیچھا نہ چھوڑتا'' (٦)

علماءِ اسلام کی مساعی

سنتِ خداوندی ''لکل فرعون موسی '' کے مطابق اِس دور میں اللہ تعالیٰ نے

عیسائی مشنریوں کے اس فتنہ کی یلغار کو روکنے کیلئے علماءِ ربانیین کی ایک بڑی جماعت کو کھڑا کیا جن کے دل اخلاص سے معمور' دماغ روشن تھے۔ انہوں نے عیسائیت کے اصل ماخذ ومصادر کا تجزیہ کر کے' مذہب مسیحی کا وسیع وعمیق جائزہ لیکر عیسائیت کے تابڑ توڑ حملوں کا نہ صرف جواب دیا بلکہ عیسائیت کو دفاع پر بلکہ بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ہر طرح کے مصائب جھیل کر' آگ کے سمندر میں کود کر اثاثہ اسلام کے اردگرد عشق ووفا کا ایسا پہرہ دیا کہ مثال نہیں ملتی اور اگر کسی منہ پھٹ نے حضورِ ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں اعتراض وسوال کے اسلوب سے ہٹ کر محض گستاخانہ بات کہی تو مسلمانوں نے ایسا جواب دیا کہ موت وحیات کے فاصلے مٹا دیے۔

؎ بآں گروہے کہ از ساغرِ وفا مستند سلامِ ما برسانید کہ ہر کجا ہستند

اگر روشن خیالی' آزادی اظہار کے نام پر کوئی وزنی اعتراض' جاندار سوال یا معقول اشکال کر کے جواب طلب کیا جائے تو علمی دنیا میں آج بھی اسکی پذیرائی ہے اور وکلاءِ اسلام آج بھی عیسائیت کی ہر بات کا جواب دینے کو بے تاب ہیں۔ لیکن جب کسی کے پاس دلیل وبرہان کی رو سے کوئی بات نہ ہو تو وہ سب وشتم اور توہین آمیزی پر اتر آتا ہے' قُربِ قیامت اور مسلمانوں کا زوال ہے کہ اب اسکی مثالیں زیادہ ہی سامنے آ رہی ہیں۔

یہ علماءِ حق جنہوں نے اِسلامی ہند کو اندلس نہیں بننے دیا' عیسائی مشنریوں کا منہ توڑ مقابلہ کیا اپنی تقریروں' مباحثوں' مناظروں اور تصنیف وتالیف کے میدان میں نہایت قابلِ قدر ترکہ چھوڑا ان میں مولانا سید آل حسن مہانیؒ، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، مولانا عنایت رسول چڑیاکوٹیؒ، مولانا سید ناصر الدین محمد ابو المنصورؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، ڈاکٹر وزیر خانؒ، مولانا شرف الحق صدیقیؒ، مولانا ابو محمد عبد الحق حقانیؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کے اسماءِ گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ردّ عیسائیت پر مجلّات

مسلمانوں نے ردّ عیسائیت کو موضوع بنا کر مختلف رسائل اور اخبارات کا اجراء کیا۔ ہفت روزہ ''اردو اخبار'' دہلی ۱۸۲۳ء میں اِسی مقصد کے تحت جاری ہوا۔ اسکے مدیر مجاہد حضرت مولانا باقر علیؒ کو پھانسی دیکر شہید کیا گیا۔ اسکے علاوہ ''سید الاخبار'' (دہلی) ۱۸۳۸ء ''سراج الاخبار'' (دہلی) ۱۸۳۹ء ''قطب الاخبار (آگرہ) ''نورٌ علیٰ نور'' (لدھیانہ) ''امین الاخبار'' (الہٰ آباد) ''پنجابی اخبار'' (لاہور) ''رہبرِ ہند'' (لاہور) ''ناصر الاخبار (دہلی) ''مہر درخشاں (لکھنو) ''المستنصر'' (دہلی) ''حبلِ متین'' (کلکتہ) ''نور الاسلام'' (سیالکوٹ) ''منشور محمدی'' (بنگلور) ''ماہنامہ حسن'' (حیدر آباد دکن) ''خیر المواعظ'' (دہلی) بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔

ردِ مسیحیت کی قلمی سرگذشت

حقیقت یہ ہے کہ علماءِ ہند نے ہر محاذ پر عیسائیت کا زبردست تعاقب کیا۔ عیسائیت نے جس روپ میں بھی کوئی کارروائی کرنا چاہی مسلمانوں نے علاج بالمثل کا طریقہ اختیار کیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا ۱۸۷۷ء میں ''میلہ خدا شناسی'' میں حقانیتِ اسلام پر خطاب' اِسی طرح ''مباحثہ شاہ جہاں پور'' تاریخ کے سینے میں محفوظ ہے۔ مسیحیت اور ہندومت کے ردمیں ''تقریرِ دلپذیر'' کے نام سے اُنکی یادگار آج بھی موجود ہے۔ مولانا عنایت رسول چڑیا کوٹیؒ نے عبرانی زبان سیکھنے کیلئے کئی سال احبار یہود کیساتھ گزارے پھر ''البشریٰ'' کے نام سے ختمِ نبوتؐ کے موضوع پر بلند پایہ کتاب لکھی جس میں توریت وانجیل میں مذکور بشاراتِ محمدی ﷺ کو اصل عبرانی متن سے مبرھن کر کے پیش کیا گیا۔ مولانا سید ناصر الدین محمد ابو المنصورؒ نے ''نویدِ جاوید'' کے نام سے نہایت وقیع علمی کتاب لکھی۔ مصنف کی اپنے موضوع

پر بصیرت وگرفت کی یہ شان ہے کہ کتاب کے شروع میں بائبل کی ایک عبارت سے تلمیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''خداوند یہواہ نے مجھ کو علماء کی زبان بخشی تا کہ جانوں کہ وقت پر اسکو جو تھکا ماندہ ہے کیا کہا جائے'' کتاب ڈیڑھ سو سال قبل کی لکھی گئی ہے اس لئے اسلوبِ تحریر قدیم اردو کا ہے۔ اگر اسکی تحریر جدید (Re.Writing) کردی جائے تو بڑی مفید علمی خدمت ہوگی۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے ردّ عیسائیت وقادیانیت کے محاذ پر نمایاں کردار ادا کیا۔ ردّ عیسائیت کے فن کے امام تھے۔ پادری صفدر علی نے ایک کتاب ''نیاز نامہ'' لکھی آپ نے ''مرآۃ الاسلام'' کے نام سے اسکا جواب لکھا۔ اسلام سے مرتد ہو کر پادری بننے والے عماد الدین نے ''ہدایۃ المسلمین'' کے نام سے کتاب لکھی جسکی زبان اتنی دل آزار اور گستاخانہ تھی کہ سنجیدہ عیسائیوں نے بھی اسے ناپسند کیا تاہم مولانا مونگیریؒ نے اخلاقی حدود کا سختی سے لحاظ رکھا اور وجادلھم بالتی ھی احسن کو نمونہ بناتے ہوئے مثبت فکر ورویہ کیساتھ اسکا جواب ''مرآۃ الیقین'' کے نام سے دیا۔ مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی دہلویؒ ان علماء میں سے ہیں جنہوں نے پوری بائبل کا تنقیدی مطالعہ کیا اور اپنی تفسیر فتح المنان المعروف ''تفسیرِ حقانی'' میں تشریحی فوائد کیساتھ ساتھ ردّ مسیحیت کا برابر التزام رکھا۔ جابجا تقابلی جائزہ لیکر حقانیت واعجازِ قرآن کو روشن کرتے ہیں۔ تفسیر کے شروع میں ''البیان فی علوم القرآن'' کے نام ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے جس میں اصولِ تفسیر کے ساتھ ساتھ قرآنِ کریم کا موضوع تردید بننے والے مذاہبِ باطلہ کا بھی مفصل تجزیہ کیا گیا ہے۔ جس طرح تفہیم القرآن مؤلفہ مولانا مودودیؒ یا معارف القرآن مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ پر تحقیقی کام برابر جاری ہیں اسی طرح اگر اس تفسیر پر کام کرلیا جائے اور کتاب میں ردّ عیسائیت پر موجود متفرق علمی مباحث ونکات کو یکجا کرلیا جائے یا جامع تلخیص کرلی جائے تو بڑی قابلِ قدر محنت ہوگی واللہ الموفق۔ یاد رہے کہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے بھی اپنی تفسیر

(اردو؍انگریزی) میں ردّ عیسائیت و یہودیت کے حوالے سے جدید وقدیم ماٗخذ کے حوالوں کیساتھ انتہائی قیمتی مواد فراہم کیا ہے۔ انگریزی زبان سے واقفیت کی بناء پر مغرب کے مستشرق محققین کی خوب خبر لی ہے۔ مولانا فقیر محمد جہلمیؒ نے ''زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل'' لکھی اور عیسائیت پر حجت تمام کی۔ مولانا محمد علی مراد آبادیؒ نے ''تائید الفرقان'' اور ''کشف الاوھام'' لکھی۔ عیسائیوں نے ''امہات المؤمنین'' کے نام سے ایک غلیظ کتاب لکھی۔ مولانا علی غضنفرؒ نے اسکے رد میں ''الحق المبین فی الرد علی کتاب امہات المؤمنین'' لکھی۔ الغرض اِن عاشقانِ باوفا نے اپنی زبان وقلم سے ثابت کر دکھایا کہ مسلمان اگرچہ ریاست واقتدار سے محروم ہو گئے ہیں مگر دلیل وحجت کے اعتبار سے اسلام آج بھی غالب ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدّین کله وکفیٰ بالله شهیدا (۷) ''وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت (کی کتاب) اور دینِ حق دیکر بھیجا تاکہ اُسکو تمام ادیان پر غالب کرے اور حق ظاہر کرنے کیلئے خدا ہی کافی ہے''

ردِّ عیسائیت پر عربی کتابیں

عرب دنیا میں ردّ عیسائیت کی براہِ راست زیادہ ضرورت پیش نہیں آئی۔ بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل میں تاریخی کھچاؤ رہا۔ یہود تو خود کے سوا سارے انسانوں کو کتے سمجھتے ہیں (متی باب ۱۵ آیت ۲۱) وہ اہلِ عرب کو باندی (حضرت ہاجرہ علیہا السلام) کی اولاد قرار دیتے تھے چنانچہ عرب جاہلیت کو تو برداشت کر لیتے تھے مگر انہوں نے مسیحیت کو کبھی قبول نہیں کیا۔ اسکے باوجود عربی میں مختلف زمانوں میں ردّ عیسائیت پر نہایت قیمتی کتابیں سپردِ قلم

ہوئیں۔ شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ نے ”الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح“ کے نام سے دو ضخیم جلدیں لکھیں جسکی اردو تلخیص غالباً مولانا شمس تبریز خان لکھنوی نے کی۔ ابنِ تیمیہؒ نے عیسائیوں کی ”کتاب المنطیقی“ کے رد میں ”الرسالة القبرصیه“ لکھا۔ انکا ایک رسالہ ”اظهار تبدیل الیهود والنصاری للتوراة والانجیل“ کے نام سے بھی ملتا ہے۔ انکے بعد انکے قابلِ فخر شاگرد حافظ ابنِ قیم جوزیؒ صاحب ”زاد المعاد“ نے ایک کتاب لکھی جسکا نام ”هدایة الحیاری فی اجوبة الیهود والنصاری“ ہے۔ اپنے موضوع پر کامیاب کتاب ہے اِسکا اردو ترجمہ ”یہود ونصاریٰ تاریخ کے آئینہ میں“ کے نام سے مولانا مختار احمد ندوی کی تصحیح وتقدیم کیساتھ چھپا ہے۔ اچھی کاوش ہے تاہم مزید نوک پلک سنوارنے کی خاصی ضرورت ہے۔ صاحبِ روح المعانی کے فرزند علامہ ابو البرکات نعمان آلوسیؒ نے ”الجواب الفسیح“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ امام رازی وقرطبی نے بھی اپنی تفسیروں میں عیسائیت پر تفصیلی بحث کر کے اغلاطِ بائبل کی نشاندہی اور بعض مواقع پر قرآنی بیانات کا دفاع کیا ہے۔ علامہ ابنِ حزمؒ علامہ شہرستانی نے بھی اپنی کتاب ”الملل والنحل“ میں اِس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن الجزیری استاذ جامعہ ازھر نے بھی پادری فنڈر کی کتاب ”میزان الحق“ کا جواب ”ادلة الیقین“ کے نام سے دیا ہے۔ متأخرین میں عرب دنیا کے نامور عالم اور محقق شیخ ابوزھرہ کی ”محاضرات فی النصرانیه“ شیخ محمد عبدہ کی ”الاسلام والنصرانیه“ متولی یوسف چلپی فاضل ازھر مبعوث برائے انڈونیشیا کی ”المسیحیه“ نے خاصی شہرت حاصل کی ہے۔ آخر الذکر کتاب کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے، حال ہی میں الازھر یونیورسٹی کے پروفیسر شیخ زید بن مسلم کی لکھی ہوئی کتاب ”المخلصی للاقوام“ کے نام سے آئی ہے جسکا انگریزی ترجمہ بھی of The SalvationNations کے نام سے موجود ہے۔ غیر مسلموں کے اندر اسلام

کے متعلق جو اشکالات اور سوالات اٹھ سکتے ہیں انکے جوابات دیے گئے ہیں۔ کتاب میں سات سو سے زائد سوالوں کے جوابات موجود ہیں۔ کئی لوگوں کو اِسے پڑھ کر قبول اسلام کی توفیق ملی ہے جن میں ہمارے دوست گلزار احمد سابق پادری گلزار۔ اے۔ پال خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

ردِ عیسائیت پر انگریزی کتب

عیسائیت و یہودیت کی اصل مذہبی زبانیں یونانی و عبرانی ہیں مگر جس طرح اِنکی کتابیں محرف ہیں اِسی طرح یہ زبانیں بھی مردہ ہیں۔ عبرانی تو کس حد تک دوبارہ زندہ کرلی گئی ہے اِن مذاہب کا وسیع لٹریچر انگریزی میں ہے۔ الحمد للہ اہلِ اسلام نے بھی کمی نہیں چھوڑی اور تردیدِ مسیحیت پر انگریزی میں خاصا مواد موجود ہے جن میں خواجہ کمال الدین کی کتاب "The Sources of Christianity" ڈاکٹر شفقت احمد کی کتاب "Christianity And Islam" یوسف سلیم چشتی کی کتاب "What is Christianity" ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کی کتاب "Trends of Christianity" اور "Islam and Christianity" خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ محققِ اسلام ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کی بھی ایک کتاب "Islam and Christianity" کے نام سے ہے۔ دورِ حاضر کے مشہور مبلغ، مناظر و داعی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے معنوی شاگرد شیخ احمد حسین دیدات مرحوم نے بھی اِس موضوع پر قابلِ قدر کام کیا ہے۔ انکی بیس سے زائد انگریزی میں کتب و رسائل موجود ہیں جنکا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ہوا ہے۔ ہزاروں افراد نے اُنکی دعوت و تحریک پر اسلام کو لبیک کہا ہے۔

پاکستان میں مسیحیت

قیامِ پاکستان کے وقت جب مہاجرین کی آمد ہوئی تو عیسائی مشنریوں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے لاہور کی سڑکوں پر رفاہی کاموں کا بہانہ بناتے ہوئے مہاجرین کو روک کر بائبل کے اقتباس سنانے شروع کر دیئے۔ عیسائیت کی مشنری سرگرمیاں برابر جاری ہیں چنانچہ رومن کیتھولک چرچ نے اپنی ۵۸۔۱۹۵۷ء کی رپورٹ میں لکھا ہے ''مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں سب سے زیادہ شاندار کامیابی پاکستان میں حاصل ہوئی ہے'' وطنِ عزیز میں عیسائیت کے فروغ کیلئے تیس سے زائد رسائل وجرائد نکلتے ہیں، ابلاغ نامہ کے مؤثر ترین ذریعہ کے طور پر ''بائبل خط وکتابت اسکولز'' قائم ہیں۔ عیسائی تہواروں پر پاکستان ٹیلی ویژن وریڈیو بڑے پروگرام نشر کرتے ہیں، مسیحی کتب کی نشر واشاعت کیلئے متعدد اِدارے قائم ہیں۔ برطانیہ وامریکہ کے مشنری چرچ براہِ راست تبلیغی سرگرمیاں رکھتے ہیں۔ مقامی پادریوں میں پادری آرچڈیکن برکت اللہ، پادری عبدالحق لاہور، پادری کے۔ ایل۔ ناصر گوجرانوالہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

پاکستان میں ردِّ مسیحیت کا محاذ

عیسائیت نے پاکستان میں پنپنے کی کوشش کی تو علماءِ اسلام نے بھی اپنا محاذ سنبھال لیا اور قیامِ پاکستان کیساتھ ہی ردِّ عیسائیت کا دوبارہ کام شروع ہوگیا۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم بانی شعبہ علومِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے اپنا ایک حلقہ قائم کیا اور ''عالمی ادارہ تبلیغ اسلام'' کو بطورِ ٹرسٹ رجسٹرڈ کروایا ''لائٹ آف اسلام'' کے نام سے ایک انگریزی مجلّہ کا اجراء کیا، اپنے ساتھیوں کی ایک ٹیم بنا کر علمی سطح پر نمایاں خدمات انجام دیں۔ ڈاکٹر احسان الحق رانا مرحوم جو ایک اتفاقی واقعہ سے اِس موضوع کی طرف آئے تھے ورنہ وہ تو میڈیکل سائنس کے آدمی تھے تاہم انہوں نے ''یہودیت ومسیحیت'' کے نام سے ۳۹۶

صفحات پر مشتمل ایک پُر از معلومات کتاب لکھی جسکی سزا میں بے چاروں کو بڑھاپے میں جیل کی ہوا بھی کھانا پڑی تاہم وہ جذبہ ہی کیا جو جوان نہ ہو چنانچہ انہوں نے اپنے رسالہ ''طب وصحت'' کو اِسی موضوع کیلئے مختص کردیا۔ مولانا عبداللطیف مسعودؒ ساکنِ ڈسکہ (سیالکوٹ) نے ''تحریفِ بائبل بزبانِ بائبل'' کے نام سے ایک وقیع علمی کتاب رقم فرمائی جو انکے تیس سالہ مطالعہ کا حاصل ہے۔ اِسکے علاوہ بھی موصوف کے متعدد رسائل وکتب ہیں۔ ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی نے ایک کتاب ''پاکستان میں مسیحیت'' کے نام سے لکھی جس میں واقعات وحقائق اور اعداد وشمار کا گراں قدر ذخیرہ ہے۔ مولانا بشیر احمد حسینی کا نام بھی اِس فہرست میں بہت اہم ہے موصوف نے ردّ عیسائیت کو اپنی زندگی کا موضوعِ محنت بنایا ہوا ہے، متعدد کتابیں انکے قلم سے نکل چکیں ہیں انہوں نے پادری برکت اللہ کی کتاب ''توراتِ موسوی اور محمد عربی'' کا جواب ''آخری نبی اور توراتِ موسوی'' کے نام سے دیا ہے۔ ناروے کے مسیحی مبشر کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے ''جوابِ مسلم'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ کیپٹن اسلم محمود (اٹک) نے کرسچن ریسرچ ورکس کے نام سے ادارہ بنا کر سو سے زائد کتابچے تحریر کیے ہیں۔ ہمارے دوست خالد محمود صاحب جو سابق مسیحی تھے انہوں نے بھی ''تحفہ نصرانیت'' اور ''اسلام عیسائیت اور سیدنا عیسٰی'' کے نام سے کتابیں لکھی ہیں۔ اِس موضوع پر لکھنا لکھانا اُنکا مشغلہ ہے اُنکی دعوت وتحریک سے متعدد لوگ اسلام کی آغوشِ رحمت میں جگہ پا چکے ہیں۔ لاہور کے محمد اسلم رانا مرحوم نے بھی اِس موضوع پر شاندار کام کیا ہے انہوں نے تیس سے زائد رسائل لکھے اور اپنے علمی مجلہ ماہنامہ ''المذاہب'' میں سینکڑوں تحقیقی مقالات چھوڑے ہیں۔ اِس مجلّہ نے ایک زمانے تک مسیحی رسالہ ماہنامہ ''کلامِ حق'' گوجرانوالہ کا خوب خوب تعاقب کیا ہے۔ پروفیسر ساجد میر نے ''عیسائیت تجزیہ ومطالعہ'' کے نام سے انتہائی مفید مختصر اور جامع کتاب لکھی ہے جس میں جدید مأخذ

ومصادر سے بھرپور استفادہ کیا ہے عیسائیت کا مکمل معروضی نقشہ اِس کتاب میں کھینچ دیا گیا ہے۔ راقم الحروف نے بھی ایک کتابچہ ''بائبل کا الہام، مسیحی علمِ کلام کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ'' ڈیڑھ سو صفحے پر مشتمل لکھا ہے۔ اطلاع کے مطابق کچھ لوگوں کو اسکی برکت سے حلقہ اسلام میں آنے کی سعادت ملی ہے۔ وللہ الحمد والمنۃ

مولانا اکبر علی مرحوم استاذِ حدیث دار العلوم کراچی نے ''اظہار الحق'' مصنفہ مولانا رحمت کیرانویؒ کا اردو ترجمہ کیا۔ مولانا محمد تقی عثمانی نے اس پر تحقیقی حواشی کا اضافہ کر کے کتاب کی افادیت بہت بڑھادی ہے' بائبل کی عبارات پر تخریج کر کے نسخوں کا اختلاف اور تازہ ترین تحریفات کو جمع کیا ہے عیسائی اصطلاحات اور مشاہیر کا تعارف لکھا ہے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ لکھا جو مستقل کتاب ''عیسائیت کیا ہے؟'' کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ مولانا کیرانویؒ کی دوسری کتاب ''اعجازِ عیسوی'' بھی ترتیبِ جدید اور حواشی کیساتھ انکی نگرانی میں مکمل ہو کر چھپ چکی ہے۔ اگرچہ عیسائیت کے موضوع پر بے شمار اہلِ علم نے لکھا ہے تاہم مولانا کیرانویؒ اور انکی تالیفات وخدمات کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے۔

؎ کم ترك الاوّل الآخر

آپ کی تصنیفات ردّ عیسائیت میں ظاہر الروایہ کی طرح مرکزی حیثیت رکھتی ہیں خاص طور پر اُنکی معرکۃ الآراء کتاب ''اظہار الحق'' نے بہت بلند مقام حاصل کیا اور دنیا کی متعدد زبانوں میں اسکے تراجم ہوئے۔ سوچئے! ایک شخص انگریزی یا اور کوئی مغربی زبان نہ جانتا ہو' دوسری زبان سیکھنے کی خاص عمر سے بھی تجاوز کر چکا ہو' زندگی بھر اسکا مشغلہ علومِ دینیہ ونقلیہ کا پڑھانا رہا ہو اس نے کس قدر محنت اٹھائی ہوگی اور صبر آزما مراحل سے گذرا ہو گا حتی کہ اسکو فن میں امام کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالٰی نے انکی دوسری ضرورت بھی پوری کر دی اور ڈاکٹر وزیر خان مرحوم کو انکا دست وبازو بنا دیا جو نہ صرف انگریزی بلکہ یونانی وعبرانی سے

بھی واقفیت رکھتے تھے اور ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم کیلئے لندن گئے تو واپسی پر ردّ عیسائیت پر بہت سا ذخیرہ کتب اپنے ہمراہ لائے تھے۔ مولانا کیرانویؒ کی دوسری کتاب ''ازالۃ الاوہام'' ہے جو ہمارا موضوعِ تحقیق ہے۔ لہٰذا اگلے صفحات میں ممدوح کے احوال وآثار قدرے تفصیل کیساتھ پیشِ خدمت ہیں۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اُن عظیم دیدہ ور ہستیوں میں سے ہیں جو صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ یہ اُن خدامست مجاہدین میں سے ہیں جنکی حیاتِ مستعار کا ہر لمحہ دینِ متین کی خدمت کیلئے وقف تھا انہوں نے ایک ایسے دور میں حق کا نعرہ بلند کیا اور میدانِ کارزار میں کُودے جب حق کا اظہار خود کو موت کی دعوت دینے کے مترادف تھا۔ سازگار ماحول میں خدمتِ دین کا کام کرنا بھی قابلِ قدر ہے لیکن جب اسلامی سیاست کا شیرازہ بکھر چکا ہو، زمامِ اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر کفار کے ہاتھ میں جا چکی ہو اور وہ کفار غلبہ وفتح کے نشے میں بدمست ہاتھی بن کر ظلم وستم کا بازار گرم کر رہے ہوں ایسے وقت میں دینِ اسلام کا دفاع کرنا' اثاثہ محمدیؐ کی حفاظت کرنا' اپنی زبان وقلم سے دشمن کے ٹھکانوں پر تابڑ توڑ حملہ کرنا' احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کیلئے اپنا خون تک پیش کرنا بلاشبہ ایک قابلِ رشک اور لائقِ فخر سعادت ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ است

تاریخ میں ایسی شخصیات کے نام انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں کہ جنہوں نے خدمتِ اسلام کیلئے اپنی زبان اور قلم کی تمام توانائیاں وقف کی ہوں اور دوسری طرف دشمن کے

استعمار وظلم کے خلاف عملی جہاد کرتے ہوئے تلوار لیکر بھی نکلے ہوں۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی انہیں نفوسِ قدسیہ میں سے ایک ہیں۔ وہ کبھی تو پادری فنڈر کیساتھ مناظرہ کرتے ہوئے اسلام کے ایک عظیم وکیل، روشن ضمیر عالم اور کامیاب متکلم کے طور پر نظر آتے ہیں اور دوسری طرف ۱۸۵۷ء کے جہاد میں تھانہ بھون اور کیرانہ کے محاذ پر مجاہدین کے لشکر کی قیادت کرتے نظر آتے ہیں۔

نام ونسب

حضرت مولانا رحمت اللہؒ صاحب کیرانہ کے مشہور ومعروف عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر میں یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ ۹ مارچ ۱۸۱۸ء کو پیدا ہوئے۔ اُنکے عزیز مولانا محمد سلیم مرحوم نے خاندانی ذرائع کی تصدیق وتوثیق کیساتھ مولانا کا نسب نامہ اِس طرح ذکر کیا ہے۔ (۹) ''رحمت اللہ بن خلیل اللہ المعروف بہ خلیل الرحمٰن بن حکیم نجیب اللہ بن حکیم حبیب اللہ بن حکیم عبدالرحیم بن حکیم قطب الدین بن شیخ حکیم فضیل بن حکیم دیوان عبدالرحیم (برادرِ نواب مقرب خاں) بن حکیم عبدالکریم المعروف بہ حکیم بینا الملقب بہ ''شیخ الزماں'' بن حکیم حسن بن عبدالصمد بن ابوعلی بن محمد یوسف بن عبدالقادر بن کبیر الاولیاء حضرت مخدوم جلال الدین محمد بن محمود بن یعقوب بن عیسیٰ بن اسماعیل بن محمد تقی بن ابی بکر بن علی نقی بن عثمان بن عبداللہ بن شہاب الدین بن شیخ عبدالرحمٰن گازرونی بن عبدالعزیز سرخسی بن خالد بن ولید بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کبیر مدنی بن عبداللہ الثانی بن عبد العزیز کبیر بن عبداللہ کبیر بن عمرو بن امیر المؤمنین ذوالنورین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

ہندوستان میں عثمانیوں کا نسب نامہ نسلاً بعد نسلٍ اس قدیم تاریخی طومار میں محفوظ ہے جو حضرت کبیر الاولیاء مخدوم جلال الدینؒ کی درگاہ پانی پت میں موجود ہے اور جسکی متعدد

نقول بعض عثمانی النسب اہلِ پانی پت کے پاس ہیں۔ اصلی طومار میں ہر عثمانی جلالی کے نام کا اندراج کم از کم بیس جلالی النسب اشخاص کی موجودگی میں ہوتا تھا''

حصولِ تعلیم

مولانا نے بارہ سال کی عمر میں قرآنِ کریم کی تعلیم مکمل کر لی۔ اسکے بعد دینیات' فارسی اور مروجہ ابتدائی نصاب کی کتابیں اپنے بزرگوں سے پڑھیں پھر مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے دہلی تشریف لے گئے وہاں مولانا محمد حیات صاحب کے مدرسہ میں قیام رہا پھر تحصیلِ علم کا شوق آپکو لکھنو لے گیا آپ لکھنو کی علمی شہرت سن کر اپنے چند رُفقاء کیساتھ وہاں تشریف لے گئے اور حضرت مولانا مفتی سعد اللہ صاحب سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اوان سے اصولِ فقہ اور منطق کی بڑی کتابوں کا درس لیا۔ اِنکے علاوہ مولانا کے دیگر چند اساتذہ کے اسماءِ گرامی یہ ہیں۔

(۱) مولانا احمد علی صاحبؒ: بڈولی ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے جو آخر میں ریاستِ پٹیالہ کے وزیر ہو گئے تھے۔

(۲) ولیِ کامل مولانا حافظ عبد الرحمٰن چشتیؒ صاحب: استادِ وقت تھے' تمام علومِ عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ بستی نظام الدین اولیاء میں اُنکی آرام گاہ ہے۔

(۳) مولوی امام بخش صہبائی صاحبؒ: اِن سے فارسی پڑھی۔

(۴) حکیم فیض محمد صاحب: حکیم صاحب اپنے زمانے کے مشہور و معروف اور باکمال طبیب تھے۔ مولانا نے بھی خاندانی روایت کے مطابق اِن سے علمِ طب کی تحصیل کی۔

(۵) مصنفِ لوکارثم سے ریاضی حاصل کی۔

تدریسی زندگی اور تلامذہ:

ہندوستان میں حضرت مولانا کیرانویؒ کو تدریس کا زیادہ موقعہ نہیں مل سکا۔ حالات ناساز تھے عیسائیت کا فتنہ زوروں پر تھا اور آپ ہندوستان میں نصاریٰ کے بڑھتے ہوئے تسلط کو روکنے کی فکر میں لگ گئے جسکی وجہ سے اطمینان کیساتھ تعلیم وتدریس کا فیضِ عام جاری کرنے کا موقعہ نہ مل سکا تاہم تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے قصبہ کیرانہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کر دیا تھا یہ ۱۲۷۰ھ کا زمانہ تھا۔ اس مدرسہ سے سینکڑوں لوگ فیضیاب ہوئے جن میں سے مولانا کے چند ایک تلامذہ کے نام بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری مصنف حمدِ باری۔

(۲) مولانا احمد الدین صاحب چکوالی۔

(۳) مولانا نور احمد صاحب امرتسری۔

(۴) مولانا شاہ ابوالخیر صاحب۔ (۵) مولانا شاہ شرف الحق صاحب صدیقیؒ مشہور مناظرِ عیسائیت مصنف ''دافع البہتان واستیصالِ دینِ عیسوی''

(۶) مولوی قاری شہاب الدین صاحب عثمانی کیرانویؒ۔

(۷) مولانا حافظ الدین صاحب دجانویؒ۔

(۸) مولانا امام علی صاحب عثمانی کیرانویؒ۔

(۹) مولانا عبدالوہاب صاحب ویلوریؒ بانی مدرسہ باقیات الصالحات مدراس۔

(۱۰) مولانا بدرالاسلام صاحب عثمانی کیرانویؒ مہتمم حمیدیہ کتب خانہ شاہی قسطنطنیہ۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں ناکامی کے بعد مولانا کی گرفتاری اور ضبطِ جائیداد کے وارنٹ جاری ہوئے مگر آپ بچ بچا کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے کچھ دن بعد وہاں بھی آپکا حلقہ درس قائم ہو گیا جو سینکڑوں علماء وطلباء پر مشتمل ہوتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، بعض خاص شاگرد جو اپنے وقت کے بڑے علماء

واکابر میں سے ہوئے انکے نام یہ ہیں:۔

(۱) شریف حسین بن علی سابق امیر حجاز وبانی حکومتِ ہاشمیہ۔

(۲) شیخ احمد النجارؒ سابق قاضی طائف۔

(۳) شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ الٰہ آبادی۔

(۴) شیخ محمد حسین الخیاطؒ بانی مدرسہ خیریہ مکہ مکرمہ۔

(۵) شیخ احمد ابوالخیرؒ مفتی الاحناف مکہ مکرمہ۔

(۶) شیخ اسعد الدہانؒ قاضی مکہ ومدرس مسجدِ حرام۔

(۷) شیخ عبدالرحمٰن سراجؒ شیخ الائمہ (مفتی الاحناف بمکۃ المکرمۃ)

(۸) شیخ محمد حامد الجداویؒ قاضی جدہ۔

(۹) شیخ محمد عابد المالکیؒ مفتی المالکیۃ بمکۃ المکرمۃ والمدرس بالحرم الشریف۔

(۱۰) شیخ عبداللہ دحلانؒ حرم کے مشہور استاذ۔

خانگی زندگی

۱۲۵۲ھ میں مولانا مرحوم کی اپنی خالہ کی صاحبزادی سے شادی ہوئی۔ اگلے سال مہاراجہ ہندوراؤ نے آپکو اور آپکے والد صاحب کو دہلی باڑہ ہندوراؤ میں بلالیا اور حضرت مولانا مرحوم کو اپنا میر منشی مقرر کیا اور آپکے والد ماجد کو جائیداد کی نگرانی کا کام سپرد ہوا۔ کچھ عرصہ بعد والد صاحب کا انتقال ہوگیا اور بعض گھریلو مجبوریوں کی بناء پر آپ نے اپنی جگہ اپنے چھوٹے بھائی مولوی محمد جلیل صاحب کو ملازم رکھوایا اور خود علیحدگی اختیار کرلی اور کیرانہ پہنچ کر تدریسی مشاغل کیساتھ ساتھ ردّ عیسائیت کے اہم ترین فرضِ کفایہ کی ادائیگی میں مصروف ہوگئے۔

پہلی تصنیف

حضرت شاہ عبد اللہ دہلوی المعروف شاہ غلام علی دہلویؒ جو نقشبندی سلسلہ طریقت کے ممتاز بزرگ ہیں اُنکی خانقاہ میں شاہ عبد الغنیؒ سکونت پذیر تھے۔ انہی کی فرمائش پر مولانا نے اپنی پہلی تصنیف ''ازالۃ الاوھام'' لکھنی شروع کی۔ اُن دنوں برصغیر کی سرکاری اور علمی زبان فارسی تھی چنانچہ مولانا نے عامۃ الناس کی خاطر کتاب کو فارسی زبان میں لکھا۔ جس میں عیسائیت کی طرف سے اسلام پر کیے گئے عمومی اعتراضات کے مدلل و مکمل، الزامی و تحقیقی، جامع و مسکت جوابات دیے۔ کتاب زیرِ تصنیف تھی کہ ایک اہم واقعہ پیش آیا چنانچہ لکھا۔

''ازالۃ الاوھام'' زیرِ ترتیب تھی کہ حضرت مولانا مرحوم سخت علیل ہوئے۔ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔ اشارہ سے نماز ادا ہوتی تھی۔ اقربا و اعزا، تلامذہ اور تیمار دار بڑھتی ہوئی کمزوری اور شدتِ مرض سے پریشان تھے۔ ایک روز نمازِ فجر کے بعد آپ رونے لگے۔ تیمار دار سمجھے کہ زندگی سے مایوسی ہے۔ اعزا نے تسلی و تشفی کرنی چاہی آپ نے فرمایا ''بخدا صحت کی کوئی علامت نہیں لیکن انشاء اللہ صحت ہوگی۔ رونے کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ بھی ساتھ ہیں۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ فرماتے ہیں ''اے جوان تیرے لئے رسول اللہ ﷺ کی یہ خوشخبری ہے کہ اگر تالیف ازالۃ الاوھام مرض کی وجہ ہے تو وہی باعثِ شفا ہوگی'' حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا کہ اس خوشخبری کے بعد مجھے کوئی رنج و ملال نہیں بلکہ مسرور اور خوش ہوں اور فرطِ مسرت سے یہ آنسو نکل آئے۔ الحمدللہ کہ اسکے بعد صحت و عافیت ہوگئی اور ازالۃ الاوہام کی ترتیب و تالیف کا کام شروع کر دیا'' یہ کتاب مکمل ہوئی اور بڑی تقطیع کے پانچ سو چونسٹھ صفحات پر ۱۲۶۹ھ ۱۸۴۸ء میں سید المطابع شاہ جہاں آباد سے جناب قوام الدین صاحب کے زیرِ اہتمام

چھپی ۔ اس میں ایک مقدمہ اور چار ابواب ہیں جبکہ ہر باب میں تین فصول ہیں ۔ مقدمہ میں کتبِ عہد عتیق وجدید کا تعارف' بائبل کی قابلِ اعتراض عبارات اور تحریفات کا مفصل بیان ہے ۔ باب اول کی فصلِ اول میں دس اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں ۔ جن میں مسئلہ نسخ' معراج' شق القمر' حجابِ نسواں' وجودِ جنات' حکمتِ جہاد' نسبِ نبوی ﷺ از اولادِ ہاجرہ علیہا السلام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔ فصلِ دوم میں قرآنِ عزیز سے متعلق اور فصلِ سوم میں حدیث سے متعلق دس دس اعتراضات کے جوابات ہیں ۔ باب دوم کی فصل اول میں انسانیت ونبوت حضرت مسیح علیہ السلام کا مدلل اثبات ہے فصلِ دوم میں عہد جدید سے اور فصلِ سوم میں عہد عتیق سے حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا بطلان ثابت کیا گیا ہے ۔
باب سوم کی فصلِ اول میں قوم یہود بنی اسرائیل کی تاریخ واحوال' عادات وقبائح کا ذکر ہے ۔ فصلِ دوم میں ختم المرسلین ﷺ کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام کی اٹھارہ (۱۸) پیشین گوئیوں کا مبسوط بیان ہے ۔ بابِ چہارم کی فصل اول میں چار اہم ضروری فوائد بتائے گئے ہیں ۔ فصلِ دوم میں محسنِ انسانیت سید المعصومین ﷺ پر کیے گئے دس بڑے اعتراضات کے جوابات ہیں جنکی صدائے بازگشت آج بھی مغربی دنیا اور بے دین حلقوں میں پائی جاتی ہے جبکہ فصل سوم میں توریت' انجیل' صحفِ انبیاءؑ سے رسالتِ محمدی ﷺ کے اثبات پر تیئیس (۲۳) براہینِ قاطعہ نہایت شرح وبسط کیساتھ ذکر کئے گئے ہیں ۔ مسئلہ تثلیث اور بشاراتِ محمدی ﷺ پر سیر حاصل بحث اس کتاب کی خصوصیات میں سے ہے ۔ ''ازالۃ الاوھام'' کا جو نسخہ ہمارے پیشِ نظر ہے اسکے حاشیہ پر مولانا سید آل حسن مہانیؒ کی کتاب الاستفسار بھی چھپی ہوئی ہے یہی کتاب ازالۃ الاوہام ہمارا موضوعِ تحقیق ہے جسے اردو ترجمہ' مقدمہ اور تعلیقات کیساتھ ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں ۔

میدانِ جہاد میں

۱۸۵۷ء میں سلطنتِ مغلیہ کا ٹمٹماتا چراغ گُل ہوا اور ہندوستان پر برطانوی استعمار نے اپنے پنجے گاڑ دیئے۔ مسلمانوں نے بھی دشمن کیخلاف مسلح جنگ کا عزم کر کے کئی جگہوں پر کارروائیاں کیں چنانچہ تھانہ بھون اور کیرانہ کا محاذ قائم کیا گیا۔ مجاہدین کی جماعت مدافعت اور مقابلہ کرتی رہی۔ اِسی جماعت نے شاملی میں انگریزی فوج پر حملہ کر کے تحصیلِ شاملی کو فتح بھی کرلیا۔ کیرانہ اور اسکے گردونواح میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ امیر تھے اور چوہدری عظیم الدین صاحب سپہ سالار تھے۔ اُس زمانے میں عصر کی نماز کے بعد مجاہدین کی تنظیم وتربیت کیلئے کیرانہ کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ بجا کر اعلان ہوتا کہ:

''ملک خدا کا اور حکم مولوی رحمت اللہ کا''

بعض ابن الوقت لوگوں کی مخبری اور سازش سے حکومت کو آپکی تمام سرگرمیوں کی خبر مل گئی چنانچہ انہوں نے آپکے نام وارنٹ گرفتاری جاری کردیئے۔ مخبر نے جاسوسی کرتے ہوئے یہاں تک اطلاع دی کہ مولانا کیرانہ کے ایک محلے میں موجود ہیں چنانچہ انگریزی فوج نے ٹاپ وٹاپ گھوڑوں کی دوڑ کیساتھ پورے محلے کا محاصرہ کرلیا۔ توپ خانہ نصب کیا، محلے کی تلاشی لی، عورتوں اور بچوں کو ایک ایک کر کے باہر نکالا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکی حفاظت کی اور آپ دوستوں کے مشورے سے کیرانہ کے قریب ''پنجیٹھ'' نام کے گاؤں میں روپوش ہوگئے۔ گاؤں کے مسلمانوں کا جذبہ اخلاص بھی قابلِ صد مبارک باد ہے جنہوں نے ایک ''باغی'' کو پناہ دی گویا خود کو موت کی دعوت دی۔

ہجرت:

برطانوی فوج کو کسی طرح یہ اطلاع مل گئی کہ مولانا کیرانہ سے نکل کر اِس گاؤں میں

روپوش ہیں تو انہوں نے یہاں کا رخ کیا۔گاؤں والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے مولانا سے گذارش کی کہ کُھر پا لیکر کھیت میں گھاس کاٹنے چلے جائیں۔ مولانا بھی تو اضع کا پیکر، سادگی کا مجسمہ تھے دیہاتی وضع قطع تھی وہی سر پہ پگڑی، لمبا کُرتا اور تہبند۔لہٰذا کوئی دِقت پیش نہیں آئی فوراً کھیتوں میں چلے گئے اور گھاس کاٹنی شروع کر دی انگریزی فوج اُنکو تلاش کرتے ہوئے اِسی کھیت کی پگڈنڈی سے گذر گئی۔اُنکے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ گھاس کاٹنے والا بوڑھا کسان ہمارا مفرور باغی ہے۔مولانا خود فرماتے ہیں ''میں گھاس کاٹ رہا تھا اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو کنکریاں اڑتی تھیں وہ میرے جسم پر لگ رہی تھیں اور میں اُنکو اپنے پاس سے گذرتا ہوا دیکھ رہا تھا'' فوج نے گاؤں کا محاصرہ کیا پورے گاؤں کی تلاشی لی مگر مولانا نہ مل سکے کیونکہ وہ تو کھیت میں گھاس کاٹنے گئے ہوئے تھے تاہم فوجداری مقدمہ دائر کیا گیا، وارنٹ جاری ہوا اور آپکو ''خطرناک دہشت گرد'' قرار دے کر گرفتاری کیلئے ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان ہوا۔

انبیاء علیہم السلام کی یہ پہنچانے کے بعد قوم کی طرف سے انکار وتکذیب اور ایذاء رسانی پر اپنے وطنِ مالوف سے ہجرت کرنے کی نوبت آتی ہے۔مولانا کی قسمت میں بھی ہجرت کی سنت پر عمل کرنا مقدر تھا چنانچہ عزم کر لیا لیکن اِن حالات میں ہجرت کرنا بھی آسان نہ تھا۔بہر حال اپنا نام بدل کر ''مُصلح الدین'' رکھا اور پیدل دہلی روانہ ہوئے۔جے پور اور جودھ پور کے خطرناک جنگلوں اور راستوں کو اکیلے پیادہ پا طے کرتے ہوئے سورت پہنچ گئے۔سورت کی بندرگاہ سے جہاز کا سفر بھی آسان نہ تھا بحری جہاز چلا کرتے تھے سال بھر میں ایک جہاز مناسب موسم میں سورت سے جدّہ جایا کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ کی مددِ غیبی ہوئی کہ حسنِ اتفاق سے جہاز مل گیا اِس طرح راہِ خدا کا یہ عظیم مجاہد آلام ومصائب کی وادیوں سے گذرتا ہوا اپنی جان پر کھیل کر حرمِ بیت اللہ مقامِ امن میں پہنچ گیا اور خلیل اللہ کا بیٹا رحمت

اللہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی تعمیر کردہ پناہ گاہ میں آ گیا۔

ضبطِ جائیداد

ادھر مولانا مکہ مکرمہ کی طرف عازمِ سفر ہوئے اُدھر برطانوی حکومت نے آپ پر فوجداری مقدمہ کے بعد خاندان کی تمام جائیداد ضبط کر کے نیلام کرنے کا حکم دیا۔ جائیداد کے نیلام کا یہ فیصلہ ڈپٹی کمشنر کرنال نے ۳۰ جنوری ۱۸۶۲ء میں کیا۔ پانی پت کے مخبر کمال الدین نامی شخص کی ''مہربانی'' سے یہ جائیداد قُرق کر کے نیلام کی گئی نیلام شدہ جائیداد کے کاغذات کا عنوان یہ ہے۔

''انڈکس مشمولہ مثل فوجداری مقدمہ عرضی کمال الدین ساکن کیرانہ حال پانی پت مولوی رحمت اللہ باغی''

رحمت اللہ بیت اللہ میں

ہندوستان سے مہاجرین کی ایک تعداد نے مکہ معظمہ کا رخ کیا مولانا نے بھی مرکزِ اسلام کعبہ مشرفہ کو نشانِ منزل بنایا تا کہ بیت اللہ کے زیرِ سایہ خدمتِ اسلام کا کوئی پہلو نکل سکے۔ آپ سے پہلے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ہجرت فرما کر مکہ معظمہ پہنچ چکے تھے اور بابِ عمرہ سے متصل رِباطِ داؤدیہ کے ایک حجرے میں مقیم تھے۔ صبح صادق کا وقت تھا کہ مولانا رحمت اللہ مکہ معظمہ پہنچے مطاف میں حضرت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی عمرہ کے بعد دونوں حضرات جائے قیام پر آ گئے یہ سلطان عبدالعزیز خاں کا دورِ خلافت تھا اور شریف عبداللہ بن عون ''امیرِ مکہ'' تھا۔ سید احمد دحلان شیخ العلماء تھے اور مسجدِ حرام میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن درس میں شیخ نے کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اپنے

مذہبِ شافعی کو ترجیح دیتے ہوئے حنفیہ کے دلائل کو کمزور قرار دیا۔ درس کے بعد مولانا نے شیخ سے پہلی ملاقات کی اور مسئلہ کے بارے میں طالب علمانہ انداز میں سوالات اٹھائے، گفتگو علمی اور طویل ہوگئی۔ شیخ کو بھی اندازہ ہوگیا کہ سائل طالب علم نہیں بلکہ ذی استعداد عالم ہے۔ شیخ کے اصرار پر مولانا نے مختصراً کچھ تعارف کرایا۔ شیخ بہت خوش ہوئے گھر پہ دعوت کی مناظرہ اور ردّ عیسائیت کی دیگر مساعی کا تذکرہ سن کر بے حد مسرت کا اظہار کیا، علماءِ حرم میں آپکا نام درج کرایا اور مسجدِ حرام میں باقاعدہ حلقہ کی اجازت دلائی۔

قسطنطنیہ کا سفر

مناظرے میں تاریخی شکست کے بعد پادری فنڈر کا ہندوستان میں رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا چنانچہ لندن کی چرچ مشنری سوسائٹی نے اُسے یہاں سے نکالا اور قسطنطنیہ (استنبول) بھیج دیا تاکہ وہاں کوئی کام کرے۔ اِس نے وہاں جا کر سلطان عبدالعزیز خاں مرحوم کے سامنے ڈینگیں مارنا شروع کردیں کہ میں ہندوستانی علماء کو شکست دے آیا ہوں میرا وہاں ایک مسلمان عالم سے مذہبی مناظرہ ہوا تھا جس میں عیسائیت کو فتح اور اسلام کو ناکامی ہوئی۔ سلطان کو اس پہ بڑی حیرت ہوئی تحقیقِ حال کیلئے شریفِ مکہ عبداللہ پاشا کے نام فرمان جاری کیا کہ ''حج کے زمانے میں ہندوستان سے باخبر حضرات آئیں تو اُن سے پادری فنڈر کے مناظرے اور انقلابِ ۱۸۵۷ء کے خاص حالات معلوم کرکے بابِ خلافت کو مطلع کیا جائے'' شریفِ مکہ کو اِس مناظرے کی تفصیل سید احمد دحلان کی زبانی معلوم ہوچکی تھی چنانچہ انہوں نے فوراً خلیفہ کو صحیح معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھا ''جس عالم سے یہ مناظرہ ہوا ہے وہ خود یہاں موجود ہے'' سلطان نے مولانا کو طلب کرلیا چنانچہ آپ ۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۴ء میں شاہی مہمان کی حیثیت سے پہنچے۔ فنکار صلیبی فنڈر کو مولانا کی

آمد کا علم ہوا تو فوراً دامِ تزویر سمیٹ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ سلطان نے ایک مجلسِ علماء منعقد کی جس میں وزراءِ سلطنت کے علاوہ اہلِ علم اصحاب کو مدعو کیا گیا اور حضرت مولانا سے ہندوستان میں مذہبِ عیسوی کی شکست اور انقلاب ۵۷ کے حالات سنے۔ مسیحی مبلغین کے فتنے کو روکنے کیلئے پابندیاں لگائیں اور سخت احکام جاری کیے۔ سلطان نے نہایت محبت وادب اور التفاتِ شاہانہ کیساتھ مولانا کی دینی خدمات پر قدر افزائی کی، تمغہ مجیدیہ عطا کیا اور مستقل وظیفہ بھی مقرر کیا۔

اظہار الحق کی تصنیف

سلطان المسلمین عبدالعزیز خاں نے مولانا سے درخواست کی کہ آپ ردّ عیسائیت کی تمام اہم مباحث اور تحقیق کو قلمبند فرما دیں۔ پادری فنڈر سے جن موضوعات پر آپکا مناظرہ طے پایا تھا اُنکے حوالے سے ہمارے علماء کو تیاری کروا دیں۔ صدرِ اعظم خیر الدین پاشا نے بھی اِس پر اصرار کیا چنانچہ مولانا نے اِنکی خواہش پر عربی زبان میں ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں مسئلہ تثلیث، نسخ، تحریفِ بائبل، حقانیتِ قرآن اور صداقتِ رسالتِ محمدی ﷺ پر سیر حاصل بحث لکھی۔ اکبر آباد کے مناظرے میں پادری فنڈر سے موضوعِ بحث بھی یہی طے ہوئے تھے۔ آپ نے رجب ۱۲۸۰ھ میں کتاب لکھنی شروع کی اور ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ میں یعنی چھ ماہ کے اندر مکمل کر کے سلطان کی خدمت میں پیش کر دی۔ خیر الدین پاشا نے مولانا سے کہا کہ آپ نے یہ کتاب امیر المؤمنین کی خواہش پر لکھی ہے مگر مقدمہ میں بطورِ ''انتساب'' مکہ معظمہ کے شیخ العلماء سید احمد دحلان کا ذکر کیا ہے حالانکہ امیر المؤمنین کا نام آنا چاہیئے تھا۔ مولانا نے جواب میں فرمایا

''اس خالص مذہبی خدمت میں کسی دنیاوی غرض ومقصد کا کوئی شائبہ نہ آنا چاہیئے۔

اسکے علاوہ مکہ معظمہ میں خود شیخ العلماء مجھ سے ان حالات کے قلمبند کرنے کی خواہش کر چکے تھے اور ابتدائی مواد کی ترتیب کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کی تالیف کا اصل سبب شیخ العلماء ہیں۔ کسی وجہ سے اگر وہ مجھے امیرِ مکہ تک نہ پہنچاتے تو میری رسائی یہاں تک نہ ہوتی اور اس خدمت کا موقع نہ ملتا''

کتاب کے موضوعات

یہ کتاب ایک مقدمہ اور چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں کتاب کے متعلق تمہیدی باتوں کا تذکرہ ہے۔ بابِ اول کی پہلی فصل میں کتبِ عہد عتیق وجدید کا مفصل بیان ہے اور ان کتابوں کی قدامت و اصلیت کے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے' دوسری فصل میں بائبل کے تناقضات' تیسری فصل میں بائبل کی اغلاط اور غلط پیشینگوئیوں کا تذکرہ ہے' چوتھی فصل میں بائبل کا الہامی نہ ہونا مسیحی علماء و مفسرین کے حوالوں کیساتھ ثابت کیا گیا۔ باب دوم میں ثابت کیا گیا ہے کہ بائبل میں ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے' الفاظ کی تبدیلی ہوئی ہے' الفاظ کی زیادتی ہوئی ہے اور الفاظ کا حذف ہوا ہے اسکے بعد عیسائیت کے پانچ مغالطات کا جواب دیا گیا ہے۔ بابِ سوم میں نسخ کی حقیقت اُسکے امکان اور وقوع کو دلائل کیساتھ مبرہن کیا گیا ہے۔ بابِ چہارم میں ابطالِ تثلیث ہے، شروع میں بارہ اصول ذکر کیے گئے ہیں جن سے تثلیث کے پیچیدہ فلسفہ کے بطلان کو سمجھنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے۔ فصلِ اول میں عقیدۂ تثلیث کو عقلی دلائل سے باطل کیا گیا ہے' فصلِ دوم میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں اِس عقیدہ کا جائزہ لیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ تثلیث اُنکا عقیدہ نہیں بلکہ وہ دیگر انبیاء کی طرح توحید بلا تثلیث ہی کے داعی رہے' فصلِ سوم میں تثلیث کے اثبات کیلئے عیسائیت کے مزعومہ دلائل کا رد کیا گیا ہے۔ بابِ پنجم میں حقانیت

وصداقتِ قرآن پر بحث کی گئی ہے فصلِ اول میں قرآنِ کریم کے اعجاز اور بارہ خصوصیات کا تذکرہ ہے اور بعض سوالوں کا جواب ہے، فصلِ دوم میں عیسائیت کے قرآنِ کریم پر کیے گئے اعتراضات کا جواب ہے، فصلِ سوم میں صحت وحجیتِ حدیث اور احادیث پر پادریوں کے اعتراضات کا تذکرہ ہے۔ بابِ ششم میں نبوتِ محمدی ﷺ کے اثبات کا بیان ہے آپ ﷺ کے معجزات، اخلاق، تعلیمات، شریعتِ مطہرہ اور بشارات کا تذکرہ ہے، فصلِ دوم میں رسالتِ مآب ﷺ پر عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ ردّ نصرانیت کی تمام مباحث پر ایک جامع کتاب ہے جسکا جواب دینے سے مسیحی دنیا آج تک قاصر ہے۔ اظہار الحق کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت پر ''ٹائمز آف لندن'' نے تبصرہ کرتے ہوئے عجیب بات لکھی کہ

''لوگ اگر اس کتاب کو پڑھتے رہیں گے تو دنیا میں مذہبِ عیسوی کی ترقی بند ہوجائے گی''

اللہ تعالیٰ نے اُنکی اس تصنیفِ لطیف کو قبولِ عام عطا فرمایا، عرب وعجم کے علماء برابر اِس سے استدلال واستفادہ کرتے رہے، اِسکی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہے، اس پر اپنے اعتماد کا اظہار فرماتے رہے۔ آج بھی یہ اپنے موضوع پر ریفرنس بک کا درجہ رکھتی ہے۔

دار العلوم حرم ''مدرسہ صولتیہ'' کا قیام

مولانا مرحوم قسطنطنیہ سے واپس تشریف لائے اور حسبِ سابق درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ اُن دنوں مسجدِ حرام میں مختلف علماء کے حلقاتِ درس قائم تھے جنکو خلافتِ عثمانیہ کی سرپرستی حاصل تھی لیکن اوّل تو کوئی مرتب نظامِ تعلیم نہ تھا دوسرا یہ کہ کوئی خاص نصابِ تعلیم بھی مقرر نہ تھا تدریس کا طریقہ بھی کچھ ایسا ہی رائج تھا کہ طلباء استاذ کے درس کو

وعظ وتقریر سمجھ کر بزِ اخفش کی طرح سنتے اور سر ہلاتے۔ اُن میں خود سے قوتِ مطالعہ اور استخراجِ مطالب کی صلاحیت پیدا نہ ہوتی تھی۔ استاذ خود عبارت پڑھتا خود ہی مطلب بیان کرتا سوال وجواب، توضیح واستفسار کا کوئی سلسلہ نہ تھا۔ طلبہ تمام عمر نحو، فقہ، تفسیر پڑھتے اور وہ بھی نامکمل طریقے سے کہ تمام عمر ختم ہونے کے باوجود نہ تکمیل ہوتی اور نہ اعلیٰ قابلیت پیدا ہوتی۔ بلادِ اسلامیہ کے مختلف لوگ ہجرت کر کے یہاں آتے اُنکی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اِن حالات وضروریات کے پیشِ نظر مولانا کا یہ احساس تھا کہ یہاں مستقل طور پر دینی مدرسہ کا انتظام ہونا چاہیئے جہاں دینی تعلیم وتربیت کیساتھ ساتھ جدید فنون اور صنعت ودست کاری سکھانے کا اعلیٰ معیار پر ایک صنعتی اسکول بھی قائم کیا جائے۔ آپ نے مکہ معظمہ کے ہندوستانی مہاجرین اور اہلِ خیر حضرات کو اِس طرف متوجہ فرمایا۔ یہ رمضان ۱۲۹۰ھ کی بات ہے کہ ضلع علیگڑھ کے رئیس نواب فیض احمد خاں مرحوم کے رہائشی مکان کے ایک حصے میں مدرسے کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ حج کے موسم میں کلکتہ کی ایک نیک سیرت فیاض خاتون ''صولت النساء بیگم صاحبہ'' حج کیلئے آئیں وہ حرمین شریفین میں صدقہ جاریہ کے طور پر کوئی نیک کام شروع کرنا چاہتی تھیں۔ مولانا کے مشورے سے اُس خاتون نے محلّہ خندریسیہ میں جگہ خریدی اور اپنی نگرانی میں تعمیر کروائی۔ مولانا کا بھی کمالِ اخلاص تھا کہ اِس نیک دل خاتون کے نام پر مدرسے کا نام ''مدرسہ صولتیہ'' رکھا گیا۔

مدرسہ صولتیہ کا مسلک ومشرب

اسلام کا یہ عظیم سپاہی، بوڑھا مگر جواں عزم مجاہد زندگی کے تمام نشیب وفراز سے گذر چکا تھا، برصغیر کے تمام حالات کا گہرا مطالعہ اور دیارِ عرب کی پوری صورتِ حال کا تجزیہ کرنے کے بعد آپ نے مدرسہ ہذا کیلئے کچھ ضروری اصول مرتب فرمائے بالخصوص تین

باتوں پر پابندی کی تاکید فرمائی۔

(۱) قطعی طور پر سیاسیات اور سیاسی دلچسپیوں سے ہر کارکن و مدرس اور طالب علم کو بے تعلق رہنا ضروری ہے۔

(۲) اختلافی امور اور مختلف فیہ مسائل سے کلی طور پر احتراز کیا جائے۔

(۳) تفریق اور گروہ بندی سے ہر طرح بچنا چاہیئے۔

حالات نے ثابت کردیا کہ بانی مدرسہ حضرت مولانا مرحوم کے بتائے ہوئے یہ اصول انتہائی اہمیت کے حامل تھے۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی ''دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ'' مدرسہ صولتیہ کی اِس امتیازی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''مدرسہ کی خوش نصیبی اور مولانا مرحوم کی نیک نیتی کا ایک عمدہ ثمرہ یہ ہے کہ اسکے تمام مدرسین اور طلباء اس وقت کی آفتوں سے علیحدہ ہیں انکے خیالات میں نہ افراط وتفریط ہے اور نہ جدال ونزاع کا انہیں شوق ہے اور نہ کسی مسلمان کی تکفیر وتفسیق کا انہیں خیال ہے۔ الحمد للہ اس نازک اور پر فتنہ وقت میں اس بلاء سے بچنا ہی خدا کا بڑا فضل ہے اور وہ اس مدرسہ پر ہے''

قسطنطنیہ کا دوبارہ وسہ بارہ سفر

۱۲۹۹ھ میں عثمان نوری پاشا دولتِ عثمانیہ کی طرف سے گورنر مقرر ہوئے فوجی آدمی تھے بعض خود غرض اور فتنہ انگیز لوگوں کی سازش سے مدرسہ صولتیہ سے بدگمان ہوگئے اور اپنی کسی غلط فہمی سے مدرسہ کو اجنبی ملک کی ''تحریک'' سمجھ کر مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔ معاملے نے طول پکڑا اور بات دربارِ خلافت قسطنطنیہ تک جا پہنچی۔ سلطان نے مولانا کو طلب کیا اور

آپ دوسری بار اپنے بھتیجے مولانا بدر الاسلام کی معیت میں قسطنطنیہ تشریف لے گئے۔ اِس سفر کی روداد مولانا کی نوشتہ تحریر سے بجنسہٖ درج ذیل ہے۔

۲۰ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ ہفتہ کے دن مغرب کے وقت مکہ معظمہ سے جدہ کو روانہ ہوئے۔ آٹھویں کے آگبوٹ میں چلنے کی تجویز موقوف رہی پھر بابور (جہاز) مصری میں ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ روزِ بدھ کو سوار ہوئے اور اس نے جمعرات کے روز صبح کے وقت لنگر اٹھایا۔ پیر کی رات کو ۵ بجے سویز پہنچے اور صبح کو جو پیر کا دن اور ۲۰ ربیع الثانی تھی بابور (جہاز) سے اترے اور محمد علی دیدی صاحب کے مکان پر اترے۔ وہاں سے منگل کے دن ۲۱ تاریخ اسکندریہ کو ریل پر گئے۔ تین بجے اسکندریہ پہنچے سعد اللہ بے کے مکان پر اترے۔ ۲۹ تاریخ ربیع الثانی جمعرات کے دن تک وہاں رہے۔ پھر آٹھویں دن جو بدھ کا دن اور ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ تھی بابور مصری پر سوار ہو کے روانہ استنبول ہوئے۔ ازمیر سے جو ہفتہ کا دن اور تاریخ ۳ جمادی الاولیٰ کی تھی تار برقی جناب نسیم بے اور جناب شریف عبد اللہ اور جناب خیر الدین پاشا کے نام عصر کے وقت روانہ کئے اور جمادی الاولیٰ کی پانچویں تاریخ پیر کے دن استنبول میں پہنچے ادھر جہاز نے لنگر ڈالا۔ اُسی وقت فی الفور مصطفیٰ وہبی لے یاور (اے ڈی سی) اور بین باشی حضرت سلطان کے جہاز پر چڑھے اور مل کے کہا کہ "حضرت سلطان نے بہت بہت سلام فرمایا ہے اور کشتی خاص اپنی بھیجی ہے چلئے" وہاں سے چل کر سرائے (محل) قصرِ شاہی سلطانی تک جو بنائے سلطان مرحوم عبد المجید خاں غازی کی ہے آئے۔ وہاں کشتی سے اتر کر دو گھوڑوں کی بگی میں سوار ہو کے محل سرائے سلطانی میں آئے اور محل سرائے کے ایک کمرہ میں

اترے اس روز ملاقات کو جناب کمال پاشا اور جناب عثمان بے اور جناب علی بے اور جناب نسیم بے تینوں قرناء (مشیر) حضرت سلطانی کے ہیں اور جناب سید احمد اسعد مدنی جو مصاحب حضرت سلطان ہیں دن کو اور رات کو نصرت پاشا آئے اور اگلے دن منگل کو جناب عثمان پاشا غازی آئے اور بدھ کو ساتویں تاریخ جناب شیخ حمزہ ظافر اور جناب سید احمد اسعد مدنی اور جناب کمال پاشا آئے اور رات کو جناب علی بے قرناء درجہ دوم نے حضرت سلطان کی طرف سے مزاج پرسی کر کے کلمات عواطف شاہانہ پہنچائے۔ آٹھویں تاریخ جمعرات کے روز شیخ محمد ظافر صاحب تشریف لائے اور جمعہ کو جناب حسنی پاشا داماد سلطان عبد المجید مرحوم اور جناب صفوت پاشا اور جناب اسماعیل حقی اور جناب سید فضل پاشا آئے اور اسی دن مغرب کے وقت خلعت سلطانی میرے اور بدر الاسلام (حضرت مولانا مرحوم کے بھتیجے) اور مولوی حضرت نور (صدر مدرس مدرسہ صولتیہ) کیلئے آیا۔ اور ہفتہ کے دن دسویں تاریخ جناب درویش پاشا اور جناب شریف عبد اللہ پاشا اور جناب سید احمد اسعد اور جناب اسحٰق آفندی اور جناب ناظر اوقاف (وزیر اوقاف) تشریف لائے اور عصر کے وقت نشان (تمغہ) مجیدی درجہ چہارم کا حضرت سلطان کی طرف سے آیا۔ اور بارہویں تاریخ اتوار کے دن رضا پاشا باش کاتب (چیف سیکریٹری سلطان) مغرب کے بعد آئے اور بارہویں تاریخ پیر کے دن مغرب کے بعد بحکم سلطانی جناب شیخ الاسلام احمد اسعد عریانی زادہ کی ملاقات کو جانا ہوا بہت تعظیم سے پیش آئے اور فرمایا کہ حضرت سلطان نے فرما بھیجا ہے کہ اچھی تعظیم کی جائے کہ اب تک ایسا مہمان عزیز میرے پاس نہیں آیا

ہے۔ سواس کے موافق مجھے ضروری ہے کہ تعظیم کروں اور ۱۳ تاریخ منگل کے دن ''سندرؤس'' محکمہ شیخ الاسلام سے حاصل ہوئی۔ ۱۵ تاریخ جمعرات کے دن مکان علیحدہ میں آئے۔ عصر کے وقت ۱۷ تاریخ ہفتہ کے دن وہبی بے نے حضرت سلطان کی طرف سے حکم پہنچایا کہ ''مرضیٔ حضرت سلطانی یہ ہے کہ تم اپنے اہل وعیال کو بلوا لو۔ موسمِ ربیع قریب آ پہنچا۔ اب عرصہ تک آب وہوائے استنبول بہت اچھی رہے گی'' نرمی سے اس امر میں عذر کیا گیا۔ پیر کے دن دوسری تاریخ رجب کے ۱۳۰۱ھ حضرت سلطانی کے جیب خاص سے پانچ ہزار قرش صاغ ماہوار مقرر ہوئے (تقریباً دو ہزار پانچ سو روپیہ ماہانہ) اور دس ہزار قرش صاغ (تقریباً پانچ ہزار روپیہ) عطا فرمائے۔ منگل کے دن کیسۂ مفتاح کعبہ اور ایک تسبیح عقیق البحری اور ایک تسبیح سنگِ مقصود کی بھجوائی گئی اور فرمایا کہ ''اسکے شکریہ میں میں نے تم کو رتبہ ''پایہ حرمین شریفین'' کا عطا کیا۔ اسکا لباس بھی پہنچے گا۔ اور چھٹی تاریخ رجب جمعرات کے دن کو عصر کے بعد سرائے سلطانی (محل) کو جانا ہوا۔ مغرب کے بعد ملاقات ہوئی۔ غایتِ عنایتِ شاہانہ سے پیش آئے۔ مسند سے اٹھ کے ایک دو قدم بڑھ کر ہاتھ میرا قوت سے اپنے ہاتھ میں پکڑ کے فرمایا کہ ''کثرتِ شغل کے سبب اب تک میں نے ملاقات نہیں کی تھی اور تاخیر کا سبب اسکے سوا دوسرا امر نہیں'' پھر ہم بیٹھ گئے جب میں اٹھا اور سامنے آیا (ترکی آداب شاہی کے مطابق) پھر دوبارہ کمال خوشی سے اٹھ کے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کے کہا کہ ''تمہارا حال سننے کا میں مشتاق تھا۔ اسی لئے میں نے تم کو بلایا ہے۔ اور فرصت میں میں اور ملاقات اچھی طرح کرونگا اور کچھ دیر تک

باتیں کرونگا'' دونوں بار میں نے بھی دعا اور کلماتِ شکریہ مناسبہ کہے۔ ۱۱ رجب ۱۳۰۱ھ کو مولوی حضرت نور روانہ مکہ معظمہ ہوئے اور ۱۲ رجب روزِ پنجشنبہ کو فرمان سلطانی ''پایہ حرمین شریفین'' کے عطا کی بابت حضرت سلطان نے بھجوایا اور ۱۴ رجب روزِ شنبہ کو شیخ الاسلام کی ملاقات کو گیا۔ مثل اول کے تعظیم ومحبت سے پیش آئے۔

مولانا کا چند دن یہاں قیام رہا، سلطان سے متعدد بار ملاقاتیں رہیں جن میں مختلف چیزیں زیرِ گفتگو آئیں۔ سلطان نے مدرسہ صولتیہ کیلئے ماہانہ امداد مقرر کرنے کا خیال ظاہر کیا مولانا نے شکریہ اور دعا کیساتھ مستقل سرپرستی کرنے کا کہا۔ سلطان نے مولانا کے رفیقِ سفر اور بھتیجے مولانا بدر الاسلام صاحب کو ''کتب خانہ حمیدیہ'' کا ناظم مقرر کردیا۔ یہ سلطان عبدالحمید خاں کا شاہی دار الکتب ہے یہ دنیا کے بڑے مکتبوں میں شمار ہوتا ہے اس میں سلاطینِ آلِ عثمان کی تمام کتابوں کا گراں قدر ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ واپسی پر الوداعی ملاقات کیلئے تشریف لائے تو سلطان نے اپنے ذاتی ھدیہ سے مرصع تلوار مولانا مرحوم کو دی اور کہا:

ہتھیار ہر مجاہد فی سبیل اللہ کی زینت ہے

مولانا مکہ معظمہ واپس تشریف لائے تو استقبال کرنے والوں میں حجاز کے گورنر ''عثمان نوری پاشا'' سب سے آگے تھے وہی مولانا سے پہلے بغل گیر ہوئے اور اپنی غلطی کی معافی چاہی۔ سفر سے واپسی کے بعد بھی سلطان اور مختلف وزراء سے خط وکتابت جاری رہی۔ آخر عمر میں بڑھاپا اور ہجومِ مشاغل سے آپکو آنکھوں کی شکایت ہوگئی، موتیابند کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کے قابل نہ رہے سلطان کو پتہ چلا تو آپکو فوراً علاج کیلئے قسطنطنیہ طلب کیا۔ ۲ رمضان ۱۳۰۴ھ کو مولانا پھر استنبول پہنچے۔ اِس سفر کی روداد بھی مولانا نے اپنے قلم سے

ڈائری میں لکھی ہے۔ مختصر یہ کہ سلطان نے بڑا اعزاز و اکرام، کیا پانچ ماہر ڈاکٹروں نے مولانا کی آنکھوں کا معائنہ کیا۔ آپ دو تین ماہ قسطنطنیہ میں رہے سلطان کی خواہش تھی کہ حضرت مولانا مرحوم قسطنطنیہ میں انکے پاس رہیں ایک ملاقات میں سلطان نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو مولانا نے فرمایا:

اعزاء اور اقارب کو چھوڑ کر ترکِ وطن کر کے خدا کی پناہ میں اسکے دروازے پر آ کر پڑا ہوں۔ وہی لاج رکھنے والا ہے آخری وقت میں امیر المؤمنین کے دروازے پر مروں تو قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤنگا

سلطان کو بھی آپکی از حد دلداری مقصود تھی اس لئے مرضی کیخلاف اصرار نہیں کیا اور آپ واپس مکہ معظمہ تشریف لے آئے۔

تصنیفات

مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے برصغیر کی تینوں مشہور اسلامی زبانوں عربی' فارسی' اردو میں تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ اسلام کے اِس داعی کا جذبہ تھا کہ حق کی اطلاع ہر شخص کو مل جائے خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا ہندو چنانچہ انہوں نے پادری فنڈر کی کتاب ''میزان الحق'' کے رد میں تینوں زبانوں میں تین کتابیں لکھیں۔ اُنکی عربی تصنیف ''اظہار الحق'' اور فارسی تصنیف ''ازالۃ الاوہام'' کا تذکرہ پچھلے صفحات میں آچکا ہے اسکے علاوہ اُنکی دیگر تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱: اعجازِ عیسوی

یہ کتاب ۱۲۶۹ھ میں آگرہ میں لکھی گئی۔ پہلی بار آگرہ میں اور دوسری مرتبہ مطبع

رضوی دہلی میں طبع ہوئی اِسکا دوسرا نام ''اعجازِ مسیحی'' اور ''مصقلة التحريف'' بھی ہے۔ کتاب کا اسلوب قدیم اردو کا تھا مولانا محمد تقی عثمانی نے اسکی تحریرِ جدید یعنی سہل اردو کر کے تحقیقی حواشی کیساتھ مکمل کروایا ہے۔ ادارہ اسلامیات' انار کلی' لاہور نے متعدد بار اسکو چھاپا ہے۔ کتاب کا موضوع مسئلہ تحریف ہے۔ شارحِ اظہار الحق مولانا محمد تقی عثمانی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> اس میں انہوں نے تحریفِ بائبل پر سب سے زیادہ شرح وبسط کیساتھ بحث کی ہے اور اس لحاظ سے اس کتاب کی کوئی نظیر عربی' فارسی یا اردو میں موجود نہیں ہے بلکہ انگریزی زبان کی کسی کتاب میں بھی اتنے استقصاء کیساتھ بائبل کے تضادات' غلطیوں اور تحریفات کا بیان میری نظر سے نہیں گذرا (۱۰)

عیسائی مذہب کی حقیقت' کتابوں کی اصلیت اور تحریفِ بائبل پر مدلل بحث کرنے کے بعد آخر میں اے عیسائی بھائیو' اے پیارو' اے عزیزو' اے عزیز عیسائیو کہہ کر عیسائی دنیا سے بڑے دردمندانہ انداز میں خطاب کرتے ہیں۔

> بھلا تم کس کیلئے ایسے دین اور ایسی کتب کے حامی بنے ہوئے ہو۔ کیوں نہیں تم نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لا کر نجات حاصل کر لیتے ہو

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> اے عزیزو! یہی وہ نبی ہے کہ تمہاری کتابوں میں اس قدر تحریفات کے باوجود ابتک اُسکی بے شمار بشارتیں موجود ہیں اور مسلمانوں نے اپنی اکثر کتابوں میں اُنکو درج بھی کر دیا ہے اور وہ ایسی ہیں کہ اِن بشارات کا مصداق سوائے نبی آخر الزمان ﷺ کے اور کوئی قرار نہیں پا سکتا۔ تم لوگ

بھی اگر تعصب کو بالائے طاق رکھ کر اُنکی طرف توجہ دو تو یقین ہے کہ پھر ایسے وساوس اور شکوک میں مبتلا نہ ہو۔

آخر میں مولانا نے اختتامی کلمات کیساتھ لوگوں کی ہدایت کیلئے دل کی گہرائیوں سے پُرخلوص دعا کی ہے اِس مؤثر مناجات کے چند ابتدائی جملے ملاحظہ ہوں:

اے رب العالمین! تو جو ساری چیزوں پر قادر ہے اور بنی آدم کے دلوں کو شیطان کے وساوس سے چھڑانے کی طاقت رکھتا ہے، اپنے فضل وکرم سے عیسائیوں کو جو سچے دل سے اپنی نجات کے خواہاں ہیں، راہِ راست پر لا اور اُنکو جو تعصب کی راہ سے دینِ محمدی ﷺ کے دشمن ہو رہے ہیں تعصب سے چھڑا اور اُنکو توفیق عنایت فرما کہ سچے دل سے تیری راہ تلاش کریں اور تیرے نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لا کر نجاتِ ابدی اور حیاتِ سرمدی پائیں۔ اے خداوندِ متعال! انکو توفیق دے کہ اس کتاب کو بلا تعصب اور بلا طرفداری دیکھیں اور ضلالت وگمراہی کے ورطہ سے نکل کر ساحلِ نجات پر پہنچیں۔

۲: ازالۃ الشکوک

یہ کتاب اردو میں ہے اور انتالیس سوالات کا جواب ہے عیسائیوں نے کراچی میں ایک مسلمان کو مرتد کیا اور اُسکے ہاتھوں یہ سوالات لکھوا کر بطورِ اشتہار شائع کرایا کہ مسلمان اسکا جواب دیں حضرت مولانا مرحوم کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

بندہ رحمت اللہ قصبہ کیرانہ کا رہنے والا بھائی مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ ۱۲۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۲ء میں ایک قطعہ تیئیس سوال کا جو دلی اور آگرہ وغیرہما میں مشتہر ہوا تھا میری نظر سے گذرا اور پھر انہی

سوالوں کو ایک ہندی رسالے کے آخر میں مندرج پایا اور معلوم ہوا کہ مسیحیوں کی علتِ غائی اشتہار سے یہ ہے کہ کوئی اُنکا جواب لکھے۔ اس پر میرے دل میں آیا کہ میں لکھوں لیکن جب دیکھا کہ وہ سوال نئے نہیں بلکہ سائل نے انہیں قدیم سوالوں کو جو میزان الحق اور پادریوں کے رسالوں میں مندرج ہیں نقل کر لیا ہے اور انکے جواب بخوبی ادا ہو چکے ہیں تو یہ دیکھ کر اُنکے علیحدہ جواب لکھنے کو فضول سمجھ کر چُپ ہو رہا مگر ۱۲۶۹ھ میں دو امر باعث ہوئے کہ اُنکا جواب لکھوں۔ ایک یہ کہ بعض عیسائیوں نے اُن سوالوں میں اصلاح دے کے اور چھ سوال اور بڑھا کے اُنکو جناب مستطاب مرزا محمد فخر الدین ولی عہد بہادر دام اجلالہ کی خدمتِ بابرکت میں بھیجا اور جناب مُعَظَّم الیہ نے مجھ سے درخواست کی کہ اُنکا جواب لکھوں اور اُنکا امر ماننا پڑا۔ دوسرا یہ کہ میں نے سنا کہ وہ پادری حضرات جو اِس امر کی تنخواہیں پاتے ہیں اور اِسی بات کی روٹی کھاتے ہیں کہ جاہلوں کو بہکا دیں اور بھولے بھالوں کو پھسلا دیں شور وغل مچاتے ہیں کہ مسلمان لوگ جواب نہیں دے سکتے۔ پس ان دو امر کا لحاظ کر کے جواب کے لکھنے پر مستعد ہوا..........................(۱۱)

حضرت مولانا کے شاگرد شمس العلماء مولانا عبدالوہاب صاحبؒ نے اپنے اہتمام اور صرفہ سے مطبع مجیدیہ مدراس میں پہلی جلد چھپوائی تھی دوسری جلد مولانا کے نائب ابوالفضل ضیاء الدین محمد صاحب نے اپنی نگرانی میں طبع کرائی ماہِ شعبان ۱۲۸۸ھ میں مولانا عبدالوہاب کی تصحیح کیساتھ دونوں جلدیں طبع ہوئیں۔ ہمارے پاس جلد اول مطبوعہ اور جلد دوم مصورہ ہے جس سے ہم نے اپنے اس تحقیقی کام میں برابر استفادہ کیا ہے۔

۳: احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث

اِس کتاب کا موضوع خصوصیت کیساتھ مسئلہ تثلیث ہے۔ عیسائی عقائد کے بنیادی پتھر فلسفہ تثلیث کو دلائلِ عقلیہ و نقلیہ سے باطل کیا گیا ہے۔ ا۲۷اھ میں تصنیف ہوئی اور مطبع رضوی دہلی میں ۱۲۹۲ھ میں چھپی۔ مولانا کے اکثر سوانح نگاروں نے اِس کتاب کا نام ''احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث'' ذکر کیا ہے تاہم ہمارے پاس موجود نسخہ پر اسکا نام ''اصح الاحادیث فی ابطال التثلیث'' درج ہے۔ فخر المطابع سے حافظ عبداللہ کے زیرِ نگرانی طبع ہوئی، سنِ طباعت درج نہیں ہے ایسا لگتا ہے کہ عنوان کا فرق طابع کے تصرف سے ہوگیا ہے۔ کتاب اپنے موضوع پر بڑی مکمل ہے شروع میں خطبہ افتتاحیہ کے سہل شدہ جملے ملاحظہ فرمائیں جو براعتِ استہلال کے نفیس استعارات پر مشتمل ہیں۔ (۱۲)

> کروڑ کروڑ تعریفیں اور شکر اس واحدِ حقیقی کا کہ جسکے صحنِ ذات میں شرک و تثلیث کے خس و خاشاک نہیں پڑتے۔ عرش سے فرش تک ہر موجود مخلوقات اور ہر ذرہ کائنات اسکے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اسکی آیاتِ بینات کا نقارہ توریت، انجیل، زبور، فرقان اور صحفِ انبیاء علیہم السلام کی چھت سے لا الہ الّا ھو کے آوازہ کیساتھ بلند آوازہ ہے۔ مقرّب و غیر مقرّب فرشتوں اور اصحابِ عقل و علم کی زبان اسکی توحید کے ظاہر کرنے میں شیریں اور تازہ ہے۔

بدیع السمٰوٰتِ والارض ہے ــــ عبادت اسی کی فقط فرض ہے
نہیں کوئی موجود اس کے سوا ــــ نہیں کوئی معبود اس کے سوا
خدائی میں بے مثل و ضد ہے وہی ــــ ولم یولد اور لم یلد ہے وہی
نہیں اس کی تحمید حدِ بشر ــــ کہ اپنی بھی نہیں اس کو کچھ خبر

یہ کتاب دراصل ازالۃ الشکوک کا مقدمہ ہے جو ستر صفحات پر پھیل جانے کی وجہ سے الگ مطبوع ہوا۔ بندۂ ناچیز نے اسکی تسہیل وتشریح، تحقیق وتعلیق کی ہے جو دوسو صفحات سے متجاوز ہوگئی ہے۔ شروع میں ایک تعارفی مقدمہ بھی ہے۔ ادارہ اسلامیات (کراچی۔لاہور) نے اسکو بڑی آب وتاب کیساتھ چھاپ دیا ہے۔

۴: بروقِ لامعہ

اِس کتاب کا موضوع ختمِ نبوتِ محمدی ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی رسالت کا مدلل اثبات کیا گیا ہے مگر زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہوسکی۔

۵: معدّل اعوجاج المیزان

یہ کتاب پادری فنڈر کی ''میزان الحق'' کا بالاستقلال جواب ہے۔ پادری صفدر علی نے مسیحی رسالہ ''نور افشاں'' جلد ۱۲ شمارہ نمبر ۳۰ مطبوعہ ۲۴ جولائی ۱۸۸۴ء میں اِس کتاب کا ذکر کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب کا کوئی قلمی نسخہ اُنکے پاس ہے۔

۶: تقلیب المطاعن

یہ کتاب ''تحقیقِ دینِ حق'' مؤلفہ پادری لاسمند کا رداور جواب ہے۔

۷: معیار التحقیق

پادری صفدر علی نے ایک کتاب ''تحقیق الایمان'' کے نام سے لکھی یہ اُسی کا مدلل اور مفصل جواب ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق آخر الذکر چاروں کتابیں مفقود اور ناپید ہیں۔ بعض تو

طباعت سے پہلے ضائع ہوگئیں۔ بعض حضرات نے "البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف" کو بھی مولانا مرحوم کی تصنیفات میں شمار کیا ہے لیکن یہ انکی تالیف نہیں بلکہ مولانا کا پادری فنڈر سے جو نسخ و تحریف کے موضوع تک مناظرہ چل سکا اُسکی روئیداد ہے جسے وزیر الدین بن شرف الدین صاحب نے فارسی میں مرتب کیا ہے۔ اِسکے دوسرے حصے میں ڈاکٹر محمد وزیر خاں صاحب مرحوم اور پادری فنڈر کا تحریری مناظرہ اردو میں ہے جسے محمود جان صاحب نے مرتب کیا ہے۔ حافظ عبداللہ کے زیرِ اہتمام فخر المطابع شاہ جہاں سے ۱۲۷۰ھ میں طبع ہوئی۔ کتاب کا ایک نسخہ مصوّرہ ہمارے سامنے ہے جس سے ہم نے کہیں کہیں فائدہ اُٹھایا ہے

وفات حسرتِ آیات

اسلام کے اِس عظیم وکیل، مسلمانوں کی ہر دینی اور علمی ممکن خدمت انجام دینے والے داعی، اور ہندوستان کو مغربی اقتدار سے آزاد کرانے کیلئے تلوار لیکر نکلنے والے مجاہد نے پچھتر برس کی عمر میں جمعۃ المبارک کے روز ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ یکم مئی ۱۸۹۱ء میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ حرمِ محترم کی مقدس سرزمین میں مکہ معظّمہ کے تاریخی قبرستان "جنت المعلّٰی" میں سیّدۂ کائنات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پڑوس میں مدفون ہوئے۔

رحمۃ اللہ علیٰ رحمت اللہ رحمۃً واسعۃً لاتُغادر ذنباً

جہاں آپکی مرقدِ مبارک ہے اُس چھوٹے سے احاطے میں اور بھی پانچ قبریں ہیں جن میں سیّد الطائفہ حضرت امداد اللہ مہاجرِ مکیؒ اور مولانا عبدالحقؒ صاحب شیخ الدلائل مصنف "اکلیل شرحِ مدارک التنزیل" خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔

وللہ الحمد اولہ وآخرہ وظاہرہ وباطنہ علی ما ہدانا للاسلام وما کنا لنہتدی الیہ لولا ان ہدانا اللہ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وصفوۃ رسلہٖ وامام انبیاءہٖ محمدٍ خاتم النبیین وسید المرسلین علیہ وعلیہم صلوات اللہ وسلامہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین ربنا تقبل منّا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین



حوالہ جات

(۱) مسلمانوں کا عروج وزوال، مصنفہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ص ۱۶۶، مطبوعہ ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور، ۱۹۸۳ء
(۲) فرنگیوں کا جال، مصنفہ مولانا امداد صابری، مطبوعہ دہلی۔
(۳) تاریخ کلیسیا پاکستان، مصنفہ ایس۔ کے۔ داس، مطبوعہ بشپ ہاؤس حیدر آباد، ۲۰۰۱ء
(۴) پادری سی۔ جی۔ فنڈر، مقالہ سید غلام محی الدین مندرج ماہنامہ "ذکر و فکر" دہلی، مولانا کیرانویؒ نمبر، ستمبر اکتوبر ۱۹۸۸ء
(۵) آل عمران، آیت: ۱۱۸
(۶) فرنگیوں کا جال، مصنفہ مولانا امداد صابری، مطبوعہ دہلی۔
(۷) الفتح، آیت: ۲۸
(۸) عیسائیت کے تعاقب میں، مرتبہ محمد متین خالد، مطبوعہ علم و عرفان پبلشرز اردو بازار لاہور، ۲۰۰۳ء
(۹) ایک مجاہد معمار، مؤلفہ مولانا محمد سلیم، مطبوعہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ
(۱۰) مقدمہ اعجاز عیسوی، مولانا محمد تقی عثمانی، ص ۱۰، مطبوعہ ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور۔
(۱۱) ازالۃ الشکوک، مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، ج ۱ ص ۲، مطبع مجیدیہ مدراس۔
(۱۲) احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث، مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، مطبع رضوی دہلی۔



قدیم نسخے کے سرورق کا عکس

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد وافر واحدی را که از شرک و شریک خود مبرا و در ذات
و صفات خود یکتا قدیم ازلی که شائبه حدوث هم از بارگاه کبریا
دور و تصور نقصان در ذات و صفات او منتهی عقل
عقول اعیان ممکن از نام جبروتش [illegible] گشته مقام ملکوتش
اول و آخر وجود و صفات هست کن و نیست کن کائنات
و ثنای بیکران سروری را که در ظهور متاخر و در وجود متقدم
همه سیادت و فضیلت او بر تمامی پیغمبران بل بر اولی العزم
از رسولان بنصوص قطعیه هویدا و نعت بی پایان بر آل
و اصحاب او که هر یکی مصباح ارشاد و راهی رفع ظلمت کفر
و ضلال بود و گم گشتگان بادیه تحیر را راه راست عطا می نمود
اما بعد مؤلف این رساله تحفه [illegible] اهل اسلام عرض رسانست

پہلے صفحات کا عکس

و در ممالک انگریزی پادری صاحبان محض به تعصب اهل اسلام
را نسبت از ترداد نمیسازند و به شبهات واهیه که سست تر
از تار های خانه عنکبوت دل جاهلان را در تردد می اندازند
و کدامی قانون سرکار انگریزی مانع تحریر جواب این شبهات
نیست بلکه بعض از پادری صاحبان هم در بعض تحریرات
خود بزبان اردو نگارش چنین نموده اند که ترجمه او بعبارت
فارسی بطور خلاصه آنکه سرکار کمپنی در باب مذهب احدی
دخل نمیدهد و در جناب کسی را تعظیم و نه کسی را تعذیب
میکند پس محمدیان و هنودان بلاخوف دلائل ادله و شواهد
خود را بیان کنند که صاحبان انگریز به جهت ناراضی [illegible]
خود حاکمان ملت مسیحی چون حاکمان ملت نوحی هستند انتهی
حقیقت همچنین است که حکام وقت هرگز در جناب دخل
نمیدهند مگر نظر بر علمای اهل اسلام به عذر اندا ول تنگدستی
از اهل علوم و مستعلا بودن در فکر نان شبینه برای اهل و
اطفال پس بمضمون قول شیخ سعدی شیرازی علیه الرحمة
شنیده روزی پراگنده دل فراغتی در جمع امور کمتر دارند
بجز آنکه چون پادریان بسیار فقط برای همین کار منصوب
و ازین حیله پرورش آل و اطفال خود می نمایند در هر سال
مضامین رطب و یابس چند اوراق کاغذ سیاه نموده و
علیحده علیحده نهاده دیگر و رساله بطور نمی نازند که در رساله

[illegible]

در انجام رسیدن ترتیب و تالیف این نسخه که چون کچکول دریوزه گران
از لقمه‌های گوناگون کتب بحث از گرسنگی شبهات و اسنه لالات
علمای شیعه سیر آمده شده است و مدر دریوزه گری جمع آمده بطور ... است
و از آنجا که این راه و نشیب یگانه می نمود در حقیقت همه و در زمره علمای
فضلا آمده نه بر فهم این اوراق طالب نام و جاه و نه در امر گورا در خود
انفراد یگانهای بلکه کاوش در همه علوم اقرار کردن در حق خویش
بعجز ... ناراستی است بلکه اجتهاد شده است از علمای اهل اسلام و فضلای
کرام آنست که بر زلات و خطیات او که خود باختلال فکر و سوی فهم
خویش اعتراف بسیار و زبان طعن را کشیده اند بل بعذر سطور معاف داشته
از و عار فرماید و فرمایند و چند امر واجب الاظهار شده است که شیعه
بالجمله اهل نسیان و بادر لغات اند اول آنکه در بعضی از نسخ
چشم انصاف نه شده که سوای خسران آخرت ... از دست محصور
نخواهند شد و بار آخرت گردیدن کار خردمندان نیست و این آیه و آنچه
و اینهم که ... بود معصر حضرت خیر البشر صلی الله علیه و سلم در سوره
صف واقع شده و ارشد و آن اینکه یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم
والله متم نوره و لو کره الکافرون یعنی میخواهند تا فرو نشانند
نور خدا تعالی را بدهن‌های خود و خدای تعالی تمام کرداننده است
نور خود را اگر چه کراهیت دارند کافران پس قول او سبحانه والله
متم نوره الآیه بقول ملحوظ باشد دوم آنکه سور جزئیه که در خطبه
الکتاب ذکر نشان شده وقت ملاحظه تمام کتاب ملحوظ خاطر دارند در
امور آنکه در انجا عذر در باره انها نموده ام ... را با حق اعتراض نکنند

آخری صفحات کا عکس

دیگر جواب این رساله نگارند مگر بطور تحریر جواب اهل اسلام

عبارت این کتاب را فصلاً فصلاً و باباً باباً اول بتمام نقل کرده و بعد

بجرح و قدح پردازند تا ناظر را از تمام کلام مشتمل بر مضمون اطلاع

حاصل شود و لب لباب آن اتفاقی می‌افتد که ناظر را در دست می‌آید

در اصل او و سلسله بحث منتظر دو جواب او را احاطه بتمام کلام

اصل نیست در اکثر اشتباهی تام باقی می‌ماند که شاید معترض در او

بعض فقرات را گرفته باشد و بعض را گذاشته باشد و در بعض

فقرات متروکه از قادح او موجود باشد و از آنچه نقل نموده باشد که این

اهل طول آن در جواب بروز خواهد رسید زیرا که جواب همه کتاب

شده جداً جواب هر بابی که اهم فهمند همچنین بتحریر گیشتند یعنی

اگر رد هر بابی اگر شده شواهد را که بطور الزام از کتب عهد عتیق

و عهد جدید در آنجا نقل کرده‌ام و عبارات معانی ظاهر خود آن

شواهد مفیده علمای ما که نموده‌اند همه اظهار از جهت معقول فرمانند

که از آنها جای لال باقی ماند و جواب آنها چنان ارشاد شود

که در تفاصیل این کتاب داده زیرا که اولاً احاطه ایشان

را از زبان انگلیسی بر زبان فارسی کم است و ترجمه آنها شده و ثانیاً

چون که اگر واقف هم حاصل باشد مهر آمدن آنها بر کیش نفع

علما و از فنون مناظره هم بعید است اگر چنین

اشخاص و خواهند عجز از تحریر جواب مجهول خواهم

کرد چهارم آنکه که جواب باب چهارم نگارش یافت

در ... اول جواب باب سوم ... مقدمه این باب

[illegible]

تحریر نمایند و همچنین در ابواب دیگر ملحوظ ماند که سفید سیه و جستجو که
مانند مقدمه اوست متروک نشود و بهر حال لحاظ امور از بعضه ضرور نیست
دانند والله یهدی من یشاء و یهدیکم الی صراط مستقیم والحال بکمال تضرع
وزاری دعا بجناب باری است که این نسخه را مقبول خواطر
خواص و عوام گرداناد و بطفیل انبیاء امجاد علیهم السلام تابعین
جناب را بر صراط مستقیم و طریقه مرضیه خود داشته خاتمه این عاجز
بسعادت مع بخیر گرداناد و از نجمان با ایمان بر داراد و از رسوائی
نکال دارین محفوظ داراد اللهم انی اعوذ بک
من ضیق الدنیا و ضیق یوم القیمة

امر امر

خطبہ مصنّفؒ

۱۔ حمد وثنا ودرود وسلام

۲۔ وجہِ تصنیفِ کتاب

۳۔ چند ضروری فوائد



بے حد حمد وثناء ہے اس اکیلی ذات کیلئے کہ جو اپنے مثل اور شریک سے مبرا ہے اور ذات اور صفات میں یکتا ہے' قدیم ازلی ذات ہے جسکی بارگاہ میں حدوث کا شبہ کرنا اور اسکی ذات وصفات میں نقص کا تصور کرنا سراسر عقل کا قصور وفتور ہے۔

سکہء نامِ جبروتش احد گشتہ مقامِ ملکوتش ابد
اول و آخر بوجودِ صفات ہست کن ونیست کن کائنات (۱)

اور بے حد تعریف ہے اس آقائے دو عالم ﷺ کیلئے کہ ظہور میں مؤخر ہیں اور وجود میں تمام انبیاء علیہم السلام سے مقدم ہیں اور انکی فضیلت تمام نبیوں پر بلکہ اولوالعزم رسولوں پر نصوصِ قطعیہ کے ساتھ ظاہر ہے۔ بے انتہا رحمت ہو آپکے آل واصحاب پر کہ ان میں سے ہر ایک ظلمتِ کفر وضلال کو دور کرنے کیلئے ہدایت کا روشن چراغ ہے اور بھٹکے ہوئے حیران زدہ لوگوں کو راہِ راست عطا کرنے والا ہیں۔ (۲)

---

(۱) اسکے جلال کا مضبوط سکہ ''احد'' ہے اور اسکی بادشاہت ابدی ہے اول وآخر کی صفات کیساتھ اسکا وجود ہے اور وہی کائنات کو بنانے والا اور ختم کرنے والا ہے۔

(۲) مصنفؒ نے حمد وثناء صلوٰۃ وسلام کے ذیل میں کتاب کے موضوع اور مضامین کی طرف لطیف اشارے کیے ہیں کہ اس کتاب میں فلسفہ تثلیث کی تردید ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے شرک سے پاک ہے اور ایک ''انسان کامل'' ہستی کو ''خدائے کامل'' قرار دینا عقلِ انسانی کی توہین ہے صرف ذہنی بیمار ہی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے جملے میں اشارہ کیا ہے کہ اس کتاب میں خاتم النبیین افضل المرسلین حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا مدلل بیان ہوگا۔ اسے اصطلاح میں ''براعتِ استھلال'' کہتے ہیں۔ مصنفین کا خطبہء کتاب میں یہ اسلوب بہت متداول ہے۔

وجہ تصنیفِ کتاب

امابعد۔(۱) اس رسالہ کا مؤلف تمام اہل اسلام کی خدمت میں گوش گذار ہے کہ انگریزی ممالک میں پادری صاحبان دین اسلام سے محض تعصب کی بناء پر اہلِ اسلام کو ارتداد کی ترغیب دیتے ہیں اور ایسے سطحی شبہات جو مکڑی کے جالوں سے زیادہ کمزور ہیں ان سے سادہ لوح لوگوں کے دلوں کو تردد میں ڈالتے ہیں اور کوئی انگریزی قانون ان شبہات کے جواب کی تحریر سے مانع نہیں ہے بلکہ بعض پادری صاحبان نے تو خود اپنی تحریروں میں اردو زبان میں یہاں تک لکھا ہے کہ حکومت کسی کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرتی حتی کہ اس حوالے سے نہ کسی کو انعام دیتی ہے اور نہ کسی کو سزا دیتی ہے پس مسلمان اور ہندو بغیر خوف و اندیشہ کے اپنے دلائل اور شبہات بیان کریں کہ حکومتِ انگریز اس پر ناراض نہیں ہوگی اور مسیحی حکمران مسلمان حکام کی طرح نہیں ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ وقت کے حکام ہرگز اس مسئلے میں دخل اندازی نہیں کرتے لیکن بظاہر علماءِ اہلِ اسلام کیلئے تین مسائل ہیں۔

(۱) اہل علم کا پریشان حال ہونا اور اہل وعیال کے فکر و معاش میں مبتلا ہونا بقول سعدیؒ ؎

پراگندہ روزی پراگندہ دل　　　فراغتی در ہمچو امور کمتر دارد (۲)

(۲) بہت سے پادری صاحبان اس کام کیلئے مامور ہیں اور یہی انکے بیوی بچوں

---

(۱) یہ کلمہ خطبہ اور مضمونِ کتاب کے درمیان امتیاز کیلئے ''فصلِ خطاب'' کے طور پر استعمال ہوتا ہے کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کلمہ استعمال فرمایا اللہ تعالیٰ نے انکو انتہائی زور بیان اور قوت خطابت عطا فرمائی تھی چنانچہ وہ اونچے درجے کے خطیب تھے۔ بحوالہ روح المعانی ' مصنفہ سید محمود آلوسی بغدادی جلد ۲۳ ص ۲۳۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ

(۲) پریشان حال اور پراگندہ دل آدمی کو ایسے یکسوئی کے کاموں کی بہت کم فرصت ہوتی ہے۔

کی کفالت کا واحد ذریعہ ہے کہ ہر سال رطب ویابس مضامین کے چند اوراق سیاہ کرتے ہیں اور پھر علیحدہ علیحدہ نئے رسائل کی شکل میں انہی سابقہ رسائل کو تھوڑے بہت تصرف کے ساتھ شائع کرتے ہیں جس میں کوئی نئی اہم چیز نہیں ہوتی پس ہر رسالے کی الگ الگ تردید کرنا ضیاعِ وقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۳) ابھی تک جو یہ تقسیم کرتے ہیں وہ فقط ''کتابِ مقدس'' کے بعض اجزاء کا ترجمہ ہے اور ابھی تک اپنے عقائد کی کوئی تفسیر یا کتاب نہیں لکھی کہ اسکو تقسیم کریں اور قارئین اسکے ذریعے کتب مقدسہ کے مضامین اور اس فرقے کے علماء کی توضیحات اور انکے عقائد و دلائل سے واقف ہو جائیں......... کتنا اچھا ہوتا کہ سب پادری صاحبان ملکر کوئی کتاب لکھتے' اس میں اہلِ اسلام پر تمام اعتراضات' اپنے مذہب کی حقانیت کے دلائل اپنی بساط کے مطابق بیان کرتے اور اپنی کتاب کی تفسیر انتہائی معتبر ترین عقلی و نقلی دلائل پر مشتمل چند کتب عقائد ترجمہ کر کے تقسیم کریں پھر دیکھیں کہ اہلِ اسلام اپنی کسمپرسی اور بدحالی کے باوجود کیا جواب دیتے ہیں اور یہ طریقہ کار حقیقت میں بہت مناسب ہے جیسا کہ شاعر نے کہا۔

خوش بود گر محک تجربہ آید عیاں　　　تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد(۱)

الحمدللہ ان اعذار کے باوجود ان رسائل کے جوابات تحریر ہونا شروع ہو گئے۔ یہ بندۂ عاجز باوجود عدم فرصت کے اس کام کی طرف متوجہ ہوا اور بہت کم مدت میں چار کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے ایک کا نام ''معدّل اعوعاج المیزان'' ہے جو کہ ''میزان الحق'' مصنفہ پادری فنڈر کے جواب میں ہے کیونکہ انکی تحریر دیگر پادری صاحبان کی بہ نسبت علمی

(۱) کیا ہی اچھا ہو کہ تجربہ کی کسوٹی منظرِ عام پر آجائے تا کہ جھوٹے کا چہرا سیاہ ہو جائے۔

ہے۔ دوسری کتاب "تقلیب المطاعن" ہے جو "تحقیق دینِ حق" کتاب کے حصہ اوّل کا جواب ہے۔ تیسری کتاب "بروق لامعہ" ہے جو سرورِ عالم خیر البشر ﷺ کے رسالت کے اثبات اور اس فرقہ کے چند اہم اعتراضات کے جواب میں ہے اور چوتھی "ازالۃ الاوھام" (۱) ہے یہ اس فرقہ کی کسی خاص کتاب کا جواب نہیں ہے بلکہ انکے تمام رسائل کے مجموعی اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے سوائے تین اعتراضات کے جو بروق لامعہ میں مفصل بیان ہو گئے بخوف طوالت اس رسالہ میں درج نہیں ہوئے قارئین اگر شوق رکھتے ہوں تو اسکی طرف مراجعت کریں۔

چند ضروری فوائد

اب چند باتیں بغور سماعت فرمایئے اور اس کتاب کے مطالعہ کے وقت انہیں ضرور ملحوظ رکھیئے۔

(۱) میرا ارادہ تھا کہ اس کتاب کو اردو میں لکھتا تا کہ ہمارے اردگرد کے لوگ سہولت سے سمجھتے لیکن چونکہ اس زبان کو اکثر اہلِ ہند مثلاً اہل دکن، اہل پنجاب اچھی طرح نہیں سمجھتے تو ملک کے دوسرے لوگوں کا کیا ذکر جبکہ فارسی زبان سے اکثر اہل اسلام واقفیت رکھتے ہیں لہٰذا ایسی فارسی میں لکھنے کو ترجیح دی گئی جو دِقت اور صعوبت سے خالی ہو اور تھوڑی سی استعداد رکھنے والا شخص بھی اس سے استفادہ کر سکے۔

(۲) چونکہ پادری صاحبان سرورِ عالم ﷺ کی ذات گرامی کے بارے میں، کلام اللہ الاکبر قرآن کریم کے بارے میں اور احادیث نبویہ کے بارے میں قولاً و تحریراً بے ادبی کے

---

(۱) مصنفؒ کی پہلی تینوں کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں اور حوادثِ زمانہ سے مفقود ہو گئیں۔ چوتھی کتاب تحقیق و تعلیق کیساتھ آپکے ہاتھوں میں ہے۔

الفاظ استعمال کرتے ہیں ذرا خوفِ عاقبت نہیں کرتے اور سطحی دلائل لکھتے ہیں چنانچہ مجبوراً ان لوگوں کے جواب میں الزامی دلائل اسی طرز پر لکھے گئے ہیں اور کتب مقدسہ سے چند روایات بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' علیحدہ درج کی گئی ہیں۔(۱) حاشا وکلّا میرا اعتقاد انبیاء میں سے کسی نبی کی ہجو یا مذمت کا ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی انکی مقرر کردہ شریعت کی توہین مقصود ہے میں تو ہزار بار ایسی باتوں سے

اظہارِ برأت کرتا ہوں اور تمام انبیاء علیہم السلام کا برحق ہونا ہمارے عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے۔

(۳) اس کتاب میں ہم نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ حتی الوسع عہد عتیق وجدید سے الزامی جوابات کیلئے ہر جگہ حوالہ دیں' باب کا حوالہ تو ہر جگہ ہے جبکہ بعض جگہوں پر آیت کے حوالے پر اکتفاء کیا ہے اس لیے کہ الزامی دلائل کو گفتگو کے سلسلے میں بہت بڑا دخل ہے اس لئے اسکے نقل کرنے میں بہت احتیاط کی گئی ہے اور تالیف کے وقت عہد عتیق وجدید کے چند عربی' فارسی' ہندی (۲) نسخے میرے پاس موجود تھے۔ چنانچہ عہد عتیق وجدید کے اکثر حوالے ترجمہ فارسی سے لیے گئے ہیں جسے پادری ''تو ماراتمیں'' نے کیا ہے اور دارالسلطنت لندن سے ۱۸۳۹ء کو طبع ہوا۔ جبکہ عہد جدید کی عبارات اس فارسی ترجمہ سے لی گئی ہیں جسے پادری ہنری مارٹن (۳) نے مرزا سید علی شیرازی کی مدد سے ترجمہ کیا اور ۱۸۴۱ء میں یہ ترجمہ

(۱) خروار بڑے انبار اور ڈھیر کو کہتے ہیں جسکا وزن ساڑھے نو من کے قریب ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ ڈھیر سے ایک مٹھی بطور نمونہ لی گئی ہے اور اسی سے کُل چیز کی اصلیت معلوم ہو جاتی ہے۔

(۲) ہندی سے مراد موجودہ ہندی نہیں بلکہ اردو زبان مراد ہے جو اس زمانے میں ہندوستان کی زبان تھی کیونکہ مصنفؒ حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں ''ہندی نسخہ میں اس طرح ہے'' اور آگے اردو کا حوالہ لکھتے ہیں۔

(۳) ہنری مارٹن ۱۸۰۵ء کو انگلستان سے بحیثیتِ مبلغ ہندوستان آئے ایڈورڈ مور کے کہنے کے مطابق ۱۸۱۰ء تک کانپور میں رہے پہلی مرتبہ نئے عہد نامہ کا فارسی اور ہندی میں ترجمہ کیا۔ تفصیل کیلئے دیکھئے ''تاریخ کلیسائے پاکستان' مصنفہ ایس۔ کے۔ داس۔ صفحہ ۸۰ طبع پنجم جون ۲۰۰۱ء مطبوعہ بشپ ہاؤس حیدرآباد''

دارالامارہ کلکتہ سے مطبوع ہو کر منظر عام پر آیا۔ مذکورہ بالا تراجم انگریزی استعمار کے اِن ایام میں کم یاب نہیں لہٰذا قاری کو جس جگہ اشتباہ ہو تو اصل کی طرف رجوع کرے اور نقل کو اصل کے مطابق کر لے۔

(۴) اس کتاب میں اکثر ذکر کردہ امور ایسے ہیں جنکو پادری صاحبان تسلیم کرتے ہیں جو کتبِ سماویہ سے نقل کیے گئے ایسے ہیں جن کو عیسائی علماء تسلیم کرتے ہیں اور قطعاً انکار نہیں کرتے لہٰذا حوالہ جات کی چنداں حاجت نہ تھی لیکن عام قارئین کی خاطر اور اُن مسیحیوں کی رعایت کرتے ہوئے جو اپنے مذہب کی زیادہ معلومات نہیں رکھتے یا دنیوی کاموں کی وجہ سے فرصتِ مطالعہ نہیں پاتے حوالہ جات کا اہتمام مستحسن سمجھا گیا۔

(۵) کتابِ مذکور میں کوئی نام اگر ترجمہ موجودہ کے موافق ہم نے لکھ دیا ہو جبکہ وہ کسی دوسرے نسخہ و ترجمہ کے مطابق نہ ہو تو اس سلسلے میں ہمیں معذور سمجھا جائے کیونکہ یہ مترجمین بائبل کی کوتاہی ہے کہ انہوں نے بائبل کے اس قدر خراب تراجم کیے ہیں کہ مشہور ناموں کا بھی ترجمہ کر دیتے ہیں جو باعثِ حیرت ہے مثلاً ''انجیل دوم'' کا نام بعض ترجموں میں ''مرقس'' ہے بعضوں میں ''مارق'' ہے اور بعضوں میں ''مرق'' ہے اور بعضوں میں ''مارک'' ہے اسی طرح دوسرے ناموں کا حال ہے یہ سب انکا اپنی کتبِ سماوی کی درستگی و اصلاح کے جذبے سے بہت ہی تھوڑا سا نمونہ ہے اور دوسرے الفاظ کے ترجموں میں اس سے بھی بڑھ کر حالت ہے۔ برادرانِ اسلام سے گذارش ہے کہ اس بندۂ گنہگار کیلئے دعا فرما دیں۔

وما توفیقی اِلّا باللہ

یہ کتاب ایک مقدمہ اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔



مقدمہ مصنّفؒ

- کتبِ بائبل کا تعارف
- عہدِ عتیق کی قابلِ اعتراض عبارات
- صحفِ اربعہ کے مضامین کا اختلاف
- عہدِ جدید کے تناقضات
- چند اصولی فوائد



مقدمہ

جاننا چاہیئے کہ اہل نصاریٰ کے اعتقاد کی بنیاد عہد عتیق وجدید(۱) دونوں پر ہے عہد عتیق انتالیس (۲) کتابوں کا مجموعہ ہے جنکی تفصیل حسب ذیل ہے

کتبِ عہدِ عتیق کا تعارف

(۱) پیدائش

کتاب ''پیدائش''(۳) اسکو سفر الخلیقہ (۴) اور کتاب الخلائق بھی کہتے ہیں یہ کتاب

(۱) آج کل عہدِ عتیق کو'' پرانا عہد نامہ'' Old Testament اور عہد جدید کو''نیا عہد نامہ'' New Testasment کہتے ہیں۔دونوں عہدوں کے مجموعہ کو کیتھولک فرقہ کے ہاں ''کتابِ مقدس'' اور پروٹسٹنٹ کے ہاں ''کلامِ مقدس'' کہتے ہیں۔عربی میں الکتاب المقدس کہا جاتا ہے۔انگریزی میں ''بائبل''{Bible} کہا جاتا ہے یہ دراصل یونانی لفظ ''ببلیا'' بمعنی کتاب سے بنا ہے۔

(۲) یہاں سے مصنفؒ عہدِ عتیق کی کتابوں کا تعارف کرا رہے ہیں۔عہدِ عتیق کے مجموعہ کی تعداد پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے نزدیک انتالیس کتابیں ہیں جبکہ رومن کیتھولک کے ہاں سات کتابیں زائد ہیں اور مجموعہ چھیالیس کتابیں ہیں پروٹسٹنٹ فرقہ کے عیسائی ان سات کتابوں کو الہامی نہیں مانتے اور جعلی کہتے ہیں۔ایک اطلاع کے مطابق آج کل پاکستان میں ''اردو بائبل'' اور ''رومن کیتھولک اردو بائبل'' کو ایک ''مشترکہ بائبل'' بنانے کے منصوبے پر غور ہو رہا ہے۔بائبل مقدس کا مروجہ ترجمہ ختم کر کے اسکی جگہ پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک ترجمے کو ملا کر ایک ''مشترکہ اردو بائبل'' کی تیاری کا کام ہو چکا ہے۔(بحوالہ مسیحی ماہنامہ ''کلامِ حق'' گوجرانوالہ دسمبر ۲۰۰۶ء جلد ۴۱ شمارہ ۱۲) معلوم نہیں ان ''مصلحین'' نے کس طرح سمجھوتہ کیا ہوگا اور ان سات مختلف فیہ کتابوں کیساتھ کیا سلوک کیا ہوگا؟

(۳) کیتھولک اردو بائبل میں اسکا نام ''تکوین'' ہے اور انگریزی میں Genesis ہے۔

(۴) ''سفر'' سین کے کسرہ اور فا کے سکون کیساتھ ہے یہ عربی لفظ ہے صحیفہ اور کتاب کے معنی میں آتا ہے۔

پچاس ابواب پر مشتمل ہے۔اس کتاب میں زمین وآسمان کی پیدائش سے لیکر حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات تک کے حالات اختصار کے ساتھ بیان کیئے گئے ہیں۔

(۲) خروج

کتاب ''خروج'' جسکو سفرالخروج (۱) بھی کہتے ہیں یہ چالیس ابواب پر مشتمل ہے۔اس میں فرعونِ موسیٰ علیہ السلام (۲) کا تخت نشین ہونا' بنی اسرائیل کو تکالیف پہنچانا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نبی ہونا' اس بد بخت کے سامنے انکے معجزات کا ظاہر ہونا' اس ظالم کا دریائے قلزم میں غرق ہونا' بنی اسرائیل کا تیسرے ماہ مصر سے نکل کر صحرائے سینا پہنچنا' موسیٰ علیہ السلام کا کوہِ طورِ سینا پر جانا اور بنی اسرائیل کے بارے میں صادر ہونے والے بعض احکامِ الٰہی کی تفصیل مذکور ہے۔

(۳) احبار

کتاب ''احبار'' (۳) جسکو کتاب قوانین بھی کہتے ہیں اسکے ستائیس باب ہیں اور اسمیں بقیہ احکام یعنی کوہ سینا پر سوختنی قربانی (۴) وغیرہ جو بنی اسرائیلکے بارے میں صادر

---

(۱) انگریزی میں اسکا نام Exodus ہے

(۲) فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے مصری بادشاہ عام طور پر فرعون کہلاتے تھے عہد عتیق میں مصر کے متعدد فرعونوں (بادشاہوں) کا تذکرہ ملتا ہے۔تفصیل کیلیئے دیکھیئے قاموس الکتاب' مئولفہ الف۔ایس۔خیراللہ صفحہ ۶۹۴' طبع ہفتم ۲۰۰۱ء ' مطبع مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ لاہور

(۳) انگریزی میں اسے Leviticus کا نام دیا گیا ہے۔

(۴) قربانی وہ ہدیہ ہے جو اس غرض سے پیش کیا جائے کہ ہدیہ دینے والا اور لینے والا ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں قربانیوں کی کئی قسمیں ہیں ان میں اہم قربانیاں پانچ ہیں۔سوختنی قربانی مکمل طور پر جلادی جاتی ہے۔ تفصیل کیلیئے حوالہ بالا صفحہ ۸۴۴

ہوئے تھے درج ہیں اور ستائیسویں باب کے آخر میں آیت نمبر چونتیس میں یہ لکھا ہے ''جو احکام خداوند نے کوہِ سینا پر بنی اسرائیل کیلئے موسیٰ کو دیئے وہ یہی ہیں''

(۴) شمار

کتاب ''شمار''(۱) بعض نے اسکو ''سفر العدد'' کہا ہے اور اسکے چھتیس ابواب ہیں اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکمِ ربانی کے مطابق

بنی اسرائیل کے بیس یا بیس سال سے زائد عمر کے جنگجو لوگوں کو بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں سے الگ الگ شمار کرنا۔ آپکی بہن مریم کی وفات' آپکے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کا وفات ہونا' بذریعہ وحی اپنا یومِ وفات کے قریب آنے کا علم ہونا' اور حضرت یوشع علیہ السلام (۲) کو اپنا خلیفہ مقرر کرنا اور بنی اسرائیل کا سرزمینِ مصر سے موآب (۳) تک سفر کے منازل کی تفصیل' بلعم بن باعور (۴) کا نافرمانی کرنا اور مقتول ہونا' موسیٰ علیہ السلام کے بعض غزوات کا بیان نیز بعض ان احکام کی تشریح مذکور ہے جو وادی موآب میں دریائے یردین

(۱) کیتھولک بائبل میں اسکا نام ''عدد'' پروٹسٹنٹ بائبل میں ''گنتی'' ہے۔ انگریزی میں اسے Numbers کہتے ہیں۔

(۲) انکا نام یوشع اور یشوع بن نون ہے بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں انکے سپہ سالار اور وفات کے بعد جانشین مقرر ہوئے بائبل میں ایک دوسری کتاب یشوع بن سیراخ کے نام سے ہے۔ پروٹسٹنٹ عقیدے کے حامی اس کتاب کو غیر الہامی سمجھتے ہیں۔ قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۴۴

(۳) بائبل کے بقول موآب اس شخص کا نام ہے جو حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی بڑی بیٹی کیساتھ ہمبستر ہونے سے پیدا ہوا۔ **نعوذ باللہ** (پیدائش ۱۹:۳۷) موآب کی اولاد یا قوم نے بحیرہ مردار کے جنوبی علاقے کے مشرق میں قیام کیا اس جگہ کا نام ''وادی موآب'' پڑ گیا۔ قاموس الکتاب ۹۶۷

(۴) اسکا نام بلعم یا بلعام ہے بعور کا بیٹا تھا جو مسوپتامیہ کے فتور میں رہتا تھا (استثناء ۲۳:۴) موسیٰ کی نافرمانی کی آخر کار مقتول ہوا (گنتی ۳۱:۸)

(۱) کے کنارے خداوند تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو دی درج ہے۔

(۵) استثناء

کتاب ''استثناء'' (۲) جس کو ''سفر الاستثناء'' اور ''کتابِ تکرار'' بھی کہتے ہیں۔ اسکے چونتیس ابواب ہیں اس کتاب میں وہ دینی احکام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سرزمین موآب میں نازل ہوئے انکا بیان ہے اور دیگر حالات جو آنجناب علیہ السلام کی وفات تک اس سرزمین میں پیش آئے انکو درج کیا گیا ہے۔ یہ پانچ کتابیں جنکا مجموعہ ایک سو ستاسی ابواب ہیں انکو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسکا نام ''توریت'' (۳) رکھتے ہیں اور یہ عبرانی لفظ ہے جسکا معنیٰ ''تعلیم و شریعت'' ہے۔ بعض مسیحی علماء کی تحقیق کے مطابق توریت کے تین نسخے ہیں پہلا نسخہ جو ربّی (۴) رکھتے ہیں دوسرا مسیحیوں کے نزدیک ہے اور تیسرا نسخہ سامریوں (۵) کے ہاں ہے۔ پہلے نسخے میں موافقت ہے جبکہ تیسرے میں

---

(۱) یہ دریا ''دریائے یردن'' یا ''دریائے اردن'' کے نام سے مشہور ہے فلسطین کا سب سے بڑا دریا ہے جو کوہ حرمون کے دامن سے نکل کر گلیل کی جھیل میں سے ہوتا ہوا بحرِ مردار میں جا گرتا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے ''بائبل اٹلس' مؤلفہ ایچ۔ روئے' مترجم پروفیسر یعقوب خان' صفحہ ۳۵' طبع سوم ۱۹۹۹ء' مسیحی اشاعت خانہ فیروزپور روڈ لاہور'' نیز قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۰۴

(۲) کیتھولک اردو بائبل میں اسکا نام ''تثنیہ شرع'' ہے اور انگریزی میں Deuteronomy کہا جاتا ہے۔

(۳) توریت کو عربی میں ''توراۃ'' پڑھا جاتا ہے۔ یہ کلمہ قرآنِ کریم میں اٹھارہ جگہ وارد ہے۔

(۴) ربّی علماءِ یہود کا تعظیمی لقب ہے معزز' مالک اور استاد کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

(۵) یہ یہودیوں کا ایک فرقہ ہے اور ان سے الگ ہونے والی جماعت ہے۔ یہ فلسطین کے شہر ''سامرہ'' کی طرف منسوب ہے جسے ''سامریہ'' بھی کہا جاتا ہے (بائبل اٹلس صفحہ ۲۶) ان کا عام یہودیوں سے دو باتوں کا بنیادی اختلاف ہے۔ ایک تعمیر ہیکل میں اختلاف جیسا کہ مصنفؒ نے بیان فرمایا چنانچہ انہوں نے کوہ گرزیم پر اپنا ہیکل بنایا۔ دوسرا کتب مسلمہ کی تعداد میں اختلاف ہے کہ یہ لوگ توریت کی صرف پہلی پانچ کتابیں اور ''یوشع و قضاۃ'' کو مانتے ہیں اور عہد نامہ قدیم کی باقی کتب کا انکار کرتے ہیں۔

قدرے تحریف ہوئی ہے جسکا سبب یہ ہوا کہ جب بخت نصر (۱) بادشاہ بابل کے زمانے میں بیت المقدس منہدم ہوگیا اور یہودیوں نے دوبارہ اسے بنایا اور سامریوں کو اس میں شریک نہ کیا تو انہوں نے ہیکل کو دوسرے پہاڑ پر تعمیر کیا اور توریت میں اس قدر تحریف کی کہ اس سے معلوم ہوجائے کہ جس جگہ انہوں نے ہیکل بنایا ہے اسی جگہ خدا تعالیٰ نے عبادت کا حکم دیا تھا اور یہ تبدیلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے تقریباً پانچ سو سال بعد ہے لہٰذا یہ نسخہ مسیحی علماء کے اعتراف کے مطابق بھی محرف ہے (۲) اور وہ نسخہ جو ربیوں اور مسیحیوں کے ہاں معتبر ہے اسکے محرف ہونے کی تفصیل ''بروقِ لامعہ'' میں دیکھنی چاہیئے کیونکہ تحریف کے متعلق اعتراض کا جواب ان تین جوابات میں سے ایک ہے جو بروق لامعہ میں کماحقہ تحقیق کیساتھ بیان کیا گیا ہے طوالت کے خوف سے یہاں میں نے اسکو ترک کردیا ہے۔

(۶) یشوع

کتاب ''یشوع بن نون'' جو فرقہ افرائیم سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم وخلیفہ تھے اس کتاب کے چوبیس ابواب ہیں اس کتاب میں یوشع علیہ السلام کا بنی اسرائیل کیساتھ دریائے یردین کو عبور کرنا' انکا سرکشوں کیساتھ جہاد کرنا' مختلف اوقات کے دیگر احوال مندرج ہیں نیز عین نصف النہار کے وقت آفتاب کا پورے ایک دن ٹھہرا رہنے کا معجزہ جو انکے ہاتھ پر ظاہر ہوا اس کتاب کے باب دہم میں اسکی صراحت ہے۔

---

(۱) اسکے نام کے اور ہجے نبوکدنضر' نبوکدنصر' نبوکدرضر ہیں جسکا مطلب ''نبو دیوتا ہماری سرحدوں کا محافظ'' ہے۔ ۸۶۰ ق م میں بابل کا حاکم رہا (قاموس الکتاب صفحہ ۱۰۱۵)

(۲) چنانچہ وہ صاف لکھتے ہیں کہ ''بعض الفاظ اور فقرات میں کہیں کہیں فرق پایا جاتا ہے'' (قاموس الکتاب صفحہ ۳۹۴)

(۷) قضاۃ

کتاب ''القضات'' (۱) جو اکیس ابواب پر مشتمل ہے اس میں بنی اسرائیل کے فرقوں کے اختلافات اور جنگوں کا تذکرہ ہے جو حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات کے بعد مخالفین اور خود بنی اسرائیل کے درمیان رونما ہوئیں۔

(۸) رُوت

کتاب ''راعوت'' (۲) جو چار ابواب پر مشتمل ہے اس میں راعوت نامی عورت کا تذکرہ ہے جو بنی موآب سے تعلق رکھتی تھی حضرت داؤد علیہ السلام کے جدِّ حقیقی عوبید کی ماں تھی اسکا قصہ درج ہے۔

(۹) سموئیل اوّل

کتاب ''اول سموئیل'' (۳) نبی بن القانہ جس کے اکتیس ابواب ہیں اس میں انکے حالات ولادت سے لیکر وفات تک اور بنی اسرائیل میں بادشاہ کا مقرر ہونا کہ اس سے پہلے ان میں کوئی بادشاہ نہ تھا اور ساؤل جو بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ تھے' حضرت داؤد علیہ السلام انکے ملازم و داماد تھے انکا ایک خطاو نافرمانی کے ارتکاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نظر سے گر

(۱) اسے اردو میں ''قضاۃ'' اور انگریزی میں Judges کہا جاتا ہے۔ کتاب ہذا کا مصنف نامعلوم ہے لیکن بعضوں کی رائے ہے کہ سموئیل نبی نے اِسے قلمبند کیا۔
(کیتھولک اردو بائبل ''کلامِ مقدس'' صفحہ ۲۸۵)

(۲) اسکا نام اردو میں ''روت'' اور انگریزی میں Ruth ہے یہ کتاب قضاۃ کے زمانہ کا وقوعہ بیان کرتی ہے اسکا مصنف نامعلوم ہے۔ (حوالہ بالا صفحہ ۳۲۰)

(۳) اسکا نام اردو میں ''سموئیل' ' اور انگریزی میں Samuel ہے سموئیل کی پہلی اور دوسری کتاب شروع میں ایک ہی کتاب کہلاتی تھی۔

جانا اور جنگِ فلستیوں میں انکا قتل ہونا مذکور ہے اور پچیسویں باب کی پہلی آیت میں ہے ''اور سموئیل مر گیا اور سب اسرائیلی جمع ہوئے اور انہوں نے اس پر نوحہ کیا اور اسے رامہ میں اسی کے گھر میں دفن کر دیا''

(۱۰) سموئیل دوم

کتاب ''دوم سموئیل'' جو چوبیس ابواب پر مشتمل ہے۔اس میں ساؤل کے خاندان سے سلطنت کا برباد ہونا' حضرت داوٗد علیہ السلام کا تمام بنی اسرائیل پر بادشاہ ہونا اور انکے عہد سلطنت کے حالات لکھے گئے ہیں۔

(۱۱) سلاطین اوّل

کتاب ''اول ملوک''(۱) جسکے بائیس ابواب ہیں اور اس میں اس طرح کے حالات کا تذکرہ ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام تخت نشین ہوئے اور بیت المقدس کی تیاری میں کمر بستہ ہو گئے۔ملکہ سبا کا آپکے اوصاف سن کر جائزے کیلئے حاضر ہونا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا حضرت داوٗد علیہ السلام کے طریقے پر نہ رہنا یہاں تک کہ عورتوں کی خوشنودی کی خاطر بُت پرستی کرنے کا تذکرہ ہے۔انکی وفات کے بعد انکا بیٹا رحبعام تخت نشین ہو گیا اسکے زمانے میں سلطنت زوال پذیر ہوگئی اور ایک سلطنت دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔رحبعام اور اس طرح کے دوسرے بادشاہان جو آل داوٗد علیہ السلام میں سے جانشین ہوئے وہ صرف فرقہ یہودا کے حکمران رہ گئے اس سلطنت کو سلطنت یہودا کا نام دیا

(۱) اسے اردو میں ''سلاطین'' اور انگریزی میں Kings کا نام دیا گیا ہے ملوک کی دونوں کتابیں شروع میں ایک ہی کتاب پر مشتمل تھیں سلاطین کی کتب کا انسانی مصنف نہ معلوم ہے (تفسیر الکتاب ولیم میکڈونلڈ صفحہ ۱۹۳)

گیا ہے بنی اسرائیل کے دوسرے فرقوں میں یربعام بادشاہ ہوا اور اس بادشاہت کا نام اسرائیلی سلطنت قرار پایا اور اسکے بعد اسی فرقے کے بادشاہ اسکے جانشین ہوتے رہے۔ اسی طرح سلطنتِ یہودا کے بادشاہ ''یوشافاط'' کا تذکرہ ہے جو تختِ سلیمانی کا پانچواں جانشین ہے پھر ساتویں تخت نشین احاب کا مختصراً تذکرہ ہے۔ پھر باب سترہ میں حضرت ایلیاہ علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور بادشاہوں کے احوال میں بھی انکا ذکر آیا ہے۔

(۱۲) سلاطین دوم

کتاب ''دوم ملوک'' جسکے پچیس ابواب ہیں اور اس میں اخزیاہ بادشاہ کی سلطنت سے لیکر بنی اسرائیل کے آخری بادشاہ ہوشیع تک کا تذکرہ ہے۔

اسکے زمانے میں اسکی سلطنت پر بادشاہِ اسور مسلط ہو گیا اور یورام بادشاہِ یہودا کی سلطنت سے لیکر صدقیا بادشاہ تک جسکو بخت نصر بادشاہ بابل یروشلیم فتح کرنے کے بعد قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا اسکے حالات کا بیان ہے اسکے ساتھ ساتھ ایلیاہ پیغمبر کا آسمان پر چڑھ جانا اور انکی جگہ الیسع کا جانشین ہونا اور انکے حالات وفات تک کی صراحت ہے۔

(۱۳) تواریخ اوّل

کتاب ''اول اخبار الایام''(۱) جس کے انتیس ابواب ہیں اسمیں نو بابوں تک بنی اسرائیل کے فرقوں کے نسب کا بیان ہے اور دسویں باب میں ساؤل کے بارے میں بطریقِ اختصار کچھ حالات کا بیان ہے اور باقی حضرت داؤد علیہ السلام کے حالاتِ وفات تک کا بیان ہے۔

(۱) اسے اردو میں ''تواریخ'' اور انگریزی میں Chronicles کہا گیا ہے اِن کا مصنف کوئی لاوی سمجھا جاتا ہے (کیتھولک اردو بائبل ''کلامِ مقدس'' صفحہ ۴۸۲)

(۱۴) تواریخ دوم

کتاب ''دوم اخبار الایام'' یہ کتاب چھتیس ابواب پر مشتمل ہے اور اسمیں حضرت سلیمان علیہ السلام سے لیکر بخت نصر بادشاہ بابل کے تسلط تک کے حالات اختصار کے ساتھ مذکور ہیں۔

(۱۵) عزرا

کتاب ''عزرا'' (۱) عزرا ابن سرایا جو حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے اور اسمیں بنی اسرائیل کا بابل کی قید سے بحکم بادشاہِ ایران رہا ہونا' دوبارہ اپنے ملک میں آنا' بیت المقدس کا دوسری بار تعمیر کرنے کا ذکر ہے اور بنی اسرائیل کا اپنے افعال شنیعہ سے تائب ہونے کا ذکر ہے۔

(۱۶) نحمیاہ

کتاب ''نحمیاہ بن حِکلیاہ'' (۲) یہ تیرہ ابواب پر مشتمل ہے اسمیں نحمیاہ کا بادشاہِ بابل ارتخششتا کے حکم سے آنا کہ نحمیاہ اسکا ساقی تھا' نیاہ شہر کا بنانا اور اسکا بندوبست کرنا اور اس بارے میں غم وتکلیف برداشت، قوم کو تنبیہ کرنا' عزرا نبی کا مضامین توریت اپنے قوم کو سمجھانا اور ان کا تائب ہونا مرقوم ہے۔

---

(۱) اسکا نام اردو میں عزرا اور انگریزی میں Ezra ہے۔ غالب یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عزیرؑ ہیں (تفسیر ماجدی مؤلفہ مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ کراچی' مجلس نشریات اسلام جلد۲ صفحہ ۳۴۶)

(۲) اسے اردو میں ''نحم یاہ'' اور انگریزی میں Nehemiah کہا جاتا ہے۔ عزرا اور نحمیاہ کی کتابیں ابتدا میں ایک ہی کتاب پر مشتمل تھیں۔

(۱۷) آستر

کتاب ''آستر'' (۱) یہ بنیامین کے فرقے سے ایک یہودی عورت ہے جو آستیر کی اولاد جسے بخت نصر بادشاہ بابل نے یروشلیم سے قید کر کے لے گیا اور اس عورت کی خوش قسمتی کہ ''اَخسویرس'' بادشاہ کی نگاہ میں جو ہندوستان سے لیکر حبش تک ایک سو صوبوں پر تسلط رکھتا تھا سرفراز ہوگئی اور اسکے محل کی ملکہ بن گئی اور اسکی وجہ سے قوم یہود جو اس بادشاہ کی مملکت میں تھے ایک ریاست بنانے کی سازش کے جرم میں شاہ نے انکے قتل کا حکم نافذ کردیا تھا اس عورت کی وجہ سے اس عذاب سے رہائی پائی اس کتاب کے دس ابواب ہیں جس میں یہ تمام احوال مفصل مرقوم ہیں۔

(۱۸) ایوب

کتاب ''ایوب'' (۲) یہ بیالیس ابواب پر مشتمل ہے اسمیں ایوب ؑ کا خوشحال ہونا، پھر بیماری میں مبتلا ہونا اور مال واولاد کا ہلاک ہونا پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوبارہ صحت مند ہونا تفصیلاً مذکور ہیں۔

(۱۹) زبور

کتاب ''زبور داوٗد'' (۳) اس میں حضرت داوٗد ؑ کی دعائیں مذکور ہیں۔

---

(۱) اسے اردو میں ''آستر'' اور انگریزی میں Esther کہا جاتا ہے

(۲) یہ کتاب حضرت ایوب ؑ Job کی طرف منسوب ہے جسکے صبر وعزیمت، ضبط واستقامت کا قرآن مجید نے بھی تذکرہ کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کسی گمنام مصنف کی تصنیف ہے (تفسیر الکتاب ولیم میکڈونلڈ صفحہ ۱۲، قاموس الکتاب صفحہ ۱۱)

(۳) اسے عربی میں ''مزامیر'' کہا جاتا ہے انگریزی میں Psalms کہتے ہیں یہ غالباً اُسی زبور کی موجودہ شکل ہے جسکے بارے میں قرآنِ عزیز نے فرمایا ہے ''کہ ہم نے داوٗد کو زبور عطا کی''

(۲۰) امثال

کتاب ’’امثال سلیمان‘‘ (۱) یہ اکتیس ابواب پر مشتمل ہے جسمیں نصائح کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ان میں سے پہلے چوبیس ابواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حزقیاہ بادشاہِ یہوداہ کے زمانہ میں جمع ہوئے اور پچیسویں باب سے انتیسویں باب تک حزقیاہ کے ملازمین نے سلیمان علیہ السلام کے نصائح کو جمع کیا ہے چنانچہ پچیسویں باب کے عنوان میں اس طرح مرقوم ہے ’’یہ بھی سلیمان علیہ السلام کی امثال ہیں کہ حزقیاہ بادشاہِ یہوداہ کے لوگوں نے نقل کی ہیں جبکہ تیسویں باب میں آجور بن یاقہ کے نصائح ہیں چنانچہ اس باب کی پہلی آیت اس طرح ہے ’’یاقہ کے بیٹے اجور کے پیغام کی باتیں۔ اس آدمی نے اِتی ایل ہاں اِتی ایل اور اُکال سے کہا‘‘ انتہی اور اکتیسویں باب میں لمویل بادشاہ کی والدہ کی باتیں مذکور ہیں چنانچہ اس باب کا آغاز اس طرح ہے ’’لمویل کی بادشاہ کے پیغام کی باتیں جو اس کی ماں نے اسے سکھائیں‘‘

(۲۱) واعظ

کتاب ’’جامع‘‘ (۲) اسکو رسالہ واعظ بھی کہتے ہیں جو بارہ ابواب پر مشتمل ہے کہ اس میں شریعت اور اسکے احکام کی اتباع کے علاوہ تمام چیزوں کی اہانت (بے حقیقت، حقیر ہونا) مذکور ہے۔

---

(۱) اسے اردو میں ’’امثال‘‘ اور انگریزی میں Proverbs کہتے ہیں۔ یہ حکیمانہ امثال کا مجموعہ ہے۔ چوتھی صدی قبلِ مسیح میں عبرانی زبان میں تالیف کی گئی۔

(۲) اسے انگریزی میں Ecclesiastes کا نام دیا گیا ہے۔

(۲۲) غزل الغزلات

کتاب ''نشید الاناشید'' (۱) جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب ہے آٹھ ابواب پر مشتمل ہے اور اسمیں عاشقانہ مضامین درج ہیں۔

(۲۳) یسعیاہ

کتاب ''اشعیا نبی بن آموص'' (۲) یہ چھیاسٹھ ابواب پر مشتمل ہے جسمیں یروشلیم کی تباہی کی پیشینگوئیوں وغیرہ کا ذکر ہے اور کچھ ایسے مضامین ہیں جن میں بنی اسرائیل پر زجر مرقوم ہے۔

(۲۴) یرمیاہ

کتاب ''یرمیاہ بن خلقیاہ'' (۳) اسکے باون ابواب ہیں اس میں یرمیاہ کی یروشلیم، بابل، مصر وغیرہ کی تباہی کی پیشینگوئی کا ذکر ہے اور اس بزرگوار کو بنی اسرائیل کے سرکشوں کی

(۱) اسکا دوسرا نام ''غزل الغزلات'' ہے۔ انگریزی میں Song of Solomon ہے۔ یہ گیت حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں لیکن بے حجابانہ عشقیہ کلام، مذہبی موضوع کا فقدان اور پر شہوت تشبیہات کا استعمال اسکی تائید نہیں کرتے۔

(۲) اسکا نام اردو میں ''یسعیاہ'' انگریزی میں Isaiah عیسائی علماء کے مطابق یسعیاہ نے اس کتاب کا کچھ حصہ تصنیف کیا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کتاب کے دو مصنف تھے بعض اسے تین مصنفوں سے منسوب کرتے ہیں۔ چند ایک ایسے علماء بھی ہیں جنکے خیال کے مطابق اسکے بہت سے مصنفین ہیں (ہماری کتب مقدسہ پادری۔ جی۔ ٹی۔ میتلی ص۔ ۲۹۱ مطبوعہ ۱۹۹۸ء بار دہم مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور لاہور)

(۳) اردو میں اسکا نام ''یرمیاہ'' ''ارمیا'' ہے انگریزی میں Jermiah ہے۔ یہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ قرآن کریم میں اوکالذی مرّ علیٰ قریۃ الخ کے تحت جو واقعہ مذکور ہے وہ ایک قول کے مطابق آپ ہی کا ہے اور ایک قول کے مطابق حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے۔

طرف سے تکالیف پہنچنے کا ذکر ہے۔ لیکن اس کتاب کے باب نمبر ۵۲ سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ یرمیاہ کا کلام ہو کیونکہ باب نمبر ۵۱ کی آیت نمبر ۶۴ میں لکھا ہے'' یرمیاہ کی باتیں یہاں تک ہیں'' لہٰذا باب نمبر ۵۲ کو کسی اور نے ملحق کر دیا ہے اور اس باب میں صدقیاہ بادشاہ کے احوال اور بخت نصر کے ہاتھوں یروشلیم کی تباہی کا تذکرہ ہے۔

(۲۵) نوحہ

''مراثی یرمیاہ'' (۱) جسکو'' نوحہ'' بھی کہتے ہیں۔ یہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے بادشاہ بابل کی وجہ سے جو تباہیاں ہوئیں ان پر غم وحزن کا اظہار ہے۔

(۲۶) حزقی ایل

کتاب ''حزقی ایل بن بوزی'' (۲) جو پیغمبر تھے۔ یہ اڑتالیس ابواب پر مشتمل ہے اسمیں بنی اسرائیل کا قید سے نجات پانے کی پیشینگوئیاں اور دیگر امور مندرج ہیں باب ۳۷ میں انکے ہاتھ پر ان ہزاروں لوگوں کا بطور معجزہ زندہ ہونے کا ذکر ہے جنکی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئی تھیں۔

---

(۱) اسے اردو میں ''نوحہ'' ''مرثیے'' اور انگریزی میں Lamentations کہتے ہیں۔ نوحہ کی کتاب کا مصنف گمنام ہے (قاموس الکتاب ص ۱۰۵۰)

(۲) اسکا نام اردو میں ''حزقی ایل'' ''حزقیال'' اور انگریزی میں Ezekiel ہے یہ حضرت حزقی ایل علیہ السلام کی طرف منسوب ہے لیکن باب ۱۶ اور ۲۳ کا مضمون اسکی تائید نہیں کرتا۔ باب ۲۳ کا مضمون انتہائی فحش ہے۔ باب ۱۶ کا پڑھنا عوام کو سخت ناگوار گزرتا تھا۔ (قاموس الکتاب ص ۳۲۴)

(۲۷) دانی ایل

کتاب ''دانی ایل'' (۱) جو بارہ ابواب پر مشتمل ہے جسمیں انکا بادشاہانِ بابل کے نزدیک اقتدار پانے اور آئندہ واقعات کے بارے میں نبوت کے خوابوں کا ذکر ہے۔

(۲۸) ہوسیع

کتاب ''ہوسیع نبی بن بیری'' (۲) جو چودہ ابواب پر مشتمل ہے اسمیں پیشینگوئی کے طور پر بنی اسرائیل پر ان مصائب کا ذکر ہے جو آئندہ آئیں گے اور پھر خدا ان پر رحم کرے گا۔

(۲۹) یوایل

کتاب ''یوایل بن فتوایل'' (۳) جو تین ابواب پر مشتمل ہے اور اسمیں بنی اسرائیل کو

---

(۱) اردو میں اسکا نام ''دانی ایل'' ''دانیال'' اور انگریزی میں Daniel ہے۔ یہ حضرت دانیال علیہ السلام کی طرف منسوب ہے حضرت دانیال علیہ السلام کی نبوت پر اسلامی لٹریچر میں کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے کے یہودی نیز متاخرین یہودی دانیال کو نبی نہیں مانتے انکا کہنا ہے کہ انکی حیثیت بابل کے بادشاہ کے ایک ملازم سے زیادہ نہیں تھی چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک کتاب دانیال الہامی کتاب شمار نہیں ہوتی البتہ یوسی فیس (یوسیفس) واحد شخص ہے جو دانیال کے نبی ہونے کا قائل ہے۔ (اعجازِ عیسوی مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ ص ۳۹ مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)۔

(۲) انکا نام اردو میں ''ہوسیع'' ''ہوشیع'' اور انگریزی میں Hosea ہے۔ توریت کی روایت کے مطابق یہ ہوسیع بن بیری نبی ہیں جنکی طرف اس کتاب کو منسوب کیا گیا ہے تاہم مصنف اور سنِ تصنیف کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ شمالی سلطنت کا باشندہ تھا..... نانبائی تھا کاشتکاری سے متعلق امور کے تذکرہ سے گمانِ غالب ہے کہ اسکا تعلق زمینوں سے بھی تھا (قاموس الکتاب ص ۱۰۸۶) ایک مقبول ترین تجزیہ کے مطابق باب ۴۰ تا ۵۵ تک کا حصہ ہوسیع کے علاوہ کسی گم نام مصنف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ باب ۵۵ تا ۶۶ کا حصہ کسی اور بے نام مصنف کی طرف منسوب ہے (عہد عتیق کا تاریخی سفر مصنفہ سموئیل بے شُلٹز مترجم جیکب سموئیل شنوا۔ ص ۴۴۳ مطبوعہ بار سوم ۲۰۰۵ء مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ۔ لاہور)

(۳) اسکا نام اردو میں ''یوئیل'' اور انگریزی میں Joel ہے۔ انکی شخصیت، زندگی اور زمانہ کے متعلق مسیحی علماء کا کہنا ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے (قاموس الکتاب ص ۱۱۵۶، عہد عتیق کا تاریخی سفر ص ۴۷۵ محولہ بالا)

گناہوں سے توبہ کی وعظ ونصیحت ہے اور قید کے ایام ختم ہونے کے بعد نجات کی بشارت ہے۔

(۳۰) عاموس

کتاب ''عاموس'' (۱) یہ نو ابواب پر مشتمل ہے اسمیں دمشق وغیرہ کے تباہ ہونے کی پیشینگوئی ہے' اور بنی اسرائیل کو مصیبت پہنچنے کا' اس پر نوحہ واظہار تاسف پھر اسیری کے بعد نجات کی خبر مذکور ہے۔

(۳۱) عبدیاہ

کتاب ''عوبدیا'' (۲) نبی اسکا ایک باب ہے جسمیں ادوم کی تباہی کی خبر پیشینگوئی کے طور پر مذکور ہے۔

(۳۲) یوناہ

کتاب ''یونس'' (۳) جسکو کتاب ''یونان'' اور کتاب ''یونہ'' بھی کہتے ہیں اسکے چار

---

(۱) اسکا نام اردو کی طرح انگریزی میں بھی Amos ہے۔ عاموس کے متعلق انکی اس کتاب کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معلومات نہیں اس سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ وہ تقوع شہر {Teko,a} کے باشندہ تھے۔ بھیڑیں چراتے اور گولر کا پھل بٹورا کرتے تھے۔ (قاموس الکتاب ص ۶۲۲' عہد عتیق کا تاریخی سفر ص ۵۵۸ محولہ بالا' ہماری کتب مقدسہ ص ۳۳۰)

(۲) اسکا نام ''عبدیاہ''' ''عوبدیا'' اور انگریزی میں Obadiah ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا صحیفہ ہے جو صرف اکیس آیات پر مشتمل ہے جس میں عبدیاہ کا خواب مذکور ہے۔ مصنف کے متعلق نام کے علاوہ کچھ معلوم نہیں (عہد عتیق کا تاریخی سفر ص ۵۸۸ محولہ بالا' قاموس الکتاب ص ۶۲۶)

(۳) اسکا نام اردو میں ''یونس'' اور ''یوناہ'' ہے انگریزی میں Jonah ہے۔ مصنفِ کتاب کے متعلق اس طرح آیا ہے ''کتاب میں سے مصنف کے متعلق کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ یہ یوناہ کی اپنی تصنیف بھی ہوسکتی ہے لیکن کتاب میں کہیں بھی صیغہ متکلم کا استعمال نہیں ہوا'' (قاموس الکتاب ص ۱۱۸۲) تاہم اسے حضرت یونس علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جو مشہور پیغمبر ہیں۔ صحیفہ میں انکا مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا واقعہ بتایا گیا ہے۔

ابواب ہیں اور اسمیں حضرت یونسؑ کا قصہ مذکور ہے۔

(۳۳) میکاہ

کتاب ''میخا''(۱) یہ سات ابواب پر مشتمل ہے کہ جسمیں پیشینگوئی کے طور پر اہل سمریہ ویروشلیم کا سزا پانا اور بنی اسرائیل کو زجر و وعظ مذکور ہے۔

(۳۴) ناحوم

کتاب ''ناحوم'' (۲) یہ تین ابواب پر مشتمل ہے اسمیں پیشینگوئی کے طور پر نینوا کی تباہی کی خبر مذکور ہے۔

(۳۵) حبقوق

کتاب ''حبقوق'' (۳) یہ تین ابواب پر مشتمل ہے جسمیں پیشینگوئی کے طور پر کلدانیوں کے تسلط کی خبر اور ان کی دعا و مناجات مذکور ہے۔

---

(۱) اسے اردو میں ''میکا'' ''میکاہ'' اور انگریزی میں Micah کہا گیا ہے اسے میکاہ موشتی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور انکے نبی ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

(۲) اسے ''نحوم'' ''ناحوم'' اور انگریزی میں Nahum کہتے ہیں۔ بائبل کے بقول یہ نبی ہیں تاہم انکے تعارف کے متعلق لکھا ہے ''ناحوم اور اسکے شہر القدس کے متعلق ہمیں کچھ علم نہیں سوائے اسکے جو اسکے نام کی کتاب میں درج ہے (قاموس الکتاب ص ۹۹۵' ہماری کتب مقدسہ مصنفہ جی۔ٹی۔ مینلی ص ۳۴۱ محولہ سابقہ)

(۳) اسے انگریزی میں Habakkuk کہا گیا ہے۔ یہ بھی بائبل کے بقول نبی ہیں مگر انکے تعارف کے متعلق لکھا ہے ''حبقوق نبی کے متعلق معلومات اتنی محدود ہیں کہ اسکے متعلق جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ محض داخلی شہادت یا ظن و تخمین پر مبنی ہے'' (قاموس الکتاب ص ۳۱۸)

(۳۶)صفنیاہ

کتاب ’’صفونیا‘‘(۱) نبی بن کوسی یہ تین ابواب پر مشتمل ہے جسمیں پیشینگوئی کے طور پر بنی اسرائیل ،فلستیوں ، بنی موآب والوں پر مصیبت کی خبر اور بنی اسرائیل کو اسیری کے بعد نجات کی بشارت مندرج ہے۔

(۳۷)حجّی

کتاب ’’حجی‘‘ (۲) نبی اسکے دو ابواب ہیں اور اسمیں حجّی نے وحی الٰہی کے مطابق دارا بادشاہ بابل کی تخت نشینی کے سالِ دوم میں سلطنت یہوداہ کے حاکم اور کاہن بزرگ کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم پہنچایا اور ان دونوں نے اطاعت کی۔

(۳۸)زکریاہ

کتاب ’’زکریا‘‘ (۳) نبی یہ چودہ ابواب پر مشتمل ہے جسمیں پیشینگوئی کے طور پر یروشلیم کے دوبارہ آباد ہونے کے بارے میں اور دیگر وقائع جو اُنکے زمانے میں آئندہ وقوع پذیر ہونگے مذکور ہیں۔

---

(۱) اردو میں ’’صفنیاہ‘‘ ’’صفونیا‘‘ اور انگریزی میں Zephaniah انکا نسب صفنیاہ بن کوشی بن جدلیاہ بن امریاہ بن حزقیاہ بتایا گیا ہے۔

(۲) اردو میں ’’حجی‘‘ ’’حجائی‘‘ اور انگریزی میں Hajjai۔ انکو بھی نبی بتایا جاتا ہے مگر نام کے سوا ذاتی زندگی کے متعلق کچھ معلوم نہیں (ہماری کتب مقدسہ ص ۳۴۵ مصنفہ پادری جی۔ٹی۔ مینلی ومعاونین)

(۳) اردو میں ’’زکریاہ‘‘ اور انگریزی Zechariah۔ اِن سے مراد وہ حضرت زکریا علیہ السلام نہیں جنکا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے قرآن مجید سے ملتا جلتا واقعہ لوقا باب اسمیں دوسرے زکریا کے حوالے سے مذکور ہے۔

(۳۹) ملاکی

کتاب ”ملاخیا“ (۱) نبی یہ چار ابواب پر مشتمل ہے جسمیں بنی اسرائیل اور کاہنوں کو وعظ ونصیحت وزجر مذکور ہے اور چوتھے باب میں اللہ تعالیٰ کا قول اس طرح مذکور ہے ”دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کوتمہارے پاس بھیجونگا اور وہ باپ کا دل بیٹے کی طرف اور بیٹے کا دل باپ کی طرف مائل کریگا۔ مبادا میں آؤں اور زمین کوملعون کروں“ انتہٰی ۔ یہ کتاب کتب عہد عتیق میں سے آخری کتاب ہے اوران کتب کا عہد عتیق نام رکھنے کی وجہ تسمیہ مسیحیوں کی ایک اصطلاح ہے چونکہ ان کتب کا وجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے تھا اس لئے انکو ”عتیق“ کہتے ہیں جو بمعنی دیرینہ وقدیم کے ہے اور یہود ونصاریٰ انکو تسلیم کرنے پر متفق ہیں اور دونوں فرقے کہتے ہیں کہ ملاخیا کے بعد ایلیاہ اور مسیح کا آنا ضروری ہے لیکن نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ دونوں آگئے ہیں ایلیاہ سے مراد حضرت یحیٰی علیہ السلام اور مسیح سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہود اس بات کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان دونوں پیغمبرانِ موعود سے مراد یہ حضرات نہیں ہیں جیسا کہ اس مقدمہ کے فائدہ دوم کے ذیل میں امر دوم کے بیان میں آپ جان لیں گے۔

عہد عتیق سارا کا سارا کلام خداوندی نہیں ہے بلکہ توریت میں اُسی قدر کلام کو کلام خداوندی کہیں گے جو اس طرح کے الفاظ کے ساتھ واقع ہوجائے کہ ”خدا نے موسیٰ سے فرمایا“ یا اس کو مخاطب کیا“ یا خداوند موسیٰ سے اس طرح فرماتا ہے“ اور اس جیسا دیگر کلام

---

(۱) اردو میں ”ملاکی“ عربی میں ”ملاخی“ اور انگریزی میں Malachi ہے۔ انکے تعارف کے متعلق لکھا ہے ”ملاکی کا مطلب ”میرا پیغمبر“ ہے۔ مفسرین یقین سے دعویٰ نہیں کرسکتے کہ آیا یہ نبی کا اپنا اصلی نام تھا یا کسی نامعلوم مصنف کے بھیجے جانے کے مقصد کو دکھانے کیلئے محض ایک لقب ہے .... نبی کی شخصی زندگی کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے لیکن مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ انکی یہ کتاب خالص خدا کا کلام ہے“ (ہماری کتب مقدسہ ص ۳۵۱ مصنہ پادری جی۔ ٹی۔ مینلی ومعاونین)

کلامِ خداوندی ہے۔ دوسری کتب کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیئے اور مسیحی حضرات بھی اس بات پر اتفاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی کتاب کے آسمانی ہونے کیلئے یہ شرط نہیں کہ اسمیں درج کردہ تمام حالات نبی پر وحی ہوتے ہوں بلکہ اگر اس نبی نے ان حالات کو بذریعہ الہام یا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر' یا کسی سے سن کر لکھے ہوں تو ان پر کتب سماوی کا اطلاق ہوگا اور کتب عہد عتیق میں سے اگر کوئی کتاب کسی شخص کی طرف منسوب ہے تو یہ اسی شخص نے تصنیف کی ہے اور اگر وہ شخص نبی ہے تو اس کتاب پر کتاب سماوی کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے مثلاً پانچ کتابوں کا مجموعہ جو موسیٰ کی طرف منسوب ہے انکی تصنیف ہے اور آسمانی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے توریت کی کتاب پیدائش کو وحی سے نہیں لکھا بلکہ کتب سابقہ سے نقل کیا اور دیگر چار کتابوں میں بھی بعض بعض جملے مثلاً گنتی ۳۲:۴۱ اور استثناء ۳:۱۴ کی عبارات موسیٰ علیہ السلام کی عبارت سے الگ (ممتاز) اور خام (سطحی وکچی) معلوم ہوتی ہیں کسی اور نے زائد بڑھادی ہیں (۱) اور غالباً وہ شخص عزرا نبی ہے جیسا کہ انکی کتابِ عزرا باب نہم ودہم اور کتابِ نحمیاہ باب ہشتم سے معلوم ہوتا ہے اور یہ دعویٰ (۲) اس اعتبار سے بھی بے بنیاد ہے کہ کتاب راعوت اور اِستیر دو عورتوں کی طرف منسوب ہیں جنکا حال ان دونوں کتابوں کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ ان کتابوں کو انکی تصنیف نہیں کہتے بلکہ ظن وتخمین سے انکی طرف منسوب کرتے ہیں اسی طرح کتاب القضاۃ کی تصنیف کو بھی الگ الگ اشخاص کی طرف منسوب کرتے ہیں قطع نظر اس سے یہ دعوی بھی ظنی ہے اور تحقیق سے خالی ہے کیونکہ زمانہ سابقہ اور موجودہ دور میں تصنیف کا طریقہ جواب بھی جاری ہے یہ ہے کہ اگر مصنف خود اپنے حالات لکھتا ہے تو وہ مختلف جگہوں پر اپنے آپکو بطور متکلم ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت

(۱) تفصیل کیلئے دیکھئے ''اعجازِ عیسوی جدید ص ۸۷ مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

(۲) یعنی توریت کی کتب خمسہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کا دعویٰ۔

داؤد علیہ السلام زبور میں عزرا وحزقی ایل علیہ السلام اور اسی طرح نحمیاہ اپنی کتابوں میں اکثر اپنے آپکو بطور متکلم ذکر کرتے ہیں۔ یہ بات زبور اوران کتب کے ناظرین سے مخفی نہیں ہے اور توریت میں کسی جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپکو متکلم ذکر نہیں کیا بالخصوص استثناء کے چونتیسویں باب کی آیت پانچ سے آخر تک صاف گواہی دیتی ہیں کہ یہ کسی اور کا الحاق کردہ ہے وہ عبارت یہ ہے ''پس خداوند کے بندہ موسی نے خدا کے کہے کے موافق اخی موآب کے ملک میں وفات پائی اوراس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیتِ فغور کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اسکی قبر معلوم نہیں اور موسی اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اسکی آنکھ دھندلا نے پائی اور نہ اسکی طبعی قوت کم ہوئی اور بنی اسرائیل موسیٰ کیلئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے پھر موسیٰ کیلئے ماتم کرنے اور رونے پیٹنے کے دن ختم ہوئے اور نون کا بیٹا یشوع دانائی کی روح سے معمور تھا کیونکہ موسی نے اپنے ہاتھ اس پر رکھے تھے اور بنی اسرائیل اسکی بات مانتے رہے اور جیسا کہ خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا انہوں نے ویسا ہی کیا اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا اور اسکو خداوند نے ملکِ مصر میں فرعون اور اسکے سب خادموں اور اسکے سارے ملک کے سامنے سب نشانوں اور عجیب کاموں کے دکھانے کو بھیجا تھا یوں موسیٰ نے سب اسرائیلیوں کے سامنے زور آور ہاتھ اور بڑی ہیبت کے کام کر دکھائے'' انتہٰی

اوران بعض حضرات کا ان آیات کے الحاق کو عزرا نبی کی طرف منسوب کرنا بھی ظن سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ انکے صحیفہ سے یہ ثابت نہیں اور کتابِ عزرا کے باب نہم میں بنی اسرائیل کی ناشائستہ حرکات پر اظہارِ غم' اور اپنے گناہوں پر اعتراف کے علاوہ اور کچھ مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح دسویں باب میں بھی اس قسم کا کوئی مفہوم نہیں پایا جاتا اور نحمیاہ کے

باب ہشتم میں صرف یہی کچھ مذکور ہے کہ عزرا کاہن عورتوں اور مردوں کی سمجھ بوجھ رکھنے والی جماعت کے سامنے صبح سے لیکر ظہر تک لکڑی کے منبر پر کھڑے ہوکر توریت پڑھتے تھے اور بنی لاوی کے دیگر لوگوں نے توریت کا مضمون لوگوں کو سمجھایا۔ ان دو کتابوں کے ابواب سے کہاں انکا دعویٰ ثابت ہوتا ہے یہ دو مذکورہ آیات جو عزرا نبی کی طرف سے الحاق بتاتے ہیں اسکی خامی و عدم خامی کا علم عبرانی زبان پر موقوف ہے ترجمہ سے حاصل نہیں ہوتا اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا جاتا مگر چونکہ ان دونوں آیات میں یائیر بن منسّی کا اَرجوب کے تمام سرحد پر متصرف و با اختیار ہونا مذکور ہے اور یہ شخص یقیناً موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہے اس لحاظ سے ان دونوں آیتوں کا الحاق ہونا یقینی ہے۔ یہی حال صحیفہ یوشع کا ہے اسمیں بھی یوشع علیہ السلام نے خود کو متکلم کے صیغہ سے ذکر نہیں کیا بلکہ اس صحیفہ کے باب ۲۴ آیت ۲۹ کی عبارت الحاق ہونے کی صاف گواہی دیتی ہے اور وہ اسطرح ہے ”نون کا بیٹا یشوع ایک سو دس برس کا ہو کر رحلت کر گیا۔ اور انہوں نے اسی کی میراث کی حد پر تمنت سرح میں جو افرائیم کے کوہستانی ملک میں کوہِ جاعس کے شمال کی طرف کو ہے اسے دفن کیا اور اسرائیلی خداوند کی پرستش یشوع کے جیتے جی اور ان بزرگوں کے جیتے جی کرتے رہے جو یشوع کے بعد زندہ رہے اور خداوند کے سب کاموں سے جو اس نے اسرائیلیوں کیلئے کیے واقف تھے۔ اور انہوں نے یوسف کی ہڈیوں کو جن کو بنی اسرائیل مصر سے لے آئے تھے سکم میں اس زمین کے قطعہ میں دفن کیا ہے جسے یعقوب نے سکم کے باپ حمور کے بیٹوں سے چاندی کے سو سکّوں میں خریدا تھا اور وہ زمین بنی یوسف کی میراث ٹھہری اور ہارون کے بیٹے الیعزر نے رحلت کی اور انہوں نے اسے اسکے بیٹے فینحاس کی پہاڑی پر دفن کیا جو افرائیم کے کوہستانی ملک میں اسے دی گئی تھی“

اس سے پہلے آپ جان چکے ہیں کہ کتاب ا۔سموئیل کے پچیسویں باب کی پہلی آیت میں حضرت سموئیل علیہ السلام کی وفات کا حال مذکور ہے اور اس زمانے میں ساؤل زندہ تھا

۔پس کتاب سموئیل اول کے پہلے سات باب میں انکی وفات کے بعد کے حالات اور ساؤل بادشاہ کا جنگ فلستیاں میں قتل ہونے کا ذکر ہے اسی طرح سموئیل دوم کی پوری کتاب جس میں ساؤل بادشاہ کے خاندان کی سلطنت کے زوال کا حال اور داؤد علیہ السلام کے عہد سلطنت کا حال مذکور ہے یہ سموئیل کی تصنیف میں سے نہ ہونگے۔نیز حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا انکا زمانہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے ہے یا اسکے بعد بعض کہتے ہیں یہ عیسوبن اسحاق کے نواسے یا پوتے ہیں اور بائبل کے دوسرے شارحین نے لکھا ہے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے پہلے ہیں اور حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان زمانہ فترت میں لوگوں کوتبلیغ کرتے تھے۔زبورِ داؤد علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ زبور ۷۳ سے لیکر زبور ۸۳ تک انکی تصنیف نہیں ہے بلکہ ظنی طور پر اسکی نسبت آصف بن برخیا وزیر سلیمان علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں اور امثال سلیمان کے بارے میں تو آپ جان چکے ہیں کہ بیسویں باب سے انتیسویں باب تک سلیمان علیہ السلام کی وفات کے تقریباً دو سوسال کا عرصہ گزرنے کے بعد حزقیاہ بادشاہ یہوداہ کے ملازمین نے جمع کیا ہے اور اس کتاب کے تیسویں اور اکتیسویں باب میں جو باتیں منقول ہیں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ارشادات نہیں ہیں تو تصنیف کا تو ذکر ہی کیا بلکہ وہ دیگر لوگوں کے اقوال اور صحیفہ یرمیا کے باب ۵۲ کے متعلق تو آپ اس صحیفہ کے متعلقہ احوال کے ذیل میں جان چکے ہیں۔پس مسیحیوں کا دعویٰ یقیناً درست نہیں ہے بلکہ اکثر کتابیں جو انبیاء کی طرف منسوب ہیں ان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان انبیاء کرام کے سوا دیگر لوگوں نے ان کتابوں کوتصنیف کیا ہے اور انہوں نے ان انبیاء کے ارشادات وحالات کو اپنی باتوں کیساتھ ملا دیا ہے جیسا کہ ہمارے مذہب میں سیرت کی کتابیں ہیں مثلاً مدارج النبوۃ وغیرہ اور فرق صرف اتنا ہے کہ اہل اسلام کو ان کتب سیرت میں کلام نبی وکلام غیر نبی میں امتیاز وفرق بخوبی حاصل ہے اور مسیحی علماء کے پاس اس حوالے سے اوہام وظنون کے علاوہ اور کوئی پونجی نہیں ہے۔

کُتبِ عہدِ جدید کا تعارف

عہد جدید سے مراد انجیلِ متی (۱) ہے جو ۲۸ ابواب پر مشتمل ہے دوسری انجیلِ مرقس (۲) ہے جس کے ۱۶ ابواب ہیں اور تیسری انجیلِ لوقا (۳) ہے جو ۲۴ ابواب پر مشتمل ہے اور چوتھی انجیلِ یوحنا (۴) ہے جو ۲۱ ابواب پر مشتمل ہے ان اناجیلِ اربعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام

---

(۱) متی {Matthew} حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے ایک ہیں ٹیکس جمع کرتے تھے (متی ۹:۹) انہوں نے اپنی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب نامہ سے لیکر رفع آسمانی تک کے واقعات ذکر کیے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات، امثال پیشینگوئیوں اور احکام کا بھی تذکرہ ہے کل ۲۸ ابواب ہیں۔

(۲) مرقس {Mark} کے متعلق کتاب سے کچھ معلوم نہیں ہوتا روایت کے مطابق یہ پطرس کے شاگرد ہیں (قاموس الکتاب ص ۸۹۹) یہ انجیل سب سے مختصر ہے اس انجیل کا آخری حصہ یعنی باب ۱۶ کی آخری بارہ آیات کو بعد کا اضافہ ثابت کیا جاتا ہے چنانچہ انگریزی بائبل کے نیو انٹرنیشنل ورژن میں لکھا ہے۔

(The earliest manuscripts and some other ancient witnesses do not have Mark 16:9-20) (N.I.V.Bible P.722)

''قدیم مخطوطات اور کچھ پرانے نوشتوں (نسخوں) میں مرقس باب ۱۶ کی آیت ۹ تا ۲۰ موجود نہیں''

عربی بائبل (الکتاب المقدس) مطبوعہ لبنان ۱۹۹۵ء کے مترجمین حاشیہ میں لکھتے ہیں

''ماجاء فی الآیات ۹ الی ۲۰ لا یرد فی اقدم المخطوطات'' (ص ۸۶)

(۳) لوقا {Luke} اطالیہ میں طبیب تھے۔ پہلے صابی تھے پھر عیسائی ہوئے۔ یہ انجیل اور ''رسولوں کے اعمال'' انکی تصنیف بتائے جاتے ہیں۔ انجیل لوقا کے مصنفین میں کم از کم سات آدمیوں کے نام لیے جاتے ہیں (بائبل کا تحقیقی جائزہ۔ ص ۸۔ مصنفہ بشیر احمد۔ مطبوعہ اسلامک سٹڈی فورم پوسٹ بکس ۹۳۹ راولپنڈی۔ سن طباعت ۲۰۰۳ء)

(۴) یوحنا {John} پیشہ کے لحاظ سے مچھیرا تھے۔ ایک انجیل اور تین خطوط تصنیف کیے۔ خطوطِ یوحنا کے بارے میں مختلف آراء ہیں اس انجیل کے بعض اجزاء کو بعد کے اضافات بتایا جاتا ہے (حوالہ بالا)

کے رفعِ آسمان تک کے احوال مذکور ہیں اور ان چاروں کی تحریر میں جو اختلافات واقع ہو ئے ہیں عنقریب اس مقدمہ کے دوسرے فائدہ میں آپ جان لیں گے اور ’’رسولوں کے اعمال‘‘ جس کے ۲۸ باب ہیں جس میں حواریوں کے احوال لکھے ہوئے ہیں اور پولوس کا رومیوں کے نام خط ہے جس کے ۱۶ ابواب ہیں اور اس کا کرنتھیوں کے نام پہلا خط ہے جس کے ۱۶ ابواب ہیں پھر اس کا کرنتھیوں کے نام دوسرا خط ہے جسکے ۱۳ ابواب ہیں اور اس کا گلتیوں (غلاطیوں) کے نام خط ہے جسکے ۶ ابواب ہیں اور اسکا خط افسیوں کے نام ہے جو ۶ ابواب پر مشتمل ہے اور اسکا خط فلپیوں کے نام جو ۴ ابواب پر مشتمل ہے اور اسکا خط کُلُسّیوں کے نام ہے اسکے بھی ۴ ابواب ہیں اور اسکے بعد پولوس کا پہلا خط تھسلینکیوں کے نام ہے جو ۵ ابواب پر مشتمل ہے اور اسکا دوسرا خط بھی انہی لوگوں کے نام ہے جو ۳ ابواب پر مشتمل ہے۔ اسکے بعد انکا پہلا خط تیمُتھیس (تیموتاوس) کے نام ہے جو ۶ ابواب پر مشتمل ہے دوسرا خط بھی انہی کے نام ۴ ابواب پر مشتمل ہے اسکے بعد پولوس کا خط بنام طِطُس (طیطس) ہے جو ۳ ابواب پر مشتمل ہے اور اسکا خط فلیمون کے نام ہے جو ایک باب پر مشتمل ہے اور اسکا خط عبرانیوں کے نام ہے جو ۱۳ ابواب پر مشتمل ہے اور ایک خط یعقوب حواری کا ہے جو ۵ ابواب پر مشتمل ہے اور ایک خط پطرس حواری کا ہے جو ۵ ابواب پر مشتمل ہے اور اسی کا دوسرا خط ہے جو ۳ ابواب پر مشتمل ہے اسکے بعد یوحنا حواری کے تین خطوط ہیں جن میں پہلا ۵ ابواب پر اور دوسرا تیسرا ایک ایک باب پر مشتمل ہے اسکے بعد یہودا کا خط ہے جو ایک باب پر مشتمل ہے اور مکاشفہ یوحنا جو کہ ۲۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ یہاں پر عہد جدید ختم ہو جاتا ہے چونکہ عہد جدید کے تراجم اور نسخے بہت کثرت کے ساتھ پادریوں نے بڑے شہروں میں اور ہر کوچہ و بازار میں تقسیم کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے وہ ہر جگہ دستیاب ہیں لہٰذا اس بارے میں

طویل تشریح بیکار ہے(۱) البتہ چند دیگر ضروری باتیں لکھی جاتی ہیں۔

تاریخ عہدِ جدید

جاننا چاہیئے کہ عہد جدید مدارج النبوّۃ وغیرہ کتب حدیث وسیرت کی طرح ہے اور کلام الٰہی اسمیں صرف اسی قدر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام لوگوں کیلئے بطور مثال وتعلیم کے ہے۔ ان چار صحیفوں کی تصنیف کا زمانہ جو انجیلیوں نے لکھا ہے مختلف ہے اور اسکی تعیین میں علماء کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ مسٹر ہورن صاحب شرح انجیل مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں لکھتے ہیں کہ پہلا صحیفہ ۳۸ء یا ۴۱ء یا ۴۳ء یا ۴۸ء یا ۶۱ء یا ۶۲ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں لکھا گیا ہے۔ صحیفہ دوم ۶۰ء یا ۶۳ء میں تحریر ہوا اور تیسرا صحیفہ ۵۳ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں لکھا گیا ہے۔ چوتھا صحیفہ ۶۸ء یا ۶۹ء یا ۷۰ء یا ۹۷ء یا ۹۸ء میں لکھا گیا ہے۔ اناجیل والوں میں سے متی اور یوحنا تو حواری ہیں جب کہ لوقا ومرقس حواریوں کے تابعی ہیں۔ مرقس پطرس سے روایت کرتا ہے اور لوقا پولوس سے۔ جو کچھ احوال ان دونوں نے لکھے ہیں وہ سب سنے ہوئے ہیں دیکھے ہوئے نہیں اور مسیحی علماء کو اس سے انکار نہیں ہے۔ مشہور ہے کہ یوحنا نے لمبی عمر پائی اور سو سال کے تھے اور اس وقت سنہ عیسوی کے سو سال گزر گئے تھے کہ اس جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ کہا جاتا ہے کہ حوادث زمانہ میں مبتلا ہوئے ۹۵ء میں سلاطین نے انکو کسی جزیرہ میں مقید کردیا یوحنا نے ایام قید میں اپنے مشاہدات (مکاشفات) جو عہد جدید کی آخری کتاب ہے اس جگہ تحریر کی ۹۷ء میں اس قید سے رہائی پائی۔ بعض لوگوں کے مطابق اپنی انجیل کو رہائی کے بعد تصنیف کیا بہر حال پہلی تین اناجیل انکی انجیل سے پہلے تصنیف ہوئیں۔ ان میں سے متی حواری نے اپنی انجیل کو ملکِ یہودیہ

(۱) کتب عہدِ جدید کے مضامین، تاریخ، استناد کے حوالے سے تفصیل دیکھئے (اعجازِ عیسوی۔ مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ ص ۴۵۶۔ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

کے مسیحیوں کیلئے لکھا۔ مرقس تابعی نے رومیوں کیلئے اور لوقا تابعی نے تھیفلس جو معزز یونانی شخص تھے اور مسیحی مذہب کے پیروکار تھے ان کیلئے تحریر کیا ہے اور لوقا نے خود اپنی انجیل میں اسکی تصریح کی چنانچہ اپنے صحیفے کی ابتداء میں لکھتے ہیں ''چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں انکو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے انکو ہم تک پہنچایا۔ اس لیے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے انکو تیرے لیے ترتیب سے لکھوں تا کہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے انکی پختگی تجھے معلوم ہوجائے'' انتھٰی اور ''رسولوں کے اعمال'' کے شروع میں لکھا ہے ''اے تھیفلس! میں نے پہلا رسالہ ان سب باتوں کے بیان میں تصنیف کیا جو یسوع شروع میں کرتا اور سکھاتا رہا اس دن تک جسمیں وہ ان رسولوں کو جنہیں اس نے چنا تھا روح القدس کے وسیلے سے حکم دیکر اوپر اٹھایا گیا'' انتھٰی۔ پس یہ رسولوں کے اعمال بھی لوقا کی تصنیف ہے اور چونکہ ان چار اشخاص نے تعلیمات وحالاتِ جناب مسیح علیہ السلام کو قلمبند کیا اس لیے ان چار صحیفوں پر انجیل کا اطلاق ہوتا ہے پھر دوسری صدی کے بعد صحفِ اربعہ 'رسولوں کے اعمال' مکتوبات ومشاہدات پر انجیل کا اطلاق شروع ہوگیا اور آج تک اس مجموعہ پر انجیل کا اطلاق ہوتا ہے یہ لفظ اصلاً یونانی زبان میں ''انگیلیون'' (۱) تھا جو انجیل سے معرّب ہوگیا اسکا لغوی معنی ''بشارت وتعلیم کی باتیں'' ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالاتفاق عبرانی النسل تھے اپنے زمانے کی قوم کے مطابق عبرانی زبان رکھتے تھے چنانچہ مصلوب ہونے کے وقت بھی بلند آواز سے عبری زبان میں رائج اس کلمہ کو ''ایلی ایلی لما شبقتانی'' اے میرے خدا اے میرے

(۱) یونانی لفظ {Euangelion} ہے اسکا لفظی ترجمہ ہے ''خوشخبری'' یہ غالباً براستہ حبشہ (ایتھوپیا) عربی میں داخل ہوا چونکہ یمن میں حبش کی ایک مسیحی جماعت رہتی تھی۔

خدا تو نے کس وجہ سے مجھے چھوڑ دیا ہے'' زبان پر لائے۔ ظاہر یہی ہے کہ انکی تعلیمات بھی اسی زبان میں لکھی گئی ہونگی اور وہ اِس وقت تمام روئے زمین پر نہیں پائی جاتی اس بارے میں مسیحی علماء کا عذر یہ ہے آنجناب کے زمانے میں عبرانی اور آرامی زبان تھی جو عبرانی کے قریب ہے۔ اگر چہ یہ دونوں زبانیں تمام ملک یہودیہ میں رائج تھیں لیکن یونانی زبان بھی مستعمل تھی پس احتمال ہے کہ جس طرح مذکورہ مسیحی تعلیمات دو زبانوں میں ہوں اسی طرح یونانی زبان میں بھی ہوں۔ انجیلِ متی کے علاوہ تینوں اناجیل کے متعلق اعتقاد یہ ہے کہ یہ ابتدأ یونانی زبان میں لکھی گئیں اور انجیلِ متی میں اختلاف ہے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ صحیفہ پہلے عبرانی یا آرامی زبان میں تھا بعد میں یونانی میں ترجمہ ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ غالبًا یہ شروع سے یونانی زبان میں ہے۔ (۱) انجیلِ متی کا صحیفہ کسی جگہ بھی عبرانی یا آرامی زبان میں نہیں ملتا ظاہر قولِ اوّل ہے اسکی اغلاط بھی اسی پر محمول ہیں کہ شاید یہ فسادِ ترجمہ کا نتیجہ ہے کیونکہ کتبِ سماوی کے مترجمین کی ترجمہ میں یہ کیفیت محتاجِ بیان نہیں ہے۔ چونکہ یہ لوگ تمام حواریوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کا رسول بناتے ہیں پولوس اپنے بارے میں رسولِ مسیح ہونے کا دعوی کرتا ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ چونکہ اکثر کے نزدیک ذاتِ مسیح کا ذاتِ خدا کے ساتھ اتحاد ہے لہٰذا وہ ان حواریوں کو رسولِ خدا جانتے ہیں' انکے اقوال وافعال کو انبیاء کے اقوال وافعال کی طرح شمار کرتے ہیں' انکے کلام کو الہام قرار دیتے ہیں اور انکے مکتوبات ومشاہدات کو کتبِ سماوی کا درجہ دیتے ہیں جبکہ اہل اسلام اگر ان حواریوں پر رسولِ مسیح کا اطلاق کریں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (۲) لیکن ان میں سے کسی کو رسولِ خدا

---

(۱) تفصیل کیلئے دیکھئے (اعجازِ عیسوی مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ۔ ص ۴۵)

(۲) رسول کا لغوی معنی ''فرستادہ وسفیر'' کا ہے یعنی بھیجا ہوا اس معنی کے اعتبار سے حواریانِ مسیح پر رسول کا اطلاق ہوسکتا ہے کیونکہ انہوں نے انکو دعوت وتبلیغ کیلئے بھیجا تھا۔ اسی لغوی معنی کے اعتبار سے قرآنِ کریم میں حضرت جبریلِ امینؑ پر ''رسول'' کا اطلاق ہوا ہے (القرآن ۸۱:۱۹)

نہیں کہتے اور نہ انکا کلام وحی والہام ہے بلکہ انکی حیثیت احکامِ شریعت میں مجتہدین جیسی ہے چنانچہ آپ بابِ اول کی فصلِ سوم میں اعتراضِ اوّل کے جواب میں جان لیں گے انشاءُ اللہ العزیز

پولوس کی شخصیت

مسیحی حضرات پولوس کو حواریوں کے درجہ میں شمار کرتے ہیں اور یہ پولوس یہودی فرقہ بنیامین اور قومی اعتبار سے فریسیوں سے تعلق رکھتا تھا، مسیحی ہونے سے پہلے تعصب کی وجہ سے مسیحیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتا تھا جیسا کہ ''رسولوں کے اعمال'' میں اسکے احوال کی خوب صراحت ہے اور فلپیوں کے نام اپنے خط کے باب سوم میں اس طرح لکھتا ہے ''اسرائیل کی قوم اور بنیامین کے قبیلہ کا ہوں عبرانیوں کا عبرانی شریعت کے اعتبار سے فریسی ہوں جوش کے اعتبار سے کلیسا کا ستانے والا'' انتہیٰ (۱) پھر ۳۵ء میں توبہ کی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی سے پہلے انکی صحبت نہیں پائی مگر اسکے بعد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جب میں عازمِ دمشق تھا تو راستے میں دمشق کے نزدیک اور دوسری مرتبہ ہیکل میں جناب مسیح علیہ السلام کا حضور حاصل ہوا' دوسری مرتبہ میں آنجناب نے اسکو قبائل بعیدہ کی طرف رسول مبعوث کیا جیسا کہ رسولوں کے اعمال باب ۹' ۲۲' اور ۲۳ میں مندرج ہے (۲) اور مسیحی ہونے کے بعد مسیحیوں میں اپنا اعتماد پیدا کیا' اباحتِ عامہ کا فتویٰ دے دیا کہ ''پاک لوگوں کیلئے سب چیزیں پاک ہیں مگر گناہ آلودہ اور بے ایمان لوگوں کیلئے کچھ بھی پاک نہیں'' (۳) مسیحی حضرات

---

(۱) فلپیوں کے نام خط باب ۳ آیت ۵

(۲) چنانچہ لکھا ہے ''اُس نے مجھ سے کہا جا میں تجھے غیر قوموں کے پاس دور دور بھیجوں گا۔ (رسولوں کے اعمال ۲۱:۲۲)

(۳) ططس کے نام پولوس رسول کا خط باب ۱ آیت ۱۵

اسکو حواری قرار دیتے ہیں اور مفترض الطاعۃ شمار کرتے ہیں بلکہ وہ خود بھی حواریوں کے ہم مرتبہ ہونے کا دعویدار ہے چنانچہ کرنتھیوں کے نام اپنے دوسرے خط کے باب ۱۱ میں لکھتا ہے ''میں تو اپنے آپ کو ان افضل رسولوں سے کچھ کم نہیں سمجھتا'' (۱) اسی طرح دوسری جگہوں پر اپنے منہ سے اپنی تعریف وتوصیف کرتا ہے اور شریعتِ موسوی کے خلاف سخت وست کلمات زبان پر لاتا ہے جیسا کہ باب اول کی فصل اول میں اعتراضِ اول کے تحت معلوم ہوجائے گا۔ جب پولوس دوسری مرتبہ ۶۵ء میں روم آئے تو وہاں کے لوگوں نے انکو اس وجہ سے کہ وہ مسیحیت کی طرف دعوت دے رہے ہیں بذریعہ شمشیر قتل کردیا (۲) اسی سال پطرس حواری بھی درجہ شہادت پاگیا اوران دوبزرگوں کے قتل سے پہلے ۴۴ء میں یعقوب حواری کو ہیرودیس بادشاہ نے بذریعہ شمشیر قتل کردیا۔ چنانچہ یعقوب حواری کی شہادت کے حالات ''رسولوں کے اعمال'' باب ۱۲ میں مذکور ہیں۔ عہد عتیق وجدید کے بارے میں کچھ تفصیل لکھ دی گئی ہے اب اس مقدمہ کو چند فوائد پر ختم کیا جاتا ہے۔

فائدہ اوّل

چونکہ پادری صاحبان بزعم خود منبع کمالاتِ لامتناہی جناب رسالتِ پناہ ﷺ کی ذات' ارشادات اور کلام الٰہی قرآنِ مجید پر محض تعصب کی وجہ سے زبان درازی کرتے ہیں حالانکہ یہ باتیں اور مضامین بلکہ اس سے بھی زائد خود انکی کتب مقدسہ میں بھی موجود ہیں چنانچہ انشاء اللہ ہر اعتراض کے جواب میں اپنے موقعہ پر آپ سن لیں گے اور آپکو علمِ یقینی حاصل

(۱) کرنتھیوں کے نام پولوس رسول کا دوسرا خط باب ۱۱ آیت ۵
(۲) پولوس کے تفصیلی تعارف کیلئے ملاحظہ ہو۔
ا۔ عیسائیت کیا ہے؟ (مقدمہ بائبل سے قرآن تک) مصنفہ مولانا محمد تقی عثمانی۔ ص ۱۰۳۔ مطبوعہ ۲۰۰۲ء مکتبہ دارالعلوم کراچی

ہو جائے گا کہ اگر ان سطحی اعتراضات کے ذریعے مسیحی علماء نبوتِ محمدی ﷺ احادیث، کلام مجید کے ابطال کی کوشش کریں گے تو ان سے بدرجہ اولیٰ انبیاءِ بنی اسرائیل کی نبوت اور انکی کتبِ مقدسہ مسلمہ بھی باطل ہو جائیں گی۔ یہاں پر چند روایات بطور مشتے نمونہ از خروارے جو سر دست بندہ عاجز کے ذہن میں محفوظ ہیں نقل کی جاتی ہیں جبکہ تلاش کرنے والے کو ایسی بہت سی مثالیں عہد عتیق وجدید میں ڈھونڈنے سے مل جائیں گی تا کہ پادری صاحبان اس آیت وافی ہدایت کے مصداق ہو جائیں جو متی باب ۷ آیت ۳ میں درج میں ہے ''تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تُو اپنے بھائی سے کیوں کر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں۔ اے ریا کار! پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال، پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا'' انتہٰی تا کہ باشعور قارئین پر حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔

(۱) وعدہ الٰہی

پس جان لو کہ پیدائش باب ۲ آیت ۱۵ میں لکھا ہے ''اور خداوند خدا نے آدم کو لیکر باغ عدن میں رکھا کہ اسکی باغبانی اور نگہبانی کرے اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دیا اور کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل بے روک ٹوک کھا سکتا ہے لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت کا کبھی نہ کھانا کیونکہ جس روز تو نے اسمیں سے کھایا تو مرا'' انتہٰی پس خدا تعالیٰ نے صاف فرمایا تھا کہ جس روز تو نے کھایا اسی دن مر جائیگا حالانکہ آدم و حوا نے کھایا اور نہیں مرے پس وہ وعدہ کہاں گیا۔

۱۔ عیسائیت تجزیہ و مطالعہ۔ مصنفہ پروفیسر ساجد میر۔ ص ۴۴۔ مطبوعہ دار السلام لاہور

(۲) اندیشہء خداوندی

پیدائش باب ۳ آیت ۲۲ سے ۲۴ تک مذکور ہے ’’اور خداوند خدا نے کہا دیکھو انسان نیک وبد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا اب کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنا ہاتھ بڑھائے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ لیکر کھائے اور ہمیشہ جیتا رہے اس لئے خداوند خدا نے اسکو باغ عدن سے باہر کردیا.........اور باغ عدن کے مشرق کی طرف کروبیوں کو اور چوگرد گھومنے والی شعلہ زن تلوار کو رکھا کہ وہ زندگی کے درخت کی راہ کی حفاظت کریں‘‘ انتہی ملخصاً۔ یہ قول کہ ’’ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا‘‘ تعددِ الٰہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ سبحان اللہ! آدم کا صرف معرفت کے درخت کو کھا لینے سے اللہ تعالیٰ کے علم کی طرح علم حاصل ہوگیا اب اللہ تعالیٰ کو اس بات کا اندیشہ ہوگیا کہ ایسا نہ ہو کہ درختِ حیات میں سے بھی کھا کر ہماری طرح ابدی ہوجائے اور خدائے علیم و لایزال بن بیٹھے۔

(۳) خدا تعالیٰ کا ملول ہونا (نعوذ باللہ)

پیدائش باب ۶ آیت ۶ میں مذکور ہے کہ ’’تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین پر سے مٹا ڈالوں گا انسان سے لیکر حیوان اور رینگنے والے جاندار اور ہوا کے پرندوں تک کیونکہ میں انکے بنانے سے ملول ہوں‘‘ انتہٰی

۱۔ قاموس الکتاب۔ مصنفہ ایف۔ ایس۔ خیر اللہ۔ ص ۱۹۹۔ مطبوعہ مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ لاہور۔ سن طباعت ۲۰۰۱ء بار ہفتم

(۴) خدا تعالیٰ کا پچھتانا (نعوذ باللہ)

بادشاہِ یہودا کی فوج کے سرداروں کو جو بادشاہ بابل کے ڈر سے مصر جانے کا ارادہ رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے وہاں جانے سے ممانعت کا حکم یرمیا کی معرفت دیا جو کتاب یرمیا باب ۴۲ آیت ۱۰ میں اس طرح لکھا ہے۔ ''اگر تم اِس ملک میں ٹھہرے رہو تو میں تم کو اُستوار کروں گا اور نہیں ڈھاؤں گا اور میں تم کو لگاؤں گا اور نہیں اُکھاڑوں گا۔ کیونکہ میں اُس بدی سے جو میں نے تم سے کی پچھتا رہا ہوں'' انتہیٰ۔ غور کیجئے! ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کیے ہوئے کام پر نادم و پشیمان ہو جاتا ہے اور انصاف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اولادِ آدم کے گناہوں کے سبب حیوانات' حشرات اور پرندوں کو بھی جو کہ بے گناہ ہیں مٹا ڈالتا ہے۔

(۵) انسان کے ایامِ عمر

اسی طرح پیدائش باب ۶ آیت ۳ میں لکھا ہے ''اور خداوند نے کہا۔ کہ میری روح انسان میں ہمیشہ نہ رہیگی کیونکہ وہ جسم ہے۔ اور اس کے ایام ایک سو بیس برس تک ہونگے'' حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کے بعد لوگوں کی عمریں چار سو سال یا پانچ سو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوئی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۷۵ سال اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر ۱۳۷ سال تھی اور آجکل لوگوں کی عمریں بمشکل ستر سال کو پہنچتی ہیں۔

(۶) حضرت نوحؑ کا شراب پینا (نعوذ باللہ)

پیدائش باب ۹ آیت ۲۱ میں لکھا ہے کہ ''اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اور اس نے اسکی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ

ہو گیا' پس پاکیزگی جو شرطِ نبوت ہے کہاں باقی رہی۔(۱)

(۷) خدا کا نیچے اترنا (نعوذ باللہ)

جب لوگوں نے بابل کی سرزمین پر عظیم برج اور وسیع شہر آباد کیا تو اسکے بارے میں پیدائش باب ۱۱ آیت ۵ میں لکھا ہے "اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کو اترا۔ اور خداوند نے کہا دیکھو یہ لوگ سب ایک ہیں اور ان سبھوں کی ایک ہی زبان ہے۔ وہ جو یہ کرنے لگے ہیں تو اب کچھ بھی جسکا وہ ارادہ کریں ان سے باقی نہ چھوٹے گا۔ سو آؤ ہم وہاں جا کر انکی زبان میں اختلاف ڈالیں تاکہ وہ ایک دوسرے کی بات سمجھ نہ سکیں" انتھٰی

س عبارت سے اللہ تعالیٰ کا لاعلم ہونا' صاحب مکان ہونا اور بنی آدم سے اندیشہ کرنا مفہوم ہوتا ہے۔ مشاہدہ کرنے کیلئے اوپر سے نیچے آئے، مشاہدہ کیا اور انکی زبانوں میں اختلاف ڈالا۔

اسی طرح پیدائش باب ۱۲ آیت ۱۱ میں لکھا ہے "اور ایسا ہوا کہ جب وہ مصر میں داخل ہونے کو تھا تو اس نے اپنی بیوی سارَی سے کہا دیکھ میں جانتا ہوں کہ تو دیکھنے میں خوبصورت عورت ہے اور یوں ہوگا کہ مصری تجھے دیکھ کر کہیں گے یہ اسکی بیوی ہے سو وہ مجھے تو مار ڈالینگے

(۱) پیدائش باب ۶ آیت ۹ میں ہے "نوح مرد راستباز اور اپنے زمانے کے لوگوں میں بے عیب تھا اور نوح خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا" پھر انکی راستبازی' صدق وکمال کا نمونہ یہ دکھایا گیا ہے۔ غور فرمائیے! زمانے کے لوگوں میں بے عیب اور خدا کے ساتھ ساتھ چلنے والی شخصیت کی عظمت کردار کا یہ عالم ہے کہ وہ تاریخ انسانی کا پہلا "شرابی" ثابت ہوتا ہے اور شراب کی مستی میں بالکل برہنہ بے لباس تک ہو جاتا ہے نعوذ باللہ طرہ یہ کہ واقعہ انتہائی مستند ہے کیونکہ اسکی تصنیف کا سہرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سر باندھا گیا ہے۔ نعوذ باللہ دوسری جانب قرآنِ کریم کو دیکھئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس جلیل القدر پیغمبر کی عظمتِ شان کو کس طرح بیان کرتا ہے۔ وللتفصیل مقام آخر

مگر تجھے زندہ رکھ لینگے۔ سوتو یہ کہہ دینا کہ میں اسکی بہن ہوں'' انتہیٰ۔ اسی طرح پیدائش باب ۲۰ آیت ۱ میں لکھا ہے ''اور ابراہام وہاں سے جنوب کے ملک کی طرف چلا اور قادس اور شور کے درمیان ٹھہرا اور جرار میں قیام کیا۔ اور ابراہام نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے'' انتہیٰ (۱)

دیکھنا چاہیئے کہ ان عبارات کے مطابق ایک جگہ ابوالانبیاء اپنی زوجہ کو جھوٹ بولنے کی تعلیم دیتے ہیں اور دوسری جگہ اپنی مبارک زبان کو جھوٹ پر کھولتے ہیں۔

(۹) حضرت لوط علیہ السلام کا زنا کرنا (نعوذ باللہ)

پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۱ میں حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کے بارے میں اس طرح لکھا ہے کہ ''تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تا کہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ آؤ آج رات بھی اسکو مے پلائیں اور تُو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات بھی

(۱) مزید آگے لکھا ہے ''جب ابرام مصر میں آیا تو مصریوں نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے۔ اور فرعون کے امراء نے اسے دیکھ کر فرعون کے حضور میں اسکی تعریف کی اور وہ عورت فرعون کے گھر میں پہنچائی گئی۔ اور اس نے اسکی خاطر ابرام پر احسان کیا اور بھیڑ بکریاں اور گائے بیل اور گدھے اور غلام اور لونڈیاں اور گدھیاں اور اونٹ اسکے پاس ہو گئے'' (پیدائش ۱۲:۱۴تا۱۶) غور فرمائیے! کیا ایک بہادر، غیور، اولوالعزم پیغمبر اپنی بیوی کی عزت کے عوض اس طرح کی مادی چیزیں بخوشی قبول کر سکتا ہے؟

انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ سو لُوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں'' انتٰہی

غور کرنا چاہیئے کہ ''زمین پر کوئی مرد نہیں'' کتنا صریح جھوٹ ہے حالانکہ قوم لوط علیہ السلام کے علاوہ سب لوگ سلامت تھے بلکہ انکے والد کے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی عظمتِ شان سے یہ دونوں لڑکیاں بخوبی واقف تھیں انکے متعلقین سینکڑوں موجود تھے۔ شہوت پرستی کے جذبات دیکھئے کہ انہوں نے کس طرح اس حاجت کو پورا کرنے کیلئے اپنے والد حقیقی کو تجویز کیا اور تعجب کی بات ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پہلی رات کے گزرنے کے بعد شراب میں مدہوش ہونے سے رات کی کسی بات کا خیال نہیں آیا کہ دوسرے روز بھی اسی گناہ میں مبتلا ہو گئے اور ان دو راتوں کی غفلت کے بعد حمل کے ظاہر ہونے یا ولادت پر دونوں بیٹیوں کو کوئی سزا نہیں دی۔ (۱)

---

(۱) اِس واقعہ پر چند اور باتیں بھی قابلِ غور ہیں:۔

پہلی بات یہ ہے کہ اِسی باب کی آیت ۱۶ میں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے ان بیٹیوں کا ہاتھ پکڑا اور شہر سے باہر نکالا۔ پھر انکے سامنے یہ بستی عذابِ الٰہی کا شکار ہوئی اور آسمان سے آگ برسائی گئی۔ ایک راستباز پیغمبر کی بیٹیاں جو اپنے سامنے نافرمانوں کے برے انجام کا مشاہدہ کریں پھر جلدی ہی ایسے سنگین گناہ میں مبتلا ہو جائیں یہ عقلی اعتبار سے کہاں تک قرینِ قیاس ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اِسی باب کی آیت ۳۰ سے پتہ چلتا ہے کہ سدوم اور عمورہ کی تباہی کے بعد حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں کے ہمراہ ''صغر'' کے ایک غار میں رہنے لگے سوال یہ ہے کہ انہوں نے پلانے کیلئے مے کہاں سے حاصل کی کیونکہ اس دور میں شراب موجودہ دور کی طرح بوتلوں میں نہیں بلکہ مٹکوں اور مرتبانوں میں محفوظ کی جاتی تھی اور سدوم سے نکلتے وقت انکی یہ پوزیشن نہ تھی کہ وہ مے کے مٹکے اٹھائے پھرتے تو پھر شراب کہاں سے آئی؟

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

(۱۰) حضرت اسحاقؑ کی محبت اور جھوٹ بولنا (نعوذ باللہ)

پیدائش باب ۲۴ آیت ۶۷ میں لکھا ہے ” اور اضحاق ربقہ کو اپنی ماں سارہ کے ڈیر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:...... تیسری بات یہ ہے کہ اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے دونوں راتوں کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ ”پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی“ یعنی حضرت لوط علیہ السلام نعوذ باللہ شراب کے نشہ میں اس قدر بے ہوش تھے کہ انہیں کسی بات کا علم تک نہ ہوا حتیٰ کہ دوسرے روز بھی اسی گناہ میں مبتلا ہو گئے۔ یہ چیز جنسی کارکردگی کی تھیوری کے سراسر خلاف ہے کیونکہ نشے کی حالت اگر اس حد تک ہو کہ ہوش و حواس قائم نہ رہیں تو اعضاء مضمحل ہو جاتے ہیں' اعصاب بالکل ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور اس حالت میں انسان یہ فعل بالکل نہیں کر سکتا جدید میڈیکل سائنس کا اس پر اتفاق ہے۔ ہاں اگر وہ بے ہوش نہ ہو صرف نشہ کی حالت ہو تو اس صورت میں مفعول کی پوری پوری پہچان ہوتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بلا کے شراب نوش بھی حالتِ نشہ میں ماں' بہن اور بیوی میں تمیز کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ آیت ۳۴ کے مطابق بڑی بہن چھوٹی بہن سے کہتی ہے کہ ”تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں“ سوال یہ ہے کہ بڑی لڑکی کو ایک ہی صحبت سے چوبیس گھنٹوں میں کیسے پتہ چل گیا کہ وہ حاملہ ہے۔ حمل کے قرار پانے کا یقینی علم ایامِ حیض پر ہوتا ہے اگر ماہواری آ گئی تو حمل نہیں ہے اور اگر ماہواری نہ آئی تو حمل کا یقین ہو گیا پھر ماہواری (Menses) کے ایام بھی آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں۔ آج کے ترقی یافتہ دور کے جدید میڈیکل آلات بھی چوبیس گھنٹوں کے بعد ایسی کوئی رپورٹ نہیں دے سکتے۔ اس لڑکی کو ایک ہی رات کے بعد کیسے معلوم ہو گیا کہ اس سے باپ کی نسل باقی رہ گئی ہے پھر حیا سوزی کی انتہاء دیکھئے کہ وہ چھوٹی بہن کو بھی یہی مشورہ دیتی ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جو لوگ نبوت کے معصوم مرتبہ سے واقف ہیں وہ قطعاً اس واقعہ پر یقین نہیں کر سکتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نبی ہونے کی حیثیت سے عزیزِ مصر کی بیوی سے بچ نکلتے ہیں اور ذرا گناہ سے آلودہ نہیں ہوتے تو حضرت لوطؑ اپنی بیٹیوں کیساتھ ایسی کوئی بے ہودہ حرکت کیسے کر سکتے ہیں؟ بعض مسیحی علماء کا یہ کہنا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام پیغمبر نہ تھے اس لئے ان سے یہ کوئی بعید نہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ عذر انتہائی نامعقول ہے کیونکہ بائبل کی روشنی میں دیگر اولوالعزم پیغمبروں اور مسلّم رسولوں کا کردار بھی زیادہ بلند نظر نہیں آتا ہے۔ دوم یہ کہ بائبل سے انکا نبی ہونا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ بائبل کی تاریخ میں غیر نبی کی نافرمانی کرنے پر کسی قوم پر اتنا سخت عذاب نہیں آیا۔ سوم یہ کہ ”پطرس رسول“ کے الہامی ارشاد کے مطابق وہ مرد راستباز کامل وصالح تھے (۲۔ پطرس ۲:۷) ہمارے زمانے کا فاسق ترین عیسائی یا یہودی بھی ایسی حرکت نہیں کرتا تو حضرت لوط علیہ السلام جیسے مردِ صالح سے اسکا تصور کیسے ممکن ہے۔ یاد رہے کہ مسیحیت کا اعتقاد ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ ہے ہم نہیں سوچ سکتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نے روح القدس کی راہنمائی سے سرشار ہو کر ایسا فحش واقعہ سپردِ قلم فرمایا ہو' آخر اس میں نوعِ انسانی کی ”ہدایت“ کا کون سا پہلو ہے؟

ے میں لے گیا۔ تب اس نے رِبقہ سے بیاہ کرلیا اور اس سے محبت کی اور اضحاق نے اپنی ماں کے مرنے کے بعد تسلی پائی'' انتہی

پیدائش باب ۲۶ آیت ۶، ۷ میں ہے'' پس اضحاق جرار میں رہنے لگا۔ اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اسکی بیوی کی بابت پوچھا۔ اس نے کہا وہ میری بہن ہے'' انتہی

غور کیجئے! اس طرح عورت سے محبت کرنا کہ والدہ کا غم بھی نہ رہے اور اس طرح کا جھوٹ بولنا جیسا کہ انکے والد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک جرار میں اپنی زوجہ کے متعلق اپنی زبان مبارک سے کہا تھا یہ کس قسم کا جھوٹ ہے۔

(۱۱) حضرت یعقوبؑ کا جھوٹ بولنا (نعوذ باللہ)

پیدائش باب ۲۷ میں ہے'' جب اضحاق ضعیف ہوگیا..... تو اس نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو بلایا اور کہا اے میرے بیٹے .... دیکھ میں ضعیف ہوگیا اور مجھے اپنی موت کا دن معلوم نہیں سو اب تو ذرا ہتھیار لیکر جنگل کو نکل جا اور میرے لئے شکار مار لا اور حسبِ پسند لذیذ کھانا میرے لیے تیار کرکے میرے آگے لے آ تاکہ میں کھاؤں اور اپنے مرنے سے پہلے دل سے تجھے دعا دوں اور اضحاق اپنے بیٹے عیسو سے باتیں کررہا تھا تو ربقہ سن رہی تھی تو عیسو جنگل کو نکل گیا کہ شکار مار کر لائے تب ربقہ نے اپنے بیٹے یعقوب سے کہا جاؤ اور ریوڑ سے بکری کے دو اچھے اچھے بچے مجھے لادے اور میں انکو لیکر تیرے باپ کیلئے حسبِ پسند لذیذ کھانا تیار کردونگی اور تو اسے اپنے باپ کے آگے لے جانا تاکہ وہ کھائے اور اپنے مرنے سے پیشتر تجھے دعا دے .... تب وہ گیا اور انکو لاکر اپنی ماں کو دیا اور اسکی ماں نے اسکے باپ کی حسب پسند لذیذ کھانا تیار کیا اور ربقہ نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کے نفیس لباس جو اسکے پاس گھر میں تھے لے کر انکو اپنے چھوٹے بیٹے یعقوب کو پہنایا اور بکری کے بچوں کی

کھالیں اسکے ہاتھوں اور اسکی گردن پر جہاں بال نہ تھے لپیٹ دی اور وہ لذیذ کھانا اور روٹی جو اس نے تیار کی تھی اپنے بیٹے یعقوب کے ہاتھ میں دے دی تب اس نے باپ کے پاس آکر کہا اے میرے باپ! اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ تو کون ہے میرے بیٹے؟ یعقوب نے اپنے باپ سے کہا میں تیرا پہلوٹھا بیٹا عیسو ہوں میں نے تیرے کہنے کے مطابق کیا ہے۔ سو ذرا اٹھ اور بیٹھ کر میرے شکار کا گوشت کھا تا کہ تو دل سے مجھے دعا دے تب اضحاق نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹا! تجھے یہ اس قدر جلد کیسے مل گیا؟ اس نے کہا اس لئے کہ خداوند تیرے خدا نے میرا کام بنا دیا تب اضحاق نے یعقوب سے کہا اے میرے بیٹے ذرا نزدیک آ کہ میں تجھے ٹٹولوں کہ تو میرا وہی بیٹا عیسو ہے یا نہیں اور یعقوب اپنے باپ اضحاق کے نزدیک گیا اور اس نے اسے ٹٹول کر کہا کہ آواز تو یعقوب کی ہے پر ہاتھ عیسو کے ہیں۔ اور اس نے اسے نہ پہچانا.......سو اس نے اسے دعا دی اور اس نے پوچھا کہ کیا تو میرا بیٹا عیسو ہے اس نے کہا میں وہی ہوں...... جب اضحاق یعقوب کو دعا دے چکا اور یعقوب اپنے باپ اضحاق کے پاس سے نکلا ہی تھا کہ اسکا بھائی عیسو اپنے شکار سے لوٹا وہ بھی لذیذ کھانا پکا کر اپنے باپ کے پاس لایا اور اس نے اپنے باپ سے کہا میرا باپ اٹھ کر اپنے بیٹے کے شکار کا گوشت کھائے تا کہ دل سے مجھے دعا دے۔ اسکے باپ اضحاق نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تیرا پہلوٹھا بیٹا عیسو ہوں۔ تب تو اضحاق بشدت کانپنے لگا.........اس نے کہا تیرا بھائی دغا سے آیا اور تیری برکت لے گیا'' انتہی ملخصاً (پیدائش ۲۷)

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو موت کا وقت معلوم نہیں تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کی دھوکہ بازی سے باوجود اسکے وہ شبہ میں پڑ گئے انکے جلدی کھانا لانے سے اور انکی آواز عیسو کی طرح نہ ہونے سے اور چھونے کے باوجود اس سے باخبر نہ ہوئے اور اس دغابازی کے جاننے کے بعد بہت زیادہ کانپنے لگے اور حضرت

یعقوب علیہ السلام نے تین بار جھوٹ بولا اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ یہ دھوکہ بازی حضرت اسحٰق علیہ السلام سے تو ہوگئی مگر اللہ تعالیٰ نے بھی اسحاق کی دعا جو وہ صمیمِ قلب سے عیسو کے حق میں کر رہے تھے غلطی سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو عیسو سمجھ کر قبول کر لی۔ حسبِ روایاتِ تورات باری تعالیٰ کا علم اسی طرح ہے کہ اس میں اس طرح کے امور کی بھی بہت گنجائش ہے(۱) جیسا کہ عنقریب جان لوگے۔

(۱۲) حضرت یعقوبؑ کا کردار

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے ماموں لابن کے گھر ایک ماہ کی مدت رہے لابن نے کہا کہ مت جاؤ اپنی خدمت مقرر کرو اس بارے میں پیدائش باب ۲۹ آیت ۱۶ میں اس طرح مذکور ہے "لابن کی دو بیٹیاں تھیں بڑی کا نام لیاہ تھا اور چھوٹی کا نام راخل تھا۔ لیاہ کی آنکھیں چندھی تھیں لیکن راخل حسین اور خوبصورت تھی اور یعقوب راخل پر فریفتہ تھا۔ سو اس نے کہا کہ تیری چھوٹی بیٹی راخل کی خاطر میں سات برس تیری خدمت کردونگا۔ لابن نے

(۱) دراصل بائبل کا تصورِ خدا کچھ اسی قسم کا ہے کبھی خدا تھک ہار کر آرام کرنے لگتا ہے (پیدائش ۲:۲) کبھی انسان کو زمین پر پیدا کر کے پچھتاتا اور غم کرتا ہے (پیدائش ۶:۶) کبھی ساؤل کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا کر افسوس کرتا ہے (ا۔ سموئیل ۱۵:11) کبھی وہ ٹھنڈے وقت میں باغ کی سیر کرتا ہے (پیدائش ۳:۸) رحیم اور مہربان ایسا کہ باپ دادا کے گناہ کی سزا بیٹوں اور پوتوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے (خروج ۳۴:۷) کبھی لوگوں سے دغا بازی کرتا ہے (یرمیاہ ۴:۱۰) کبھی سب نبیوں میں جھوٹ بولنے والی رُوح ڈال دیتا ہے (ا۔ سلاطین ۲۲:۲۳) کبھی اسکے نتھنوں سے دھواں اٹھنے لگتا ہے (۲۔ سموئیل ۲۲:۹) کبھی وہ عورتوں کے بدن بے پردہ اور انکے پوشیدہ حصوں کو ننگا کر دیتا ہے (یسعیاہ ۳:۱۷) نعوذ باللہ منھا الغرض اللہ تعالیٰ کے بارے میں بائبل کا ایسا 'گھٹیا' جاہلانہ تصور ہے کہ عظمتِ الٰہی کا نام ونشان نہیں ملتا۔ بلاشبہ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ بائبل کا تصورِ الٰہ قدیم یونانی بت پرستوں سے کچھ زیادہ بلند نہیں۔ جبکہ قرآن مجید اسکے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا نہایت اعلیٰ وارفع تصور پیش کرتا ہے۔ جو انسان اپنے پروردگار حقیقی کو بخوبی جاننا چاہتا ہو اُسے چاہیئے کہ قرآن حکیم ضرور پڑھے۔ وباللہ التوفیق

کہا اسے غیر آدمی کو دینے کی جگہ تو تجھی کو دینا بہتر ہے۔ تو میرے پاس رہ۔ چنانچہ یعقوب سات برس تک راخل کی خاطر خدمت کرتا رہا پروہ اسے راخل کی محبت کے سبب سے چند دنوں کے برابر معلوم ہوئے۔ اور یعقوب نے لابن سے کہا کہ میری مدت پوری ہوگئی۔ سو میری بیوی مجھے دے تا کہ میں اسکے پاس جاؤں۔ تب لابن نے اُس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور انکی ضیافت کی۔ اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اسکے پاسؑ لے آیا اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا۔ اور لابن نے اپنی لونڈی زِلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کردی کہ اسکی لونڈی ہو۔ جب صبح کو معلوم ہوا کہ یہ تو لیاہ ہے تب اس نے لابن سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ کیا میں نے جو تیری خدمت کی وہ راخل کی خاطر نہ تھی؟ پھر تو نے کیوں مجھے دھوکہ دیا؟۔ لابن نے کہا ہمارے ملک میں یہ دستور نہیں کہ پہلوٹھی سے پہلے چھوٹی کو بیاہ دیں۔ تو اسکا ہفتہ پورا کردے پھر ہم دوسری بھی تجھے دیدینگے جس کی خاطر تجھے سات برس اور میری خدمت کرنی ہوگی۔ یعقوب نے ایسا ہی کیا کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا تب لابن نے اپنی بیٹی راخل بھی اسے بیاہ دی اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راخل کیساتھ کردی۔ سو وہ راخل سے بھی ہم آغوش ہوا اور وہ لیاہ سے زیادہ راخل کو چاہتا تھا اور سات برس اور ساتھ رہ کر لابن کی خدمت کی'' انتہٰی

غور کیجئے! کہ یعقوب علیہ السلام راحیل کی خوش بدنی وخوبصورتی پر اولا عاشق ہوئے پھر سات سال خدمت کرنے کی مشقت اٹھائی اور عشق ومحبت میں اس مشقت کو رائی کے دانے کے برابر نہ سمجھا اور جب دھوکے سے لیاہ نکاح میں آگئی تو باوجود ہم بستر ہونے کے اور ہم آغوش ہونے کے پوری رات معلوم نہ ہوسکا کہ لیاہ ہے یا راحیل اور صبح کو جب دھوکے کا علم ہوا تو جھگڑا کرنے لگے اور ایک بیوی پر اکتفا نہیں کیا پھر راحیل کیلئے مزید سات

سال خدمت کرنا قبول کیا اور ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کیا۔(۱)

(۱۳) حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کے مظالم

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی دینہ سے جو لیاہ کے بطن سے تھی شنحام (۲) زبردستی ہم بستر ہوا۔ اسکے بعد اس نے آنجناب اور انکے بیٹوں سے شادی کی درخواست کی (۳) تو یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا کہ اگر تمھارے مرد مختون ہو جائیں تو ہمیں قبول ہے۔ اس پر شنحام اور شہر کے رہنے والے انکی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے مختون ہوئے (۴) اس بارے میں پیدائش باب ۳۴ آیت ۲۵ میں لکھا ہے "اور تیسرے دن جب

---

(۱) حالانکہ اس قسم کا نکاح شریعتِ موسوی میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ احبار باب ۱۸ آیت ۱۸ میں کہا گیا ہے "تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسری کے جیتے جی اسکے بدن کو بے پردہ کرے" اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ جمع بین الاختین یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا پھر شریعتِ موسوی میں بحکمِ توریت منسوخ کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ احکام وکلامِ الٰہی میں نسخ ممکن ہے۔ نسخِ احکام بائبل میں ثابت ہے نسخ کے حوالے سے مسیحی دانش وروں کا قرآنِ کریم پر اعتراض کرنا بالکل ناروا ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ میں نسخ کا قول کرنا ضروری ٹھہرتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ یعقوب علیہ السلام کی ان دونوں بیویوں سے اولاد ولد الزنا قرار دی جائے۔ ایسے کہنے سے خدا کی پناہ! کیونکہ اکثر پیغمبران حضرت یعقوب علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں تاہم بائبل کے مذکورہ حوالے کے مطابق انبیاء بنی اسرائیل کا نسبی شرافت کے اعتبار سے جو معیار سامنے آتا ہے ہم اسکے تصور سے بھی خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔

(۲) موجودہ بائبل میں اسکو "شکم" اور "سکم" کہا گیا ہے۔ ملکِ کنعان کے ایک شہر کے بادشاہ حمور کا بیٹا تھا اس علاقے میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنا ڈیرہ لگایا اور چاندی کے سو سکوں کے بدلے ایک قطعہ زمین خرید کر اس پر اپنا خیمہ کھڑا کیا۔ پھر یہیں پر بائبل کے بقول یہ افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔

(۳) کہ "دینہ" کا اس سے بیاہ کر دیا جائے کیونکہ اسے اس لڑکی سے عشق ہو گیا ہے اور وہ دل سے اسے چاہتا ہے (پیدائش ۳۴:۸)

(۴) اس واقعہ کی پوری تفصیل جاننے کیلئے پیدائش باب ۳۴ پورا دیکھا جائے۔ یہ یہود کے مذہبی ادب کا سرمایہ ہے اور مسیحی اقوام نے اس پر باقاعدہ قلم بندی کی ہے۔ نعوذ باللہ

وہ درد میں مبتلا تھے تو یوں ہوا کہ یعقوب کے بیٹوں میں سے دِینہ کے دو بھائی شمعون اور لاوی اپنی اپنی تلوار لیکر نا گہان شہر پر آ پڑے اور سب مردوں کو قتل کیا۔ اور حمور اور اسکے بیٹے سکم کو بھی تلوار سے قتل کر ڈالا اور سکم کے گھر سے دینہ کو نکال لے گئے اور یعقوب کے بیٹے مقتولوں پر آئے اور شہر کو لوٹا اس لئے کہ انہوں نے انکی بہن کو بے حرمت کیا تھا۔ انہوں نے انکی بھیڑ اور بکریاں اور گائے بیل اور گدھے اور جو کچھ شہر اور کھیت میں تھا لے لیا اور انکی سب دولت لوٹی اور انکے بچوں اور بیویوں کو اسیر کر لیا اور جو کچھ گھر میں تھا سب لوٹ گھسوٹ کر لے گئے'' انتہٰی پس میں کہتا ہوں کہ سکم کو اگر قتل کیا گیا تو وہ خود اپنے کیفر کردار کو پہنچا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ایک آدمی کے گناہ کی وجہ سے دوسروں کو کیوں قتل کیا؟ اور تمام اہل شہر کے اموال کو جن میں یتیم و بیوگان اور محتاج بھی تھے لوٹ کر لے گئے اور شہر کی عورتوں اور بچوں کو جو بالکل بے گناہ تھے قید کر لیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے نہ اس وقت ان لوگوں کو مطلع کیا جس وقت انکے بیٹوں نے دھوکہ دیا (۱) اور نہ قتل کرتے وقت اپنے بیٹوں کو منع کیا اور نہ عورتوں اور بچوں کو جو اسیر تھے رہا کیا نہ کسی کا مال واپس کیا بلکہ آنجناب کو یہ فکر لاحق ہوئی کہیں ایسا نہ ہو کہ اس علاقے کے باشندے جمع ہو کر مجھے میرے خاندان سمیت قتل نہ کر دیں۔ (۲)

---

(۱) کیونکہ بیٹوں کا ان سے مختون ہونے کی شرط لگانا محض دھوکہ دے کر انتقام لینا تھا۔

(۲) حالانکہ ایک جلیل القدر پیغمبر ہزاروں انبیاء کے جدِ امجد کے لائق شان نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر بیٹوں کی ظالمانہ کارروائی پر مواخذہ نہ کرے اور انسانوں سے ڈر کر اپنے جان و مال کے بارے میں فکر مند ہو جائے جیسا کہ پیدائش باب ۳۴ آیت ۳۰ میں ہے ''تب یعقوب نے شمعون اور لاوی سے کہا کہ تم نے مجھے کُڑھایا کیونکہ تم نے مجھے اس ملک کے باشندوں یعنی کنعانیوں اور فرزّیوں میں نفرت انگیز بنا دیا کیونکہ میرے ساتھ تو تھوڑے ہی آدمی ہیں۔ سو وہ مل کر میرے مقابلہ کو آئینگے اور مجھے قتل کر دینگے اور میں اپنے گھرانے سمیت برباد ہو جاؤنگا''

(۱۴) حضرت یعقوبؑ کے بیٹے کا اپنی والدہ سے زنا (نعوذ باللہ)

پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۲ میں مذکور ہے کہ روبن اپنے باپ کی کنیز بلھاہ پر داخل ہو کر اس سے ہمبستر ہوا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خبر کو سن لیا۔(۱) پھر پیدائش باب ۴۹ آیت ۳،۴ میں حضرت یعقوب علیہ السلام اس جرم پر اس طرح بددعا دیتے ہیں "اے روبن! تو میرا پہلوٹھا میری قوت اور میری شہ زوری کا پہلا پھل ہے تو میرے رعب اور میری طاقت کی شان ہے تو پانی کی طرح بے ثبات ہے اس لیے تجھے فضیلت نہیں ملے گی کیونکہ تو اپنے باپ کے بستر پر چڑھا تو نے اسے نجس کیا روبن میرے بچھونے پر چڑھ گیا" انتہیٰ۔

غور کرنا چاہئے! کہ صاحب زادہ جو کہ پہلوٹھا اور ولی عہد و جانشیں تھا اس نے کس جگہ تسکینِ شہوت کی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے کوئی سزا نہیں دی سوائے اسکے کہ آخر عمر میں جا کر بددعا دے دی۔ پیدائش باب ۳۷ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے بڑے جرائم کا ذکر ہے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا کنویں میں پھینکنا، مصر جانے والے قافلہ کو فروخت کرنا اور باپ کے سامنے جھوٹ بولنا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا مفصل مذکور ہے۔ اہل اسلام و مسیحی حضرات کے عوام و خواص میں مشہور ہونے کی وجہ سے اسکے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے (۲)۔

---

(۱) بائبل کی عبارت یوں ہے "اور اسرائیل کے اس ملک میں رہتے ہوئے یوں ہوا کہ روبن نے جا کر اپنے باپ کی حرم بلھاہ سے مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہو گیا"

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام کے علاوہ باقی برادرانِ یوسف پیغمبر نہ تھے لہٰذا انکے ناجائز کاموں کے حوالے سے اہل اسلام پر اعتراض کرنا انصاف نہیں۔

(۱۵) حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یہوداہ کا اپنی بہو سے زنا (نعوذ باللہ)

پیدائش باب ۳۸ آیت ۱۳ میں لکھا ہے (۱) ''اور تمر کو یہ خبر ملی کہ تیرا خسر .... جارہا ہے تب اس نے اپنے رنڈاپے کے کپڑوں کو اتار پھینکا اور برقعہ اوڑھا اور اپنے کو ڈھانکا اور عینیم کے پھاٹک کے برابر...... جا بیٹھی ..... یہوداہ نے اسے دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کسبی ہے ......اور اس سے کہنے لگا ذرا مجھے اپنے ساتھ مباشرت کر لینے دے.....اس نے کہا تو مجھے کیا دیگا......اس نے کہا میں ریوڑ میں سے بکری کا ایک بچہ تجھے بھیج دونگا اس نے کہا کہ اسکے بھیجنے تک تو میرے پاس کچھ رہن کر دیگا؟ اس نے کہا تجھے رہن کیا دوں؟ اس نے کہا اپنی مُہر اور اپنا بازو بند اور اپنی لاٹھی جو تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس نے یہ چیزیں اسے دیں اور اسکے ساتھ مباشرت کی اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی (۲) ......اور قریباً تین مہینے کے بعد یہوداہ کو یہ خبر ملی کہ تیری بہو تمر نے زنا کیا اور اسے چھنالے کا حمل بھی ہے۔ یہوداہ نے کہا اسے باہر نکال لاؤ کہ وہ جلائی جائے جب اسے باہر نکالا تو اس نے اپنے خسر کو کہلا بھیجا کہ میرے اسی شخص کا حمل ہے جسکی یہ چیزیں ہیں۔ سو تو پہچان تو سہی کہ یہ مہر اور بازو بند اور لاٹھی کس کی ہے؟ تب یہوداہ نے اقرار کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ صادق ہے ....اور اسکے وضعِ حمل کے وقت معلوم ہوا کہ اسکے پیٹ میں تو اُم (۳) ہیں۔ اور جب وہ جننے لگی تو ایک بچے کا ہاتھ باہر آیا اور دائی نے پکڑ کر اسکے ہاتھ میں لال ڈورا باندھ دیا اور کہنے لگی کہ یہ پہلے پیدا ہوا۔ اور

---

(۱) واقعہ کی تفصیل جاننے کیلئے باب ۳۸ کے شروع سے دیکھا جائے۔

(۲) حیرت کی بات ہے ایک شخص ایک عورت سے زنا کا تقاضا کرتا ہے' معاوضہ طے کرتا ہے' تسلی کیلئے زرِ ضمانت جمع کراتا ہے پھر عملاً مباشرت بھی کر لیتا ہے مگر عورت انتہائی ''باپردہ'' رہتی ہے اور خسر کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ اپنی بہو کو دادِ عیش دے رہا ہے۔

(۳) یعنی دو جڑواں بچے ہیں۔

یوں ہوا کہ اس نے اپنا ہاتھ پھر کھینچ لیا۔ اتنے میں اسکا بھائی پیدا ہو گیا تو وہ بولی تو کہاں سے نکل پڑا یہ نکلنا تجھ پر ہو(۱) سو اسکا نام فارص رکھا گیا۔ پھر اسکا بھائی جسکے ہاتھ میں لال ڈورا بندھا تھا پیدا ہوا اور اسکا نام زارح رکھا گیا'' انتہی بتلخیص الایات

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی پاکیزگی کردار کے کیا کہنے کہ بڑے بیٹے نے اپنے باپ کی حرم سے ہمبستری کی اور دوسرے بیٹے نے اپنی بہو سے ہمبستری کی گویا کہ دوسرے بیٹے نے بالقصد زنا کرتے ہوئے نہ جانا کہ میرے بیٹے کی بیوی ہے اور اس بات کی اطلاع ہونے سے پہلے کہ وہ مجھ سے حاملہ ہے اسکے جلانے کا حکم دیا مگر اطلاع ہو جانے کے بعد اسکے نیکوکار صادق ہونے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا انکو سزا دینا تو دور کی بات ہے اپنے برخوردار صاحب زادہ اور اس نیکوکار عورت کو تنبیہ و ملامت تک نہ کی۔ حضرت داؤد و سلیمان و مسیح علیہم السلام اسی فارص کی اولاد میں سے ہیں جو تمر نیک شعار کے بطنِ مبارک سے پیدا ہوا(۲) جیسا متی کے باب اول میں جناب مسیح علیہ السلام کے نسب نامہ میں مذکور ہے کہ ''ابراہیم سے اسحاق پیدا ہوا اسحاق سے یعقوب پیدا ہوا اور یعقوب سے یہودا اور اسکے بھائی پیدا ہوئے۔ اور یہودا سے فارص اور زارح تامار سے پیدا ہوئے اور فارص سے حصرون ..... الی آخر ما قال اور لوقا کے باب ۳ آیت ۳۳ میں لکھا ہے ''حصرون فارص کا اور وہ یہودا کا'' انتہٰی.

---

(۱) موجودہ پروٹسٹنٹ بائبل میں یہ جملہ اس طرح ہے ''تب وہ دائی بول اٹھی کہ تو کیسے زبردستی نکل پڑا'' کیتھولک بائبل میں یوں ہے ''تو وہ بولی تو نے اپنے لئے کیسے درز بنائی'' فارسی بائبل میں اس طرح ہے ''قابلہ گفت چگونہ شگافتی ایں شگاف برتو بعد'' عربی بائبل میں اس طرح ہے ''فقالت لماذا قطعت الخیط؟ علیك القطیعة'' فارسی اور عربی ترجمہ عبارت مصنف کیساتھ لفظاً بھی موافق ہے۔

(۲) کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ یہ جلیل القدر عظیم المرتبت انبیاءِ بنی اسرائیل ایسا ہی ''نسب نامہ'' رکھتے تھے؟ اور انکے آباء واجداد ایسے ہی ''کردار'' کے مالک تھے؟

(۱۶) حضرت موسیٰؑ کا مصری کو قتل کرنا (نعوذ باللہ)

خروج باب ۲ آیت ۱۱ میں لکھا ہے ”اتنے میں جب موسیٰ بڑا ہوا تو باہر اپنے بھائیوں کے پاس گیا اور انکی مشقتوں پر اسکی نظر پڑی اور اس نے دیکھا کہ ایک مصری اسکے عبرانی بھائی کو مار رہا ہے۔ پھر اس نے اِدھر اُدھر نگاہ کی اور جب دیکھا کہ وہاں کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے تو اس مصری کو جان سے مار کر اسے ریت میں چھپا دیا“ انتہٰی (۱)

(۱۷) اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰؑ پر قہر بھڑکا (نعوذ باللہ)

خروج باب ۴ آیت ۱۰ میں مذکور ہے ”تب موسیٰ نے خداوند سے کہا اے خداوند! میں فصیح نہیں۔ نہ تو پہلے ہی تھا اور نہ جب سے تو نے اپنے بندے سے کلام کیا بلکہ رک رک

---

(۱) بائبل کے بقول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ادھر اُدھر دیکھا کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہے تو اس مصری کو دانستہ طور پر قتل کر کے نعش ریت میں چھپا دی مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اگرچہ کوئی نہیں دیکھ رہا مگر خدائے واحد ذوالجلال دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا قومی حمایت کے نشہ میں کسی کو ناحق قتل نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اسکے جرم کی مناسب سرزنش کر دینی چاہیئے۔ قرآن کریم میں یہ واقعہ بالعکس آیا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ آپؑ ایک روز شہر پہنچے جب لوگ بے خبر سور ہے تھے شاید رات یا دوپہر کا وقت تھا وہاں ایک اسرائیلی اور قبطی کو باہم لڑتے دیکھا اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر قبطی کی زیادتی پر فریاد کی آپؑ نے اسے تنبیہ کی اور تادیب و گوشمالی کرتے ہوئے ایک گھونسہ رسید کر دیا۔ خوب جوان تھے پیغمبرانہ رجولیت تھی ایک ہی گونسہ میں قبطی نے پانی تک نہ مانگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اندازہ بھی نہ تھا کہ اس کم بخت کا کام تمام ہو جائے گا۔ ہرچند کہ وہ مصری کافر ظالم تھا اور آپ کا کوئی ارادہ قتل بھی نہ تھا بلکہ محض اصلاح مقصود تھی مگر پھر بھی فوراً اپنے غیر ارادی فعل پر انتہائی نادم ہوئے اور سمجھے کہ اس میں کسی درجہ تک شیطان کا دخل ہے اور ساتھ ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے معافی مانگنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھ سے تقصیر ہو گئی مجھے معاف کر دیجئے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ سبحان اللہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کی فطرت ایسی پاک وصاف اور انکی استعدادِ باطنی اس قدر اعلیٰ ہوتی ہے کہ وہ باضابطہ نبوت ملنے سے پیشتر ہی اپنے ذرہ ذرہ عمل کا احتساب کرتے ہیں اور ذرا سی لغزش یا خطاء اجتہادی پر مالکِ حقیقی سے استغفار کرتے ہیں صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیٰ اخوانہ اجمعین تفصیل کیلئے سورۃ ”ص“ آیت ۱۴ کے ذیل میں تفسیری ذخائر ملاحظہ فرمایئے۔

کر بولتا ہوں اور میری زبان کُند ہے۔تب خداوند نے اسے کہا کہ آدمی کا منہ کس نے بنایا؟اور کون گونگا یا بہرا یا بینا یا اندھا کرتا ہے؟ کیا میں ہی جو خداوند ہوں یہ نہیں کرتا؟ سو اب تو جا اور میں تیری زبان کا ذمہ لیتا ہوں اور تجھے سکھاتا رہونگا کہ تو کیا کیا کہے۔تب اس نے کہا کہ اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کسی اور کے ہاتھ سے جسے تو چاہے یہ پیغام بھیج۔تب خداوند کا قہر موسیٰ پر بھڑکا......الخ'' (۱)

(۱۸) حضرت موسیٰؑ کا توریت کی تختیوں کو توڑ ڈالنا (نعوذ باللہ)

خروج باب ۳۲ آیت ۱۵ میں مذکور ہے ''اور موسیٰ شہادت کی دونوں لوحیں ہاتھ میں

(۱) غور فرمایئے! اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آدمی کا منہ میں نے ہی بنایا ہے۔میں تیری زبان کا ذمہ لیتا ہوں اور خود تجھے تعلیم دونگا مگر وہ اس سب کے باوجود نبوت و رسالت کی نعمتِ اعظمیٰ سے بے اعتنائی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے پروردگار کسی اور کو اس اعزاز سے سرفراز کر۔پھر غضب الٰہی کا شکار ہوتے ہیں۔ایک شخص پر خداوند کا قہر بھی بھڑکتا ہے پھر وہ خدا کا سفیر و نمائندہ' پیغمبر و رسول بھی رہتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ خدا سے روبرو باتیں کرنے کی سعادت پانے والے لوگ خدا کے قہر و غضب کا مورد نہیں بنتے کیونکہ اگر ایک شخص پر خدا کا قہر بھڑکے تو پھر وہ دوسروں کو خدا کی رحمت کا راستہ کیا دکھائے گا۔خدا کی رحمت و ہدایت کی راہ وہی دکھاتا ہے جس پر خدائے پاک کی رحمت و شفقت کی موسلا دھار بارش ہو اور اسکا دل تجلّیات الٰہی کا مرکز رہے۔ بلاشبہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ پاک طینت ہوتے ہیں انکا خمیر جنت کی مٹی سے لیا جاتا ہے انہیں ہر وقت تجلّیاتِ حق کا مشاہدہ رہتا ہے خدا خود انکو انگلی پکڑ کر چلاتا ہے۔قرآن کریم اس واقعہ کو یوں ذکر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ بہت سرکش ہو چکا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دیجئے دعوت کا یہ کام میرے لئے آسان فرما دیجئے' میری زبان کی گرہ کھول دیجئے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا معاون بنا کر میری کمر مضبوط کر دیجئے۔ایک ایک ہوتا ہے دو گیارہ ہوتے ہیں ہم دونوں مل کر آپ کا خوب خوب ذکر و تسبیح کرینگے میں بات کرونگا وہ میری تائید کرینگے اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی انکی دعا کو شرف قبول بخشا اور حضرت ہارون علیہ السلام بھی نبوت سے سرفراز کر دیئے گئے بلاشبہ کوئی بھائی اپنے بھائی کیلئے اس سے بہتر منصب کی دعا نہیں کر سکتا۔''طٰہٰ'' آیت ۲۴ کے تحت قرآنی تفاسیر کی طرف مراجعت کیجئے۔

لئے ہوئے الٹا پھرا اور پہاڑ سے نیچے اترا اور وہ لوحیں ادھر ادھر سے دونوں طرف سے لکھی ہوئی تھیں۔ اور وہ لوحیں خدا ہی کی بنائی ہوئی تھیں اور جو لکھا ہوا تھا وہ بھی خدا ہی کا لکھا اور ان پر کندہ کیا ہوا تھا۔ اور جب یشوع نے لوگوں کی للکار کی آواز سنی تو موسیٰ سے کہا کہ لشکر گاہ میں لڑائی کا شور ہو رہا ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ یہ آواز نہ تو فتح مندوں کا نعرہ ہے نہ مغلوبوں کی فریاد بلکہ مجھے تو گانے والوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور لشکر گاہ کے نزدیک آکر اس نے وہ بچھڑا اور انکا ناچنا دیکھا۔ تب موسیٰ کا غضب بھڑکا اور اس نے ان لوحوں کو اپنے ہاتھوں میں سے پٹک دیا اور انکو پہاڑ کے نیچے توڑ ڈالا'' انتھی (۱)

(۱۹) حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کا اللہ تعالیٰ کی تقدیس نہ کرنا (نعوذ باللہ)

بیابانِ صین میں مقام قادس پر جہاں موسیٰ علیہ السلام کی بہن مریم نے وفات پائی تھی اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس مقام پر قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑا کیا تھا موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے حق میں خدا تعالیٰ کا قول گنتی باب ۲۰ آیت ۱۲ میں اس طرح مذکور ہے ''پر موسیٰ اور ہارون سے خداوند نے کہا چونکہ تم نے میرا یقین نہیں کیا کہ بنی اسرائیل کے سامنے میری تقدیس کرتے اس لئے تم اس جماعت کو اس ملک میں جو میں نے انکو دیا ہے

---

(۱) گوسالہ پرستی مصر کا قدیم عقیدہ تھا اس عقیدے کو انکے مذہب میں بڑی اہمیت حاصل تھی انکے ایک بڑے دیوتا (حورس) کا منہ گائے کی شکل کا تھا وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ کرۂ زمین گائے کے سر پر قائم ہے۔ صدیوں تک مصر کی غلامی نے بنی اسرائیل میں مشرکانہ رسوم وعقائد کو اس قدر پھیلا دیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام تر دعوت وتبلیغ، اللہ تعالیٰ کے تمام تر انعامات ونوازشات کے علی الرغم ذرا سی دیر میں سب کچھ بھلا کر ایک بچھڑا بنایا اور پوجا پاٹ شروع کر دی۔ مذاہب واقوام کی تاریخ بتاتی ہے کہ تمام بت پرست قوموں میں گائے کی تقدیس اور گوسالہ پرستی مشترک عقیدہ کی حیثیت رکھتی ہے اسی لیے ہندوستان، عراق، ایران، چین اور جاپان کے بت پرستوں میں اسکی اہمیت یکساں نظر آتی ہے۔

نہیں پہنچانے پاؤ گے'' انتہٰی۔ خدا تعالیٰ نے استثناء باب ۳۲ میں آیت ۵۰ میں اِس عتاب کا اعادہ فرمایا ہے اور اس جگہ عبارت یہ ہے ''اور اسی پہاڑ پر جہاں تو جائے وفات پا کر اپنے لوگوں میں شامل ہو جیسے تیرا بھائی ہارون ہُور کے پہاڑ پر مرا اور اپنے لوگوں میں جاملا۔ اسلئے کہ تم دونوں نے بنی اسرائیل کے درمیان دشتِ صین کے قادس میں مریبہ کے چشمہ پر میرا گناہ کیا کیونکہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان میری تقدیس نہ کی'' انتہی۔

غور فرمایئے! حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کی جلالت شان کے بارے میں توریت کا قول کتب عہد عتیق کے بیان میں گذر چکا ہے کہ ''اور اسوقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا'' کافی وافی ہے مگر غلبہ عصبیت کا یہ عالم ہے کہ اپنے ہم قوم شخص کی حمایت میں ایک مصری شخص کو ناحق قتل کر دیا۔ خدا تعالی کی طرف سے انتہائی تسلی ملنے کے باوجود عہدہ رسالت سے مستعفی ہو کر غضبِ الٰہی کا شکار ہو گئے۔ اسی طرح مغلوب الغضب ہو کر ان تختیوں کو جو بارگاہِ الٰہی سے بنی ہوئی ملی تھیں، جان سے بڑھ کر عزیز اور قابل احترام تھیں انکو پہاڑ کے دامن میں پھینک کر توڑ دیا اگر چہ دوسری مرتبہ دو تختیاں مل گئیں لیکن انکی طرح نہ تھیں کیونکہ دوسری مرتبہ کی تختیاں انسان کی بنائی ہوئی تھیں اور اللہ تعالی کی لکھی ہوئی تھیں جبکہ پہلی دو تختیاں کتابت وصناعت کے اعتبار سے خداوند تعالی کیطرف سے تھیں (۱) اور منزل قادس میں تقدیس خداوندی نہ کی اور اللہ تعالی کے لامتناہی فضل پر اعتماد نہ کیا جسکی وجہ سے اس حد تک زیرِ عتاب

---

(۱) قرآن کریم بھی اِس واقعہ کو ذکر کرتا ہے مگر وہ تختیوں کے پھینکنے اور توڑ ڈالنے کا ذکر نہیں کرتا بلکہ یہ بتاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف بڑھتے وقت ہاتھ خالی کرنے کیلئے بہت تیزی اور عجلت کیساتھ تختیاں ایک طرف رکھ دیں اور انکو اپنا وزیر و نائب ہونے کی حیثیت سے تنبیہ کرنے لگے تفصیلات کیلیے سورۃ ''اعراف'' آیت ۱۵۰ کے تحت تفاسیر ملاحظہ فرمایئے۔

آ گئے (۱) کہ دونوں نبیوں کی وفات اسی صحرا میں ہوئی اور جس زمین کا اللہ نے ان سے وعدہ کیا تھا وہاں تک پہنچنے سے محروم رہ گئے۔

(۲۰) حضرت ہارونؑ کا بچھڑے کی پوجا کرنا (نعوذ باللہ)

خروج باب ۳۲ آیت ۱ میں مذکور ہے ”اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی وہ ہارون کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے کہ اٹھ ہمارے لئے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو جو ہم کو ملکِ مصر سے نکال کر لایا کیا ہو گیا۔ ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں انکو اتار کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ سب لوگ انکے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار اتار کر انکو ہارون کے پاس لے آئے۔ اور اس نے انکو انکے ہاتھوں سے لیکر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جسکی صورت چھینی سے ٹھیک کی تب وہ کہنے لگے اے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملکِ مصر سے نکال کر لایا یہ دیکھ کر ہارون نے اسکے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کیلئے عید ہو گی۔ اور دوسرے دن صبح سویرے اٹھ کر انہوں نے قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں

---

(۱) قرآن کریم حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام پر اللہ تعالیٰ کے کسی عتاب یا فرائضِ منصبی میں کسی کوتاہی پر کسی مواخذہ کا ذکر نہیں کرتا بلکہ انکی خدمات کی تحسین کرتے ہوئے فرماتا ہے ”ہم نے موسیٰ وہارون پر احسان کیا‘ ہم نے انکو اور انکی قوم کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی‘ ہم نے انکو مدد دی اور وہی ہمیشہ غالب رہے‘ ہم نے انکو روشن کتاب دی جس میں احکامِ الٰہی بہت تفصیل وایضاح سے بیان ہوئے ہیں‘ انکو سیدھی راہ سمجھائی‘ اعمال واقوال میں درست راہ پر استقامت بخشی اور آئندہ آنے والے لوگوں کیلئے انکا ذکرِ خیر چھوڑ دیا‘ موسیٰ وہارون پر ہماری طرف سے سلام ہو‘ ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بلاشبہ وہ ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے تھے (سورۃ ”صٰفّٰت“ آیت ۱۱۴) بلکہ قرآن کریم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکرِ خیر سے بھرا پڑا ہے۔ محققین کو چاہیئے کہ وہ اس موضوع پر وسیع وعمیق، منظم ومرتب تقابلی مطالعہ کر کے دعوتِ اسلام کے پلیٹ فارم پر نئے علمی افق روشن کریں والله ولیّ التوفیق

گذرا نہیں'' انتہیٰ ۔اسی باب ۳۲ کی آیت ۲۱ تا ۲۵ میں لکھا ہے ''اور موسیٰ نے ہارون سے کہا کہ ان لوگوں نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا جو تو نے انکو اتنے بڑے گناہ میں پھنسا دیا؟۔ہارون نے کہا میرے مالک کا غضب نہ بھڑکے ۔تو ان لوگوں کو جانتا ہے کہ بدی پر تلے رہتے ہیں۔ چنانچہ انہی نے مجھ سے کہا کہ ہمارے لیے دیوتا بنادے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس آدمی موسیٰ کو جو ہم کو ملکِ مصر سے نکالکر لایا کیا ہو گیا۔تب میں نے ان سے کہا کہ جس جسکے ہاں سونا ہو وہ اسے اتار لائے ۔ پس انہوں نے اسے مجھ کو دیا اور میں نے اسے آگ میں ڈالا تو یہ بچھڑا نکل پڑا۔جب موسیٰ نے دیکھا کہ لوگ بے قابو ہو گئے کیونکہ ہارون نے انکو بے لگام چھوڑ کر انکو انکے دشمنوں کے درمیان ذلیل کر دیا۔'' انتہیٰ

جاننا چاہیئے ! کہ حضرت ہارون علیہ السلام اس سے پہلے کوہ سینا پر بلا واسطہ براہ راست خدا تعالیٰ سے بت سازی و بت پرستی کی ممانعت سن چکے تھے کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو حکم دیا وہ خروج باب ۱۹ آیت ۲۴ میں اس طرح مذکور ہے ''خداوند نے اسے کہا نیچے اتر جا اور ہارون کو اپنے ساتھ لیکر اوپر آ'' انتہیٰ ۔ پھر پہاڑ پر انکے تشریف لانے کے بعد احکام میں سے پہلا حکم یہی ہے جو اسی کتاب کے باب ۲۰ آیت ۳ تا ۵ میں مذکور ہے'' میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔تو انکے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ انکی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں'' پھر اسی باب کی آیت ۲۳ میں مذکور ہے'' تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا یعنی چاندی یا سونے کے دیوتا اپنے لئے نہ گھڑ لینا'' انتہیٰ

اِسکے باوجود حضرت ہارون علیہ السلام نے سونے کا بچھڑا بنایا، اسکے سامنے قربان گاہ بنائی، اسکے سامنے سوختنی قربانی کی اور قوم کو بے لگام کر دیا یہاں تک کہ وہ دشمنوں کے سامنے

ذلیل ہو گئے (۱) مگر تعجب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس خطا پر ہزاروں لوگوں کو قتل کیا جیسا کہ اسی باب ۳۲ کی آیت ۲۸ میں مصرح ہے اور ہارون علیہ السلام کو بت پرستی کی ترغیب دینے پر قتل نہیں کیا حالانکہ یہ ایسا سنگین جرم ہے کہ اس پر قتل واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ استثناء باب ۱۳ میں مصرح ہے جسکا حوالہ انشاء اللہ باب دوم کے مقدمہ کے امر دوم میں آ جائے گا (۲) اور نہ وہ غضب الٰہی سے مرے حالانکہ ہارون علیہ السلام کے دو بیٹے جن کی غلطی انکی غلطی کے مقابلے میں عشرِ عشیر بھی نہ تھی غضب الٰہی سے مر گئے جیسا کہ احبار باب ۱۰ آیت ۱ میں مذکور ہے کہ ’’ندب اور ابیہو نے جو ہارون کے بیٹے تھے اپنے اپنے بخوردان کو لیکر ان میں آگ بھری اور اس پر اور اُوپری آگ جسکا حکم خداوند نے انکو نہیں دیا تھا خداوند کے حضور گذرانی۔ اور خداوند کے حضور سے آگ نکلی اور ان دونوں کو کھا گئی اور وہ خداوند کے حضور مر گئے‘‘

---

(۱) قرآنِ کریم بھی بنی اسرائیل کا بچھڑے کو معبود بنا کر شرک کرنے کا واقعہ ذکر کرتا ہے۔ مگر وہ اسکا کوئی الزام حضرت ہارون علیہ السلام پر عائد نہیں کرتا بلکہ یہ سب کچھ ’’سامری‘‘ کی کارستانی تھی‘ حضرت ہارون علیہ السلام تو برابر انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے تاہم بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑ جانے کے ڈر سے عملاً بہت زیادہ سختی نہ کر سکے اور کرتے بھی یہ کیا یہ نالائق لوگ تو الٹا انکے قتل کے درپے ہو گئے تھے ’’وکادوا یقتلوننی‘‘ تفصیل کیلئے سورۃ ’’اعراف وطٰہٰ‘‘ کے تفسیری نوٹ ملاحظہ فرمائیے۔ نیز قصص القرآن ج ۱ ص ۳۵۷ مصنفہ مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

(۲) استثناء باب ۱۳ آیت ۶ میں وہ حکم اِس طرح آیا ہے ’’اور اگر تیرا بھائی یا تیری ماں کا بیٹا یا تیرا بیٹا یا بیٹی یا تیری ہم آغوش بیوی یا تیرا دوست جسکو تو اپنی جان کے برابر عزیز رکھتا ہے تجھ کو چپکے چپکے پھسلا کر کہے کہ چلو ہم اور دیوتاؤں کی پوجا کریں جن سے تو اور تیرے باپ دادا واقف بھی نہیں۔ یعنی اُن لوگوں کے دیوتا جو تمہارے گرداگرد تیرے نزدیک رہتے ہیں یا تجھ سے دور زمین کے اِس سرے سے اُس سرے تک بسے ہوئے ہیں۔ تُو تو اس پر اُسکے ساتھ رضامند نہ ہونا اور نہ اسکی بات سننا۔ تو اس پر ترس بھی نہ کھانا اور نہ اسکی رعایت کرنا اور نہ اُسے چھپانا۔ بلکہ تو اسکو ضرور قتل کرنا اور اسکو قتل کرتے وقت پہلے تیرا ہاتھ اس پر پڑے۔ اُسکے بعد سب قوم کا ہاتھ۔ اور تو اسے سنگسار کرنا تاکہ وہ مر جائے کیونکہ اُس نے تجھ کو خداوند تیرے خدا سے جو تجھ کو مُلکِ مصر یعنی غلامی کے گھر سے نکال لایا برگشتہ کرنا چاہا‘‘

انتہٰی ۔ اور یہی بات گنتی باب ۳ آیت ۴' باب ۲۶ آیت ۶۱ میں بھی مصرح ہے بلکہ حضرت ہارون علیہ السلام بدستور عہدۂ کہانت (۱) پر سرفراز رہے اور انکی اولاد میں بھی یہ منصب باقی رہا حالانکہ خداوند کریم نے اس خطا کے مرتکب کیلئے خروج باب ۳۲ آیت ۳۳ میں اس طرح فرمایا ہے "خداوند نے موسیٰ سے کہا جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اسی کے نام کو اپنی کتاب میں سے مٹاؤنگا" انتہٰی

یہاں یہ وہم نہ کیا جائے کہ ہارون علیہ السلام اور انکی اولاد میں بڑا فرق ہے (۲) یہی وجہ ہے کہ یہ لڑکے قہر الٰہی کا شکار ہوکر موت کا پیالہ پی گئے اور ہارون علیہ السلام ساحل نجات پر پہنچ گئے اس لیے کہ وہ خطا جو منزل قادس میں سرزد ہوئی جسکی تفصیل موسیٰ علیہ السلام کے احوال میں گزر چکی اس میں ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام جو ہارون علیہ السلام کیلئے آقا و مولا کا درجہ رکھتے ہیں اس قدر عتاب الٰہی میں آگئے کہ اپنی قوم کو سرزمین موعود تک بھی نہ پہنچا سکے۔

(۲۱) حضرت ہارونؑ اور انکی بہن کا معتوب ہونا (نعوذ باللہ)

گنتی باب ۱۲ آیت ۱ میں لکھا ہے کہ "سو اس حبشی عورت (۳) کے سبب سے کہ جسے

---

(۱) یہودیت وعیسائیت میں عام طور پر نبی کا مطلب یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ مستقبل کی پیشنگوئیاں کرے طرح طرح سے غائب کی خبریں دے جیسا کہ کہانت اور نجوم میں ہوتا ہے اس لیے وہ مرتبہ نبوت کو کہانت سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاہن اور نبی کا منصب ایک ہی ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ قاموس الکتاب ص ۷۶۹

(۲) یعنی اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ہارون علیہ السلام پیغمبر ہونے کی وجہ سے مستوجب سزا نہ تھے جبکہ انکے بیٹے پیغمبر نہ ہونے کی وجہ سے عتاب الٰہی کا شکار ہوئے تو یہ وجہ فرق اور توجیہہ بالکل باطل ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام باوجود پیغمبر ہونے کے اللہ تعالیٰ کے عتاب اور ناراضگی کا نشانہ بنے ہیں۔

(۳) حبشی عورت کا لفظ متن کے مطابق ہے موجودہ نسخوں میں "کوشی" عورت لکھا ہے۔ کوش ایک علاقے کا نام ہے جس میں جیحون کی ندی بہتی ہے (پیدائش ۲:۱۳) بعض اسکا ترجمہ ایتھوپیا کرتے ہیں جسے حبشہ کہا جاتا ہے (قاموس الکتاب ص ۸۱۴)

موسیٰ نے بیاہ لیا تھا مریم اور ہارون اسکی بدگوئی کرنے لگے وہ کہنے لگے کہ کیا خداوند نے فقط موسیٰ ہی سے باتیں کیں ہیں؟ اور اس نے ہم سے بھی باتیں نہیں کیں؟ اور خداوند نے یہ سنا......سو خداوند نے ناگہان موسیٰ اور ہارون اور مریم سے کہا کہ تم تینوں نکل کر خیمہ اجتماع کے پاس حاضر ہو۔ سو وہ تینوں وہاں آئے اور خداوند ابر کے ستون میں ہو کر اترا اور خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر ہارون اور مریم کو بلایا وہ دونوں پاس گئے تب اس نے کہا میری باتیں سنو۔ اگر تم میں کوئی نبی ہو تو میں جو خداوند ہوں اسے رویا میں دکھائی دونگا اور خواب میں اس سے باتیں کروں گا۔ پر میرا خادم موسیٰ ایسا نہیں ہے میں اس سے معتوں میں نہیں بلکہ روبرو اور صریح طور پر باتیں کرتا ہوں......سو تم کو میرے خادم موسیٰ کی بدگوئی کرتے ہوئے خوف کیوں نہ آیا اور خداوند کا غضب ان پر بھڑکا اور وہ چلا گیا.....اور مریم کوڑھ سے برف کی مانند سفید ہوگئی اور ہارون نے مریم کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ وہ کوڑی ہوگئی ہے تب ہارون موسیٰ سے کہنے لگا ہائے میرے مالک! اس گناہ کو ہمارے سر نہ لگا کیونکہ ہم سے نادانی ہوئی اور ہم نے خطا کی.....تب موسیٰ خداوند سے فریاد کرنے لگا اے خدا! میں تیری منت کرتا ہوں اسے شفا دے''۔ انتھی ملخصاً

یہاں حضرت ہارون علیہ السلام اور انکی بہن مریم سے اپنے آقا و مالک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے جاننے کے باوجود انکے متعلق بدگوئی کر کے جو خطا واقع ہوئی پھر اس پر بارگاہ الٰہی کی طرف سے جو عتاب ہوا اور حضرت ہارون علیہ السلام نے اس گناہ کا ازراہِ نادانی ارتکاب ہو جانے کا اقرار کیا یہ سب امور اس قدر واضح ہیں کہ بیان کی حاجت نہیں (۱) وہ

(۱) قرآنِ کریم اس طرح کا کوئی واقعہ ذکر نہیں کرتا۔ بائبل کا بیان کہاں تک درست ہے یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا تاہم سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی شادیوں پر بدگوئی کرنے والوں کو چاہئے کہ اس واقعہ سے عبرت پکڑیں اور باز آجائیں ''انّا کفیناك المستھزئین''

گناہ جو حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شرکت میں مقامِ قادس میں کیا اسکا ذکر بھی ہو چکا ہے۔

(۲۲) حضرت موسیٰؑ کے خسر کا واقعہ

یترو جو مدیان کے کاہن' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر تھے(۱) جب بنی اسرائیل کی نجات اور قومِ فرعون کی ہلاکت کی خبر سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کیلئے تشریف لائے انکی بیٹی صفورہ اہلیہ موسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے دونوں بیٹے بھی انکے ہمراہ تھے۔ ملاقات میں موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والے احسانات کا تذکرہ کیا اس پر کاہنِ موصوف کا قول خروج باب ۱۸ آیت ۱۰ میں اس طرح مذکور ہے ''اور یترو نے کہا خداوند مبارک ہو کہ جس نے تم کو مصریوں کے ہاتھ اور فرعون کے ہاتھ سے نجات بخشی اور جس نے اس قوم کو مصریوں کے پنجہ سے چھڑایا اب میں جان گیا کہ خداوند سب معبودوں سے بڑا ہے کیونکہ وہ ان کاموں میں جو انہوں نے غرور سے کیے ان پر غالب ہوا'' انتہی

سبحان اللہ! یہ موسیٰ علیہ السلام کا خسر جس کیلئے کاہن ہونا توریت میں مصرح ہے اور انکی

---

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سسر یترو (Jethro) جنکو ایک جگہ ''رعوایل'' کہا گیا ہے (خروج باب ۲ آیت ۱۸) بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یترو انکا نام نہیں لقب تھا۔ قرآنِ کریم میں انکا نام ''شعیبؑ'' آیا ہے انکی بعثت مدین یا مدیان میں ہوئی تھی مدین کسی مقام کا نام نہیں بلکہ قبیلہ کا نام ہے یہ قبیلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا جو اُن کی تیسری بیوی قطورا سے پیدا ہوا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ خاندان بنی قطورا کہلاتا ہے۔ مدین اپنے اہل وعیال کیساتھ اپنے سوتیلے بھائی حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کے پہلو ہی میں حجاز میں آباد ہو گیا تھا یہی خاندان آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ بن گیا اور حضرت شعیب علیہ السلام بھی چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے اس لئے اُنکی بعثت کے بعد یہ ''قومِ شعیب'' کہلایا۔ حضرت موسیٰ کا انکی بیٹی صفورہ سے نکاح کا واقعہ سورۃ القصص میں تفصیل کیساتھ آیا ہے اسکے علاوہ حضرت شعیب علیہ السلام اور انکی قوم کا تذکرہ سورۃ اعراف' ھود' شعراء' حجر اور عنکبوت میں آیا ہے۔

نبوت ہمارے مذہب میں بھی ثابت ہے اس روایت کے مطابق اس سے پہلے دیگر معبودان باطلہ سے خداتعالیٰ کی بڑائی کا یقین نہ تھا اب انکو یقین ہوگیا (۱)

(۲۳) عدلِ خداوندی

خروج باب ۲۰ آیت ۵ اور استثناء باب ۵ آیت ۹ میں لکھا ہے ''میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں انکی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں'' اور خروج باب ۳۴ آیت ۷ میں لکھا ہے ''باپ دادا کے گناہ کی سزا انکے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے'' اسی طرح گنتی باب ۱۴ آیت ۱۸ میں اس طرح مذکور ہے ''کیونکہ باپ دادا کے گناہ کی سزا انکی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے'' صحیفہ یرمیاہ باب ۳۲ آیت ۱۸ میں انکی دعا بجنابِ الٰہی اس طرح مذکور ہے ''تو ہزاروں پر شفقت کرتا ہے اور باپ دادا کی بدکاری کا بدلہ انکے بعد انکی اولاد کے دامن میں ڈال دیتا ہے'' نوحہ یرمیا باب ۵ آیت ۷ میں مذکور ہے ''ہمارے باپ دادا گناہ کر کے چل بسے اور ہم انکی بدکرداری کی سزا پا رہے ہیں'' لوقا باب ۱۱ آیت ۵۰ اور متی باب ۲۳ آیت ۳۵ میں جناب مسیح علیہ السلام کا قول فقیہانِ یہود سے اس طرح مذکور ہے ''تا کہ سب نبیوں کے خون کی جو بنائے عالم سے بہایا گیا اس زمانہ کے لوگوں سے بازپرس کی جائے۔ ہابل کے خون سے لیکر اس زکریا کے خون تک جو قربانگاہ اور مقدس کے بیچ میں ہلاک ہوا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اسی زمانہ کے لوگوں سے سب کی بازپرس کی جائی

(۱) مصنف ؒ کا استدلال بظاہر کمزور معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ کہنا کہ ''اب میں جان گیا کہ خداوند سب معبودوں سے بڑا ہے'' کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ میرے علم میں ایک مزید مشاہداتی علم کا اضافہ ہوگیا اور اس خبر کے ذریعے میرا یقین اور بڑھ گیا نہ یہ کہ پہلے یقین نہ تھا اب یقین ہوگیا۔ یہ توجیہ آیتِ قرآنی کی تفسیر میں بھی مقبول ہے۔

گی" انتھٰی بلفظ لوقا

پس مسیحی علماء حضرات جو اکثر اُن احادیث پر جن میں گناہ کا توبہ کے ذریعے معاف ہونا اور اس جیسے مضمون کا ذکر ہے اعتراض کرتے ہیں اور انتہائی غصہ سے اپنے دونوں ہاتھوں کو سر پر مارتے ہیں اور گناہوں کی معافی کو عدل خداوندی کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ انکو ان روایات پر غور کرنا چاہیئے کہ توریت میں چار جگہ پر مذکور ہے کہ خدائے غیور باپ دادا کے گناہوں کی سزا تین چار پشتوں تک انکی اولاد کو دیتا ہے اور باپ کے گناہ کی سزا بیٹے کے دامن میں ڈال دیتا ہے اور یرمیاہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے صراحۃً کہتے ہیں کہ باپ دادا کے گناہوں کی سزا انکے مرنے کے بعد اولاد کے دامن میں ڈال دیتا ہے اور نوحہ میں اظہار فرماتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا گناہ کر کے مر گئے اور انکے گناہوں کا بوجھ ہم نے برداشت کیا اور جناب مسیح علیہ السلام جو اکثر مسیحی علماء کے نزدیک عین خدا ہیں اپنے تقاضاء عدل کے تحت تمام پیغمبروں کے خون کا جو ہابیل سے لیکر زکریا تک بہایا گیا اِن سب کا احتساب و باز پرس اپنے مخالفین طبقہ یہود سے کرتے ہیں حالانکہ یہ خون حضرت یعقوب علیہ السلام جو بنی اسرائیل قوم یہود کے جد امجد تھے ان سے سینکڑوں سال پہلے بہایا گیا حالانکہ استثناء باب ۲۴ آیت ۱۶ میں لکھا ہے "بیٹوں کے بدلے باپ نہ مارے جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے" اور حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۰ میں مرقوم ہے "جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔ صادق کی صداقت اُسی کیلئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کیلئے" انتھی

سبحان اللہ! توبہ کے بعد گناہ کو معاف کرنے میں تو خدائی عدل برباد

جائے اور ان امور (۱) میں باقی رہتا ہے۔ انشاءاللہ اس اعتراض کے جواب میں تفصیلی بحث باب اول کی فصل سوم میں آپ سنیں گے۔

(۲۴) حضرت داوٗدؑ کا جھوٹ بولنا (نعوذ باللہ)

جس وقت حضرت داوٗد علیہ السلام ساوٗل بادشاہ کے خوف سے جو انکے قتل کا ارادہ رکھتا تھا بھاگے اور راستہ میں بھوک لگی تو اخیملک کاہن کے پاس پہنچے وہ حضرت داوٗد علیہ السلام کو تنہا دیکھ کر ڈر گیا اور تنہا آنے کا سبب پوچھا اِس پر جو جواب انہوں نے دیا وہ اول اسموئیل باب ۲۱ آیت ۲ اِس طرح مذکور ہے ''داوٗد نے اخیملک کاہن سے کہا بادشاہ نے مجھے ایک کام کا حکم کر کے کہا ہے کہ جس کام پر میں تجھے بھیجتا ہوں اور جو حکم میں نے تجھے دیا ہے وہ کسی شخص پر ظاہر نہ ہو سو میں نے جوانوں کو فلانی فلانی جگہ بٹھا دیا ہے'' انتہی

پس داوٗد علیہ السلام نے یہاں صاف جھوٹ بولا کیونکہ وہ بادشاہ سے بغاوت کی وجہ سے بھاگے تھے نہ یہ کہ بادشاہ کے کسی کام کو پورا نہ کرنے کیلئے کہ بادشاہ نے اسکے مخفی رکھنے کا حکم دیا ہو۔ (۲)

(۲۵) حضرت داوٗدؑ کا ناچنا اور برہنہ ہونا (نعوذ باللہ)

جس وقت خدا کے صندوق کو داوٗد علیہ السلام شہر میں لے آئے تو اس بارے میں دوم سموئیل باب ۶ آیت ۱۴ میں اس طرح مذکور ہے ''داوٗد خداوند کے حضور اپنے سارے زور سے ناچنے لگا..... ساوٗل کی بیٹی میکل نے کھڑکی سے نگاہ کی اور داوٗد بادشاہ کو خداوند کے

---

(۱) یعنی تمام انبیاء کے خون کا حساب بعد کے یہود سے ہونا اور باپ دادا کے گناہوں کی سزا چوتھی پشت کی اولاد کو ملنا وغیرہ۔

(۲) جیسا کہ پچھلے باب (۱۔سموئیل ۲۰:۳۰) میں اسکی صراحت ہے۔

حضور اچھلتے اور ناچتے دیکھا سو اس نے اپنے دل ہی دل میں اسے حقیر جانا.....اور داؤد کے استقبال کو نکلی اور کہنے لگی کہ اسرائیل کا بادشاہ آج کیسا شاندار معلوم ہوتا تھا جس نے آج کے دن اپنے ملازموں کی لونڈیوں کے سامنے اپنے کو برہنہ کیا جیسے کوئی بانکا (۱ بے حیائی سے برہنہ ہو جاتا'' انتہی ملخصاً۔ اسی طرح خروج باب ۱۵ آیت ۲۰ میں فرعون علیہ ماعلیہ کے غرق ہونے کے بعد اس طرح مذکور ہے ''تب ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دف ہاتھ میں لیا اور سب عورتیں دف لیے ناچتی ہوئی اسکے پیچھے چلیں اور مریم انکے گانے کے جواب میں یہ گاتی تھی'' انتہی

مسیحی قوم کے مرد و عورت تمام محافل و مجالس میں جس طرح رقص کرتے ہیں، انکی عورتیں محرم و غیر محرم کے سامنے دادِ عیش و ناز دیتی ہیں اور یہ عادت انکے درمیان بڑی حد تک رائج ہو چکی ہے شاید اس رقص و سرود کا رواج اسی نبی و نبیہ اور سابقہ بنی اسرائیل کی عورتوں کی تقلید و سنت ہے (۲)

(۲۶) حضرت داؤدؑ کا زنا کرنا (نعوذ باللہ)

دوم سموئیل باب ۱۱ آیت ۲ میں اس طرح مذکور ہے ''اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہارہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وہ اِلعام کی بیٹی بت سبع ہے جو حِتّی اوریاہ کی بیوی ہے؟۔

---

(۱) بانکا ہندی لفظ ہے بے حیا تربیت اور شائستگی سے محروم گنوار اور دیہاتی کو کہتے ہیں (لغات الکتاب)

(۲) عصرِ حاضر میں اس سنت کے احیاء کیلئے مغربی تہذیب و ثقافت عیسائی اقوام و ممالک کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں یہود کے زیرِ قبضہ ذرائع ابلاغ نے عریانی اور فحاشی کا طوفان برپا کر رکھا ہے۔

اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا۔ وہ اسکے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی۔ اور وہ عورت حاملہ ہوگئی (۱) سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔ اور داؤد نے یوآب کو کہلا بھیجا کہ حِتی اوریاہ کو میری پاس بھیج دے۔ سو یوآب نے اورِیاہ کو داؤد کے پاس بھیج دیا۔ اور جب اوریاہ آیا تو داؤد نے پوچھا کہ یوآب کیسا ہے اور لوگوں کا کیا حال ہے اور جنگ کیسی ہو رہی ہے؟ پھر داؤد نے اوریاہ سے کہا کہ اپنے گھر جا اور اپنے پاؤں دھو اور اوریاہ بادشاہ کے محل سے نکلا اور بادشاہ کی طرف سے اسکے پیچھے پیچھے ایک خوان بھیجا گیا۔ پر اوریاہ بادشاہ کے گھر کے استانہ پر اپنے مالک کے اور سب خادموں کیساتھ سویا اور اپنے گھر نہ گیا۔ اور

---

(۱) غور فرمایئے! بائبل نے خدا کے جلیل القدر پیغمبر اور عظیم رسول پر کتنا سنگین بہتان باندھ دیا ہے اِس جھوٹے قصے پر تفصیلی تجزیہ کیے بغیر چند اہم نکات قابلِ غور ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ کیا اس عورت کا مکان شاہی محل کیساتھ ملا ہوا تھا کہ شام کے وقت نہاتی ہوئی عورت چھت پر سے نظر آگئی؟ دوسری بات یہ ہے کہ کیا اُس زمانے میں عورتیں اپنے مکان کے صحن میں کھلے بندوں نہاتی تھیں کہ لوگ چھتوں پر سے انہیں دیکھ سکیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ بائبل بتاتی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے شام کے وقت چھت پر ٹہلتے ہوئے عورت کو دیکھا اور خوبصورتی کا اندازہ کر لیا۔ کیا وہ عورت شام کے وقت غسل کرتے وقت اپنے پاس ایسی روشنی کا بندوبست کر کے بیٹھی تھی کہ لوگ اسے غسل کرتے ہوئے دیکھیں؟ داؤد علیہ السلام نے اُس عورت کی خوبصورتی کو کس خوردبین کے ذریعے جانچ لیا؟ چوتھی بات یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ بھی تھے وہ اِس عورت کے حالات رازداری کیساتھ معلوم کر کے اپنی خواہش کی تکمیل کر سکتے تھے مگر انہوں نے اِسکی بجائے لوگوں کو بھیج کر کھلے بندوں حالات کیوں دریافت کیے؟ پانچویں بات یہ ہے کہ بائبل بتاتی ہے کہ وہ عورت اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی لہٰذا صحبت کرنے پر حاملہ ہوگئی۔ اِس الہامی مصنف کو اُس عورت کا ناپاکی سے پاک ہونا کہاں سے معلوم ہوگیا؟ چھٹی بات یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور انکے گھرانے پر ناجائز تہمتوں پر مبنی اِس کتاب سموئیل کا لکھنے لکھانے والا کون ہے تو اس بارے میں مسیحی علماء کی تحقیق یہ ہے ”مصنف یا مصنفوں کا کوئی واضح ذکر نہیں ملتا۔ ا۔ تواریخ ۲۹:۲۹ سے ظاہر ہے کہ اسے سموئیل، ناتن اور جاد کی مشترک تصنیف کہا جا سکتا ہے“ (قاموس الکتاب ص ۵۴۱) نامعلوم لوگوں کا جمع کردہ پلندہ کہاں تک قابلِ اعتبار ہو سکتا ہے؟ کیا آپ ایک مجہول الحال آدمی کہنے پر حضرت داؤد علیہ السلام جیسے عظیم رسول کی عظمتِ کردار پر اتنا بڑا الزام دھر دینگے؟ نعوذ باللہ من ذالك

جب انہوں نے داؤد کو یہ بتایا کہ اوریاہ اپنے گھر نہیں گیا تو داؤد نے اوریاہ سے کہا کیا تو سفر سے نہیں آیا؟ پس تو اپنے گھر کیوں نہ گیا؟۔ اوریاہ نے داؤد سے کہا کہ صندوق اور اسرائیل اور یہوداہ جھونپڑیوں میں رہتے ہیں اور میرا مالک یوآب اور میرے مالک کے خادم کھلے میدان میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں تو کیا میں اپنے گھر جاؤں اور کھاؤں پیوں اور اپنی بیوی کے ساتھ سوؤں؟ تیری حیات اور تیری جان کی قسم مجھ سے یہ بات نہ ہوگی۔ پھر داؤد نے اوریاہ سے کہا کہ آج بھی تو یہیں رہ جا۔ کل میں تجھے روانہ کر دونگا۔ سو اوریاہ اس دن اور دوسرے دن بھی یروشلیم میں رہا۔ اور جب داؤد نے اسے بلایا تو اس نے اسکے حضور کھایا پیا اور اس نے اسے پلا کر متوالا کیا اور شام کو وہ باہر جا کر اپنے مالک کے اور خادموں کے ساتھ اپنے بستر پر سو رہا پر اپنے گھر کو نہ گیا۔ صبح کو داؤد نے یوآب کیلئے ایک خط لکھا اور اسے اوریاہ کے ہاتھ بھیجا۔ اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اسکے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اور جاں بحق ہو۔ اور یوں ہوا کہ جب یوآب نے اس شہر کا ملاحظہ کر لیا تو اس نے اوریاہ کو ایسی جگہ رکھا جہاں وہ جانتا تھا کہ بہادر مرد ہیں ......اور حتی اوریاہ بھی مر گیا۔ تب یوآب نے آدمی بھیج کر جنگ کا سب حال داؤد کو بتایا ......اور جب سوگ کے دن گذر گئے تو داؤد نے اسے بلوا کر اسکو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اسکی بیوی ہوگئی اور اس سے اسکے ایک لڑکا ہوا پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا'' انتہی ملخصاً۔ اسی کتابِ دوم سموئیل باب ۱۲ میں اللہ تعالیٰ کا عتاب حضرت داؤد علیہ السلام پر ناتن نبی کی زبانی اس طرح مذکور ہے کہ ''سو تو نے کیوں خداوند کی بات کی تحقیر کی اسکے حضور بدی کی؟ تو نے حتی اوریاہ کو تلوار سے مارا اور اسکی بیوی لے لی تاکہ وہ تیری بیوی بنے اور اسکو بنی عمون کی تلوار سے قتل کروایا۔ سو اب تیرے گھر سے تلوار کبھی الگ نہ ہوگی کیونکہ تو نے مجھے حقیر جانا اور حتی اوریاہ کی بیوی لے لی تاکہ وہ تیری بیوی ہو۔ سو خداوند یوں

فرماتا ہے کہ دیکھ میں شر کو تیرے ہی گھر سے تیرے خلاف اٹھاؤنگا اور میں تیری بیویوں کو لیکر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسایہ کو دونگا اور وہ دن دہاڑے تیری بیویوں سے صحبت کریگا...... اس لئے وہ لڑکا بھی جو تجھ سے پیدا ہوگا مر جائیگا پھر ناتن اپنے گھر چلا گیا اور خداوند نے اس لڑکے کو جو اوریاہ کی بیوی کے داؤد سے پیدا ہوا تھا مارا اور وہ بہت بیمار ہوگیا۔ اس لئے داؤد نے اس لڑکے کی خاطر خدا سے منت کی اور داؤد نے روزہ رکھا اور اندر جا کر ساری رات زمین پر پڑا رہا۔ اور اسکے گھرانے کے بزرگ اٹھ کر اسکے پاس آئے کہ اسے زمین پر سے اٹھائیں پر وہ نہ اٹھا اور نہ اس نے انکے ساتھ کھانا کھایا۔ اور ساتویں دن وہ لڑکا مر گیا'' انتہی ملخصاً

جاننا چاہیئے! کہ اوریا بے چارہ ہمسایہ' ملازم' صالح' اور مجاہد ہونے کی حیثیت سے قابل عزت وتکریم تھا جیسا کہ خروج باب ۲۰ آیت ۱۷ اور استثناء باب ۵ آیت ۲۱ میں مذکور ہے کہ ''اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا اور نہ اپنے پڑوسی کے گھر یا اسکے کھیت یا غلام یا لونڈی یا بیل یا گدھے یا اسکی کسی اور چیز کا خواہاں ہونا'' انتہی۔ احبار باب ۱۸ آیت ۲۰ میں لکھا ہے ''اور تو اپنے کو نجس کرنے کیلئے اپنے ہمسایہ کی بیوی سے صحبت نہ کرنا'' یہ حکم اور چند مزید احکام کی تحریر کے بعد اسی باب کی آیت ۲۹ میں علتِ ممانعت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے ''کیونکہ جو اِن مکروہ کاموں میں سے کسی کو کریگا وہ اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے گا'' انتہی۔ اِسی کتاب کے باب ۲۰ آیت ۱۰ میں اس طرح مذکور ہے ''اور جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے تو وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیے جائیں'' اور ہمسایہ کے حق میں تاکید توریت میں بہت سے مقامات پر مذکور ہے اور خروج باب ۲۳ آیت ۷ میں لکھا ہے ''اور بے گناہوں اور صادقوں کو قتل نہ کرنا کیونکہ میں شریر کو راست نہیں ٹھہراؤنگا'' انتہی

غور فرمایئے! اس شخص کا مستحقِ اکرام ہونے کے باوجود دیکھنا چاہیئے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نے کیا کیا کہ اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کیا جسکی سزا خدا تعالی کی طرف سے سنگسار کرنا خود توریت میں مصرح ہے اور جب حمل ٹھہر گیا تو اپنی بدنامی دور کرنے کیلیئے اس کو میدانِ جہاد سے واپس بلایا اور گھر جانے کا حکم دیا جب وہ اپنی دینداری کے جذبہ سے عذرِ مذکور کی بنا پر گھر نہ گیا تو دوسرے دن بھی اسکو اپنے پاس ٹھہرایا اور شراب پلا کر مست کیا تا کہ شاید مسلوب العقل ہو کر اپنی قسم توڑ دے اور گھر چلا جائے لیکن جب وہ اس رات بھی نہ گیا تو اس بے گناہ نیکو کار شخص کے قتل پر کمر بستہ ہو گئے اور اس کو کفار کے ہاتھوں قتل کروایا اور اپنے ولد الزنا کے مرنے کے متعلق قطعی حکم مل جانے کے باوجود اسکے لئے بارگاہ الٰہی میں شفا کی دعا کی اور روزہ رکھا اور اس سے زیادہ اللہ جلّ جلالہ کی ذات پر تعجب ہے کہ ایک مظلوم کو قتل کرانے اور زنا کی سزا جسکی تاکید توریت میں مصرح ہے بلکہ دیگر خطاؤں کے بارے میں جو عمداً صادر ہو جائیں گنتی باب ۱۵ آیت ۳۰ میں اس طرح ارشاد ہے ''لیکن جو شخص بے باک ہو کر گناہ کرے خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی وہ خداوند کی اہانت کرتا ہے۔ وہ شخص اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے گا۔ کیونکہ اس نے خداوند کے کلام کی حقارت کی اور اسکے حکم کو توڑ ڈالا۔ وہ شخص بالکل کاٹ ڈالا جائے گا اسکا گناہ اسی کے سر لگے گا'' انتٰہی۔ مگر حضرت داوٗد علیہ السلام کو معاف کر دیا اور اپنی عدالت وقدوسیت کے مطابق کیا خوب حکم دیا کہ تیرے خاندان سے تلوار کبھی الگ نہ ہوگی تیری عورتوں کو تیری نگاہ کے سامنے اٹھا کر تیرے ہمسایہ کے حوالے کروں گا کہ دن دہاڑے تیرے سامنے تیری بیویوں سے صحبت کریں گے حالانکہ بے چارے خاندان کا اس گناہ میں کیا دخل ہے؟ سزا کی یہ صورت تو بالکل عجیب ہے اور اس آخری وعدہ کو بہت قریب زمانہ میں پورا کر دیا کہ ابی سلوم جو انکا فرزند ارجمند تھا نافرمان ہو گیا اور اپنے بعض بزرگوں یعنی یعقوب علیہ السلام کے پہلوٹھے بیٹے رُوبن کے طریقے پر چلتے

ہوئے اپنے باپ کی بیویوں سے علی الاعلان زنا کیا جیسا کہ سموئیل دوم باب ۱۶ آیت ۲۲ میں مذکور ہے ''سو انہوں نے محل کی چھت پر ابی سلوم کیلئے ایک تنبو کھڑا کر دیا اور ابی سلوم سب بنی اسرائیل کے سامنے اپنے باپ کی حرموں کے پاس گیا'' انتہی

پس مسیحی علماء کو دیکھنا چاہیئے کہ اس روایت کے مطابق کتنی پاکیزگی داؤد علیہ السلام میں پائی جاتی ہے جو شرائط نبوت میں سے ہے اور کس قدر عدالت وقدوسیت اللہ کیلئے ہے جو ذات الٰہی کے لوازم میں سے شمار کرتے ہیں۔

(۲۷) حضرت داؤدؑ کے بیٹے امنون کا اپنی بہن سے زنا کرنا (نعوذ باللہ)

دوم سموئیل باب ۱۳ آیت ۱ میں مذکور ہے ''اور اسکے بعد ایسا ہوا کہ داؤد کے بیٹے ابی سلوم کی ایک خوبصورت بہن تھی جسکا نام تمر تھا۔ اس پر داؤد کا بیٹا امنون عاشق ہو گیا۔ اور امنون ایسا کڑھنے لگا کہ وہ اپنی بہن تمر کے سبب سے بیمار پڑ گیا......... جب بادشاہ اسکو دیکھنے آیا تو امنون نے بادشاہ سے کہا میری بہن تمر کو ذرا آنے دے کہ وہ میرے سامنے دو پوریاں بنائے تا کہ میں اسکے ہاتھ سے کھاؤں سو داؤد نے تمر کے گھر کہلا بھیجا کہ تو ابھی اپنے بھائی امنون کے گھر جا اور اسکے لئے کھانا پکا سو تمر اپنے بھائی امنون کے گھر گئی.......... اور اسکے سامنے پوریاں بنائی اور انکو پکایا........ امنون نے کہا کہ سب آدمیوں کو میرے پاس سے باہر کر دو۔ تب امنون نے تمر سے کہا کہ کھانا کوٹھری کے اندر لے آ.......... سو تمر وہ پوریاں...... کوٹھری میں اپنے بھائی امنون کے پاس لائی.......... تو اس نے اُسے پکڑ لیا اور اس سے کہا اے میری بہن مجھ سے وصل کر۔ اس نے کہا نہیں میرے بھائی میرے ساتھ جبر نہ کر کیونکہ اسرائیلیوں میں کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہیئے.......... اور بھلا میں اپنی رسوائی کہاں لیے پھرونگی؟.......... سو تو بادشاہ سے عرض کر کیونکہ وہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا۔

لیکن اس نے اسکی بات نہ مانی.........اس لئے اس نے اسکے ساتھ جبر کیا اور اس سے صحبت کی پھر امنون کو اس سے بڑی سخت نفرت ہوگئی کیونکہ اسکی نفرت اسکے جذبہ عشق سے کہیں بڑھ کر تھی۔ سو امنون نے اس سے کہا اٹھ چلی جا۔ وہ کہنے لگی ایسا نہ ہوگا کیونکہ یہ ظلم کہ تو مجھے نکالتا ہے اس کام سے جو تو نے مجھ سے کیا بدتر ہے پر اس نے اسکی ایک نہ سنی۔ تب اس نے اپنے ایک ملازم کو جو اسکی خدمت کرتا تھا بلا کر کہا اس عورت کو میرے پاس سے باہر نکال دے اور پیچھے دروازہ کی چٹکنی لگا دے۔ غرض اسکے خادم نے اسکو باہر کر دیا.........اور تمر نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور اپنے رنگ برنگ کے جوڑے کو جو پہنے ہوئی تھی چاک کیا ....اور جب داؤد بادشاہ نے یہ سب باتیں سنیں تو نہایت غصہ ہوا'' انتہی ملخصاً

ظاہر یہی ہے کہ تمر داؤد کی ربیبہ ہو جو انکے نطفہ سے نہ تھی چنانچہ انکار کرتے ہوئے اسکا یہ کہنا کہ ''بادشاہ سے کہہ وہ مجھے تجھ سے منع نہ کرے گا'' اسی پر دلالت کرتا ہے ورنہ توریت میں بہن سے نکاح مطلقاً حرام ہونا معلوم ہوتا ہے خواہ وہ حقیقی بہن ہو یا باپ شریک علاتی بہن ہو یا ماں شریک اخیافی بہن ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ زنا صحرا میں نہ تھا لہٰذا معاملہ دو حال سے خالی نہیں یا تو تمر کسی کی طرف منسوب ہوگی یا نہ ہوگی۔ پہلی صورت میں دونوں مستحق رجم ہونگے چنانچہ استثناء باب ۲۲ آیت ۲۳ میں لکھا ہے ''اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہوگئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور انکو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا'' انتہیٰ۔ اور دوسری صورت میں تمر کا امنون کے ساتھ نکاح ہونا چاہیئے اور نکاح کے بعد ساری عمر وہ اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جیسا کہ اسی استثناء باب ۲۲ آیت ۲۸، ۲۹ میں

مصرح ہے(۱) اور اگر تمر داوٗد علیہ السلام کے نطفہ سے ہو جیسا کہ تواریخ اوّل کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کتاب کے مؤلف حضرت داوٗد علیہ السلام کے بیٹوں کے نام لکھتے ہوئے باب ۳ آیت ۹ میں لکھتے ہیں ''یہ سب حرموں کے بیٹوں کے علاوہ داوٗد کے بیٹے تھے اور تمر انکی بہن تھی'' انتہٰی۔ تو بحث و گفتگو کا میدان یہاں پر وسیع ہوسکتا ہے تاہم حضرت داوٗد علیہ السلام نے تمام شرعی امور جو کرنے چاہیئے تھے ایک بھی نہیں کیا تو محض غصہ ہونے کا کیا فائدہ اور ابی سلوم جو داوٗد علیہ السلام کا بیٹا تھا ان سے باغی ہو کر اکثر بنی اسرائیل کو اپنا ہم نوا بنالیا اور تخت نشین ہونے کا ارادہ کرتے ہوئے اپنے باپ کے قتل کا عزم مصمم کرلیا اور خیمہ کو چھت پر کھڑا کر کے اپنے باپ کی بیویوں سے صحبت کی جبکہ استثناء باب ۲۷ آیت ۲۰ میں لکھا ہے ''لعنت اس پر جو اپنے باپ کی بیوی سے مباشرت کرے کیونکہ وہ اپنے باپ کے دامن کو بے پردہ کرتا ہے اور سب لوگ کہیں آمین'' اور اس نے اپنے مشفق و مہربان والدِ بزرگوار کیساتھ جنگ کی جس میں بیس ہزار لوگ مارے گئے۔ ان حرکاتِ ناشائستہ کے باوجود صرف احبار باب ۲۰ آیت ۱۱ کے حکم کے مطابق کہ ''اور جو شخص اپنی سوتیلی ماں سے صحبت کرے اس نے اپنے باپ کے بدن کو بے پردہ کیا۔ وہ دونوں ضرور جان سے مارے جائیں'' یہ شخص واجب القتل تھا لیکن حضرت داوٗد علیہ السلام کو اتنا بھی منظور نہیں کہ انکی ذات سے اسکو کوئی رنج پہنچے اسی وجہ سے اپنے تمام امراءِ لشکر کو تاکید فرماتے ہیں کہ میری خاطر ابی سلوم سے نرمی سے پیش آنا اور چونکہ سپہ سالاروں نے انکے اس حکم پر عمل نہیں کیا بلکہ فتح کے بعد اسکو قتل کر دیا تو اس پر بہت نالہ وزاری' آہ و فریاد کی چنانچہ یہ تمام حالات کتاب دوم

---

(۱) چنانچہ ارشاد ہے ''اگر کسی آدمی کو کوئی کنواری لڑکی مل جائے جسکی نسبت نہ ہوئی ہو اور وہ اسے پکڑ کر اس سے صحبت کرے اور دونوں پکڑے جائیں۔ تو وہ مرد جس نے اس سے صحبت کی ہو لڑکی کے باپ کو چاندی کی پچاس مثقال دے اور وہ لڑکی اسکی بیوی بنے کیونکہ اس نے اسے بے حرمت کیا اور وہ اسے اپنی زندگی بھر طلاق نہ دینے پائے''

سموئیل باب ۱۵ سے ۱۹ تک قارئین کو تفصیل کیساتھ معلوم ہو سکتے ہیں۔ان دونوں روایات سے حضرت داوٗد علیہ السلام کا حدود الٰہی کے قائم کرنے میں مداہنت کرنا بہت آشکارا اور بالکل واضح ہے اور حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں اس طرح کی دیگر باتیں بھی کوئی شخص اگر اس فرقہ کی کتب مقدسہ سے تلاش کرنا چاہے تو مل سکتی ہیں۔ان تمام امور کے باوجود آنجناب کا ارشاد خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر ادا کرتے ہوئے کتاب ۲۔سموئیل باب ۲۲ آیت ۲۱ اور زبور ۱۸ میں اس طرح مذکور ہے ’’خداوند نے میری راستی کے موافق مجھے جزادی اور میرے ہاتھوں کی پاکیزگی کے مطابق مجھے بدلہ دیا کیونکہ میں خداوند کی راہوں پر چلتا رہا اور شرارت سے اپنے خدا سے الگ نہ ہوا کیونکہ اس کے سارے فیصلے میرے سامنے تھے اور میں اسکے آئین سے برگشتہ نہ ہوا۔میں اسکے حضور کامل بھی رہا اور اپنی بدکاری سے باز رہا اسی لیے خداوند نے مجھے میری راستی کے موافق بلکہ میری اس پاکیزگی کے مطابق جو اسکی نظر کے سامنے تھی بدلہ دیا‘‘ انتہی۔بلکہ حضرت داوٗد علیہ السلام کی وفات کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ یربعام بادشاہِ اسرائیل کے عتاب میں حضرت داوٗد علیہ السلام کی توصیف کرتے ہوئے سلاطین اول باب ۱۴ آیت ۸ میں اس طرح فرماتے ہیں ’’تو بھی تو میرے بندہ داوٗد کی مانند نہ ہوا جس نے میرے حکم مانے اور اپنے سارے دل سے میری پیروی کی تاکہ فقط وہی کرے جو میری نظر میں ٹھیک تھا‘‘ انتہی۔ان آیات اور ان کاموں کے درمیان صریح تناقض ومنافات ہے اور ان افعال کے وقوع کی صورت میں حضرت داوٗد علیہ السلام کا یہ قول کہ ’’اسکے احکام میرے سامنے تھے اور میں اسکے آئین سے برگشتہ نہ ہوا.....الخ‘‘ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ’’اس نے میرے احکام مانے اور وہی کیا جو میری نظر میں ٹھیک تھا‘‘ بالکل جھوٹ ہو جاتا ہے۔

(۲۸) حضرت سلیمانؑ پر بت پرستی وغیرہ کے الزامات (نعوذ باللہ)

تواریخ دوم باب ۸ آیت ۷ میں لکھا ہے ’’اور وہ سب جو لوگ حتیوں اور اموریوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں میں سے باقی رہ گئے تھے

اور اسرائیلی نہ تھے ان ہی کی اولاد جو انکے بعد ملک میں باقی رہ گئی تھی جسے بنی اسرائیل نے نابود نہیں کیا اسی میں سے سلیمان نے بیگاری مقرر کئے جیسا آج کے دن ہے‘‘ انتہی۔ حالانکہ استثناء باب ۷ آیت ۲ میں لکھا ہے ’’جب خداوند تیرا خدا انکو تیرے ہاتھ میں دے دے اور تو انکو مارے تو تو انہیں بالکل ہلاک کرنا۔ تو ان کیساتھ کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر مہربانی کرنا‘‘ اور استثناء باب ۲۰ آیت ۱۶ میں مصرح ہے ’’پر ان قوموں کے شہروں میں جنکو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا تا کہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کیلئے کیے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو‘‘ انتہٰی

غور فرمایئے! کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی موجودگی اور قتل پر قدرت کے باوجود کیوں ان لوگوں پر جزیہ مقرر کیا اور قتل نہ کیا بلکہ اس فرقہ کی کتب مقدسہ کی روایات کے مطابق تو حضرت سلیمان علیہ السلام بت پرستی اور بت خانہ کے بنانے تک جا پہنچے جیسا کہ سلاطین اول باب ۱۱ آیت ۱ میں مصرح ہے ’’اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سے اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی‘ عمونی‘ ادومی‘ صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا یہ ان قوموں کی تھیں جنکی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا تم اُنکے بیچ نہ جانا اور نہ وہ

تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کرلینگی سلیمان انہی کے عشق کا دم بھرنے لگا اور اسکے پاس سات سو شہزادیاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اسکی بیویوں نے اسکے دل کو پھیر دیا۔ کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اسکی بیویوں نے اسکے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کرلیا اور اسکا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا اسکے باپ داؤد کا دل تھا کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اسکے باپ داؤد نے کی تھی۔ پھر سلیمان نے موآبیوں کے نفرتی کموس کیلئے اس پہاڑ پر جو یروشلیم کے سامنے ہے اور بنی عمون کے نفرتی مولک کیلئے بلند مقام بنا دیا اس نے ایسا ہی اپنی سب اجنبی بیویوں کی خاطر کیا جو اپنے دیوتاؤں کے حضور بخور جلاتی اور قربانی گذرانتی تھیں اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا کیونکہ اسکا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا جس نے اسے دوبار دکھائی دے کر اسکو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبودوں کی پیروی نہ کرے پر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا حکم خداوند نے دیا تھا اس سبب سے خداوند نے سلیمان کو کہا چونکہ تجھ سے یہ فعل ہوا اور تو نے میرے عہد اور میرے آئین کو جنکا میں نے تجھے حکم دیا نہیں مانا اس لئے میں سلطنت کو ضرور تجھ سے چھین کر تیرے خادم کو دوں گا۔ تو بھی تیرے باپ داؤد کی خاطر میں تیرے ایام میں یہ نہیں کروں گا بلکہ اسے تیرے بیٹے کے ہاتھ سے چھینوں گا۔'' انتہٰی

ان روایات کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام سے چند بڑی غلطیاں صادر ہوئی ہیں۔ (نعوذ باللہ)

۱- غیر عورتوں سے نکاح کیا حالانکہ ان سے نکاح کی ممانعت خداوند تعالیٰ کی طرف

سے مذکورہ بالا عبارت میں بھی منقول ہے اور توریت میں ان جیسی اقوام سے نکاح کے متعلق استثناء باب ۷ آیت ۳ میں اس طرح لکھا ہے ''تو ان سے بیاہ شادی بھی نہ کرنا نہ انکے بیٹوں کو اپنی بیٹیاں دینا اور نہ اپنے بیٹوں کیلئے انکی بیٹیاں لینا کیونکہ وہ تیرے بیٹوں کو میری پیروی سے برگشتہ کردیں گے تاکہ وہ اور معبودوں کی عبادت کریں یوں خداوند کا غضب تم پر بھڑکے گا اور وہ تجھ کو جلد ہلاک کردیگا'' انتہی۔ اس نکاح کا انجام یہاں تک جا پہنچا کہ یہ نکاح بڑھاپے کے زمانے میں جو بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع کا زمانہ تھا نکاح کرنے والے کیلئے جو لباسِ نبوت زیب تن تھا بت پرستی کا باعث بن گیا اور پھر حسبِ وعدہ خداتعالیٰ کی ناراضگی ظاہر ہوگئی۔

۲- ان عورتوں سے عشق و محبت رکھتے تھے چنانچہ نصاریٰ کے عقیدے کے مطابق یہ شہوت پرستی کے تقاضوں سے ہے لہٰذا پاکیزگی جو شرط نبوت ہے رخصت ہوگئی اذافات الشرط فات المشروط کے مطابق دوسرے احوال کا ہونا تو محتاج بیان نہیں۔

۳- انکی کثرت ازواج ہزار تک پہنچ گئی حالانکہ خداوند تعالیٰ کا حکم خاص طور پر اس شخص کیلئے جو بنی اسرائیل کا بادشاہ بن جائے اس طرح استثناء باب ۱۷ آیت ۱۷ میں اس طرح لکھا ہے ''اور وہ بہت سی بیویاں بھی نہ رکھے تا نہ ہو کہ اسکا دل پھر جائے''

۴- عورتوں کے گمراہ کرنے اور انکی خاطر داری کی وجہ سے اپنے دل کو خدا کیلئے کامل نہ رکھا اور سیدھے راستے سے انحراف کیا اور اس شریعت کو پس پشت ڈال دیا جس کے احکام کی محافظت کی تاکید سینکڑوں جگہ مذکور ہے اور جسکی انکے والد گرامی نے آخر عمر میں تاکیدی وصیت کی تھی چنانچہ انشاء اللہ باب اول کی فصل دوم کے اعتراضِ چہارم میں معلوم ہوجائیگا......اور وہ آیت ۲۶ جو استثناء باب ۲۷ میں مذکور ہے کہ ''لعنت اس پر جو اس

شریعت کی باتوں پر عمل کرنے کیلئے ان پر قائم نہ رہے“ اسکا بھی خیال نہیں کیا۔

۵- باوجودیکہ خدا تعالیٰ دوبار ان پر ظاہر ہوئے اور بت پرستی سے تاکید کیساتھ منع کیا تھا مگر انہوں نے صیدانیوں اور اموریوں کے بتوں کی پرستش کی اور ہر وہ کام جو خدا کی نگاہ میں برا تھا کر گزرے پس اس سے زیادہ کونسا بڑا گناہ باقی رہ جاتا ہے کہ توریت میں سینکڑوں جگہ اسکی ممانعت کا حکم موجود ہے اور غیر اللہ کی عبادت کی سزا سنگساری مذکور ہے چنانچہ استثناء باب ۱۷ آیت ۲ میں اس طرح ہے ”اگر تیرے درمیان......کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اسکے عہد کو توڑا ہو۔ اور جا کر اور معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرامِ فلک میں سے کسی کی جسکا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا پوجا اور پرستش کی ہو.......اگر یہ قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا۔ تو تو اس مرد یا اس عورت کو جس نے یہ برا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور انکو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں“ انتہٰی ملخصاً

۶- اونچی جگہ پر بت خانے بنائے اور اس سزا کا کوئی ڈر نہیں رکھا جو استثناء باب ۲۷ آیت ۱۵ میں اس طرح ہے ”لعنت اس آدمی پر جو کاریگری کی صنعت کی طرح کھودی ہوئی یا ڈھالی ہوئی مورت بنا کر جو خداوند کے نزدیک مکروہ ہے اسکو کسی پوشیدہ جگہ میں نصب کرے“ انتہٰی۔ جو بت خانہ اور بت اونچی جگہ پر ہو اس کا تو ذکر ہی کیا گویا لوگوں کو بت پرستی کی ہدایت فرما رہے ہیں اور یہ بت خانے سینکڑوں سال تک بنی اسرائیل میں بت پرستی کا ذریعہ بنے حتیٰ کہ یوسیاہ بادشاہ نے جو سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں پندرہواں تخت نشین تھا خدا پرستی کی وجہ سے اپنے زمانے میں اس بت خانہ کو مسمار کیا اور اسکے بتوں کو توڑ ڈالا چنانچہ سلاطین دوم باب ۲۳ آیت ۱۲ میں لکھا ہے ”اور ان اونچی جگہوں کو جو یروشلیم کے مقابل کو ہلاکت کی دہنی طرف ہیں جنکو اسرائیل کے بادشاہ سلیمان صیدانیوں کی گندگی عشیرہ

کیلئے اور موآبیوں کی ناپاکی کموش کیلئے اور بنی عمون کی پلیدی ملکوم کیلئے بنایا تھا بادشاہ نے پلید کروایا اور اس نے ستونوں کو چکنا چور کیا اور کھمبوں کو کاٹا اور انکی جگہوں میں مردوں کی ہڈیاں بھریں" انتہی

۷- انہوں نے عورتوں کو خود اجازت دی کہ ان معبودان باطلہ کے حضور بخور جلائیں اور قربانیاں گذاریں۔ اور یہ روایت سلیمان علیہ السلام کے دیگر احوال کے بیان سے مستغنی کر دیتی ہے لہٰذا طوالت کے خوف سے سلیمان علیہ السلام کے دیگر حالات کے بیان سے کف لسان کیا جاتا ہے (۱)

پادری فنڈر کی ایک عبارت کا جواب

پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتاب "حل الاشکال" میں لکھا ہے کہ "کسی نبی سے

(۱) حقیقت یہ ہے کہ بائبل نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بلند و بالا شخصیت پر جو الزامات لگانا چاہے ہیں وہ سب بے بنیاد اور بالکل بے اصل ہیں۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ ان الزامات پر مبنی دستاویز کتاب سلاطین کا مصنف کون ہے اسکے بارے میں مسیحیت کے یگانہ روزگار محققین کا ارشاد یہ ہے "سلاطین کی کتب کا انسانی مصنف نامعلوم ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کا بیشتر حصہ دستاویزات کی بنا پر رُوح القدس کی راہنمائی سے تالیف کیا گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان دو کتابوں کا کوئی کاہن مصنف ہے، لیکن برگشتہ شمالی بادشاہت میں کہاں کوئی ایسا کاہن ہوگا؟ ممکن ہے کہ کسی نبی نے ان کتابوں کو لکھا ہو۔ اگر ان کتب کا کوئی کاہن مؤلف تھا تو ممکن ہے کہ وہ عزرا ہو اور اگر کسی نبی نے انہیں تالیف کیا تو ہوسکتا ہے کہ یا تو حزقی ایل یا پھر یرمیاہ ہو۔" (تفسیر الکتاب۔ ولیم میکڈو نلڈ۔ ص ۱۹۳) قارئین! انصاف سے بتائیں آپ کو پتہ چلا کہ ان کتابوں کا مصنف متعین طور پر کون ہے؟ جب اصل مصنف ہی مشخص طور پر معلوم نہیں تو تحریر کی ثقاہت اور صداقت کیسے معلوم کی جا سکتی ہے۔ دوسری طرف مسیحی حضرات کی عقلمندی بھی ملاحظہ فرمائیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہمیں مصنفِ کتاب کے معلوم کرنے کی ضرورت نہیں وہ جو بھی ہے صاحب الہام ہے رُوح القدس کا ہدایت یافتہ ہے اسکی لکھی ہوئی تحریر اپنی باتیں نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مسیحی حضرات اپنے اعتقادات کچھ بھی رکھیں مگر ایک انصاف پسند آدمی نامعلوم لوگوں کے کہنے پر اتنے بڑے الزامات تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔

بت پرستی ظاہر نہیں ہوئی‘‘ بڑا تعجب خیز ارشاد ہے اس لئے کہ سلیمان علیہ السلام سے اس کا ظہور اس روایت کے مطابق بالکل عیاں اور آشکارا ہے اور سلاطین اول باب ۳ آیت ۵ اور تواریخ دوم باب ۱ آیت ۷ میں اس طرح مذکور ہے ’’جبعون میں خداوند رات کے وقت سلیمان کو خواب میں دکھائی دیا اور خدا نے کہا کہ مانگ میں تجھے کیا دوں سلیمان علیہ السلام نے کہا ...... سمجھنے والا دل عنایت کرتا کہ میں برے اور بھلے میں امتیاز کرسکوں کیونکہ تیری اس بڑی قوم کا انصاف کون کرسکتا ہے؟ اور یہ بات خداوند کو پسند آئی ...... اور خدا نے اس سے کہا چونکہ تو نے یہ چیز مانگی اور اپنے لیے عمر کی درازی کی درخواست نہ کی اور نہ اپنے لئے دولت کا سوال کیا اور نہ اپنے دشمنوں کی جان مانگی بلکہ انصاف پسندی کیلئے تو نے اپنے واسطے عقل مندی کی درخواست کی ہے۔ سو دیکھ میں نے تیری درخواست کے مطابق کیا۔ میں نے ایک عاقل اور سمجھنے والا دل تجھ کو بخشا ایسا کہ تیری مانند نہ تو کوئی تجھ سے پہلے ہوا اور نہ کوئی تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا‘‘ انتہٰی اور بیت المقدس کی تعمیر کے وقت انکے متعلق سلاطین اول باب ۶ آیت ۱۱ میں اس طرح مذکور ہے ’’اور خداوند کا کلام سلیمان پر نازل ہوا کہ یہ گھر جو تو بناتا ہے ...... الی آخر ما قال اور بیت المقدس کی تعمیر کے بعد انکے متعلق سلاطین اول باب ۹ آیت ۲‘ تواریخ دوم باب ۷ آیت ۱۲ میں اس طرح مذکور ہے ’’تو خداوند سلیمان کو دوسری بار دکھائی دیا جیسے وہ جبعون میں دکھائی دیا تھا اور خداوند نے اس سے کہا کہ میں نے تیری دعا اور مناجات جو تو نے میرے حضور کی ہے سن لی........ الی آخر ما قال یہ سب آیات حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں اور ’’امثال سلیمان‘‘ کو تو صحیفہ الہامی کہا جاتا ہے اور خود پادری موصوف اپنی کتاب ’’مفتاح الاسرار‘‘ باب اول فصل سوم میں کتاب مذکور (امثال) کے آٹھویں باب کی آیات کو اپنے خیال کے مطابق الوہیت مسیح پر دلیل کے طور پر لائے ہیں اور خود ’’مفتاح الاسرار‘‘ کے شروع میں اقرار کرتے ہیں کہ میں دلائلِ عقلی

کے بجائے کلام ربانی سے الوہیت مسیح کو ثابت کروں گا اور پھر کتاب امثال سلیمان سے دلیل لائے ہیں لہٰذا اس کتاب کو الہامی ہونا چاہیئے اور یہ چیز نبوت سلیمان کی فرع ہے۔

پادری فنڈر کی دوسری عبارت کا جواب

پادری موصوف حضرت ہارون علیہ السلام پر گائے پرستی کے الزام کے جواب میں اسی کتاب ''حل الاشکال'' میں لکھتے ہیں کہ ہارون صرف کاہن موسیٰ تھے نہ کہ نبی یہ صریح سفسطہ ہے اس لئے کہ ہارونؑ کا تو کیا ذکر یہاں تو انکی بہن مریم بھی نبیہ تھی چنانچہ خروج باب ۱۵ آیت ۲۰ میں جسکا ذکر داوٗد علیہ السلام کے احوال کے بیان میں گزر گیا صاف تصریح ہے (۱) اور ہارون علیہ السلام اور مریم سے نبوت کا دعویٰ گنتی باب ۱۲ میں بھی منقول ہے جسکا حوالہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ذکر کے ذیل میں گزر گیا حاصل یہ کہ وہ نبی ہونے کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے نائب بھی تھے اور یہ بات نبوت کے منافی نہیں جیسا کہ یوشعؑ نبی تھے اور موسیٰؑ کے خلیفہ بھی تھے اسی طرح مسیحی حضرات کے خیال کے مطابق جناب مسیحؑ کے حواریین بھی۔ اور وہ وحی والہام جو حضرت ہارون علیہ السلام کو ہوئے وہ توریت میں بے شمار جگہوں پر واقع ہیں۔ مثلاً خروج باب ۴ آیت ۲۷ میں ہے ''اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ بیابان میں جا کر موسیٰ سے ملاقات کر وہ گیا اور خدا کے پہاڑ پر اس سے ملا اور اسے بوسہ دیا'' اسی طرح گنتی باب ۲ آیت ۱ اور باب ۴ کی آیت ۱، ۱۷ اور باب ۱۴ کی آیت ۲۶ اور باب ۱۶ کی آیت ۲۰ اور باب ۱۹ کی آیت ۱ یعنی چھ جگہوں پر اس طرح ہے ''خداوند نے موسیٰ و ہارون کو مخاطب کیا اور کہا'' اور گنتی باب ۱۸ آیت ۱ میں اس طرح مذکور ہے ''اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ

---

(۱) چنانچہ لکھا ہے ''تب ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دف ہاتھ میں لیا اور سب عورتیں دف لیے ناچتی ہوئی اسکے پیچھے چلیں۔ اور مریم انکے گانے کے جواب میں یہ گاتی تھی۔''

مقدس کا بارِ گناہ تجھ پر اور تیرے بیٹوں اور تیرے آبائی خاندان پر ہوگا اور تمہاری کہانت کا بارِ گناہ بھی تجھ پر اور تیرے بیٹوں پر ہوگا" اور اسی باب کی آیت ۸ میں اس طرح ہے۔"پھر خداوند نے ہارون سے کہا دیکھ میں نے بنی اسرائیل کی سب پاک چیزوں میں سے اٹھانے کی قربانیاں تجھے دے دیں۔ میں نے انکو تیرے مسوح ہونے کا حق ٹھہرا کر تجھے اور تیرے بیٹوں کو ہمیشہ کیلئے دیا۔" اور آیت ۲۰ میں اس طرح مذکور ہے"اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ انکے ملک میں تجھے کوئی میراث نہیں ملے گی اور نہ انکے درمیان تیرا کوئی حصہ ہوگا کیونکہ بنی اسرائیل میں تیرا حصہ اور تیری میراث میں ہوں" اور زبور ۱۰۵ آیت ۲۶ میں لکھا ہے"اس نے اپنے بندے موسیٰ کو اور اپنے برگزیدہ ہارون کو بھیجا اس نے انکے درمیان معجزات اور حام کی سرزمین میں عجائب دکھائے" اور زبور ۱۰۶ آیت ۱۶ میں بنی اسرائیل کی مذمت میں اس طرح مذکور ہے"انہوں نے خیمہ گاہ میں موسیٰ پر اور خداوند کے مقدس مرد ہارون پر حسد کیا" لہٰذا ان روایات کے مطابق حضرت ہارون علیہ السلام کا نبی ہونا اور برگزیدہ ہونا محتاج بیان نہیں۔

(۲۹) بیتِ ایل کے بوڑھے نبی کا کردار

جس وقت یربعام بادشاہِ اسرائیل نے اپنی نفسانی خباثت کی وجہ سے سونے کے دو بچھڑے بنائے اور بنی اسرائیل کو انکی پرستش کی ترغیب دی اس نے اونچی جگہوں پر عبادت خانے بنائے اور عبادت شروع ہوگئی تو اس وقت یہودا سے ایک شخص بحکم خدا اس جگہ پہنچا اور اسکو مطلع کیا کہ یوسیاہ بادشاہ جو آل داؤد میں سے ہو انکو منہدم کرے گا تو بادشاہ نے ہاتھ لمبا کیا اور کہا کہ اسے پکڑلو تو وہ ہاتھ خشک ہوگیا اس کے بعد اس نے آہ وزاری کی تو وہ ہاتھ اس آدمی کی دعا سے بحال ہوگیا۔ اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد سلاطین اول باب ۱۳

آیت ۱۱ میں اس طرح مذکور ہے ’’اور بیت ایل میں ایک بڈھا نبی رہتا تھا۔ سو اسکے بیٹوں میں سے ایک نے آ کر وہ سب کام جو اس مرد خدا نے اس روز بیت ایل میں کیے اسے بتائے اور جو باتیں اس نے بادشاہ سے کہی تھیں انکو بھی اپنے باپ سے بیان کیا اور انکے باپ نے ان سے کہا وہ کس راہ سے گیا؟ اسکے بیٹوں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ مرد خدا جو یہوداہ سے آیا تھا کس راہ سے گیا ہے۔ سو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میرے لئے گدھے پر زین کس دو پس انہوں نے اس کیلئے گدھے پر زین کس دیا اور وہ اس پر سوار ہوا اور اس مرد خدا کے پیچھے چلا اور اسے بلوط کے ایک درخت کے نیچے بیٹھے پایا تب اس نے اس سے کہا کیا تو وہی مرد خدا ہے جو یہوداہ سے آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ تب اس نے اس سے کہا میرے ساتھ گھر چل اور روٹی کھا اس نے کہا میں تیرے ساتھ لوٹ نہیں سکتا اور نہ تیرے گھر جا سکتا ہوں اور میں تیرے ساتھ اس جگہ نہ روٹی کھاؤں نہ پانی پیوں کیونکہ خداوند کا مجھ کو یوں حکم ہوا ہے کہ تو وہاں نہ روٹی کھانا اور نہ پانی پینا اور نہ اس راستہ سے ہو کر لوٹنا جس سے تو جائے تب اس نے اس سے کہا میں بھی تیری طرح نبی ہوں اور خداوند کے حکم سے ایک فرشتہ نے مجھ سے یہ کہا کہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر میں لوٹا کر لے آ تا کہ وہ روٹی کھائے اور پانی پیئے ...... سو وہ اس کے ساتھ لوٹ گیا اور اسکے گھر میں روٹی کھائی اور پانی پیا اور جب وہ دستر خواں پر بیٹھے تھے تو خدا کا کلام اس نبی پر جو اسے لوٹا لایا تھا نازل ہوا اور اس نے اس مرد خدا سے جو یہوداہ سے آیا تھا چلّا کر کہا خداوند یوں فرماتا ہے اس لئے کہ تو نے خداوند کے کلام سے نافرمانی کی اور اس حکم کو نہیں مانا جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دیا تھا بلکہ تو لوٹ آیا اور تو نے اسی جگہ جسکی بابت خداوند نے تجھے فرمایا تھا کہ نہ روٹی کھانا اور نہ پانی پینا روٹی بھی کھائی اور پانی بھی پیا سو تیری لاش تیرے باپ دادا کی قبر تک نہیں پہنچے گی اور جب وہ روٹی کھا چکا اور پانی پی چکا تو اس نے اسکے لئے یعنی اس نبی کیلئے جسے وہ لوٹا لایا تھا گدھے پر زین کس دیا اور جب وہ

روانہ ہوا تو راہ میں اسے ایک شیر ملا جس نے اسے مار ڈالا سو اسکی لاش راہ میں پڑی رہی اور گدھا اسکے پاس کھڑا رہا اور شیر بھی اس لاش کے پاس کھڑا رہا اور لوگ ادھر سے گزرے اور دیکھا کہ لاش راہ میں پڑی ہے اور شیر لاش کے پاس کھڑا ہے سو انہوں نے اس شہر میں جہاں وہ بڈھا نبی رہتا تھا یہ بتایا اور جب اس نبی نے جو اسے راہ سے لوٹا لایا تھا یہ سنا تو کہا یہ وہی مردِ خدا ہے جس نے خداوند کے کلام کی نافرمانی کی ..... پھر یہ پیغمبر روانہ ہوا تو اس نبی نے اس مردِ خدا کی لاش کو اٹھا کر اسے گدھے پر رکھا اور لے آیا..... اس کو دفن کرنے کیلئے اپنے شہر میں آیا اور اس نے اسکی لاش کو قبر میں رکھا.... انتہی ملخصاً

پس دیکھنا چاہیئے کہ اس بوڑھے پیغمبر نے بڑھاپے کی حکمت کو کس جگہ ظاہر کیا اور جھوٹ کی وجہ سے اس پیغمبر کو دھوکہ دے کر برباد کیا اور اس نبی کو علم نہ ہوسکا کہ یہ بزرگ مسیح سچ کہتا ہے یا محض جھوٹے کلام سے میری بربادی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ وحی جو سابقاً ہوئی تھی اسکا استحضار و جزم نہ رہا۔

(۳۰) ایک نبی زادے کا واقعہ

جس وقت اسرائیل کے بادشاہ اخی آب نے بادشاہِ اِسور پر فتح پائی اور قتل کرنے کی بجائے اسے اور اسکے گروہ کی جان بخشی کر دی اس بارے میں سلاطین اول باب ۲۰ آیت ۳۵ میں اس طرح مذکور ہے ''سو انبیاء زادوں میں سے ایک نے خداوند کے حکم سے اپنے ساتھی سے کہا مجھے مار اور اس نے اسے مارنے سے انکار کیا تب اس نے اس سے کہا اس لئے کہ تو نے خداوند کی بات نہیں مانی سو دیکھ جیسے ہی تو میرے پاس سے روانہ ہوگا ایک شیر تجھے مار ڈالے گا سو جیسے ہی وہ اسکے پاس سے روانہ ہوا اسے ایک شیر ملا اور اسے مار ڈالا پھر اسے ایک اور شخص ملا اور اس نے اس سے کہا مجھے مار اس نے اسے مارا اور مار کر زخمی کر دیا تب وہ

نبی چلا گیا اور بادشاہ کے انتظار میں راستہ پر ٹھہرا رہا اور اپنے منہ پر مٹی مل کر چہرہ کو متغیر کیا (۱) اور بھیس بدل لیا جیسے ہی بادشاہ ادھر سے گذرا اس نے بادشاہ کی دہائی دی اور کہا کہ تیرا خادم جنگ ہوتے میں وہاں چلا گیا تھا اور دیکھ ایک شخص ادھر مڑ کر ایک آدمی کو میرے پاس لے آیا اور کہا کہ اس آدمی کی حفاظت کر اگر یہ کسی طرح غائب ہو جائے تو اسکی جان کے بدلے تیری جان جائے گی اور نہیں تو تجھے ایک قنطار چاندی دینی پڑے گی جب تیرا خادم ادھر ادھر مصروف تھا وہ چلتا بنا شاہ اسرائیل نے اس سے کہا تجھ پر ویسا ہی فتوی ہوگا تو نے آپ اس کا فیصلہ کیا تب اس نے جھٹ خاک کو اپنے چہرے سے صاف کیا (۲) اور شاہ اسرائیل نے اسے پہچانا کہ وہ نبیوں میں سے ہے اور اس نے اس سے کہا خداوند یوں فرماتا ہے اس لئے کہ تو نے اپنے ہاتھ سے ایک ایسے شخص کو نکل جانے دیا جسے میں نے واجب القتل ٹھہرایا تھا سو تجھے اسکی جان کے بدلے اپنی جان اور اسکے لوگوں کے بدلے اپنے لوگ دینے پڑیں گے۔ انتہی

پس ظاہر تو یہ ہے کہ نبی کا خدا کے حکم کو اس طرح تبلیغ کرنا ارشاد الٰہی تھا لہٰذا جھوٹ بولنے پر بھی اجازت الٰہی ثابت ہوگئی کہ اس نبی نے پہلے جھوٹ سے اپنی زبان کو آلودہ کیا او اسکے بعد اس حکم کو پہنچایا۔

(۳۱) میکایاہ نبی کا جھوٹ (نعوذ باللہ)

جس وقت بادشاہ اسرائیل و بادشاہ یہوداہ متفق ہو گئے اور بادشاہ سوریہ زاز کے

(۱) یہ ترجمہ متنِ کتاب کے مطابق ہے۔ موجودہ پروٹسٹنٹ اردو بائبل میں لکھا ہے "اور اپنی آنکھوں پر اپنی پگڑی لپیٹ لی اور اپنا بھیس بدل ڈالا" اور کیتھولک اردو بائبل میں اس طرح لکھا ہے "اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر شکل بدلی"

(۲) موجودہ پروٹسٹنٹ اردو بائبل میں اس طرح ہے "تب اس نے اپنی آنکھوں پر سے پگڑی ہٹا دی" اور کیتھولک بائبل میں ہے "تب اس نے جلدی سے اپنی آنکھوں پر سے پٹی ہٹائی"

ساتھ پختہ جنگ کا ارادہ کیا تو چار سو پیغمبروں نے کہا کہ فتح یاب ہونگے اور خدا کے نبی میکایاہ کو بادشاہ اسرائیل نے بادشاہ یہوداہ کی استدعا پر طلب کیا اس بارے میں تواریخ دوم باب ۱۸ آیت ۱۴ میں اور سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۵ میں لکھا ہے ''بادشاہ نے اس سے کہا کہ ہم رامات جلعاد کو جنگ کیلئے جائیں یا میں باز رہوں؟ اس نے کہا تم چڑھائی کرو اور کامیاب ہو اور وہ تمہارے ہاتھ میں کر دیئے جائینگے۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ میں تجھے کتنی بار قسم دے کر کہوں کہ تو مجھے خداوند کے نام سے حق کے سوا اور کچھ نہ بتائے؟۔ اس نے کہا میں نے سب بنی اسرائیل کو پہاڑوں پر ان بھیڑوں کی مانند پراگندہ دیکھا جنکا کوئی چرواہا نہ ہو اور خداوند نے کہا کہ انکا کوئی مالک نہیں۔ سو ان میں سے ہر شخص اپنے گھر کو سلامت لوٹ جائے'' انتہی

پس میکایاہ نے پہلے صاف جھوٹ بولا اور بادشاہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جھوٹ بولنا انکی عادتوں میں سے ہے۔

(۳۲) یرمیاہؑ نبی کا جھوٹ (نعوذ باللہ)

صحیفہ یرمیاہ باب ۳۸ آیت ۱۴ میں مذکور ہے ''تب صدقیاہ بادشاہ نے یرمیاہ نبی کو ......اپنے پاس بلوایا اور بادشاہ نے یرمیاہ سے کہا میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ تو مجھ سے کچھ نہ چھپا۔ اور یرمیاہ نے صدقیاہ سے کہا اگر میں تجھ سے کھول کر بیان کروں تو کیا تو مجھے یقیناً قتل نہ کریگا؟ اگر میں تجھے صلاح دوں تو تُو نہ مانے گا۔ تب صدقیاہ بادشاہ نے یرمیاہ کے سامنے تنہائی میں کہا زندہ خداوند کی قسم جو ہماری جانوں کا خالق ہے کہ نہ میں تجھے قتل کرونگا..... تب یرمیاہ نے صدقیاہ سے کہا کہ خداوند لشکروں کا خدا اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ یقیناً اگر تو نکل کر شاہِ بابل کے امرا کے پاس چلا جائے گا تو تیری جان بچ جائے

گی اور یہ شہر آگ سے جلایا نہ جائے گا اور تو اور تیرا گھرانہ زندہ رہے گا۔ پر اگر تو شاہِ بابل کے امرا کے پاس نہ جائیگا تو......وہ اسے جلادیں گے اور تو انکے ہاتھ سے رہائی نہ پائیگا...... تب صدقیاہ نے یرمیاہ سے کہا کہ ان باتوں کو کوئی نہ جانے تو تُو مارا نہ جائیگا۔ پر اگر امراء سن لیں کہ میں نے تجھ سے بات چیت کی اور وہ تیرے پاس آکر کہیں کہ جو کچھ تو نے بادشاہ سے کہا اور جو کچھ بادشاہ نے تجھ سے کہا اب ہم پر ظاہر کر......تب تو ان سے کہنا کہ میں نے بادشاہ سے عرض کی تھی کہ مجھے پھر یونتن کے گھر میں واپس نہ بھیجے کہ وہاں مروں۔ تب سب امراء یرمیاہ کے پاس آئے اور اس سے پوچھا اور اس نے ان سب باتوں کے مطابق جو بادشاہ نے فرمائی تھی انکو جواب دیا" انتہی ملخصاً

اس جگہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے بادشاہ کی تاکید کے مطابق جھوٹ بولا۔ انبیاء کے احوال اس سے بھی زائد عہد عتیق میں مندرج ہیں خوف طوالت انکی تحریر کی اجازت نہیں دیتا لہٰذا اس بحث کو جناب یرمیاہ کے چند اقوال پر ختم کرتا ہوں جو انہوں نے اپنے زمانے کے کاہنوں اور انبیاء کے بارے میں فرمائے ہیں اسکے بعد دیگر چند روایات کے لکھنے کی طرف توجہ کی جائیگی۔

۱- یرمیاہ باب ۵ آیت ۳۱ میں لکھا ہے "نبی جھوٹی نبوت کرتے ہیں اور کاہن انکے وسیلے سے حکمرانی کرتے ہیں اور میرے لوگ ایسی حالت کو پسند کرتے ہیں"

۲- یرمیاہ باب ۶ آیت ۱۳ میں ہے "چھوٹوں سے بڑوں تک سب کے سب لالچی ہیں اور نبی سے کاہن تک ہر ایک دغاباز ہے"

۳- یرمیاہ باب ۸ آیت ۱۰ میں اس طرح ہے "سب چھوٹے سے بڑے تک لالچی ہیں اور نبی سے کاہن تک ہر ایک دغاباز ہے" اس صحیفے کا تیسواں (۲۳) باب انہی احوال پر مکمل ہوا ہے۔

۴-صفنیاہ باب ۳ آیت ۴ بھی انہی روایات کے مطابق ہے "نبی لاف زن اور دغاباز ہیں اسکے کاہنوں نے پاک کو ناپاک ٹھہرایا اور انہوں نے شریعت کو مروڑا ہے" انتہی

(۳۳) بنی اسرائیل کی مردم شماری

جس وقت داوٗد علیہ السلام نے یوآب سپہ سالار کے ذریعے بنی اسرائیل کی گنتی کی اس بارے میں سموئیل دوم باب ۲۴ آیت ۹ میں لکھا ہے "یوآب نے مردم شماری کی تعداد بادشاہ کو دی سو اسرائیل میں آٹھ لاکھ بہادر مرد نکلے جو شمشیر زن تھے اور یہودا کے مرد پانچ لاکھ نکلے" اسی بارے میں تواریخ اول باب ۲۱ آیت ۵ میں اس طرح مذکور ہے "یوآب نے لوگوں کے شمار کی میزان داوٗد کو بتائی اور سب اسرائیلی گیارہ لاکھ شمشیر زن مرد اور یہودا چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن مرد تھے" انتہی

دونوں کا آپس میں متضاد ہونا محتاج بیان نہیں۔

(۳۴) سات سال یا تین سال؟

جب اس شمار کرنے پر عتاب خداوندی ہوا تو اس عتاب کا اظہار داوٗد علیہ السلام پر بذریعہ جاد نبی ہوا جسکی تفصیل سموئیل دوم باب ۲۴ آیت ۱۳ میں اس طرح لکھی ہوئی ہے "سو جاد نے داوٗد کے پاس جا کر اسکو یہ بتایا اور اس سے پوچھا کیا تیرے ملک میں سات برس قحط رہے یا تو تین مہینے تک اپنے دشمنوں سے بھاگتا پھرے اور وہ تجھے رگیدیں یا تیری مملکت میں تین دن تک مری ہو؟ سو تو سوچ لے اور غور کر لے کہ میں اسے جس نے مجھے بھیجا ہے کیا جواب دوں" انتہی اور اسی بارے میں تواریخ اول باب ۲۱ آیت ۱۱ میں اس طرح مذکور ہے" سو جاد نے داوٗد کے پاس آکر اس سے کہا خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو جسے چاہے اسے چن

لے۔ یا تو قحط کے تین برس یا اپنے دشمنوں کے آگے تین مہینے تک ہلاک ہوتے رہنا ایسے حال میں کہ تیرے دشمنوں کی تلوار تجھ پر وار کرتی رہے یا تین دن خداوند کی تلوار یعنی ملک میں وَبا رہے اور خداوند کا فرشتہ اسرائیل کی سب سرحدوں میں مارتا رہے اب سوچ لے کہ میں اپنے بھیجنے والے کو کیا جواب دوں'' انتہی پس کہاں سات سال اور کہاں تین سال۔ (۱)

(۳۵) چار سو بیس یا چار سو پچاس؟

سلاطین اول باب ۹ آیت ۲۷ میں اس طرح مذکور ہے ''اور حیرام نے اپنے ملازم سلیمان کے ملازموں کیساتھ اس بیڑے میں بھیجے وہ ملاح تھے جو سمندر سے واقف تھے اور وہ اوفیر کو گئے اور وہاں سے چار سو بیس قنطار سونا لیکر اسے سلیمان بادشاہ کے پاس لائے'' اور تواریخ دوم باب ۸ آیت ۱۸ میں اس طرح مذکور ہے۔ ''اور حورام نے اپنے نوکروں کے ہاتھ سے جہازوں اور ملاحوں کو جو سمندر سے واقف تھے اسکے پاس بھیجا اور وہ سلیمان کے ملازموں کے ساتھ اوفیر (۲) میں آئے اور وہاں سے ساڑھے چار سو قنطار سونا لیکر سلیمان بادشاہ کے پاس لائے'' انتہی

ان دونوں روایتوں میں تیس قنطار کا فرق موجود ہے۔

(۳۶) یسعیاہ نبی کی پیشینگوئی کا غلط ہونا (نعوذ باللہ)

جس وقت رضین شاہِ ارام نے فقح ابن رملیاہ بادشاہ اسرائیل سے متفق ہو کر آحاز

---

(۱) موجودہ پروٹسٹنٹ اردو بائبل میں یہ تضاد اسی طرح واقع ہے۔ اسکے علاوہ عربی و فارسی بائبل میں تین اور سات کا تضاد موجود ہے۔ انگریزی بائبل King Jams Version میں بھی یہ تضاد موجود ہے تاہم کیتھولک اردو بائبل میں دونوں جگہ تین تین سال قحط کا ذکر ہے ہوسکتا ہے ''اصلاح'' کر دی گئی ہو۔

(۲) اوفیر ایک علاقہ ہے جسمیں بہت زیادہ سونا ہوتا تھا یہ علاقہ اوفیر بن یقطان کی اولاد کے قبضے میں تھا اور اسی نام سے مشہور ہوا (قاموس الکتاب ص ۱۰۵)

بادشاہ سے سلطنت چھیننے کا ارادہ کیا جو اولاد سلیمان علیہ السلام سے گیارہواں تخت نشین ہے تو اس بارے میں حضرت یسعیاہ علیہ السلام کے ذریعے جو حکمِ الٰہی پہنچا وہ انکے صحیفہ کے باب ۷ آیت ۷ میں اس طرح مذکور ہے ’’اس لئے خداوند فرماتا ہے کہ اسکو پائیداری نہیں بلکہ ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ ارام کا دارالسلطنت دمشق ہی ہوگا اور دمشق کا سردار رِضین اور پینسٹھ برس کے اندر اِفرائیم ایسا کٹ جائے گا کہ قوم نہ رہے گا‘‘ انتہی

مؤرخین بالاتفاق کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل کی ایک سلطنت دو حصوں میں منقسم ہوگئی ایک کو سلطنتِ اسرائیلیہ کا نام دیتے ہیں جسکا دارالسلطنت سامریہ تھا دوسری کو سلطنت یہوداہ سے موسوم کیا جسکا دارالسلطنت یروشلیم تھا۔ اور تاریخی اعتبار سے یسعیاہ علیہ السلام کے مطابق افرائیم نہیں ٹوٹا یقیناً یہ خبر غلط ہوگئی۔

یسعیاہ باب ۲۳ آیت ۱۷ میں اس طرح مذکور ہے ’’اور ستر برس کے بعد یوں ہوگا کہ خداوند صُور کی خبر لے گا اور وہ اجرت پر جائیگی اور روئے زمین پر کی تمام مملکتوں سے بدکاری کریگی‘‘ انتہی

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی توجہ اور مہربانی بھی کیا خوب ہے جو اسکی شانِ قدوسیت کے عین مطابق ہے کہ اس سے ہدایت کے بدلے بدکاری ظاہر ہو اور اس بدکاری سے قطع نظر صور دنیا کے تمام ممالک کے ساتھ آج تک پیش نہیں آیا ہمارے ملک ہندوستان کے باشندوں کو اس زمانے تک صُور والوں کی بدکاری کا اتفاق نہیں ہوا۔

(۳۸) خدا تعالیٰ کا فریب دینا (نعوذ باللہ)

جس وقت حضرت یرمیاہ علیہ السلام پر بنی اسرائیل کے عدم توبہ کی صورت میں نزول مصائب کے متعلق وحی نازل ہوئی تو اس نبی بزرگوار کا قول صحیفہ یرمیاہ باب ۴ آیت ۱۰ میں

اس طرح مذکور ہے ”ہائے مالک خداوند تو نے اس امت اور یروشلیم کو فریب دیا تو نے کہا کہ تمھارے لئے سلامتی ہوگی اور دیکھ کہ تلوار جان تک پہنچ گئی“ انتہی دیکھنا چاہیئے کہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام یقین رکھتے ہیں کہ خدا نے فریب دیا اور وعدہ خلافی کی۔

(۳۹) حضرت دانی ایل ؑ کی غلط پیشینگوئی (نعوذ باللہ)

حضرت دانیال علیہ السلام کے قصہ میں صحیفہ دانی ایل باب ۸ آیت ۱۳ میں اس طرح مذکور ہے ”اور میں نے ایک قدسی کو کلام کرتے سنا اور دوسرے قدسی نے جو اس سے کلام کرتا تھا کہا کہ دائمی قربانی اور ویران کرنے والی خطا کاری کا رؤیا کب تک رہے گا؟ مقدس اور لشکر کب تک پامال کیے جائینگے؟ اور اس نے اس سے کہا کہ دو ہزار تین سو شام و صبح تک اس کے بعد مقدس پاک کیا جائیگا“ انتہی اور جس وقت حضرت دانیال علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی، دعا قبول ہوئی، جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور جو خوشخبری دی اسکے بارے میں صحیفہ دانیال باب ۹ آیت ۲۳ میں مذکور ہے ”تیری مناجات کے شروع ہی میں حکم صادر ہوا اور میں تجھے مطلع کرنے آیا ہوں اس لئے کہ تو نہایت مرغوب ہے پس کلام پر غور کر اور رؤیا کو سمجھ لے تیری اُمت اور تیرے شہر مقدس کیلیے ستر ہفتوں کی میعاد مقرر ہوئی ہے کہ خطا بند اور گناہ ختم ہو جائے بدکرداری کا کفارہ دیا جائے اور ابدی صداقت قائم ہو تا کہ رؤیا اور نبوت سربمہر ہوں اور قدوس القدوسین ممسوح ہو“ انتہی اور پھر اسی صحیفہ کے باب ۱۲ آیت ۱۱ میں اس لکھا ہے ”اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائیگی اور مکروہ اتلاف نصب کیا جائیگا ایک ہزار دو سو نوے دن ہونگے مبارک ہے وہ جو ثابت قدم رہے گا اور ایک ہزار تین سو پینتیس دن تک پہنچے گا“ انتہی

یہ تینوں روایات عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہیں اور یہودیوں

کے نزدیک دجال کے حق میں ہے جو انکا مسیح ہے ان معلومات کے موافق جو بعض لوگوں سے میں نے سنیں حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور مذکورہ مدتوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہوا اور نہ یہود کے مسیح کا ظہور ہوا تعجب ہے کہ دونوں قومیں ان پیشینگوئیوں کو اپنے اپنے مسیح کے حق میں کس طرح کہتی ہیں جبکہ نصاریٰ پر اس قباحت سے قطع نظر ایک اور اشکال ہے کہ ان خبروں کے صادق ہونے کی صورت میں حواریوں کی نبوت اور انکے خواب جنکے وہ معتقد ہیں تسلیم نہ کریں کیونکہ ستر ہفتوں کے بعد انکے خواب اور نبوت سب ختم ہیں۔ بعض کتابوں میں دیکھا گیا ہے کہ علماء یہود یہ عذر کرتے ہیں کہ قوم کی شرارت کی وجہ سے مسیح کے خروج کو خدا تعالیٰ نے اس وقت سے دوسرے وقت پر مؤخر کر دیا ہے۔ یہ جواب سراسر لغو اور بے ہودہ ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی سچائی عقلاً نقلاً ثابت ہے عقلاً تو محتاج بیان نہیں اور نقلاً اس وجہ سے کہ گنتی باب ۲۳ آیت ۱۹ میں مذکور ہے ’’خدا انسان نہیں کہ جھوٹ بولے اور نہ وہ آدم زاد ہے کہ اپنا ارادہ بدلے‘‘ انتہی یسعیاہ باب ۵۱ آیت ۶ اس طرح ہے ’’تم اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھاؤ اور نیچے زمین کی طرف نظر کرو کیونکہ آسمان دھوئیں کی طرح غائب ہو جائیگا اور زمین کپڑے کی مانند پرانی ہو جائیگی اور اسکے باشندے جوؤں (۱) کی مانند مر جائیں گے لیکن میری نجات ابدی ہوگی اور میری صداقت جاتی نہ رہے گی‘‘ انتہی اور ملاکی باب ۳ آیت ۶ میں اللہ کا ارشاد اس طرح لکھا ہے ’’میں خداوند تبدیل نہیں ہوتا ہوں‘‘ انتہی

کہا جاتا ہے کہ اہل کتاب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی راستبازی مسلّم نہیں ہے اور حضرت یرمیاہ علیہ السلام کا قول جو انکے صحیفہ باب ۴ آیت ۱۰ میں ہے جسکا بیان ابھی گزرا ہے اور اسمیں یہ تھا کہ ’’ہائے مالک خداوند! تو نے اس امت اور یروشلیم کو فریب دیا‘‘ مصرح ہے یہ یسعیاہ کے قول کیلئے ناسخ ہے۔ اور ملاکی کے قول ’’میں خداوند تبدیل نہیں ہوتا ہوں‘‘ کا

(۱) موجودہ اردو بائبل میں ’’جوؤں‘‘ کی جگہ ’’مچھروں‘‘ کا لفظ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جیسا ازل میں تھا ویسا ہی ابد تک رہوں گا گو میرے اقوال میں تغیر ہو سکتا ہے اور مزید آئندہ آپ جان لیں گے کہ اہل کتاب کی روایات کے مطابق اللہ تعالی اپنے وعدہ اور فیصلہ پر قائم نہیں رہتا۔ اگر ان تمام امور سے قطع نظر کرلیا جائے پھر بھی ان روایات کے سچے ہونے کا اعتقاد رکھنا حقیقت میں متضاد باتوں کے صدق کا اعتراف ہے اس لئے کہ ان تینوں روایات میں سے ہر ایک میں جو مدت مذکور ہے اسکا دوسری روایت سے بہت صریح فرق اور کھلا تفاوت ہے۔

جب آپ نے عہد عتیق کی روایات سن لیں اور انشاء اللہ عہد جدید کی اکثر روایات جن کو مسیحی حضرات صحفِ سابقہ سے بشارات کے طور پر نقل کرتے ہیں انکا تفصیلی ذکر اس کتاب کے باب سوم کی فصل سوم میں آئے گا اور ان میں موجود تناقضات اسی مقدمہ کے فائدہ دوم میں آپ معلوم کرلیں گے۔ انکے علاوہ سردست یہاں چند روایات ذکر کی جاتی ہے۔

عہدِ جدید کے چند تناقضات

ا- سبت کی حُرمت

جب یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے شاگردوں کے متعلق کہا کہ یہ لوگ سبت کی حرمت کا لحاظ نہیں کرتے اس پر جناب مسیح علیہ السلام یہود کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں "کیا تم نے توریت میں نہیں پڑھا کہ کاہن سبت کے دن ہیکل میں سبت کی بے حرمتی کرتے ہیں اور بے قصور رہتے ہیں" انتہی (متی باب ۱۲ آیت ۵)

حالانکہ توریت میں اسکا کوئی نشان تک نہیں ہے بلکہ اسکے برعکس بہت سی جگہوں پر سبت کے احکام کی محافظت اور اسکی ابدیت پر تمام بنی اسرائیل کے حق میں صراحتاً تاکید ہے

خواہ کاہن ہو یا غیر کاہن ہو۔ چنانچہ صحیفہ حزقی ایل باب ۲۲ آیت ۲۶ میں اللہ تعالیٰ کا قول بنی اسرائیل کی مذمت میں اس طرح مذکور ہے ’’اسکے کاہنوں نے میری شریعت کو رد کیا اور میری مقدس چیز کو پلید کیا اور پاک کو ناپاک سے نہیں پہچانا‘ اور حلال وحرام کے درمیان فرق کو ظاہر نہ کیا اور میرے سبت کے دنوں سے روگردانی کی اور میں انکے درمیان خوار ہو گیا‘‘ انتہی (۱)

(۲) تین رات دن کا نشان

متی باب ۱۲ آیت ۳۸ میں اس طرح مذکور ہے ’’اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا کہ اے استاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں اس نے جواب دے کر ان سے کہا کہ اس زمانہ کے برے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان انکو نہ دیا جائیگا کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا‘‘ انتہی اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۱ء میں لندن میں ’’رچرڈ واٹس‘‘ نے طبع کرایا اسکی آیت نمبر ۴۰ میں اس طرح واقع ہے:۔

لانّ کما کان یونان فی بطن الحوت ثلثۃ ایام
وثلث لیالی کذالک یکون من الانسان فی
قلب الارض ثلثہ ایام وثلث لیالی ۔ انتہیٰ (۲)

---

(۱) یہ ترجمہ متن مصنف کے مطابق ہے۔ موجودہ اردو بائبل میں اس طرح ہے ’’اسکے کاہن میری شریعت کو توڑتے اور میری مقدس چیزوں کو ناپاک کرتے ہیں وہ خاص اور عام میں تمیز نہیں کرتے۔ اور حرام اور حلال کے فرق کی تعلیم نہیں دیتے اور میرے سبتوں کو نگاہ میں نہیں رکھتے بلکہ میں بھی انکے درمیان بے عزت کیا جاتا ہوں‘‘

(۲) موجودہ عربی ترجمہ بائبل مطبوعہ لبنان میں اس طرح ہے ’’فکما یبقی یونان ثلاثۃ ایام بلیالیھا فی بطن الحوت کذالک یبقی ابن الانسان ثلاثۃ ایام بلیالیھا فی جوف الارض‘‘

پھر متی باب ۲۷ آیت ۶۲ میں اس طرح مذکور ہے۔

’’سردار کاہنوں اور فریسیوں نے پیلاطس کے پاس جمع ہوکر کہا خداوند! ہمیں یاد ہے کہ اس دھوکے باز نے جیتے جی کہا تھا کہ میں تین دن کے بعد جی اٹھوں گا پس حکم دے کہ تیسرے دن تک قبر کی نگہبانی کی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ اسکے شاگرد آ کر اسے چرا لے جائیں اور لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ مُردوں میں سے جی اٹھا اور یہ پچھلا دھوکہ پہلے سے بھی برا ہو‘‘ انتہی

ان دونوں بابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ خبر علی الاعلان دی تھی اور بارہویں باب میں صراحت ہے کہ وہ زمین کے بطن میں اپنی مدت اقامت پورے تین دن تین رات بیان کرتے ہیں اور تشبیہ سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے جیسا کہ صحیفہ یونسؑ کے باب ۱ آیت ۱۷ میں مرقوم ہے ’’خداوند نے ایک بڑی مچھلی مقرر کر رکھی تھی کہ یوناہ کو نگل جائے اور یوناہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا‘‘ انتہی حالانکہ صحف اربعہ کی روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے کے بعد جمعہ کے دن رات کے وقت مدفون ہوئے کیونکہ یوسف جو آنجناب کے معتقدین میں سے تھا آنجناب کے بدن کو پیلاطس سے شام ہوجانے کے بعد جمعہ کے دن دفن کرنے کیلئے طلب کیا چنانچہ متی باب ۲۷ آیت ۵۷ میں مرقوم ہے ’’جب شام ہوئی تو یوسف نام ارتیاہ (۱) کا ایک دولتمند آدمی آیا جو خود بھی یسوع کا شاگرد تھا اس نے پیلاطس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی اور پیلاطس نے دے دینے کا حکم دیا‘‘ انتہی اور مرقس باب ۱۵ آیت ۴۲ میں مذکور ہے ’’جب شام ہوگئی تو اس لیے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے ایک دن پہلے ہوتا ہے‘‘ الیٰ آخرِ ماقال اور اس آیت کا عربی ترجمہ اس

(۱) ارتیاہ یہودیہ کا ایک شہر ہے جہاں یہ یوسف نامی آدمی رہتا تھا (قاموس الکتاب ص ۴۲)

طرح ہے:۔

فلما کان المساء لانھا کانت الجمعه التی ھی قبل السبت ...... الخ (۱)

اور اتوار کے دن طلوع آفتاب سے پہلے قبر میں نہ تھے جیسا کہ یوحنا باب ۲۰ آیت ا سے معلوم ہوتا ہے (۲) پس اس حساب سے صرف دو راتیں اور ایک دن قبر اور زمین کے بطن میں رہے نہ کہ تین دن اور تین راتیں۔ اس سے بڑھ کر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ عبارت جو انجیل متی میں منقول ہے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس پیشینگوئی کو جناب مسیح علیہ السلام نے علی الاعلان فرمایا تھا اور حواری بالخصوص متی جو آنجناب کے حالات لکھنے والا ہے اس کا تو کیا ذکر یہودیوں کے درمیان بھی یہ خبر شہرت پا چکی تھی اور انجیل لوقا سے اسکا عکس مفہوم ہے اسکی عبارت باب ۲۴ آیت ۱۰ میں اس طرح ہے ’’یہ مریم مجدلی اور حنہ اور یعقوب کی ماں مریم تھیں اور باقی عورتیں جو انکے ہمراہ تھیں انہوں نے بھی یہ باتیں رسولوں سے کہیں مگر یہ باتیں انکو مہمل معلوم ہوئیں اور انہوں نے انکا یقین نہ کیا اس پر پطرس اٹھ کر قبر کی طرف دوڑا اور جھک کر صرف کفن ہی دیکھا اور اس ماجرے سے اپنے جی میں تعجب کرتا ہوا چلا گیا‘‘ انتہی اور اسکے بعد جب خود حضرت مسیح علیہ السلام آئے اور انہوں نے آنجناب کو نہیں پہچانا جب آنجناب نے انکے تردد کا سبب پوچھا تو انہوں یوں بیان کیا کہ ’’ہم میں سے چند عورتوں نے

---

(۱) موجودہ عربی بائبل میں اس طرح ہے:

’’وکان المساء اقترب وھو وقت التھیئة ای ما قبل السبت‘‘

(۲) چنانچہ لکھا ہے ’’ہفتہ کے پہلے دن مریم مگدلینی ایسے تڑکے کہ ابھی اندھیرا ہی تھا قبر پر آئی اور پتھر کو قبر سے ہٹا ہوا دیکھا۔ پس وہ شمعون پطرس اور اس دوسرے شاگرد کے پاس جسے یسوع عزیز رکھتا تھا دوڑی ہوئی گئی اور ان سے کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے اور ہمیں معلوم نہیں کہ اسے کہاں رکھ دیا‘‘ مزید تفصیل کیلئے دیکھیے شیخ احمد حسن دیدات مرحوم کا مقالہ ’’پتھر کس نے ہٹایا‘‘

بھی ہم کو حیران کر دیا ہے جو سویرے ہی قبر پر گئی تھیں اور جب اسکی لاش نہ پائی تو یہ کہتی ہوئی آئیں کہ ہم نے رویا میں فرشتوں کو بھی دیکھا انہوں نے کہا کہ وہ زندہ ہے اور بعض ہمارے ساتھیوں میں سے قبر پر گئے اور جیسا عورتوں نے کہا تھا ویسا ہی پایا مگر اسکو نہ دیکھا'' انتہی (۱)

پس یہ دونوں عبارات نص صریح ہیں کہ حواریوں میں سے کسی کو بھی معلوم نہ تھا ورنہ وہ اس خبر کو افسانہ کیوں سمجھتے اور کیوں جھٹلاتے اور حیران ہوتے اور پطرس جو سب سے بڑا حواری ہے اس کے تعجب کرنے اور بھولنے کا احتمال تو اس سے بھی بڑھ کر بعید ہے کیونکہ خلاف عادت ہے کہ کسی کو بھی یاد نہ رہا ہو بالخصوص اُس صورت میں کہ اسی بارے میں یعنی اپنے مصلوب ہونے کے متعلق انہوں نے اپنی گرفتاری سے تھوڑی دیر قبل خبر دی ہے جیسا کہ متی باب ۲۰ آیت ۱۸ میں صراحت ہے جبکہ یوحنا کا کلام اسکو بالکل ہی رد کرتا ہے کیونکہ وہ اپنی انجیل کے باب ۲۰ آیت ۹ میں لکھتا ہے ''کیونکہ وہ ابتک اس نوشتہ کو نہ جانتے تھے جس کے مطابق اسکا مُردوں میں سے جی اٹھنا ضرور تھا'' یہ عبارت صریح ہے کہ حواریوں کو آنجناب کے مصلوب ہونے سے قبل اسکا علم نہ تھا۔

(۳) والدہ ماجدہ سے بے مروّتی (نعوذ باللہ)

متی باب ۱۲ آیت ۴۶، مرقس باب ۳ آیت ۳۱ اور لوقا باب ۸ آیت ۱۹ میں لکھا ہے ''جب وہ ہجوم سے باتیں کر رہا تھا تو دیکھو اسکی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے بات کرنا چاہتے تھے تب کسی نے اس سے کہا کہ دیکھو تیری ماں اور بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں لیکن اس نے جواب میں خبر دینے والے سے کہا کون ہے میری

(۱) لوقا باب ۲۴ آیت ۲۲ تا ۲۴

ماں اور کون ہیں میرے بھائی اور اپنا ہاتھ اپنے شاگردوں کی طرف بڑھا کر کہا کہ دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں کیونکہ جو کوئی میرے باپ کی جو آسمان پر ہے مرضی پر چلتا ہے میرا بھائی اور بہن اور ماں وہی ہے'' انتہٰی بلفظہٖ متی اور مرقس باب ۳ میں ''کسی نے اس سے کہا '' کی بجائے ''اور بھیڑ اسکے پاس بیٹھی تھی اور انہوں نے اس سے کہا'' مذکور ہے حالانکہ منجملہ ان احکام میں سے جو اللہ تعالیٰ نے کوہ سینا پر اول اول ارشاد فرمائے جو خروج باب ۲۵ میں مندرج ہیں ایک حکم یہ بھی ہے ''تو اپنے باپ اور ماں کی عزت کرتا کہ تیری عمر اس ملک میں جو خداوند تیرا تجھے دے گا دراز ہو'' اور آنجناب کی والدہ باوجودیکہ نیکوکار اور احکام الٰہی کی فرمانبردار تھی اپنی ممتا کی محبت اور آنجناب سے گفتگو کے شوق میں انکو طلب کرتی ہیں تو وہ نہایت سخت جواب دیتے ہیں اور باہر تشریف نہیں لائے۔(۱)

(۴) یرمیاہؔ نبی سے منسوب پیشینگوئی

متی باب ۲۷ آیت ۹ میں مرقوم ہے ''تب وہ پورا ہوا جو رمیا نبی کی معرفت کہا گیا تھا کہ انہوں نے وہ تیس مثقال لئے یعنی وہ لگان جو اس پر لگایا گیا جنہوں نے لگایا وہ بنی اسرائیل میں سے تھے اور انکو کمہار کے کھیت کے واسطے دیا جیسا کہ خداوند نے مجھے حکم دیا'' انتہٰی

---

(۱) بلکہ یوحنا باب ۲ کے شروع میں قانایِ گلیل میں شادی کی تقریب کا جو واقعہ ذکر ہوا ہے اس میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے بھی زیادہ بے باکی اور بے ادبی اور نہایت سرد مُہری کیساتھ پیش آئے ہیں اور اپنی والدہ صاحبہ کو ''اماں جان'' وغیرہ کی بجائے یوں خطاب کرتے ہیں ''اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے'' ٹھیک اسی انداز میں انہوں نے زنا کے جرم میں گرفتار خاتون کو ''اے عورت'' کہہ کر خطاب کیا (یوحنا ۸:۱۰) نعوذ باللہ من ذالک حقیقت یہی ہے کہ یہ واقعہ درست نہیں بلکہ وہ اپنی والدہ کے انتہائی فرمانبردار خدمت گزار تھے جیسا کہ خدا کے واحد سچے کلام قرآنِ مجید کا اعلان ہے۔ ''وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا'' (القرآن ۱۹:۳۲) ''اور مجھ کو اپنی ماں کیساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا''

یرمیاہ نبی کی کتاب میں ہرگز ہرگز یہ نہیں ملتا بلکہ کتاب زکریا باب ۱۵ آیت ۱۲‘ ۱۳ میں موجود ہے علماء یہود کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ فقط کتاب زکریا میں ہے اور کتاب یرمیاہ میں اسکا نام ونشان تک نہیں۔ مسیحی علماء اس موقعہ پر عجیب وغریب توجیہات کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ متی نے اچھی طرح تعین نہیں کیا اور محض گمان کرلیا کہ یہ یرمیاہ کا قول ہے اس توجیہ کے مطابق ہمارا مدعا ثابت ہے اور اسکی دوسری تحریرات پر بھی ایسا ہی اعتماد رہ جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ لفظ زکریا اور یرمیاہ یونانی زبان میں ایک حرف کا فرق رکھتے ہیں لہٰذا کاتبوں سے غلطی ہوگئی ہو تو قابلِ تعجب نہیں لیکن یہ بھی محض جہالت ہے اس لئے کہ طبقہ اول کے لوگوں کو باوجود تحقیق اور درس وتدریس کے اسکی خبر نہ ہوئی اور اسکے علاوہ اصل کے صحیح ہوتے ہوئے تمام کاتبوں سے تمام نسخوں میں غلطی کا آنا عادتاً مستبعد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے زمانے میں صحیفہ یرمیاہ پہلا صحیفہ تھا متی کا اس نام لینے سے غرض یہ ہے کہ یہ کتبِ سابقین میں سے ایک کتاب ہے لیکن یہ جواب بھی خود فریبی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ یرمیاہ کا زمانہ یسعیاہ سے متاخر ہے تو یرمیاہ کے صحیفے کو یسعیاہ پر مقدم رکھنا کیا معنی رکھتا ہے اور پھر اس ترتیب کو کس نے تبدیل کیا؟ الغرض مسیحی حضرات نے اسی طرح دور از کار دوسری تاویلات بھی کی ہیں کہ انکا ذکر نہ کرنا ہی اولیٰ ہے۔

زکریا باب ۱۱ آیت ۷ میں اصل عبارت اس طرح واقع ہے ”میں نے دو لاٹھیاں لیں ایک کا نام فضل رکھا دوسرے کا اتحاد اور گلہ کو چرایا۔ اور میں نے ایک مہینے میں تین چرواہوں کو ہلاک کیا کیونکہ میری جان ان سے بیزار تھی اور انکے دل میں مجھ سے کراہیت تھی ....تب میں نے فضل نامی لاٹھی کو لیا اور اسے کاٹ ڈالا کہ اپنے عہد کو جو میں نے سب لوگوں سے باندھا تھا منسوخ کروں۔ اور وہ اسی دن منسوخ ہوگیا تب گلہ کے مسکینوں نے جو میری سنتے تھے معلوم کیا کہ یہ خداوند کا کلام ہے۔ اور میں نے ان سے کہا اگر تمہاری نظر

میں ٹھیک ہو تو میری مزدوری مجھے دو نہیں تو مت دو اور انہوں نے میری مزدوری کیلئے تیس روپے تول کر دیئے۔ اور خداوند نے مجھے حکم دیا کہ اسے کمہار کے سامنے پھینک دے یعنی اس بڑی قیمت کو جو انہوں نے میرے لئے ٹھہرائی اور میں نے یہ تیس روپے لیکر خداوند کے گھر میں کمہار کے سامنے پھینک دیئے۔ تب میں نے دوسری لاٹھی یعنی اتحاد نامی کو کاٹ ڈالا تا کہ اس برادری کو جو یہوداہ اور اسرائیل میں ہے موقوف کروں'' انتہی

تبصرہ مصنف ؒ

اولاً تو اس عبارت اور متی کی درج کردہ عبارت کا فرق ملحوظ رکھیئے دوسری بات یہ ہے کہ صحیفہ زکریا کی عبارت کا وہ مطلب کہاں ہے جو متی مراد لے رہے ہیں کہ انکی عبارت کا سیاق وسباق اور ہے۔ ان سب سے قطع نظر حضرت زکریا علیہ السلام ان تیس روپوں کو اپنی مزدوری بتا رہے ہیں اور اسکو بڑی قیمت قرار دے رہے ہیں کہ میں نے خدا کے حکم سے وہ پیسے لیکر خدا کے گھر میں پھینک دیے۔ غور فرمایئے! اگر یہ دراہم حضرت زکریا علیہ السلام کی مزدوری نہیں ہے تو انہی جیسے کسی اور شخص کی مزدوری ہوگی جو انسانِ محض ہونگے نہ کہ اس شخص کی قیمت جو متحد بخدا ہو۔ اسی طرح لینے والا اور خدا کے گھر پھینکنے والا زکریا نہ ہو تو انہی جیسا کوئی بزرگ ہوگا نہ کہ یہوداہ جیسا بے ایمان۔

(۵) ستر یا پچھتر آدمی؟

رسولوں کے اعمال باب ۷ آیت ۱۴ میں لکھا ہے ''تب یوسف نے اپنے باپ یعقوب اور اسکے سارے کنبے کو جو پچھتر جانیں تھیں بلا بھیجا'' انتہی

حالانکہ یہ صریحاً غلط ہے کیونکہ پیدائش باب ۴۶ آیت ۲۷ میں مذکور ہے:۔

اِزالۃ الاوہام

جلد ۱

متکلم اسلام، محقق مذاہب عالم، مجاہد حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ کی ردّ عیسائیت پر فارسی زبان میں سب سے پہلی نایاب کتاب جو موصوف نے ۱۲۶۹ھ ۱۸۴۸ء میں تصنیف کی جس میں عیسائیت کے بڑے اعتراضات کے الزامی تحقیقی، عقلی ونقلی، مکمل ومدلل، جامع ومسکت جوابات دیے گئے ہیں نیز مسئلہ تثلیث اور بشاراتِ محمدی ﷺ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔



تالیف

متکلم اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ وتقدیم شرح وتحقیق

مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی

تقریظ پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مکتبۂ دار العلوم کراچی

اِزالۃ الاوہام

جلد ۱

متکلمِ اسلام، محققِ مذاہبِ عالم، مجاہدِ حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی ردِّ عیسائیت پر فارسی زبان میں سب سے پہلی نایاب کتاب جو موصوف نے ۱۲۶۹ھ/۱۸۴۸ء میں تصنیف کی جس میں عیسائیت کے بڑے اعتراضات کے الزامی تحقیقی، عقلی و نقلی، مکمل و مدلل، جامع و مسکت جوابات دیے گئے ہیں نیز مسئلہ تثلیث اور بشاراتِ محمدی ﷺ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔



تالیف

متکلمِ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و تقدیم شرح و تحقیق

مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی

تقریظ پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ دار العلوم کراچی

فائدہ دوم

اناجیل اربعہ کے احوال کا بیان

جان لیجئے! کہ ان چار صحائف کا اختلاف کہ ان میں سے کسی صحیفے کا جناب مسیح علیہ السلام کے بعض حالات پر مشتمل ہونا اور بعض کا نہ ہونا محتاج بیان نہیں اور یہ امر اس بات سے مزید آشکارا ہو جاتا ہے کہ صحیفہ مرقس ضخامت میں دیگر تین صحیفوں سے چھوٹا ہے اور اکثر وہ حالات جنکو باقی تینوں حضرات نہیں لکھتے یوحنا انکو بہت مبالغہ کیساتھ لکھتے ہیں اور اپنے صحیفہ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ "اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیے اگر وہ جُدا جُدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں دنیا میں لکھی جائیں انکے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی" انتہی

اس مبالغہ آرائی کے باوجود ان صحف اربعہ کی روایات میں باہم تخالف وتناقض ایسے ہے جیسا کہ ہمارے مذہب کی اخبار احاد میں۔ میں نے غلط کہا بلکہ اس سے بھی زیادہ' اور مسیحی حضرات ان روایات میں جو تطبیق دیتے ہیں ان میں اکثر اہل دانش وبینش کے ہاں قابل تعجب ہیں۔ یہ دونوں امر اگرچہ اناجیل کے ملاحظہ کرنے والے سے مخفی نہیں لیکن ناظرین کے دردسر کو کم کرنے کیلئے بطور تمثیل تھوڑا تھوڑا ان دونوں امور سے لکھا جاتا ہے۔

امرِ اوّل: صحفِ اربعہ کے مضامین کا اختلاف

پس امر اول کی توضیح یہ ہے کہ متی باب ۱ میں یوسف (۱) کا مریم کو طلاق دینے کا

---

(۱) یہ یوسف نام کے آدمی حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ کے شوہر بتائے جاتے ہیں پیشہ کے لحاظ سے بڑھئی تھے ناصرہ شہر میں رہتے تھے متی نے واقعہ کی تفصیل اس طرح لکھی ہے ''اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو انکے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ رُوح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اسکے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دیکر کہا اے یوسف ابن داؤد! اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اسکے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ اسے بیٹا ہوگا اور تو اسکا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو انکے گناہوں سے نجات دیگا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور اسکا نام عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ۔ پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا جیسا خداوند کے فرشتہ نے اسے حکم دیا تھا اور اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا۔ اور اسکو نہ جانا جب تک اسکے بیٹا نہ ہوا اور اسکا نام یسوع رکھا'' (متی ۱: ۱۸ تا ۲۵) متی بتا رہے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کنواری تھیں اور رُوح القدس کی قدرت سے حاملہ ہوئیں مگر وہ خود اپنی بات کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے'' (متی ۱: ۱۶) جب حضرت مریم علیہا السلام کنواری تھیں انکی باقاعدہ شادی نہیں ہوئی تھی تو پھر شوہر کہاں سے آگیا اور اگر مریم کا شوہر تھا تو پھر مریم کے بیٹے عیسیٰ بن باپ کے کیسے ہوئے؟ جب ایک عورت کا شوہر تجویز کر دیا جائے تو اولاد کا اسکی طرف منسوب ہونا بہت واضح ہے۔ قرآن مجید حضرت مریم علیہا السلام کو صدیقہ' طاہرہ' مومنہ' ولیہ' خدا کی برگزیدہ' قرار دیتا ہے اور طرح طرح سے انکے فضائل ومناقب ذکر کرتا ہے۔ جبکہ بائبل مقدس انکے بارے میں کوئی قابل تعریف بات ذکر نہیں کرتی صرف یہی بتاتی ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے پینے کیلئے ''شراب'' مانگ رہی ہیں (یوحنا ۲: ۳) بلکہ ایک بیان سے تو انکا محض ''مومنہ'' ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا کسی اور چیز کا تو ذکر ہی کیا چنانچہ لکھا ہے ''جب وہ بھیڑ سے یہ کہہ ہی رہا تھا تو دیکھو اسکی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اُس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟۔ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔ کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے'' (متی ۱۲: ۴۶ تا ۵۰) دیکھئے! (بقیہ اگلے صفحہ پر......)

ارادہ کرنا اور خواب کے مطابق اس سے رک جانا اور جناب مسیح علیہ السلام کی ولادت تک قربت نہ کرنے کا ذکر ہے باب ۲ میں شرق کی جانب سے چند مجوسیوں کا آنا اور یوسف کا جناب مریم و مسیح کے ساتھ ہیرودیس بادشاہ کے خوف سے مصر جانا اور ہیرودیس بادشاہ کا غصہ ہونا

(بقیہ حاشیہ......) حضرت مسیح علیہ السلام کس طرح اپنی والدہ صاحبہ سے بالکل بے رخی، پوری بے التفاتی، مکمل اعراض کر رہے ہیں اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر فرماتے ہیں کہ یہی لوگ میری ماں اور میرے بھائی ہیں کیونکہ یہی لوگ مجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتے ہیں۔ان آیات کی وضاحت میں مفسر کا تشریحی نوٹ بھی ملاحظہ فرمالیں ''اس واقعہ کے بیان کو ختم کرنے سے پہلے ہم یسوع کی ماں کے بارے میں دو اہم نکات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔اول۔ جہاں تک یسوع کی حضوری میں رسائی حاصل کرنے کا تعلق ہے مریم کو کوئی امتیازی استحقاق حاصل نہیں تھا۔دوم۔یسوع کے بھائیوں کا ذکر مریم کے دائمی کنوارپن کی تعلیم پر ضرب کاری لگاتا ہے۔یہاں یہ مفہوم بہت مضبوط ہے کہ وہ مریم کے حقیقی بیٹے تھے۔اس لئے ماں کی طرف سے یسوع کے بھائی تھے۔صحائف کے دوسرے متعدد حوالے اس نظریہ کو تقویت دیتے ہیں۔دیکھئے زبور ۶۹:۸، متی ۱۳:۵۵، مرقس ۳:۳۱، ۳۲، ۶:۳، یوحنا ۷:۳، ۵، اعمال ۱:۱۴، ۱۔کرنتھیوں ۹:۵، گلتیوں ۱:۱۹ (تفسیر الکتاب۔ولیم میکڈونلڈ۔ جلد اول۔ص ۱۴۲) قرآن حکیم حضرت مریم بتول کا کنوارہ پن ہی بتاتا ہے۔نہ انکے لئے کوئی شوہر ذکر کرتا ہے، نہ کوئی اولاد ثابت کرتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کو خدا کی قدرت کی دلیل بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی نشانی کے طور پر انہیں بغیر باپ کے پیدا کیا۔اسکے برعکس بائبل بتاتی ہے کہ یوسف مریم کے شوہر تھے بلکہ یسوع کو یوسف کا بیٹا بھی کہا اور سمجھا جاتا تھا (لوقا ۳:۲۳) ان بیانات کے درست مان لینے کی صورت میں انکا بن باپ پیدا ہونا غلط یا کم از کم مشکوک ہو جاتا ہے۔سوال یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کیلئے شوہر ڈھونڈنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔بائبل یوسف کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ بار بار کیوں بتاتی ہے (لوقا ۲:۴۱، ۴۸، وغیرہ) اور انکے حقیقی بھائی، خاندان کا تفصیلی خاکہ کیوں پیش کرتی ہے؟ ایک مفسر گرہ کشائی اور حکیمانہ نکتہ آفرینی کرتے ہوئے اس سوال کا جواب یوں دیتا ہے۔''مریم کی نیک نامی کو بچایا گیا ورنہ اس پر بہت انگلیاں اٹھتیں۔مناسب تھا کہ شادی کے وسیلہ سے حمل کو تحفظ دیا جائے تاکہ دنیا کی نگاہ میں جائز ٹھہرے تاکہ مبارک مریم کو ایک مددگار ساتھی میسر ہو (تفسیر الکتاب میتھو ہینری۔ج ۳۔ص ۴) قارئین یہ ہے اس واقعہ کا پس منظر اور یوسف سے تعلق جوڑنے کی ضرورت کہ مریم نیک نام، راستباز عورت تھیں۔کنواری حاملہ ہوگئیں ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں ان پر بہت انگلیاں اٹھتیں اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ انکی یوسف نامی شخص سے شادی کروا دی جائے اور شادی کے وسیلہ سے حمل کو تحفظ دیا جائے۔مسیحی قوم کا فرض ہے کہ وہ بتائے کہ یہودیوں کے بہتان اور اس محقق عیسائی مفسر کے اعتراف میں کیا فرق ہے؟

اور بیت لحم اور اسکے اطراف میں دو سالہ یا اس سے کم عمر بچوں کا قتل کرنا اور ہیرودیس بادشاہ کی موت کی خبر پا کر یوسف کا اپنی زوجہ و پسر کے ساتھ اسرائیل کے ملک میں آنا اور ناصرہ شہر میں جا بسنے کا ذکر ہے۔ باب سوم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اصطباغ پانے سے منع کرنا اس وجہ سے کہ وہ انکو اپنے سے بڑا بزرگ اعتقاد کرتے تھے۔ باب ۵، ۶ میں اکثر آنجناب کے نصائح کا بیان ہے جو انہوں نے پہاڑی پر لوگوں کو وعظ فرمائے تھے۔ باب ۹ میں دو نابینوں کو شفا بخشا اور دیگر ابواب میں بعض تمثیلات کا بیان ہے۔ باب ۲۷ میں یہوداہ بد بخت کا اپنے فعل پر پشیمان ہونا' خود کو قتل کرنا اور پیلاطس کا یہود کے سامنے پانی سے اپنے ہاتھ دھونا کہ یہود اس سے جناب مسیح علیہ السلام کے قتل کا مطالبہ کرتے تھے اور اس کا اس طرح کہنا کہ اسی طرح میں بے گناہ راستباز کے خون سے پاک ہوں اور باقی تینوں اناجیل میں متی کی مذکورہ بالا باتوں کا نشان تک نہیں ہے۔

انجیلِ لُوقا کے مضامین

لوقا باب ا میں حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی کیفیت اور مریمؑ کے پاس فرشتے کا آنا اور ایک بچے کی پیدائش کی خوشخبری دینا اور اس معصومہ کا فرشتے سے گفتگو کرنا اور حاملہ ہونے اور حمل کے بعد زکریا علیہ السلام کی بیوی کے ہاں تشریف آوری' تین مہینے وہاں رہنے اور پھر دوبارہ اپنے گھر جانے کا ذکر ہے۔ باب ۲ میں یوسف کا اپنی بیوی مریم کے ساتھ نام لکھوانے کیلئے بیت اللحم جانا کہ ان دنوں قیصر نے تمام شہروں میں نام لکھوانے کا حکم دے رکھا تھا اور جناب مسیح علیہ السلام کی اس جگہ ولادت کی کیفیت اور فرشتہ کا رات کو رہنے والوں کو خوشخبری دینا جو اپنے گلہ کی حفاظت کیلئے اس جگہ رہتے تھے اور اس وقت دوسرے ملائکہ کا نزول اس فرشتے کے ساتھ' آٹھویں دن ختنہ ہونا' ایام نفاس

گزرنے کے بعد شریعت موسوی کے مطابق قربانی گزرانے کیلئے آنجناب کا یروشلیم لے جانا، شمعون کا روح القدس کے الہام کے ساتھ آنجناب کی زیارت کیلئے آنا، اسی وقت ایک عورت کا حاضر ہونا جو بیت المقدس میں اسی سال مشغول عبادت رہی اور عیسی علیہ السلام کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو کرنا جو اس جگہ کے منتظرین میں سے تھے (۱) اور بارہ سال کی عمر میں ایام عید کے گزرنے کے وقت بوقت مراجعت وطن والدین کو اطلاع دیئے بغیر یروشلیم میں ٹھہر جانا اور ایک منزل آکر انکا عیسی علیہ السلام کو تلاش کرنا اسی وجہ سے یروشلیم واپس آنا اور ہیکل میں معلموں کے پاس انہیں بیٹھا ہوا پانا مذکور ہے۔ باب چہارم میں آنجناب کا ہفتہ کے روز مسجد میں آنا، کتاب یسعیاہ کا کھولنا، اس میں ان آیات کا نکالنا کہ روح خدا مجھ پر ہے اسی لئے اس نے مجھ پر مسح کیا کہ مسکینوں کو خوشخبری دوں اور غم زدوں کو شفا بخشوں اور قیدیوں کو رہائی کی خوشخبری دوں اندھوں کو بینائی اور کچلے ہوئے کو آزادی بخشوں اور خداوند کے سال مقبول کو مشتہر کروں انتہت الآیات المذکورہ اور پھر نیک پیغمبر (۲) کو کتاب واپس دینا اور سارے مجمع کو یہ فرمانا کہ آج یہ نوشتہ پورا ہو گیا کا ذکر ہے۔ باب ۷ میں ایک شخص کا زندہ کرنا جو ایک بیوہ کا بیٹا تھا اور اسکی ماں اسکی خبر نہیں رکھتی تھی، آنجناب کی خدمت میں ایک عورت کا فریسی کے گھر میں آنا، آنجناب کے پاؤں کو اپنے آنسوؤں سے تر کرنا، پھر اپنے بالوں سے خشک کرنا، آنجناب کے پاؤں پر عطر کا ملنا، آنجناب کا اس عورت کے گناہوں کو بخشنا مذکور ہے۔ باب ۱۰ میں ستر آدمیوں کو آنجناب کا لوگوں کی تعلیم کیلئے مقرر کرنا اور شہروں

---

(۱) یعنی یروشلیم کی آزادی اور خلاصی کے منتظر تھے کہ کوئی نجات دہندہ مسیح آئے گا جسکی توریت میں پیشینگوئیاں مذکور ہیں۔

(۲) یہ متن کتاب کے مطابق ہے موجودہ بائبل میں اس طرح ہے "پھر وہ کتاب بند کر کے اور خادم کو واپس دیکر بیٹھ گیا" (لوقا ۴: ۲۰)

میں بھیجنا باب ۱۳ میں چند لوگوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بارے میں خبر دینا کہ پیلاطس نے چند آدمیوں کو جو جلیل کے تھے انکے خون کو انکے ذبیحوں کے ساتھ ملایا تھا اور آنجناب علیہ السلام کا لوگوں کو نصیحت کرنا باب ۱۴ میں آنجناب کا فریسیوں کے ایک سردار کے گھر کھانا کھانے کیلئے جانا اور ایک مستسقی کو شفا بخشنا اور صاحب خانہ کو نصیحت فرمانا مذکور ہے۔ باب ۱۸ میں ایک قاضی کی تمثیل اور دو آدمیوں کی تمثیل کا بیان ہے جن میں سے ایک فریسی تھا اور دوسرا محصول لینے والا۔ باب ۱۹ میں ایک محصّل کا قصہ جو آنجناب علیہ السلام سے پیش آیا اور باب ۲۳ میں پیلاطس کا عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے بعد اپنی عملداری میں ہیرودیس بادشاہ کے پاس بھیجنا اور اس بدبخت کا آنجناب کی تحقیر واستہزاء کرنا اور دوبارہ پیلاطس کے پاس بھیجنا لکھا ہے، باقی تینوں انجیلوں میں سے کسی ایک نے ان باتوں میں سے ایک حرف بھی نہیں لکھا۔

انجیلِ یوحنا کے مضامین

یوحنا باب ۱ میں علمائے یہود کا حضرت یحیٰی علیہ السلام سے سوال کرنا کہ تم کون سے نبی ہو اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کا جواب دینا اور انکے درمیان جو گفتگو پیش آئی اسکا ذکر ہے اور پطرس کا نتن ایل کو حضرت مسیح علیہ السلام کے حال کی خبر دینا پہلے اسکا انکار کرنا اور پھر آنجناب پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔ باب ۲ میں آنجناب کے شراب بنانے کے معجزے کا ذکر ہے جو پانی سے بنایا تھا جو کہ پہلا معجزہ ہے (۱) اور یہود سے اس طرح کی گفتگو کا ذکر ہے کہ ہیکل کو گرادو میں

(۱) اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا سب سے پہلا معجزہ یہی تھا کہ انہوں نے پانی کے چھ مٹکوں کو مے (شراب) بنایا (یوحنا ۲:۱تا۱۱) یہ واقعی ''مے'' ہی تھی کوئی انگور کا تازہ جوس نہ تھا۔ یہی مے تھی جسکو پی کر حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں سے زنا کر بیٹھے (پیدائش ۱۹:۳۲) جسکو پی کر حضرت نوح علیہ السلام برہنہ ہوگئے نعوذ باللہ (پیدائش ۹:۲۱)۔۔۔۔۔۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اسکو تین دن کے بعد بلند کروں گا اور ان منکرین نے جو جواب دیا اسکا ذکر ہے۔ باب ۳ میں نیکدُیمس کا آنجناب کے پاس آنا اور انکے درمیان جو گفتگو ہوئی اسکا ذکر ہے۔ باب ۴ میں اس سامری عورت کا قصہ ہے جو سوخار شہر میں چشمہ کے قریب آنجناب سے ہم کلام ہوئی اور اسی خبر سے شہر کے لوگ آنجناب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت سے لوگ ایمان لائے اور بادشاہ کے بیٹے کو شفا بخشنے کا قصہ اور اسکا تمام خاندان کے ساتھ ایمان لانے کا واقعہ مذکور ہے۔ باب ۵ میں ایک ناتواں آدمی کو شفا بخشنے کا قصہ جو اڑتیس سال سے بیمار تھا اور آنجناب کے ساتھ یہود کی گفتگو میں جو قیل وقال پیش آئی اسکا بیان ہے۔ باب ۶ میں ایک بڑے ہجوم کے ساتھ آنجناب کی اس طرح گفتگو کا ذکر ہے کہ میرا جسم کھانے کے قابل ہے اور میرا خون پینے کے لائق ہے اور اس پر جو قیل وقال ہوئی اسکا تذکرہ ہے۔ باب ۸ میں اس زانیہ عورت کا قصہ ہے جو حالت زنا میں پکڑی گئی اور یہود اسکو آنجناب کے ہاں ہیکل میں لائے۔ باب ۹، ۱۰، ۱۱ میں معجزات وحالات کا بیان ہے۔ باب ۱۳ میں آنجناب علیہ السلام کا رومال لیکر اپنی کمر میں باندھنا اور اپنے شاگردوں کے پاؤں دھونا مذکور ہے۔

(بقیہ حاشیہ......) جس سے پرہیز کرنے کو خدا کے حضور بزرگ ہونے کا نشان کہا گیا ہے (لوقا ۱: ۱۵) جس کے پینے کو بدچلنی کا سبب بتایا گیا ہے (افسیوں ۵: ۱۸) جسے پی کر انسان خدا کے حضور خیمہ اجتماع میں حاضر ہونے کا اہل نہیں رہتا (احبار ۱۰: ۸) مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے پہلے معجزے کی برکت سے جو چیز وجود میں آتی ہے وہ مے ہی مے شراب ہی شراب ہے۔ ایک خوش طبع شخص نے بڑی ظریفانہ بات کہی کہ آج سارا یورپ شراب کے سمندر میں غرق ہے۔ مگر اسمیں کوئی برائی نہیں' یہ چیز بالکل قابل تعجب نہیں کیونکہ انکے خدا کا پہلا معجزہ ہی شراب تھا۔ جو چیز انکے آقا کیلئے اچھی تھی وہ ان کیلئے کیسے بری ہوسکتی ہے۔ ایک مسیحی مفسر اس معجزے پر شیخی بگھارتے ہوئے لکھتا ہے ''موسیٰ کا پہلا معجزہ پانی کو خون بنانا تھا۔ اس میں زبردست تباہ کن اثر تھا۔ مگر مسیح کا پہلا معجزہ پانی کو مے بنانا تھا۔ اسکا اثر تسکین بخش اور آسودہ کرنے والا تھا'' (تفسیر الکتاب۔ ولیم میکڈونلڈ۔ ص ۲۶۱) ہوسکتا ہے کہ یہ مے نوشی وقتی طور پر کچھ تسکین بخش ہو یا تھوڑی دیر کیلئے آسودہ حالت کردے۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ عقل سے اس طرح محروم اور شہوانیت اس طرح غالب کردیتی ہے کہ انسان انتہائی گھناؤنے کرتوت کر بیٹھتا ہے۔ اسکی ساری راستبازی خاک میں مل جاتی ہے اور بنے بنائے شخص کا خانہ خراب ہوجاتا ہے۔

باب ۱۴ اور ۱۶ میں فارقلیط کی بشارت کا قصہ پوری تفصیل کے ساتھ مذکور ہے باقی تینوں انجیلوں میں سے کسی ایک نے بھی ان قصص کو تحریر نہیں کیا۔

امرِ دوم: صحفِ اربعہ کے تضادات

(۱) حضرت مسیحؑ کے نسب نامہ میں اغلاط

متی باب ۱ میں عیسیٰ علیہ السلام کے نسب نامہ میں یوسف شوہر مریم تا ابراہیم تک چالیس پشتیں ہیں اور یوسف کو سلیمان بن داؤد کی اولاد میں سے شمار کیا گیا ہے۔ لوقا یوسف سے ابراہیم تک پچپن پشت بیان کرتا ہے اور یوسف کو ناتن بن داؤد کی اولاد میں شمار کرتا ہے۔ بعض مسیحی علماء نے اس بارے میں تاویل کی کہ شاید متی نے یوسف کا پدری نسب نامہ بیان کیا اور لوقا نے مادری نسب نامہ لکھا ہوگا لیکن یہ تاویل مردود ہے اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو بجائے عیلی کے والدہ کا نام مذکور ہوتا نہ کہ اس طرح ابن یوسف ابن عیلی ابن متات......الخ علاوہ ازیں یہ بھی گمان محض ہے۔(۱)

صاحبِ دافع البہتان فصل سوم میں کہتے ہیں کہ متی نے یوسف کا نسب نامہ اور لوقا نے مریم کا نسب نامہ لکھا ہے تا کہ ظاہر ہو جائے کہ مسیح دونوں طرف سے اولاد داؤد میں سے ہیں۔ یہ توجیہ بھی کھوکھلی ہے اس لئے کہ اس صورت میں اس طرح ہونا چاہیئے تھا ''پسرِ مریم بنت عیلی'' الخ اور پھر احتمالاً دوسری توجیہ کرتے ہیں کہ عیلی اور یعقوب بھائی ہونگے اور عیلی نکاح کے بعد بے اولاد مر گئے اور یعقوب نے انکی بیوی سے نکاح کیا اور یوسف پیدا ہو گئے اس طرح یوسف یعقوب کے صلبی بیٹے ہوئے اور یہود کی رسم کے مطابق عیلی کے ورثہ دار

---

(۱) یعنی انکا یہ کہنا کہ شاید متی نے یوسف کا پدری نسب نامہ بیان کیا اور لوقا نے مادری نسب نامہ لکھا ہوگا یہ گمانِ محض ہے۔

بن گئے اور اسکے بیٹے ہو گئے۔ یہ توجیہ محض ایک احتمال ہونے کے باوجود توجیہ سابق سے انتہائی متضاد ہے کہ اسمیں تو مریم کو عیلی کی اولاد میں شمار کرتے ہیں اور یہاں کہتے ہیں کہ عیلی بے اولاد مر گئے پھر بھی یہ توجیہ مردود ہے کیونکہ عیلی اگر یعقوب کے برادر حقیقی تھے تو یقیناً اسکے بعد دو صحیفوں میں پشتوں کی گنتی کا اختلاف نہ ہوتا اور یہاں داؤد تک ایک نام بھی موافق نہیں ہے اور پشتوں کی تعداد میں پندرہ آدمیوں کا اختلاف موجود ہے۔ اگر بنی اعمام کی اولاد سے ہو تو اس صورت میں عدد کا اتنا اختلاف نہ ہوتا اور ایک یا دو، چار یا پانچ پشت تک موافقت ہو جاتی نہ کہ چالیس پشت کے قریب ہو جائے اور ان تمام باتوں سے قطع نظر یہ امر توضیح طلب ہے کہ یہ کیا رسمِ یہود ہے کہ رشتہ داری کی اتنی دوری کے باوجود شخصِ اول کا وارث بن جائے؟(1)

(۲) ایک غلط پیشینگوئی

متی باب ۲ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ''اور خواب میں ہدایت پا کر گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا۔ اور ناصرہ نام ایک شہر میں جا بسا تا کہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا'' انتہٰی

حالانکہ عہد عتیق کی کسی کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے بلکہ ناصرہ سے کسی نبی کا آنا کبھی بھی اہل کتاب کے وہم وگمان میں نہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے

---

(۱) تفصیل کیلئے دیکھئے

ا۔ ''بائبل سے قرآن تک'' جلد ا صفحہ ۴۸۴ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، سنِ طباعت ۲۰۰۲ء۔ ۲۔ ''عیسائیت تجزیہ ومطالعہ'' مصنفہ پروفیسر ساجد میر، صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ دار السلام لاہور

۲۔ ''تحریفِ بائبل بزبانِ بائبل'' مصنفہ مولانا عبداللطیف مسعودؒ، صفحہ ۳۳۳، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت ملتان، سنِ طباعت ۲۰۰۴ء

دور میں جب فلپس نے نتن ایل سے کہا کہ ”جسکا ذکر موسی نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔ نتن ایل نے اس سے کہا کیا ناصرہ سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے؟“ جیسا کہ یوحنا باب اول میں مذکور ہے(۱) جس زمانے میں حضرت عیسی علیہ السلام اپنے ہیکل میں تعلیم دے رہے تھے اور انکو سننے والے لوگ آپس میں اختلاف کررہے تھے کہ یہ کون شخص ہے اور بعض آنجناب کے مسیح ہونے کا انکار کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ”کیا مسیح گلیل سے آئے گا؟“ کیا کتابِ مقدس میں یہ نہیں آیا کہ مسیح داوٗد کی نسل اور بیت لحم کے گاوٗں سے آئے گا جہاں کا داوٗد تھا؟“ اسی طرح جس وقت نیکدیمس کا حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جانب داری ظاہر کرتے ہوئے فریسوں سے معارضہ پیش آیا تو انہوں نے بھی اس طرح کا جواب دیا کہ ”کیا تو بھی گلیل کا ہے؟“ تلاش کر اور دیکھ کہ گلیل میں سے کوئی نبی برپا نہیں ہونے کا“ جیسا کہ یوحنا باب ۷ میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے۔(۲)

(۳) مصر یا یروشلیم؟

متی باب ۲ آیت ۱۴ میں لکھتا ہے کہ بیت لحم یہودیہ سے مجوسیوں کے آنے کے بعد یوسف اپنی زوجہ اور بیٹے کے ساتھ مصر گئے اور ہیرودیس بادشاہ کی وفات تک وہیں قیام کیا اور اسکی موت کے بعد الہام کے مطابق گلیل کی طرف روانہ ہوئے اور ناصرہ شہر میں مقیم ہوگئے اور لوقا لکھتا ہے(۳) کہ ایام نفاس کی مدت میں مریم بیت لحم یہودیہ میں تھیں ان دنوں کے گزرنے کے بعد قربانی گزرانے کیلئے یروشلیم گئیں اور اسکے بعد اپنے شہر گلیل ناصرہ کی

(۱) یوحنا باب ۱ آیت ۴۵

(۲) یوحنا باب ۷ آیت ۴۰ تا ۵۲

(۳) لوقا باب ۲ آیت ۲۱ تا ۲۴، ۴۱ تا ۴۵ ملخصاً

طرف لوٹ گئے اور یسوع کے ماں باپ ہر سال عیدِ فصح کے موقعہ پر یروشلیم جاتے تھے اور جب یسوع بارہ سال کے ہوگئے تو رسم عید کے موافق یروشلیم گئے اور بوقتِ مراجعت یسوع ماں باپ کو اطلاع کیے بغیر وہیں ٹھہر گئے۔

(۴) حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہچاننا

متی باب ۳ آیت ۱۳ میں لکھتا ہے کہ ''اس وقت یسوع گلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس اس سے بپتسمہ لینے آیا۔ مگر یوحنا یہ کہہ کر اسے منع کرنے لگا کہ میں آپ تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے؟ یسوع نے جواب میں اس سے کہا اب تو ہونے ہی دے...... یسوع بپتسمہ لیکر فی الفور پانی کے پاس سے اوپر گیا اور دیکھو اسکے لئے آسمان کھل گیا اور اس نے خدا کی روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا'' انتہی ملخصاً۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت مسیح علیہ السلام کو بپتسمہ لینے سے پہلے جانتے تھے اسی وجہ سے بپتسمہ لینے سے منع کیا اور روح کا نزول بپتسمہ لینے کے بعد ہوا جب کہ انجیلِ یوحنا باب ۱ آیت ۳۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ بپتسمہ لینے کے بعد نزول روح سے پہچانا۔ (۱)

مصنف دافع البہتان اسکی توجیہ میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے نزول روح سے قبل مسیح کو مسیح موعود کے علاوہ اور بزرگ نبی خیال کرکے کہا ہو کہ مجھ پر لازم ہے کہ تجھ سے بپتسمہ لوں اور جب نزول روح کو دیکھا تو جان لیا کہ یہ مسیح موعود ہیں۔ انتہی حاصل یہ ہے کہ اس توجیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد کسی بزرگ نبی کے آنے کا

---

(۱) چنانچہ لکھا ہے ''اور یوحنا نے یہ گواہی دی کہ میں نے روح کو کبوتر کی طرح آسمان سے اترتے دیکھا ہے اور وہ اس پر ٹھہر گیا۔ اور میں تو اسے پہچانتا نہ تھا مگر جس نے مجھے پانی سے بپتسمہ دینے کو بھیجا اسی نے مجھ سے کہا کہ جس پر تو روح کو اترتے اور ٹھہرتے دیکھے وہی روح القدس سے بپتسمہ دینے والا ہے''

گمان تھا اسی وجہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اس طرح کا خیال ہے اور حق بات بھی یہی ہے جیسا کہ آئندہ آجائے گا۔

(۵) آخری نبی کا انتظار

متی باب ۱۱ آیت ۳ میں مذکور ہے کہ ''یوحنا نے قید خانہ میں مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت اس سے پچھوا بھیجا۔ کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟ یسوع نے جواب میں ان سے کہا جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جاکر یوحنا سے بیان کردو کہ اندھے دیکھتے اور لنگڑے چلتے پھرتے ہیں کوڑھی پاک صاف کیے جاتے ہیں اور بہرے سنتے ہیں اور مردے زندہ کیے جاتے ہیں اور غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ اور مبارک وہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے'' انتھیٰ اور پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں جناب مسیح علیہ السلام کا قول اسی باب ۱۱ آیت ۱۰ میں اس طرح مذکور ہے ''یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں کہ جو تیری راہ تیرے آگے تیار کریگا......اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے.......الخ'' اور پھر متی باب ۱۷ آیت ۱۰ میں مذکور ہے ''شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے؟ اس نے جواب میں کہا ایلیاہ البتہ آئیگا اور سب کچھ بحال کریگا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اسکے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی انکے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ان سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے'' انتھیٰ

تبصرہ مصنف رحمہ اللہ

متی کی عبارت اول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے نزول روح کے

مشاہدہ کے بعد بھی یقین نہ کیا تھا کہ یہ وہی مسیح موعود ہیں ورنہ قید خانہ میں اس بارے میں سوال کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا لہٰذا مذکورہ توجیہ بالکل لچر اور بے حقیقت ہے۔ ہاں یہاں اس اعتراض کو دفع کرنے کیلئے ایک ہی عذر کیا جا سکتا ہے اس عقیدہ کی بنیاد پر جو تمام علماء اہل کتاب کا انبیاء کے بارے میں ثابت ہے (۱) کہ چونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام انسان تھے تو کوئی تعجب نہیں کہ شیطان کے ورغلانے سے انکے دل میں کوئی شک پڑ گیا ہو حالانکہ ابتداء میں جان گئے تھے کہ یہی مسیح موعود ہیں۔ اور متی کی دوسری اور تیسری عبارت اس بارے میں نص صریح ہے کہ ایلیاہ سے مراد حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں حالانکہ یوحنا باب ۱ آیت ۱۹ میں مرقوم ہے ''یہودیوں نے یروشلیم سے کاہن اور لاوی اسکے پاس یہ پوچھنے کو بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو المسیح نہیں ہوں تب انہوں نے اس سے پوچھا پھر کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو النبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ تب انہوں نے اس سے کہا کہ جب تم مسیح نہیں الیاس نہیں اور وہ پیغمبر بھی نہیں تو پھر بپتسمہ کیوں دیتے ہو انتہی ملخصہ (۲) اور یہ عبارت صریح ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے الیاس ہونے کا انکار کیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اہل کتاب کو الیاس و مسیح کے علاوہ کسی دوسرے نبی کا بھی انتظار تھا۔ پس بعض مسیحیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ جناب مسیح علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا انتظار نہیں ہے بالکل غلط ہے۔

---

(۱) مقامِ نبوت کے بارے میں عیسائیت کے نزدیک ''عصمت'' کا کوئی عقیدہ نہیں ہے انکے نزدیک نبی سے ہر طرح کی غیر اخلاقی حرکات کا ارتکاب ہو سکتا ہے اور شیطان کے ورغلانے سے شک میں پڑ جانا تو بہت چھوٹی بات ہے وہ تو کفر و شرک کی دلدل میں بھی جا گرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک جیسا کہ اسکے نمونے گذشتہ صفحات میں آپ دیکھ آئے ہیں۔

(۲) یہ ترجمہ متنِ کتاب کے مطابق ہے اور مصنفؒ کے پیشِ نظر بائبل کے موافق ہے بائبل کے موجودہ اردو تراجم میں آخری جملے یعنی آیت ۲۲ موجود نہیں بلکہ اس طرح عبارت ہے ''تب انہوں نے اس سے کہا کہ پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم انہیں جواب دیں جنہوں نے ہم کو بھیجا ہے تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟

(۶) شمعون اور اسکے بھائی کا ایمان لانا

متی باب ۴ آیت ۱۸ میں لکھتا ہے کہ ''جب یسوع جلیل کی جھیل کے کنارے پھر رہا تھا تو اس نے دو بھائیوں شمعون کو جو پطرس کہلاتا تھا اور اسکے بھائی اندریاس کو جھیل میں جال ڈالتے دیکھا کیونکہ وہ ماہی گیر تھے اور ان سے کہا کہ میرے پیچھے چلے آؤ کہ میں تمھیں آدم گیر بناؤں گا وہ اسی وقت جالوں کو چھوڑ کر اسکے پیچھے ہو لئے۔ وہاں سے بڑھ کر اس نے اور دو بھائیوں زبدی کے بیٹے یعقوب اور اسکے بھائی یوحنا کو اپنے باپ زبدی کے ساتھ کشتی پر اپنے جالوں کی مرمت کرتے دیکھا اور انہیں بلایا وہ فوراً اپنے جالوں اور باپ کو چھوڑ کر اسکے پیچھے ہو لئے'' انتہی یہی مضمون مرقس نے اپنی انجیل باب ۱ میں لکھا ہے مگر یوحنا اپنی انجیل باب ۱ آیت ۴۰ میں لکھتا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام سے انکے دو شاگردوں نے مسیح علیہ السلام کے متعلق سنا کہ یہ خدا کا برہ ہے اور سنتے ہی مسیح کے پاس آئے ان میں سے ایک اندریاس شمعون پطرس کا بھائی تھا وہ اپنے بھائی شمعون کو عیسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گیا اور دوسرے روز عیسیٰ علیہ السلام نے جلیل کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا اور لوقا نے باب ۵ میں مذکورہ دونوں روایات کے خلاف ذکر کیا ہے (۱)

(۷) ایک یا دو؟

متی باب ۸ آیت ۲۸ میں لکھتا ہے کہ جرجاسیوں کے ملک کے دو آسیب زدہ اپنی قبروں سے تیزی کیساتھ نکلے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملے۔ آپ نے انہیں شفا بخشی۔ جبکہ مرقس باب ۵ آیت اور لوقا باب ۸ آیت ۲۶ میں ایک آسیب زدہ کی ملاقات اور شفا ملنے کو ثابت کرتے ہیں۔

(۱) لوقا باب ۵ آیت ۱ تا ۱۰ میں اس واقعہ کی تفصیل موجود ہے جو متی اور مرقس کی ذکر کردہ بات سے بالکل برعکس ہے۔

(۸) مرگئی یا مرنے والی؟

متی باب ۹ آیت ۱۸ میں لکھتا ہے کہ اچانک ایک سردار آیا اور ان سے کہا کہ میری بیٹی ابھی مری ہے اگر تو چل کر اپنا ہاتھ اس پر رکھ دے تو وہ زندہ ہو جائیگی اور یسوع اٹھ کر اپنے شاگردوں کیساتھ اسکے پیچھے چلا۔ جبکہ مرقس باب ۵ آیت ۲۳ اور لوقا باب ۸ آیت ۴۲ میں لکھتا ہے کہ اس سردار نے کہا کہ میری چھوٹی بیٹی مرنے کے قریب ہے تو آ اور اس پر اپنا ہاتھ رکھ تا کہ وہ اچھی ہو جائے پھر وہ روانہ ہو گئے اور راستہ میں سردار کے ملازم نے خبر دے دی کہ آپکی بیٹی مرگئی استاذ کو تکلیف نہ دیں اور حضرت مسیحؑ یہ بات سن رہے تھے اور سردار سے کہا کہ خوف نہ کر(۱)

(۹) جوتیاں پہننا یا نہ پہننا؟

متی باب ۱۰ آیت ۹ اور لوقا باب ۹ آیت ۳ میں جناب مسیح علیہ السلام کا قول حواریوں سے خطاب کرتے ہوئے اس طرح مذکور ہے کہ ”راہ کیلئے کچھ نہ لینا۔ نہ لاٹھی نہ جھولی نہ روٹی نہ روپیہ نہ دو دو کرتے رکھنا“ انتہی بلفظ لوقا۔ اور متی میں اسطرح اضافہ ہے ”نہ دو دو کرتے نہ جوتیاں“ انتہی بلفظ متی۔ اور مرقس باب ۶ آیت ۸ میں اسی قول کو اس طرح لکھتا ہے کہ ”راستے کیلئے لاٹھی کے سوا کچھ نہ لو نہ روٹی نہ جھولی نہ اپنے کمر بند میں پیسے مگر جوتیاں پہنو اور دو کرتے نہ پہنو۔“

(۱۰) قانونِ طلاق

متی باب ۱۹ آیت ۳ میں لکھتا ہے ”اور فریسی اسکو آزمانے کیلئے اس کے پاس آئے

(۱) لوقا باب ۸ آیت ۴۹

اور کہا کہ کیا روا ہے کہ مرد کسی بھی سبب سے اپنی بیوی کو چھوڑ دے؟ اس نے جواب میں کہا ۔کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے ابتداء میں انسان کو بنایا انہیں نر و ناری بنایا اور فرمایا کہ ’’اس واسطے مرد اپنے باپ اور اپنی ماں کو چھوڑے گا اور اپنی بیوی سے ملا رہے گا اور وہ دونوں ایک تن ہونگے‘‘۔ سو اب وہ دو نہیں بلکہ ایک تن ہیں۔ پس جسے خدا نے جوڑا ہے اسے انسان جدا نہ کرے۔ انہوں نے اس سے کہا پھر موسیٰ نے کیوں حکم دیا کہ طلاق نامہ دیکر اسے چھوڑ دے اس نے ان سے کہا کہ موسیٰ نے تمھاری سخت دلی کے سبب سے تمہیں اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی لیکن شروع سے ایسا نہ تھا۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور وجہ سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی کو بیاہے زنا کرتا ہے‘‘ انتہی اور مرقس باب ۱۰ آیت ۲ میں لکھتا ہے ’’فریسی اسکے پاس آئے اور اسے آزمانے کیلئے اس سے پوچھا کہ کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے؟ اس نے جواب میں ان سے کہا کہ موسیٰ نے تمہیں کیا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ موسیٰ نے اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں۔ پر یسوع نے ان سے کہا کہ اس نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تمہارے لئے یہ حکم لکھا تھا لیکن تکوین کی ابتداء سے ’’خدا نے انہیں نر و ناری بنایا۔ اس واسطے مرد اپنے باپ اور اپنی ماں کو چھوڑے گا اور اپنی بیوی سے ملا رہے گا۔ اور وہ دونوں ایک تن ہونگے‘‘ سو اب وہ دو نہیں بلکہ ایک تن ہیں۔ پس جسے خدا نے جوڑا ہے اسے انسان جدا نہ کرے۔ اور گھر میں اسکے شاگردوں نے پھر اس سے اس بات کی بابت پوچھا۔ اور اس نے ان سے کہا۔ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اور دوسری سے بیاہ کرے تو وہ اسکے خلاف زنا کرتا ہے اور اگر بیوی اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی‘‘ انتہی

تبصرہ مصنفؒ

متی کی عبارت اس بات پر دال ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام نے فریسیوں کے سوال کے جواب میں طلاق کے امتناع کی علت اپنے قول ’’کیا تم نے نہیں پڑھا الخ‘‘ بیان فرمائی۔ اس پر فریسیوں نے اعتراض کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیوں اجازت دی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شبہ کے جواب میں اپنے مخاطبین سے فرمایا زنا کے علاوہ کسی اور سبب سے طلاق دینا حرام ہے اور اس مطلقہ سے دوسرے شخص کا نکاح کرنا علی الاطلاق حرام ہے۔ اس وضاحت سے صرف زنا کی بنا پر طلاق کا جواز مفہوم ہوتا ہے اور مرقس کی عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرتؑ نے فریسیوں کے سوال کے بعد ان سے موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے بارے میں دریافت کیا (۱) حکم سننے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کا سبب بیان کیا اور امتناع طلاق کی علت بیان فرمائی اور یہ کلام ’’کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے الخ‘‘ گھر پہنچنے کے بعد حواریوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ارشاد ہوا۔ نیز اس کلام میں طلاق کی حرمت علی الاطلاق مذکور ہے (۲) اور مطلقہ عورت سے نکاح کی حرمت اس صورت میں بھی ہے کہ عورت اپنے شوہر سے طلاق لے۔

متی باب ۲۰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یروشلیم جاتے وقت دو اندھوں سے ملاقات اور انکو شفا بخشنے کا اور ان دو کا جناب مسیح علیہ السلام کے ساتھ چلنے کا ذکر ہے جبکہ مرقس باب ۱۰ میں ایک اندھے کا ذکر ہے۔ (۳)

---

(۱) کہ انہوں نے اپنے زمانہ میں توریت کے مطابق طلاق کے متعلق کیا ضابطہ مقرر کیا تھا۔
(۲) یعنی علتِ زنا کا استثناء نہیں ہے بلکہ زنا ہو یا اور کوئی صورت ہر حال میں طلاق دینا حرام ہے۔
(۳) ملاحظہ کیجئے! متی باب ۲۰ آیت ۲۹ تا ۳۴‘ مرقس باب ۱۰ آیت ۴۶ تا ۵۲

(۱۲) انجیر کا درخت

متی باب ۲۱ میں لکھتے ہیں اور جب وہ یروشلیم داخل ہوئے......تو ہیکل کے اندر گئے اور تمام وہ لوگ جو وہاں خرید وفروخت کررہے تھے انکو نکال دیا اور صرافوں کے تختے اور کبوتر فروشوں کی چوکیاں الٹ دیں اسکے بعد شہر سے باہر گئے اور عنیاہ کے گھر میں آئے اور رات وہاں گذاری اسکے بعد جب شہر آرہے تھے تو انہیں بھوک لگی اور انجیر کا درخت راہ کے کنارے دیکھ کر اسکے پاس گئے اور پتوں کے سوا اسمیں کچھ نہ پایا تو اس سے کہا کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے اور اسی دم انجیر کا درخت سوکھ گیا شاگردوں نے اسے دیکھ کر تعجب کیا اور کہا کہ انجیر کا درخت کیونکر ایکدم سوکھ گیا۔ انتہی ملخصاً جبکہ مرقس باب ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ یسوع یروشلیم میں داخل ہوگئے اور سب چیزوں کی طرف نظر دوڑا کر ان بارہ کیساتھ بیتِ عنیاہ کو گیا۔ کیونکہ شام کا وقت ہوگیا تھا۔ اور دوسرے دن جب وہ بیت عنیاہ سے باہر آئے تو اس کو بھوک لگی اور وہ دور سے انجیر کا ایک درخت جسمیں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے۔ مگر جب وہ اس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا۔ کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا۔ اس نے اس سے کہا آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے اور اس کے شاگردوں نے سنا اور وہ یروشلیم میں آئے۔ اور وہ ہیکل میں داخل ہوکر انہیں جو ہیکل میں خرید وفروخت کرتے تھے باہر نکالنے لگا۔ اور صرّافوں کے تختے اور کبوتر فروشوں کی چوکیوں کو اُلٹ دیا ......اور شام کو وہ شہر سے باہر جایا کرتا تھا پھر صبح کو جب وہ اُدھر سے گزرے تو اس انجیر کے درخت کو جڑ سے سوکھا ہوا دیکھا" انتہی ملخصاً (۱)

دیکھئے! متی کی عبارت سے خرید وفروخت کرنے والوں کا ہیکل سے نکالنا اور

(۱) ملاحظہ کیجئے! متی باب ۲۱ آیت ۱۰ تا ۲۰، مرقس باب ۱۱ آیت ۱۱ تا ۲۰

صرافوں وغیرہ کی چوکیوں کا الٹنا یروشلیم پہنچنے کے دن اور انجیر کے حق میں بددعا کرنا دوسرے دن اور اسی وقت اسکا خشک ہونا اور شاگردوں کا اس قدر جلد خشک ہونے پر تعجب کرنا معلوم ہوتا ہے جبکہ مرقس کی عبارت میں پہلے دن کچھ ظاہر نہ ہونے اور دوسرے روز اولاً انجیر کے حق میں راستے میں بددعا کا ہونا اور ہیکل میں داخل ہونا اور وہاں خرید وفروخت کرنے والوں کا نکالنا اور صرافوں وغیرہ کے تختوں وغیرہ کا الٹنا اور تیسرے روز شاگردوں کے درخت کے خشک ہونے کو دیکھنا مفہوم ہوتا ہے (۱)

---

(۱) غور فرمایئے! یہاں اس انجیر کے درخت کے واقعہ میں کئی چیزیں قابل توجہ ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایسے خدا تھے کہ انہیں بھوک لگتی تھی اور وہ بھوک سے بے تاب ہو کر درخت کا بے موسم پھل ڈھونڈتے تھے۔ اسی طرح انکو پیاس بھی لگتی تھی (یوحنا ۱۹: ۲۸) جو کھاتے پیتے کا محتاج ہوتا ہے وہ بے شمار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔ جس ہستی کیساتھ طرح طرح کی کمزوریاں اور ضرورتیں لگی ہوں وہ خداءِ بے نیاز کیسے ہوسکتا ہے؟ سر سے لیکر پاؤں تک ہر اعتبار سے انسانی شخصیت کو خدا کہنا عجیب وغریب حماقت' جہالت ہے اور عقلِ انسانی کی توہین ہے۔ صرف ذہنی بیمار ہی یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ "یسوع خدا اور انسان دونوں تھا اور ہے وہ تمام الٰہی صفات' بشری خصائص رکھتا تھا۔ اسکی الوہیت جسمانی بدن میں چھپی ہوئی تھی۔ کبھی ایسا لمحہ نہیں آیا کہ وہ کامل خدا نہ ہو' قرآن مجید کس خوبی کیساتھ حقیقت سے پردہ اٹھاتا ہے مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ (القرآن ۵:۷۵) "مسیح ابن مریم تو صرف (خدا کے) پیغمبر تھے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور انکی ماں ایک ولیہ (پاکدامن' راستباز' سچی نیک بندی) تھیں۔ وہ دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے دیکھو ہم کس طرح صاف صاف دلائل انکے سامنے بیان کررہے ہیں اور انکو دیکھو کہ یہ کدھر الٹے چلے جارہے ہیں" دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایسے خدا تھے جو ایک اہم ترین خدائی صفت "علم کامل محیط" نہ رکھتے تھے۔ سچے خدا کی شان یہ ہے کہ وہ ہر پوشیدہ وظاہر بات بلکہ دلوں کے بھید اور آنکھوں کی خیانت سے بھی باخبر ہے۔ غیب کی ہر چیز اسکے ہاں حضور وشہود کے درجے میں ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر نبیوں اور رسولوں کی طرح قیامت کی گھڑی کے متعلق اپنی ناواقفیت ظاہر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں "لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ" (مرقس ۱۳:۳۲) اس سے معلوم ہوا کہ اُنکا علم محدود تھا بلکہ وہ تو انجیر کے موسم تک سے بے خبر ہیں اور بلاوجہ درخت جیسی بے شعور چیز پر غصہ اتارتے ہیں' بددعا دیتے ہوئے لعنت کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)......

(۱۳) عطر ڈالنے کا واقعہ

متی باب ۲۶ اور مرقس باب ۱۴ میں لکھتے ہیں کہ دو دن کے بعد عید فسح ہونے والی تھی بزرگ سردار اور کاہن اور فقیہ تدبیر کر رہے تھے کہ اسے کس طرح فریب سے پکڑ کر قتل

(بقیہ حاشیہ)......اس واقعہ کی تفسیر کرتے ہوئے فاضل مفسر کی پریشانی اور بے بسی کا اندازہ لگائیے فرماتے ہیں۔ ''یہاں ایک بہت بڑی مشکل پیش آتی ہے کہ خداوند نے اس درخت پر پھل نہ ملنے کیوجہ سے لعنت کی جبکہ واضح طور پر یہ بھی بیان ہوا ہے کہ'' کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا'' اس طرح نجات دہندہ غیر معقول حرکت کا مرتکب اور بد مزاج نظر آتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے۔ لیکن ہم ان عجیب وغریب واقعات یا حالات کی کیا توجیہ پیش کر سکتے ہیں؟......... یہ واحد معجزہ ہے کہ جس میں مسیح نے برکت دینے کی بجائے لعنت کی اور زندگی کو بحال کرنے کی بجائے ہلاک کر دیا۔ یہ بات ایک بڑا مسئلہ بن گئی ہے۔ لیکن اس قسم کی تنقید سے مسیح کی ذات کے بارے میں بے علمی کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ خدا ہے اور کائنات پر اختیار کلی رکھتا ہے۔ اُس کے بعض کام ہمارے لئے نہایت پر اسرار ہیں۔ لیکن ہمیں اس یقین کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے کہ اُس کے سارے کام درست ہوتے ہیں'' (تفسیر ولیم میکڈونلڈ۔ جلد اوّل۔ ص ۲۰۸٬۳۵۲) جب حضرت مسیح علیہ السلام خدا ہیں اور کائنات پر کلی اختیار رکھتے ہیں تو وہ اپنی قدرت کا ظہور یوں بھی کر سکتے تھے کہ بے چارے درخت کو دعا دے دیتے وہ بطور معجزہ پھل لے آتا۔ آنجناب خود بھی بھوک مٹا لیتے دوسروں کے بھی کام آتا۔ اگر آپ خدا ہیں تو خدا کا کام تو برکتیں بانٹنا ہے' اگر آپ رسول ہیں تو آسکے تو قدم قدم پر نزولِ رحمت ہوتا ہے لیکن یہاں وہ لعنت کرتے ہیں اور اُس درخت سے لوگوں کو ہمیشہ کیلئے محروم کر دیتے ہیں حالانکہ اس بات کا قوی امکان تھا کہ موسم آنے پر وہ درخت ضرور پھل دیتا۔ مگر قارئین کو مفسرِ علاّم کی ہدایت کے مطابق یقین کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے اور سب کاموں کو ''درست'' سمجھنا چاہیئے تیسری بات یہ ہے کہ یہی واقعہ انجیلِ متی میں بھی مذکور ہے وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ انجیر کا درخت اسی وقت بد دعا ملتے ہی سوکھ گیا اور شاگردوں نے دیکھ کر اظہارِ تعجب کیا (متی ۱۹:۲۱) ''مرقس'' بتاتے ہیں کہ اس طرح نہیں ہوا بلکہ دوسرے روز وہاں سے گزر ہوا تو درخت سوکھا ہوا نظر آیا چنانچہ لکھا ہے'' پھر صبح کو جب وہ ادھر سے گذرے تو اس انجیر کے درخت کو جڑ تک سوکھا ہوا دیکھا۔ پطرس کو وہ بات یاد آئی اور اس سے کہنے لگا اے ربی! دیکھ یہ انجیر کا درخت جس پر تو نے لعنت کی تھی سوکھ گیا ہے'' (مرقس ۲۰:۱۱) متضاد باتوں میں صداقت ہی کیا ہوتی ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ یہ سارا واقعہ ہی بے بنیاد اور غلط ہے۔ لہٰذا ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بدگمان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں وہ خدا کے عظیم بندے اور پیارے رسول تھے۔ انکی ذاتِ مبارک رحمتوں کا پیکر تھی۔ خدا کی نوازشوں کا ہر دم ان پر وُرود تھا۔ انکی ذاتِ گرامی کو لعنت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ وہ جہاں گئے خیر ہی خیر' رحمت ہی رحمت' برکت ہی برکت ہوتی گئی۔ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیہ

کریں اور جب یسوع بیتِ عنیاہ میں شمعون کوڑھی کے گھر میں کھانا کھانے کیلئے بیٹھے تھے تو ایک عورت سنبل کے عطرِ خالص کی قیمتی شیشی لائی اور عطر دان کو توڑ کر اسکے سر پر ڈالا۔ بعض لوگ غضبناک ہوکر کہنے لگے کہ اس عطر کو اس طرح ضائع کیوں کیا گیا؟ ممکن تھا کہ یہ تین سو دینار سے زیادہ قیمت پر بک جاتا اور غربا کو دیا جاتا انتہی ملخصاً جبکہ یوحنا باب ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ ''پھر یسوع فسح سے چھ روز پہلے بیت عنیاہ میں آیا جہاں لعزر تھا جسے یسوع نے مُردوں میں سے جلایا تھا۔ وہاں انہوں نے اسکے واسطے شام کا کھانا تیار کیا اور مرتھا خدمت کرتی تھی مگر لعزر ان میں سے تھا جو اسکے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے پھر مریم نے جٹا ماسی کا آدھ سیر خالص اور بیش قیمت عطر لیکر یسوع کے پاؤں پر ڈالا اور اپنے بالوں سے اسکے پاؤں پونچھے اور گھر عطر کی خوشبو سے مہک گیا مگر اسکے شاگردوں میں سے ایک...... کہنے لگا۔ یہ عطر تین سو دینار میں بیچ کر غریبوں کو کیوں نہ دیا گیا؟ انتہی ملخصاً (۱)

تبصرہ مصنف رحؒ

اِن اناجیل میں بقیہ قصے میں اتنا تفاوت نہیں ہے جو مقدار ہم نے ذکر کی اسمیں انجیلِ متی میں دو دن کا اور شمعون کے مکان اور عطر کے سر پر ڈالنے کا اور عطر کی قیمت کا تین سو سے زیادہ ہونے کے ذکر ہے جبکہ انجیلِ یوحنا میں ان تمام امور کا عکس ہے۔

(۱۴) پکڑوانے والے کی شناخت

متی باب ۲۶ آیت ۲۰ میں لکھتے ہیں ''جب شام ہوئی تو وہ بارہ شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تھا۔ اور جب وہ کھا رہے تھے تو اس نے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائیگا۔ وہ بہت ہی دلگیر ہوئے اور ہر ایک اس سے کہنے لگا اے

(۱) متی باب ۲۶ آیت ۳ تا ۱۰، یوحنا باب ۱۲ آیت ۱ تا ۶

خداوند کیا میں ہوں؟ اس نے جواب میں کہا جس نے میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالا ہے وہی مجھے پکڑوائیگا....... یہوداہ نے جواب میں کہا اے ربی کیا میں ہوں؟ اس نے اس سے کہا تو نے خود ہی کہہ دیا'' انتہی ملخصاً جبکہ یوحنا باب ۱۳ آیت ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ ''میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک شخص مجھے پکڑوائیگا۔ شاگرد شبہ کرکے کہ وہ کس کی نسبت کہتا ہے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اسکے شاگردوں میں سے ایک شخص جس سے یسوع محبت رکھتا تھا یسوع کے سینہ کی طرف جھکا ہوا کھانا کھانے بیٹھا تھا۔ پس شمعون پطرس نے اس سے اشارہ کرکے کہا کہ بتا تو وہ کس کی نسبت کہتا ہے۔ اس نے اسی طرح یسوع کی چھاتی کا سہارا لے کر کہا کہ اے خداوند! وہ کون ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ جسے میں نوالہ ڈبو کر دے دونگا وہی ہے۔ پھر اس نے نوالہ ڈبویا اور اور لے کر شمعون اسکریوتی کے بیٹے یہوداہ کو دے دیا۔ اور اس نوالہ کے بعد شیطان اس میں سما گیا۔ پس یسوع نے اس سے کہا کہ جو کچھ تو کرتا ہے جلدی کر لے'' انتہی

تبصرہ مصنفؒ

متی میں ہے کہ ایک ایک نے سوال کیا اور آنجناب کے جواب پر یہوداہ کا یہ کہنا ربی کیا میں ہوں؟ اور آنجناب کا ارشاد'' کہ تو نے خود ہی کہہ دیا'' مذکور ہے جبکہ کلام یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کے اشارہ کی وجہ سے انکا ایک شاگرد جو ان کے قریب بیٹھتا تھا انکے سینے کی طرف جھک کر سوال کیا جس پر انہوں نے جواب میں کہا کہ وہی جسے لقمہ ڈبو کر دوں گا اور یہوداہ نے سوال نہیں کیا بلکہ لقمہ لیکر فی الفور باہر چلے گئے اور یہ رات کا وقت تھا اسکی بھی اس باب کے آخر میں تصریح ہے۔

(۱۵) یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنا

متی باب ۲۶ آیت ۴۷ میں اور مرقس باب ۱۴ آیت ۴۳ میں لکھتے ہیں کہ ’’یہوداہ جوان بارہ میں سے ایک تھا آیا اور اسکے ساتھ ایک بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے سردار کاہنوں اور فقیہوں اور بزرگوں کی طرف سے آپہنچی۔ اور اسکے پکڑوانے والے نے انہیں یہ نشان دیا تھا کہ جسکا میں بوسہ لوں وہی ہے۔ اسے پکڑ کر حفاظت سے لے جانا۔ وہ آکر فی الفور اسکے پاس گیا اور کہا اے ربّی! اور اسکے بوسے لئے۔ انہوں نے اس پر ہاتھ ڈال کر اسے پکڑلیا‘‘ انتہی بعبارت مرقس جبکہ یوحنا باب ۱۸ آیت ۳ میں لکھتے ہیں ’’یہوداہ سپاہیوں کی پلٹن اور سردار کاہنوں اور فریسیوں سے پیادے لے کر چراغوں اور مشعلوں اور ہتھیاروں کے ساتھ وہاں آیا یسوع ....اُن سے کہنے لگا کہ کسے ڈھونڈتے ہو؟ انہوں نے اسے جواب دیا یسوع ناصری کو۔ یسوع نے ان سے کہا میں ہی ہوں اور اسکا پکڑوانے والا یہوداہ بھی انکے ساتھ کھڑا تھا.........تب سپاہیوں اور انکے صوبہ دار اور یہودیوں کے پیادوں نے یسوع کو پکڑ کر باندھ لیا‘‘ انتہی ملخصاً

تبصرہ مصنفؒ

پہلے دو انجیلوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہوداہ نے پہنچتے ہی ربی ربی کہہ کر آنجناب کو بوسہ دیا اور یہود نے اس علامت سے پہچان کر گرفتار کیا اور یوحنا کی انجیل سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ آنجناب کے دو مرتبہ فرمانے سے کہ ’’میں ہی ہوں‘‘ شناخت کیا اور گرفتار کرلیا۔

(۱۶) صلیب کون اٹھا کر لے گیا؟

متی باب ۲۷ آیت ۳۲ اور مرقس باب ۱۵ آیت ۲۱ اور لوقا باب ۲۳ آیت ۲۶ میں لکھتے ہیں کہ ’’اور جب اسکو لئے جاتے تھے تو انہوں نے شمعون نامی کُرینی کو جو دیہات سے

آتا تھا پکڑ کر صلیب اس پر رکھ دی کہ یسوع کے پیچھے پیچھے لے چلے ...... جب وہ اس جگہ پر پہنچے جسے کھوپڑی کہتے ہیں تو وہاں اسے مصلوب کیا'' انتہی ملخصاً بعبارت لوقا جبکہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۷ میں لکھتا ہے کہ ''پس وہ یسوع کو لے گئے اور وہ اپنی صلیب آپ اٹھائے ہوئے اس جگہ تک باہر گیا جو کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے جسکا ترجمہ عبرانی میں گلگتا (۱) ہے۔ وہاں انہوں نے اسکو...... صلیب دی'' انتہی

تبصرہ مصنفؒ

پس ان تینوں کی عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ کھوپڑی کی جگہ شمعون صلیب لے گیا اور یوحنا کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام خود اپنی صلیب اٹھا کر وہاں پہنچے۔

(۱۷) شراب یا سرکہ؟

مرقس باب ۱۵ میں لکھتا ہے کہ مصلوب ہونے کے وقت لوگ آنجناب کے پاس شراب لے گئے اور باقی تین انجیلی لکھتے ہیں کہ شراب کی جگہ سرکہ لے گئے (۲)

---

(۱) مسیحی محققین کے بقول یہ ارامی لفظ ہے جسکے معنی کھوپڑی ہے اسے ''گلجتا'' بھی کہا گیا ہے۔ یہ جگہ شہر سے باہر نزدیک ہی تھی اور دور سے دکھائی دیتی تھی رومی حاکم کسی کو سزا دینے کیلئے یہ جگہ چنتے تھے اسکی وجہ تسمیہ کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ بعض کے خیال میں اس ٹیلا کی شکل کھوپڑی سے ملتی جلتی تھی۔ اور بعض کے خیال میں چونکہ یہ صلیب دینے کی جگہ تھی اسوجہ سے یہاں انسانی کھوپڑیاں پڑی رہتی تھیں۔ (قاموس الکتاب صفحہ ۸۳۵)

(۲) مرقس باب ۱۵ آیت ۲۲ میں ہے ''اور وہ اسے مقامِ گلگتا پر لائے جسکا ترجمہ کھوپڑی کی جگہ ہے اور مُر ملی ہوئی مَے اسے دینے لگے مگر اس نے نہ لی'' متی باب ۲۷ آیت ۳۴ میں ہے ''پت ملی ہوئی مے اسے پینے کو دی مگر اس نے چکھ کر پینا نہ چاہا'' یہاں متی کی عبارت میں سرکہ کی بجائے ''پت ملی ہوئی شراب'' کا ذکر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مصنف کے پیشِ نظر تراجم میں سرکہ کا لفظ ہو۔ لوقا باب ۲۳ آیت ۳۶ میں ہے ''سپاہیوں نے پاس آکر اور سرکہ پیش کر کے اسے ٹھٹھہ مارا اور کہا'' یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۰ میں ہے ''پس جب یسوع نے وہ سرکہ پیا تو کہا کہ تمام ہوا اور سر جھکا کر جان دیدی''

(۱۸) دو ڈاکوؤں کا طرزِ عمل

متی باب ۲۷ میں اور مرقس باب ۱۵ میں لکھتا ہے کہ ’’اس وقت اسکے ساتھ دو ڈاکو مصلوب ہوئے۔ایک دہنے اور ایک بائیں......ڈاکو.....اس پر لعن طعن کرتے تھے‘‘ اور لوقا باب ۲۳ میں لکھتا ہے ’’پھر جو بدکار صلیب پر لٹکائے گئے تھے ان میں سے ایک اسے ......طعنہ دینے لگا.....دوسرے نے اسے جھڑک کر جواب دیا کہ کیا تو خدا سے بھی نہیں ڈرتا ......پھر اس نے کہا اے یسوع جب تو اپنی بادشاہی میں آئے تو مجھے یاد کرنا۔اس نے اس سے کہا میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ آج ہی تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا‘‘ (۱)

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از وفات اپنے جنت الفردوس میں جانے کی خبر رکھتے ہیں حالانکہ انکتاری عیسائیوں (۲) کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام موت کے بعد ہماری نجات کیلئے جہنم میں گئے۔شاید یہ روایت انکے نزدیک مردود یا مؤول ہوگی یا فردوس سے مراد جہنم ہی ہوگی عناداً باللہ اور وہ جو مصنف دافع البہتان (۳) لکھتے ہیں کہ ’’پورے راستہ میں کسی جگہ جہنم میں گئے ہونگے نہ کہ بعد از وفات اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں پوری بائبل میں یہ مذکور نہیں ہے نہ اس پر کوئی قولی یا نقلی وسمعی دلیل ہے مگر اسکے باوجود انکتاری عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے اور کتاب

---

(۱) متی باب ۲۷ آیت ۳۸، ۴۴۔مرقس باب ۱۵ آیت ۲۷، ۳۲۔لوقا باب ۲۳ آیت ۳۹، ۴۰، ۴۲، ۴۳۔

(۲) ایک عیسائی فرقہ ہے جو ایک عیسائی عالم ’’اتھانیسش‘‘ کی طرف منسوب ہے تفصیل کیلئے دیکھئے ’’بائبل سے قرآن تک‘‘ جلد۲ صفحہ ۲۷۲۔

(۳) مصنفؒ کے زمانہ میں ایک پادری ’’رانگین‘‘ نام کے گذرے ہیں انہوں نے ’’دافع البہتان‘‘ کے نام سے کتاب لکھی ہے جسمیں عیسائیت پر پڑنے والے اعتراضات کے جواب اور اسلام پر کچھ تنقیدات ہیں۔مولانا مرحوم متعدد جگہوں پر پادری مذکور کی عبارات درج کر کے انکا جواب دیتے ہیں۔

الصلوٰۃ(۱)عقیدہ سوم کے ذیل میں مندرج ہے اور آنجناب کا بعد از وفات ملعون ہونا پولوس کے غلاطیوں کے نام خط میں ثابت ہے جیسا کہ اسکا ذکر ابھی مقدمہ کے فائدہ اول میں گزر چکا ہے(۲)

سبحان اللہ! افراط اس قدر کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا سمجھیں اور تفریط اس حد تک کہ آنجناب علیہ السلام کے ملعون ہونے کا اور جہنم میں داخل ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں عقیدوں سے محفوظ رکھے۔

(۱۸) ایک فرشتہ یا دو؟

متی باب ۲۸ اور مرقس باب ۱۶ میں لکھتے ہیں کہ وہ عورتیں جو قبر کی زیارت کو گئی تھیں انہوں نے ایک فرشتے کو دیکھا جبکہ لوقا باب ۲۴ اور یوحنا باب ۲۰ میں دو فرشتوں کا دیکھنا ذکر کرتا ہے(۳) الغرض اسی طرح دیگر جگہوں میں بھی اختلاف ہے جو گہری نظر سے دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا۔

فائدہ سوم

گزشتہ دو فوائد اور اس سے پہلے کی بحث سے جب کتب عہد عتیق و جدید کی حیثیت معلوم ہوگئی تو اب جاننا چاہیئے کہ یہ روایات اس درجہ کی نہیں ہیں کہ اگر انکی مخالفت قرآنِ

(۱) یہ کتاب انگریزی میں تھی اسکا اصل نام "Prayer Book" ہے۔ اسمیں عقائد اور مناجات شامل ہیں انگلستان کے کلیساؤں میں عبادت کے نصاب کے طور پر تیار کی گئی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "اظہار الحق (عربی) ج ۳ ص ۷۴۳ مطبوعہ ریاض سعودی عرب سنِ طباعت ۱۹۸۹ء" "اعجازِ عیسوی ص ۵۲۹۔

(۲) غلاطیوں (گلتیوں) کے نام پولوس رسول کا خط باب ۳ آیت ۱۳۔

(۳) متی باب ۲۸ آیت ۲ میں ایک فرشتے کا ذکر ہے۔ مرقس باب ۱۶ آیت ۵ میں بھی یہی واقعہ ہے۔ لوقا باب ۲۴ آیت ۴، یوحنا باب ۲۰ آیت ۱۲ میں دو فرشتوں کا ذکر ہے۔

پاک ہے ’’جو اہل اسلام کے اتفاق کے ساتھ پورا کا پورا کلام الٰہی ہے اور اسمیں کلام بشر کا ایک حرف بھی مخلوط نہیں‘‘ کسی جگہ مل جائے تو اس کو کذبِ قرآن پر دلیل بنایا جا سکے۔ اسکے باوجود اِن کتب کے جس مواد کا کلامِ خدا ہونا غالب ہے اُسکی قرآنِ کریم سے مخالفت نہیں اِلّا یہ کہ چند وہ احکام جن کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ وہ ابدی ہیں اور دوسری جگہوں میں اگر بظاہر مخالفت ہو تو تھوڑی تاویل کے ساتھ اختلاف رفع ہو جاتا ہے اور یہ تاویل اُن تاویلات سے بہت کم ہوتی ہے جو نصاریٰ اپنے اس طرح کے تناقضات کو رفع کرنے کیلئے گھڑتے ہیں اور ایسی مخالفت جو تاریخی نقطہ نظر سے کتب عہد عتیق و جدید میں ہے وہ قطعی طور پر کلام الٰہی نہیں لہٰذا وہ معیار و اعتبار کے درجہ سے ساقط ہے۔ باقی رہے اہل کتاب کے وہ اعتراضات جو انکے خیال کے مطابق قرآنِ مجید پر وارد ہوتے ہیں انشاء اللہ اس کتاب کی دوسری فصل کے باب اول میں انکا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ اور ان چند احکام کی مخالفت میں بھی ہمیں جواب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انکی ابدیت خود ملتِ مسیحی میں بھی باقی نہیں رہی لیکن یہود کے الزام کو دفع کرنے کیلئے اولاً انکو تحریر کر کے جواب دیا جاتا ہے و باللہ التوفیق(۱)

---

(۱) ہماری سمجھ کے مطابق مصنف ؒ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ سابقہ تفصیل سے بائبل کی قیمت کا اندازہ ہو جاتا ہے خلافِ عقل و نقل عبارات اور متضاد روایات کا درجہ استناد ہی باقی نہیں رہتا چہ جائیکہ کلامِ خداوندی ہو۔ کیونکہ ان کتابوں کی کوئی سند متصل نہیں ہے۔ لکھنے والوں کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔ اصل نسخے ناپید ہیں۔ تراجم طرح طرح سے تحریف و تصحیف کا شکار ہوئے ہیں۔ دوسری طرف قرآنِ حکیم از اول تا آخر کلام الٰہی ہے اور اسمیں ایک حرف کی بھی آمیزش نہیں ہے نہ ایک شوشے کا فرق ہے۔ الہٰذا اگر بائبل کا کوئی مضمون قرآنِ مجید سے متصادم ہو تو اس سے قرآنِ مجید کی حقانیت و صداقت پر حرف نہیں آتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ بائبل کے جس حصہ کو گمانِ غالب کی بنا پر کلامِ خداوندی کہا جا سکتا ہو اسمیں عام طور سے ایسی کوئی بات نہیں ملتی جو قرآنِ کریم سے متضاد ہو۔ اگر کہیں کوئی ظاہری تعارض نظر آئے تو وہ بھی آسان معقول اور قابلِ قبول توجیہ سے دور ہو جاتا ہے جبکہ اسکے مقابلے میں نصاریٰ اپنی کتب کے باہمی تضادات کے دردِ سر کو کم کرنے کیلئے انتہائی لچر اور دور از کار تاویلات کرتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ بائبل کا بہت سا حصہ وہ ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر...............

توریت کے احکامِ ابدیہ

(۱) حُرمتِ سبت

سو معلوم ہو کہ ان احکام ابدیہ میں سے ایک ''تعظیم سبت'' ہے(۱) کہ جسکی وجہ سے علماء یہود اکثر آنجناب علیہ السلام اور انکے حواریوں پر اعتراض کرتے تھے۔ ابھی تک انکا خیال ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سلبِ نبوت کی وجہ حکم سبت کی عدم حفاظت ہے جسکی تعظیم انکی ملت میں واجب ہے جیسا کہ خروج باب ۲۰ آیت ۹ میں لکھا ہے ''چھ دن تو کام کر اور اپنے سب کاروبار کر مگر ساتواں دن خداوند تیرے خدا کیلئے سبت ہے اسمیں تو اپنے لئے کچھ کام نہ

بقیہ حاشیہ............جو محض تاریخی باتوں پر مشتمل ہے وہ تو قطعاً کلامِ الٰہی نہیں ہے کیونکہ اسمیں انسانیت کیلئے ہدایت وارشاد کا کوئی پہلو نہیں ہے نیز وہ حصہ کچھ زیادہ ہی تضادات پر مشتمل ہے لہٰذا وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کے قرآن کریم پر وہ اعتراضات جنکو بزعمِ خود بہت اہم اور لاینحل قرار دیتے ہیں انکے تسلی بخش جوابات باب اول فصلِ دوم میں پیش کردیے جائیں گے۔ پانچویں بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کلامِ خداوندی میں نسخ نہیں ہوتا خدا کے احکام ابدی ہوتے ہیں جبکہ قرآنِ مجید نے توریت کے احکامِ ابدیہ کو بھی منسوخ کردیا تو اسکا جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ توریت کے احکامِ ابدیہ خود مذہب عیسوی میں باقی نہیں رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اپنے ارشادات سے توریت کے غیر منسوخ احکام پر خطِ نسخ کھینچا ہے اور ''حضرت پولوس رسول'' نے تو بیک جنبشِ قلم ساری شریعت کو''لعنت'' قرار دیکر منسوخ کردیا ہے ایسی صورت میں اگر قرآنِ حکیم نے چند گذشتہ احکامِ شریعت منسوخ کر کے حسبِ ضروریات ومصالح زمانہ نئے حکم تلقین کیے ہوں تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے۔ مصنف آگے چل کر چند ان احکام کو بطور مثال پیش کررہے ہیں جنکی توریت میں از حد تاکید آئی ہے مگر ملتِ مسیحی میں وہ منسوخ ٹھہرے ہیں اس سے نہ صرف نسخ کا امکان بلکہ وقوع بھی ثابت ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو''بائبل سے قرآن تک'' ج ۲ ص ۱۷۱۔

(۱) سبت کے لفظی معنی ہیں ہفتہ کا ساتواں دن سنیچر یا شنبہ (Saturday) یہودی شریعت کی اصطلاح میں یہ ایک مقدس دن ہے۔ مسیحیوں کی اتوار کی طرح ہے یہ دن صرف یادِ خدا اور عبادت کیلئے مخصوص تھا اور اس روز تجارت، زراعت، شکار وغیرہ ہر قسم کے دنیاوی کام سب ممنوع تھے اور ایسی سخت ممانعت کہ جو کوئی اس حکم کو توڑے اسکی سزا قتل ہے۔

کرنہ تو نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی نہ تیرا چوپایہ اور نہ تیرا مہمان جو تیرے دروازے کے اندر ہے کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور سب جو کچھ اسمیں ہے بنایا اور ساتویں دن آرام کیا (۱) اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا۔ انتہی یہی حکم استثناء باب ۵ آیت ۱۲ میں پھر دوہرا گیا ہے اس عبارت میں اور یہاں کی عبارت میں کچھ تفاوت ہے پھر دوبارہ خروج باب ۲۳ آیت ۱۲ میں لکھا ہے کہ ’’چھ دن تک تو اپنا کام کاج کرنا اور ساتویں دن آرام کرنا تا کہ تیرے بیل اور

---

(۱) خدا کے ساتویں دن آرام کرنے کا بھی عجیب عقیدہ ہے۔ آرام اُسے چاہیئے جو تھکن محسوس کرے اللہ تعالیٰ اس عیب پاک ہے۔ قرآنِ مجید بھی اس پر خصوصیت کیساتھ روشنی ڈالتا ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ بڑی اچھی بات لکھتے ہیں ’’قرآنِ شریف میں ’’خلق السّموات والارضَ ‘‘ کے بعد آتا ہے کہ اس عملِ خلق وتکوین کے بعد اسکو کسی طرح کا تکان اور آرام کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ولقد خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرضَ وَمابَیْنَھُما فِی سِتَّۃِ اَیّامٍ وَّ ما مَسَّنا مِنْ لُّغُوبٍ ’’اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور (جومخلوقات) ان میں ہے سب کو چھ دن میں بنادیا اور ہم کو ذرا بھی تھکان نہیں ہوا۔ ایک سلیم الفطرت انسان اسکو پڑھ کر تعجب کر سکتا ہے کہ اس قوی اور عزیز‘ قادر وقاہر خدا کو جس کی صفت ہے ’’وَلَا یَئُوْدُہ‘ حِفْظُھُمَا ‘‘(اور زمین وآسمان کی) نگہبانی اس کیلئے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں) ’’لَاتَاْخُذُہ‘ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ‘‘ (اور اسے نہ اُونگھ آتی ہے نہ نیند) اسکی صفائی دینے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ اس خلق وتکوین کے بعد تھکا نہیں؟ لیکن جب بائبل کی اس عبارت پر نظر پڑتی ہے کہ خدا نے چھ دنوں میں زمین اور آسمانوں کو بنایا اور ساتویں دن آرام کیا تھا۔ (پیدائش ۲:۲) بائبل کے عربی ترجمہ میں ’’فاستراح فی الیوم السابع ‘‘ کے الفاظ ہیں (ساتویں دن استراحت کی) کنگ جیمس کی مستند انگریزی بائبل میں حسب ذیل الفاظ ہیں:

"And he rested on seventh day from all his work which he had made "GEN.22

ان تصریحات کے پڑھنے کے بعد ہی فرمانِ خداوندی ’’وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوبٍ ‘‘ کی ضرورت‘ معنویت اور افادیت صحیح طور پر سمجھ میں آتی ہے‘ اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کس جہالت اور جرأت کی تردید‘ اور کس غلط فہمی یا غلط بیانی کا ازالہ ہے جس میں علم وہدایت کے سب سے بڑے مدّعی ہزاروں برس مبتلا رہے‘ اور شاید اسی کی یادگار میں آج تک وہ (سبت) مناتے ہیں اور اس میں کچھ کام نہیں کرتے۔ (مقدمہ تفسیر ماجدی ج ا ص ۵‘ مطبوعہ مجلس نشریاتِ قرآن کراچی سن طباعت ۱۹۹۸ء)

گدھے کو آرام ملے اور تیری لونڈی کا بیٹا اور پردیسی تازہ دم ہو جائیں'' خروج باب ۳۱ آیت ۱۲ میں مذکور ہے ''اور خداوند نے موسیٰ سے کلام کر کے فرمایا کہ تو بنی اسرائیل کو حکم کر اور کہہ کہ میرے سبت کو مانا کریں کیونکہ میرے اور تمھارے درمیان پشت در پشت یہ ایک علامت ہوگی تا کہ تم جانو کہ میں خداوند تمہارا مقدس کرنے والا ہوں پس تم سبت کو مانو کیونکہ وہ تمھارے لئے مقدس ہے اور جو کوئی اسکو توڑے ضرور قتل کیا جائے اور جو کوئی اسمیں کچھ کام کرے تو وہ شخص اپنی قوم سے خارج کیا جائے چھ دن تم اپنا کام کاج کرو اور ساتواں دن آرام کا سبت خدا کیلئے مقدس ہے جو کوئی سبت کے دن میں کام کرے وہ ضرور قتل کیا جائے پس بنی اسرائیل سبت کو مانیں اور پشت در پشت اسکو جاری رکھیں کہ یہ ابدی عہد ہے وہ میرے اور بنی اسرائیل کے درمیان ہمیشہ کیلئے علامت ہوگی کیونکہ چھ دن میں خداوند نے آسمان و زمین بنائے اور ساتویں دن آرام کر کے سبت کیا'' انتہی خروج باب ۳۴ آیت ۲۱ میں لکھا ہے ''چھ دن کام کاج کرنا لیکن ساتویں دن آرام کرنا۔ ہل جوتنے اور فصل کاٹنے کے موسم میں بھی آرام کرنا'' خروج باب ۳۵ آیت ۲ میں لکھا ہے ''چھ دن کام کاج کیا جائے لیکن ساتواں دن تمہارے لئے روز مقدس یعنی خداوند کے آرام کا سبت ہو جو کوئی اسمیں کچھ کام کرے وہ مارڈالا جائے تم سبت کے دن اپنے گھروں میں کہیں بھی آگ نہ جلانا'' احبار باب ۱۹ آیت ۳ اور ۳۰ میں ہے ''اور تم میرے سبتوں کو ماننا اور میں خداوند تمہارا خدا ہوں ...... تم میرے سبتوں کو ماننا اور میرے مقدس کی تعظیم کرنا میں خداوند ہوں'' احبار باب ۲۳ آیت ۳ میں مرقوم ہے ''چھ دن کام کاج کیا جائے پر ساتواں دن خاص آرام کا اور مقدس مجمع کا سبت ہے اس روز کسی طرح کا کام نہ کرنا۔ وہ تمھاری سب سکونت گاہوں میں خداوند کا سبت ہے'' گنتی باب ۱۵ آیت ۳۲ میں اس طرح مذکور ہے ''اور جب بنی اسرائیل بیابان میں رہتے تھے ان دنوں ایک آدمی انکو سبت کے دن لکڑیاں جمع کرتا ہوا ملا اور جن کو وہ لکڑیاں جمع

کرتا ہوا ملا وہ اسے موسیٰ اور ہارون اور ساری جماعت کے پاس لے گئے انہوں نے اسے حوالات میں رکھا کیونکہ انکو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اسکے ساتھ کیا کرنا چاہیئے تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ یہ شخص ضرور جان سے مارا جائے ساری جماعت لشکر گاہ کے باہر اسے سنگسار کرے چنانچہ جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اسکے مطابق ساری جماعت نے اسے لشکر گاہ سے باہر لے جا کر سنگسار کیا اور وہ مر گیا" انتہی

ساتویں روز کا تو کیا ذکر بلکہ ساتویں سال کا بھی یہی حال ہے چنانچہ خروج باب ۲۳ آیت ۱۰ میں مذکور ہے "اور چھ برس تک تو اپنی زمین میں بونا اور اسکا غلہ جمع کرنا پر ساتویں برس اسے یونہی چھوڑ دینا کہ پڑی رہے تا کہ تیری قوم کے مسکین اسے کھائیں اور جوان سے بچے اسے جنگل کے جانور چرلیں اپنے انگور اور زیتون کے باغ سے بھی ایسا ہی کرنا" پھر اسی حکم کا تکرار احبار باب ۲۵ آیت ۲۰ میں اس طرح ہے "اور اگر تم کو خیال ہو کہ ہم ساتویں برس کیا کھائیں گے؟ کیونکہ دیکھو ہم کو نہ تو بونا ہے اور نہ ہی اپنی پیداوار کو جمع کرنا ہے تو میں چھٹے ہی برس ایسی برکت تم پر نازل کروں گا کہ تینوں سال کیلئے کافی غلہ پیدا ہو جائے گا" انتہی

پس توریت میں ہفتہ کے دن کام کرنے کی ممانعت اس حد تک ہے کہ کسی مکان میں آگ بھی نہ جلائی جائے۔ اس دن کی محافظت تمام بنی اسرائیل اور انکے متعلقین کیلئے پشت در پشت ابد الآباد تک واجب ہے خواہ وہ جہاں بھی سکونت رکھتے ہوں' بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا اس روز کام کرنے کی وجہ سے واجب القتل ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص کا اس دن لکڑی جمع کرنے کی وجہ سے حسب حکم خداوندی سنگسار ہونا پوری تفصیل وتشریح کے ساتھ مندرجہ بالا کلام میں صراحتاً مذکور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول یسعیاہ باب ۵۶ آیت ۲'۶ میں اس طرح مذکور ہے "مبارک ہے وہ انسان جو اس پر عمل کرتا ہے اور

وہ ابن بشر جو اسے پکڑے رہتا ہے......اور ہر ایک جو سبت کو مانتا ہے اور اسے ناپاک نہیں کرتا اور جو میرے عہد سے لپٹے رہتے ہیں میں انکو اپنے کوہ مقدس پر لاؤں گا اور اپنے دعا کے گھر میں انکو شادمان کروں گا۔ انتہی ملخصاً پھر خداوند کا قول یسعیاہ باب ۵۸ آیت ۱۳ میں اس طرح مذکور ہے ''اگر تو سبت سے اپنے پاؤں کو روک رکھے اور میرے مقدس دن میں اپنی مرضی کرنے سے باز آئے اور سبت کو اپنی فرحت کا باعث سمجھے اور اسے خداوند کا مقدس اور مکرم کہے اور اسکی یوں عزت کرے کہ تو اسمیں نہ اپنا کاروبار کرے اور نہ اپنی خوشی کرے اور نہ کوئی بے جا کلام کرے تو تو خداوند میں مسرور ہوگا'' نیز اللہ تعالی کا قول یرمیاہ باب ۱۷ آیت ۲۴ میں ہے ''بلکہ سبت کے دن کو پاک رکھو گے یہاں تک کہ کسی طرح کا کام کاج نہ کرو۔ انتہی اسی طرح دیگر صحائف میں بھی اس حکم کی محافظت کی خوب تاکید ہے۔

(۲) عیدوں کے احکام

ان احکام ابدیہ میں دوسرا حکم ''عیدوں'' کا ہے جس کی خروج باب ۱۲ آیت ۱۴، ۱۷، ۴۲ میں صراحت ہے کہ ''اور وہ دن تمہارے لئے ایک یادگار ہوگا اور تم اسکو خداوند کی عید کا دن سمجھ کر ماننا۔ تم اسے ہمیشہ کی رسم کر کے اس دن کو نسل درنسل عید کا دن ماننا......اور تم بے خمیری روٹی کی یہ عید منانا کیونکہ میں اسی دن تمہارے جتھوں کو ملک مصر سے نکالوں گا۔ اسلئے تم اس دن کو ہمیشہ کی رسم کر کے نسل درنسل ماننا.....یہ خداوند کیلئے شب بیداری ہے جب وہ انہیں ملک مصر سے باہر نکال لایا۔ یہ خداوند کی مخصوص شدہ رات ہے جسکو بنی اسرائیل نسل درنسل بنایا کرتے ہیں (۱) الغرض احبار باب ۲۳ میں عید کے احکام اچھی طرح

---

(۱) یہ عیدیں یہودی تہوار تھے جو بڑے اہتمام سے منائے جاتے تھے ان میں سے ایک بے خمیری کی روٹی کی عید ہے جسے ''عیدِ فطیر'' کہا جاتا ہے جب بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے رہائی پانے کیلئے مصر سے نکلے تو جلدی میں آٹے کو خمیر دیے بغیر رکھ لیا تھا یہ عید اُسی واقعہ کی یاد میں منائی جاتی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر.............

مصرح ہیں۔

(۳) قربانیوں کا حکم

ان احکام ابدیہ میں سے تیسرا حکم ''قربانیوں'' کا ہے(۱) خروج باب ۲۹ آیت ۲۸ میں ہے ''تا کہ یہ سب بنی اسرائیل کی طرف سے ہمیشہ کیلئے ہارون اور اسکے بیٹوں کا حق ہو'' اور احبار باب ٦ آیت ۲۰ میں ہے کہ ''ہارون اور اسکے بیٹوں کی قربانی جو وہ اپنے مسح کے دن خداوند کے لئے لائیں یہ ہے۔ میدہ ایفہ کا دسواں حصہ آدھا صبح کو اور آدھا شام کو دائمی نذر کی قربانی کیلئے لائیں وہ تیل میں توے پر پکایا جائے اور پکا ہوا لایا جائے نذر کی قربانی کے پکے ہوئے ٹکڑے تو خداوند کی عمدہ خوشبو کیلئے گذران اور اسکے بیٹوں میں سے ممسوح کاہن اسے گذرانے یہ خداوند کا ابدی فرض ہے۔ وہ تمام جلایا جائے''۔ انتہی اور خداوند تعالیٰ کا قول احبار باب ۱۰ آیت ۱۵ میں اس طرح مذکور ہے ''اُٹھانے کا شانہ اور ہلانے کا سینہ بمعہ جلانے کی چربی کے جو لایا جائے گا۔ تا کہ خداوند کے سامنے ہلانے کی قربانی کیلئے ہلایا جائے وہ دونوں تیرے اور تیرے بیٹوں کے ہونگے خداوند کے حکم کے مطابق یہ ابدی فرض ہوگا'' گنتی باب ۱۸ آیت ۸ میں ہے ''پھر خداوند نے ہارون سے کہا دیکھ میں نے بنی اسرائیل کی سب

بقیہ حاشیہ............جس میں خمیری روٹی کا کھانا ممنوع تھا (خروج ۱۲: ۳۴،۱۳: ۳) انکا ایک تہوار عیدِ خیام تھا جو سات دن تک منایا جاتا تھا ہر دن میں قربانیاں کی جاتی تھیں پھر چراغاں اور رقص و سرود بھی شامل ہو گئے یہ عید دراصل اُس واقعہ کی یاد ہے جب بنی اسرائیل کے تیہ کے بیابانوں میں مسلسل گھومنے کے بعد اس دن خیمے نصب ہوئے تھے۔ اسی طرح عیدِ فسح، عیدِ خمسین کے نام سے بھی تہوار ہیں۔

(۱) بائبل کی اصطلاح میں قربانی وہ ہدیہ ہے جو اس غرض سے پیش کیا جائے کہ ہدیہ دینے والا اور لینے والا ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں قربانی گذرانے کا مقصد قُرب پانا ہوتا ہے یہ قربانی کی کئی قسمیں ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ قاموس الکتاب ص ۷۴۴۔

پاک چیزوں میں سے اٹھانے کی قربانیاں تجھے دے دیں میں نے انکو تیرے ممسوح ہونے کا حق ٹھہرا کر تجھے اور تیرے بیٹوں کو ہمیشہ کیلئے دیا"

(۴) ختنہ کا حکم

ان احکام ابدیہ میں سے چوتھا حکم "ختنہ" ہے(۱) پیدائش باب ۱۷ آیت ۹ میں ہے "پھر خدا نے ابراہام سے کہا کہ تو میرے عہد کو ماننا اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت اُسے مانے اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزندِ نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا۔ اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے تمہارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے خواہ وہ گھر میں پیدا ہو خواہ اسے کسی پردیسی سے خرید ا ہو جو تیری نسل سے نہیں۔ لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زرخرید کا ختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا"

---

(۱) بائبل کے مطابق سنتِ ختنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوئی۔ دینِ اسلام کی بنیاد ملتِ ابراہیمی پر ہے اس لئے ختنہ کرنا شعائرِ اسلام میں سے ہے فقہاءِ اربعہ کے نزدیک اسکا حکم وجوب کا ہے اگر سب لوگ ترک کردیں تو اُن سے مؤاخذہ ضروری ہے جیسے اذان وغیرہ کے بارے میں حکم ہے (مظاہر حق' ج ۱' ص ۳۳۶' مصنفہ ' مولانا محمد قطب الدین دہلوی' مطبوعہ المصباح اردو بازار لاہور) ختنہ کرنا آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق سننِ انبیاءِ کرام میں سے ہے۔ بائبل سے بھی اسکی تائید ملتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی آٹھویں دن ختنہ ہوا (لوقا ۲:۲۱) یہودی شریعت میں اسکی زبردست تاکید آئی ہے۔ پولوس نے جہاں ساری شریعت کو منسوخ کیا وہاں ختنے کے بارے میں بھی کہا "کیونکہ نہ ختنہ کچھ چیز ہے نہ نامختونی" (گلتیوں ۶:۱۵) دینِ اسلام نے انبیاءِ سابقین کی تعلیماتِ فطرت کو بڑی خوبی کیساتھ اپنے اندر سمویا ہے چنانچہ ختنہ کا حکم بھی برقرار رکھا جو کئی مصالح پر مشتمل ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱' ص ۵۱۸' مصنفہ ' شاہ ولی اللہ دہلویؒ ' مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

(۵) چربی اور خون کی ممانعت

ان احکام ابدیہ میں سے پانچواں حکم چربی اور خون کھانے کی ممانعت ہے(۱) احبار باب ۳ آیت ۱۷ میں ہے ”یہ تمہاری سب سکونت گاہوں میں نسل در نسل ایک دائمی قانون رہیگا کہ تم چربی یا خون مطلق نہ کھاؤ“

سی کتاب کے باب ۷ آیت ۲۲ میں ہے ”اور خداوند نے موسیٰ سے کلام کر کے فرمایا بنی اسرائیل سے کلام کر اور ان سے کہہ دے کہ سب چربی بیل کی یا بھیڑ کی یا بکری کی وہ نہ کھائیں اور خود بخود مرے ہوئے اور درندوں کے پھاڑے ہوئے حیوان کی چربی ہر کام میں استعمال کی جائے پر تم اسکو نہ کھاؤ۔ جو کوئی ایسے چوپائے کی چربی کھائے کہ جس سے خداوند کیلئے آتشیں قربانی گذرانی جاتی ہے۔ وہ اپنے لوگوں میں سے خارج کیا جائے گا۔ اور تم اپنے مسکنوں میں نہ پرندہ اور نہ چوپایہ کا خون کھاؤ اور جس شخص نے خون میں سے کچھ کھایا وہ شخص اپنے لوگوں میں سے خارج کیا جائے گا۔ انتہی

احبار باب ۱۷ آیت ۱۰، ۱۴ میں اس طرح ہے ”اگر کوئی شخص اسرائیل کے خاندان میں سے یا پردیسیوں میں سے جو ان کے درمیان ہیں خون کھائے تو میں اپنا چہرہ اس خون خور کے خلاف کروں گا اور اسکو اسکے لوگوں میں سے خارج کردوں گا کیونکہ بدن کی جان

(۱) خون کی حرمت حسب شرائع سابقہ اسلام میں بھی موجود ہے البتہ چربی گوشت کی طرح جائز اور حلال ہے۔ دینِ اسلام کی بناء ملتِ ابراہیمی پر ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ چیزیں یعنی چربی اور اُونٹ کا گوشت وغیرہ حرام نہ تھیں۔ بعض اسرائیلی روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو مرضِ عرق النساء کی شکایت تھی تو آپ نے اُونٹ کے دودھ اور گوشت سے پرہیز شروع کردیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس طبی پرہیز کا حرمتِ شرعی سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض کے مطابق بنی اسرائیل پر اُنکی کوتاہیوں پر سزا کے طور پر یہ حرمت آئی۔ تفصیل کیلئے قرآنی آیت ”کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیٓ اِسْرَآئِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآئِیْلُ عَلٰی نَفْسِہٖ الخ ..... کے ذیل میں قرآنی تفاسیر کی طرف مراجعت کیجئے۔

خون میں ہے .... کیونکہ ہر ایک بدن کی جان اسکا خون ہے۔ وہ اسکی جان کی جگہ ہے اور اسی واسطے میں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ بدن کا خون نہ کھاؤ۔ کہ ہر ایک بدن کی جان اسکا خون ہے جو کوئی اسے کھائے گا خارج کیا جائیگا'' انتہی ملخصاً اسی طرح احبار باب ۱۹ نیز استثناء باب ۱۲ میں بھی یہ ممانعت مذکور ہے (۱)

(۶) شیاطین کے نام پہ قربانی کی ممانعت

احکام ابدیہ میں سے چھٹا حکم شیاطین کے نام قربانی گزارنے کی ممانعت کا حکم ہے۔ احبار باب ۱۷ آیت ۷ میں ہے ''اور آگے کو وہ شیاطین کیلئے جنکے پیرو ہو کر انہوں نے بدکاری کی اپنی قربانیاں ذبح نہ کرینگے۔ یہ انکے لئے ابدی فرض پشت در پشت ہوگا'' انتہی

حضرت ہارون ؑ اور انکی اولاد کے بارے میں چند خصوصی احکام

اور اِن احکام میں سے چند خصوصی طور پر حضرت ہارون علیہ السلام اور انکی اولاد کے بارے میں ہیں۔

(۱) خدمتِ چراغ

ایک حکم چراغ کی خدمت کے بارے میں ہے چنانچہ خروج باب ۲۷ آیت ۲۰ میں اس طرح ہے ''اور تو بنی اسرائیل کو حکم کر کہ تیرے پاس کوٹے ہوئے زیتون کا خالص تیل شمعدان کیلئے لائیں۔ تاکہ اس سے چراغ ہمیشہ جلیں۔ حضوری کے خیمہ میں اس پردے کے

---

(۱) احبار باب ۱۹ آیت ۲۶ میں ہے ''تم کوئی چیز خون کیساتھ نہ کھاؤ اور نہ شگون ڈھونڈو اور فال نکالو۔ تم اپنے سر کے بال گول طرح سے نہ کاٹو اور نہ تم اپنی داڑھی منڈاؤ'' استثناء باب ۱۲ آیت ۱۶ میں ہے ''لیکن تم خون ہرگز نہ کھانا۔ بلکہ اسے پانی کی طرح زمین پر انڈیل دینا''

باہر جو شہادت کے سامنے ہے۔ ہارون اور اسکے بیٹے صبح سے شام تک اسے خداوند کے سامنے آراستہ رکھیں۔ یہ بنی اسرائیل کیلئے پشت در پشت ابدی فرض ہوگا۔

(۲) کہانت

حکمِ دوم کہانت کے بارے میں ہے۔ خروج باب ۲۹ آیت ۹ میں اس طرح مذکور ہے ''تا کہ کہانت کے منصب پر ہمیشہ کیلئے اُنکا حق رہے'' اور اسی کتاب کے باب ۴۰ آیت ۱۲ میں صراحت ہے کہ ''تب ہارون اور اسکے بیٹوں کو حضوری کے خیمہ کے دروازہ کے آگے لا۔ اور انکو غسل دلا۔ اور ہارون کو مقدس لباس پہنا اور اسکو مسح کر اور پاک کر۔ تا کہ میرے لئے کہانت کا کام کرے۔ اور اسکے بیٹوں کو آگے لا اور انہیں کُرتے پہنا۔ اور جیسا تو نے انکے باپ کو مسح کیا ویسا ہی انکو بھی مسح کر۔ تا کہ وہ میرے کاہن ہوں اور انکا مسح ان کیلئے پشت در پشت ہمیشہ کی کہانت ہوگا'' انتہی

(۳) فینحاس کیلئے ابدی کا کہانت کا حکم

حکم سوم فینحاس بن العازر بن ہارون علیہ السلام کیلئے کہانت ابدی کا ہونا چنانچہ گنتی باب ۲۵ آیت ۱۳ ہے کہ ''کہانت کا عہد اس کیلئے اور اس کے بعد اس کی نسل کے لئے ابدی ہوگا'' انتہی

(۴) حوض بنا کر ہاتھ دھونا

حکم چہارم حوض کا بنانا اور قربانی جلانے کے بعد اس سے ہاتھ پاؤں دھونے کا ہے۔ چنانچہ خروج باب ۳۰ آیت ۱۷ میں ہے ''اور خداوند نے موسیٰ سے کلام کر کے فرمایا کہ تو وضو کیلئے ایک حوض پیتل کا اور اسکی چوکی پیتل کی بنا اور اسکو حضوری کے خیمہ اور مذبح کے مابین رکھ اور اسمیں پانی ڈال تو ہارون اور اسکے بیٹے اس سے اپنے ہاتھ اور اپنے پاؤں

دھوئیں جب وہ حضوری کے خیمہ میں داخل ہوں تو پانی سے وضو کریں تا کہ ہلاک نہ ہوں اور جب وہ مذبح کے نزدیک خدمت کرنے کیلئے آئیں اور آتشیں قربانی خداوند کیلئے جلائیں تو اپنے ہاتھ اور اپنے پاؤں دھوئیں تا کہ ہلاک نہ ہوں اور یہ ان کیلئے اور انکی نسل کیلئے پشت در پشت ابدی فرض ہوگا۔

(۵) شراب کی ممانعت

حکم پنجم ممانعتِ شراب کا ہے۔ چنانچہ احبار باب ۱۰ آیت ۸ میں اس طرح مذکور ہے ''اور خداوند نے ہارون سے کلام کر کے فرمایا کہ تو اور تیرے بیٹے جس وقت حضوری کے خیمہ میں جانے کو ہوں تو مے یا کوئی نشہ آور چیز نہ پئیں ورنہ تم ہلاک ہوگے۔ یہ تمہاری پشتوں کے دوران میں ابدی فرض ہوگا''

(۶) نرسنگا بجانا

حکم ششم چاندی کے نرسنگوں کے بارے میں ہے چنانچہ گنتی باب ۱۰ آیت ۸ میں مذکور ہے ''اور ہارون کے بیٹے جو کاہن ہیں نرسنگے بجائینگے اور یہ ابدی فرض تمہاری پشتوں میں ہوگا''

تجزیہ مصنفؒ

اس طرح کے احکام اور بھی مذکور ہیں مگر طوالت کے خوف سے انکو تحریر نہیں کیا جارہا تاہم جب اس قدر احکام ابدیہ سن لیئے تو جاننا چاہیئے (۱) کہ لفظ ''دوام'' اور ''ابد'' اور اس

(۱) مصنفؒ کی غرض یہود کے اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے ہماری توریت کے احکامِ ابدیہ کو کیوں منسوخ کر دیا جہاں تک نصاریٰ کا تعلق ہے تو اُنکو جواب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ اُنکے نزدیک پولوس نے تمام شریعت کو منسوخ کر کے کفارہ وصلیب پر ایمان لا کر نجات پانے کی راہ بتائی ہے۔

جیسے اور الفاظ کا ''مدت دراز'' کے معنی میں ہونا صحفِ سماوی میں بے شمار جگہوں پر واقع ہے جیسا کہ کتب عہد عتیق کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے البتہ مزید وضاحت کیلئے اور قارئین کو زحمت سے بچانے کیلئے سردست اسکی چند مثالیں تحریر کی جاتی ہے جو فی الحال بندہ کے ذہن میں محفوظ ہیں۔

(۱) پیدائش باب ۱۳ آیت ۱۴ میں مذکور ہے ''اور لوط کے جدا ہو جانے کے بعد خداوند نے ابرام سے کہا کہ اپنی آنکھ اُٹھا اور جس جگہ تو ہے وہاں سے شمال اور جنوب اور مشرق اور مغرب کی طرف نظر دوڑا۔ کیونکہ یہ تمام ملک جو تو دیکھ رہا ہے میں تجھ کو اور تیری نسل کو ہمیشہ کیلئے دونگا'' اور اسی کتاب کے باب ۱۷ آیت ۸ میں ہے ''میں تجھے اور تیری نسل کو کنعان کی کل سرزمین دونگا۔ جس میں تو غریب الوطن ہے۔ کہ ہمیشہ کیلئے ملکیت ہو''

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کی خطا پر سفارش کرتے ہوئے خروج باب ۳۲ آیت ۱۳ میں اس طرح مذکور ہے ''اور اپنے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کر کہ جن سے تو نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا۔ کہ میں تمہاری نسل کو آسمان کے ستاروں کی طرح بڑھاؤں گا۔ اور سب زمین جسکی بابت میں نے کہا تمہاری نسل کو عطا کروں گا سو وہ ابد تک اسکے وارث ہونگے'' انتہیٰ

غور فرمایئے! اِس عبارت سے اللہ تعالیٰ کا ابراہیم، اسحاق اور اسرائیل کی اولاد کو اس سرزمین کے ابدالآباد تک دینے کا وعدہ واضح ہے حالانکہ سینکڑوں سال گزر گئے مگر یہ سرزمین انکی ملکیت میں نہیں آئی۔

(۳) خروج باب ۲۱ آیت ۶ میں ہے ''تو اسکا آقا اسے خدا کے حضور لے جائے اور دروازہ کے پاس یا دروازہ کی چوکھٹ پر لا کر سُوئے سے اسکا کان چھید ے۔ تو وہ ہمیشہ تک اس کی خدمت کرتا رہیگا''

(۴) استثناء باب ۱۵ آیت ۱۷ میں عبرانی النسل غلام اور لونڈی کے بارے میں اس

طرح مذکور ہے کہ ”تو ایک سُوا لے اور اپنے گھر کے دروازہ میں اسکا کان چھید تو وہ ہمیشہ تک تیرا غلام رہے گا“ انتہی

ظاہر ہے کہ ایک غلام کیلئے غلامی کرنا اپنی زندگی تک ہے نہ کہ ابد تک۔

(۵) سموئیل اول باب ا آیت ۲۲ میں اس طرح مذکور ہے ”لیکن حنہ نہ گئی کیونکہ اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ جب لڑکے کا دودھ چھڑایا جائے گا تب میں اسکو لے کر جاؤں گی تا کہ وہ خداوند کے سامنے حاضر ہو اور ہمیشہ وہیں رہے“ انتہی

یہ بات بدیہی ہے کہ اسموئیلؑ کا ہیکل میں رہنا اپنی عمر تک ہے نہ کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔

(۶) اسموئیل اول باب ۲۷ آیت ۱۲ میں حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں جس وقت وہ ساؤل بادشاہِ اسرائیل کے خوف سے بھاگ کر جت کے بادشاہ آکیش بن باعوک کے پاس گئے تھے اس طرح ہے ”اور آکیش داوٗد پر اعتماد رکھتا تھا اور کہتا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو اپنی قوم اسرائیل کے نزدیک قابل نفرت بنایا سو ہمیشہ تک وہ میرا خادم رہے گا“

(۷) سموئیل اول باب ۲۸ آیت ۲ میں مذکور ہے کہ ”داوٗد نے آکیش سے کہا اب تو جانے گا کہ تیرا خادم کیا کرے گا تو آکیش نے داوٗد سے کہا کہ میں ہمیشہ کیلئے تجھے اپنے سر کا نگہبان مقرر کروں گا“ انتہی

(۸) حضرت داوٗد علیہ السلام کا قول مفی بوشت نبیرہ(۱) ساؤل بادشاہ کے بارے میں سموئیل دوم باب ۹ آیت ۷ میں اس طرح ہے کہ ”اور تو ہمیشہ میرے دستر خوان پر کھانا کھائے گا“

(۹) اسی باب کی آیت ۱۰ میں اسی طرح داوٗد علیہ السلام کا قول ساؤل بادشاہ کے خادم سے اس طرح مرقوم ہے ”اور تیرے آقا کا بیٹا مفی بوشت ہمیشہ میرے دستر خوان پر کھانا کھائے گا“

(۱۰) اسی باب کی آیت ۱۳ میں مذکور ہے ”مفی بوشت نے یروشلیم میں قیام کیا کیونکہ وہ ہمیشہ بادشاہ کے دستر خوان پر کھانا کھاتا تھا“

(۱) نبیرہ پوتے یا نواسے کو کہتے ہیں۔ (فیروز اللغات اردو)

(۱۱) تواریخ اول باب ۲۸ آیت ۴ میں داوٗد علیہ السلام کا قول اپنے بارے میں اس طرح مذکور ہے ''خدا نے میرے باپ کے سارے گھرانے میں سے مجھ کو چن لیا تا کہ میں اسرئیل پر ہمیشہ تک بادشاہ رہوں''

(۱۲) زبور باب ۶۱ آیت ۴ میں داوٗد علیہ السلام اپنے حق میں فرماتے ہیں ''میں ہمیشہ تیرے خیمہ میں رہوں گا'' اسی باب کی آیت ۸ میں فرماتے ہیں ''یوں میں ہمیشہ تیری مدح سرائی کروں گا تا کہ روزانہ اپنی منتیں پوری کروں''

(۱۳) زبور باب ۷۳ آیت ۲۳ میں اس طرح مذکور ہے ''پر میں ہر وقت تیرے ساتھ رہوں گا تو نے میرا داہنا ہاتھ پکڑ رکھا تھا''

(۱۴) زبور باب ۷۴ آیت ۱ میں اس طرح مذکور ہے ''اے خدا تو نے ہم کو ہمیشہ کیلئے کیوں ترک کر دیا؟ تیری چراگاہ کی بھیڑوں پر تیرا قہر کیوں بھڑک رہا ہے؟ اپنی جماعت کو جسے تو نے قدیم سے خریدا ہے''

(۱۵) زبور باب ۷۵ آیت ۹ میں فرماتے ہیں ''لیکن میں تو ہمیشہ ذکر کرتا رہوں گا میں یعقوب کے خدا کی مدح سرائی کروں گا''

(۱۶) زبور ۱۱۹ آیت ۴۴ میں اس طرح فرماتے ہیں ''پس میں ابدالآباد تیری شریعت کو مانتا رہوں گا''

(۱۷) اسی باب کی آیت ۱۰۹ کے ذیل میں فرماتے ہیں ''میری جان ہمیشہ ہتھیلی پر ہے تو بھی میں تیری شریعت کو نہیں بھولتا''

(۱۸) اسی باب کی آیت نمبر ۱۱۲ میں فرماتے ہیں ''میں نے ہمیشہ کیلئے آخر تک تیرے آئین ماننے پر دل لگایا ہے''

(۱۹) اسی باب کی آیت ۱۱۷ میں فرماتے ہیں ''مجھے سنبھال اور میں سلامت رہوں گا اور ہمیشہ تیرے آئین کا لحاظ رکھوں گا''

(۲۰) زبور باب ۱۴۵ آیت ۱ میں فرماتے ہیں ’’اے میرے خدا! اے بادشاہ! میں تیری بڑی تمجید کروں گا اور ابدالآباد تیرے نام کو مبارک کہونگا اور میں ہر روز تجھے مبارک کہوں گا اور ابدالآباد تیرے نام کی ستائش کروں گا‘‘

ظاہر ہے کہ زبور کی آیات مذکورہ میں ’’ابدالآباد‘ ہمیشہ‘ علی الدوام‘ قدیم الایام‘ دائم الاوقات‘‘ کے الفاظ اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہیں۔

(۲۱) سموئیل دوم باب ۷ آیت ۱۲ اور تواریخ اول باب ۱۷ آیت ۱۲ میں اللہ تعالیٰ کا قول داؤد علیہ السلام سے جب وہ بیت المقدس کی تعمیر کے بارے میں سوچ رہے تھے ناتن نبی کے تعارف کے متعلق اس طرح مرقوم ہے ’’اور جب تیرے دن پورے ہو جائیں گے اور تو اپنے باپ دادا کے ساتھ سو جائیگا تو میں تیرے بعد تیری نسل کو جو تیرے صلب سے ہوگی کھڑا کر کے اسکی سلطنت کو قائم کروں گا.........اور میں اسکا باپ ہونگا اور وہ میرا بیٹا ہوگا اگر وہ خطا کرے تو میں اسے آدمیوں کی لاٹھی اور بنی آدم کے تازیانوں سے تنبیہ کروں گا۔ پر میری رحمت اس سے جدا نہ ہوگی جیسے میں نے اسے ساؤل سے جدا کیا جسے میں نے تیرے آگے سے دفع کیا اور تیرا گھر اور تیری سلطنت سدا بنی رہے گی تیرا تخت ہمیشہ کیلئے قائم کیا جائیگا‘‘ انتہی بلفظ سموئیل

(۲۲) تواریخ اول باب ۲۲ آیت ۷ میں ہے ’’اور داؤد نے اپنے بیٹے سلیمان سے کہا کہ یہ تو خود میرے دل میں تھا کہ خداوند اپنے خدا کے نام کیلئے ایک گھر بناؤں لیکن خداوند کا کلام مجھے پہنچا کہ تو نے بہت خونریزی کی ہے اور بڑی بڑی لڑائیاں لڑا ہے سو تو میرے نام کیلئے گھر نہ بنانا کیونکہ تو نے زمین پر میرے سامنے بہت خون بہایا ہے دیکھ تجھ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا وہ مرد صلح ہوگا اور میں اسے چاروں طرف کے سب دشمنوں سے امن بخشوں گا کیونکہ سلیمان اسکا نام ہوگا اور میں اسکے ایام میں اسرائیل کو امن وامان بخشوں گا وہی میرے نام کیلئے ایک گھر بنائے گا وہ میرا بیٹا ہوگا اور میں اسکا باپ ہونگا اور میں اسرائیل پر اسکی سلطنت کا تخت ابد تک قائم رکھوں گا‘‘

(۲۳) تواریخ اول باب ۲۸ آیت ۶ میں اس طرح مذکور ہے ’’اور اس نے مجھ سے کہا کہ

تیرا بیٹا سلیمان میرے گھر اور میری بارگاہوں کو بنائے گا کیونکہ میں نے اسے چن لیا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہو اور میں اسکا باپ ہونگا۔ اور اگر وہ میرے حکموں اور فرمانوں پر عمل کرنے میں ثابت قدم رہے جیسا کہ آج کے دن ہے تو میں اسکی بادشاہی ہمیشہ تک قائم رکھوں گا'' انتہی

تجزیہ مصنفؒ

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا داؤد علیہ السلام سے بواسطہ ناتن نبی اور بلاواسطہ وعدہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا تخت سلطنت اور تمہارا تختِ سلطنت ابدالآباد قائم رہے گا' تیری سلطنت تیرے پاس ابدالآباد تک قائم و دائم رہے گی۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت سلیمانؑ و داؤدؑ کے حق میں اس سلطنت کا قائم و پائیدار رہنا انکی زندگی تک متصور ہوسکتا ہے نہ کہ ابدالآباد تک۔ صاف ظاہر ہے کہ ''ابدالآباد'' کا لفظ مجازی معنی میں ہے اور اس معنی (۱) سے قطع نظر سلیمان علیہ السلام کے حق میں یہ وعدہ احکام الٰہی کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ تواریخ اول باب ۲۸ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے (۲) اور جب سلیمان علیہ السلام کا آخر عمر میں بت پرستی کرنا' انحراف شریعت اور بت خانوں کا بنانا جیسا کہ سلاطین اول باب ۱۱ میں مفصلاً مذکور ہے اور مقدمہ کے فائدہ اول میں بھی یہ بات گذر چکی ہے صادر ہو چکا ہے پس وہ عدہ اذافات الشرط فات المشروط کے قاعدہ کے تحت کالعدم ہو گیا۔

ایک شبہ کا جواب

بعض یہود شریعتِ محمدی کی اطاعت واجب نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا داؤد علیہ السلام سے وعدہ تھا کہ تیری اولاد سے وجوبِ اطاعت ابدالآباد تک منقطع نہ

---

(۱) یعنی ابدالآباد کو مدتِ دراز کے معنی میں مجاز کرنے سے صرفِ نظر کرتے ہوئے۔

(۲) جس میں کہا گیا ہے ''اگر وہ میرے حکموں اور فرمانوں پر عمل کرنے میں ثابت قدم رہے جیسا کہ آج کے دن ہے''۔

ہوگا(۱) لہٰذا اس وعدہ کا ایفا ابدالآباد تک ظاہر رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ استدلال سراسر ضعیف ہے اولاً اس لئے کہ اس وعدہ کے مطلق ہونے کی صورت میں بھی ابدالآباد کا لفظ ’’مدتِ دراز‘‘ کے معنی میں لینا چاہیئے۔ معہذا یہ وعدہ بھی احکامِ الٰہی‘ اوامرِ خداوندی کی بجاآوری کے ساتھ مشروط ہے چنانچہ داوٗد علیہ السلام زبور ۱۳۲ آیت ۱۱ میں فرماتے ہیں۔ ’’خداوند نے سچائی کے ساتھ داوٗد سے قسم کھائی ہے وہ اس سے پھرنے کا نہیں کہ میں تیری اولاد میں سے کسی کو تیرے تخت پر بٹھاؤں گا اگر تیرے فرزند میرے عہد اور میری شہادت پر جو میں انکو سکھاؤنگا عمل کریں تو انکے فرزند بھی ہمیشہ تیرے تخت پر بیٹھیں گے‘‘ انتہی۔ سلاطین اول باب ۲ آیت ۴ میں داوٗد علیہ السلام کا آخری عمر میں سلیمان علیہ السلام کو توریت کے احکام وقوانین کی محافظت پر تاکید ووصیت کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے۔ ’’تا کہ خداوند اپنے کلام کو قائم کرے جو اس نے مجھ سے فرمایا یہ کہہ کر کہ اگر تیرے بیٹے اپنی راہ کی خبرداری کریں۔ اور اپنے سارے دل اور ساری جان سے میرے حضور راستی سے چلیں۔ تو تیرے ہاں اسرائیل کے تخت کیلئے مرد کی کمی نہ ہوگی‘‘ انتہی۔ اسی کتاب کے باب ۶ آیت ۱۲ میں اللہ تعالیٰ کا قول سلیمان علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے اس طرح مذکور ہے ’’اور خداوند سلیمان سے ہم کلام ہوا........ اگر تو میرے قوانین پر چلے گا اور میری قضاؤں پر عمل کرے گا‘ اور میرے تمام احکام کو مانے گا تا کہ ان پر چلے تو میں اپنے سخن کو جو میں نے تیرے باپ داوٗد سے کہا تیرے لئے پورا کرونگا‘‘ بیت المقدس کے بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا خطاب سلیمان علیہ السلام سے سلاطین اول باب ۹ آیت ۴ میں اسطرح مذکور ہے ’’سو اگر تو جیسے تیرا باپ

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ کا حضرت داوٗد سے وعدہ تھا کہ منصبِ نبوت تمہاری اولاد سے باہر نہیں جائے گا اور تمہاری اطاعت واجب ہوگی جیسا کہ سابقہ حوالوں سے معلوم ہوتا ہے جن میں کہا گیا ہے ’’میری رحمت اُس سے جدا نہ ہوگی‘ تیری سلطنت سدا بنی رہے گی‘ تیرا تخت ہمیشہ کیلئے قائم کیا جائیگا‘‘ وغیرہ۔

داوٗد چلا ویسے ہی میرے حضور خلوص دل اور راستی سے چل کر اس سب کے مطابق جو میں نے تجھے فرمایا عمل کرے اور میرے آئین اور احکام کو مانے تو میں تیری سلطنت کا تخت اسرائیل کے اوپر ہمیشہ قائم رکھوں گا جیسا میں نے تیرے باپ داوٗد سے وعدہ کیا اور کہا کہ تیری نسل میں اسرائیل کے تخت پر بیٹھنے کیلئے آدمی کی کمی نہ ہوگی لیکن تم ہو یا تمہاری اولاد اگر تم میری پیروی سے برگشتہ ہو جاؤ اور میرے احکام اور آئین کو جو میں نے تمہارے آگے رکھے ہیں نہ مانو بلکہ جا کر اور معبودوں کی عبادت کرنے اور انکو سجدہ کرنے لگو تو میں اسرائیل کو اس ملک سے جو میں نے انکو دیا ہے کاٹ ڈالوں گا اور اس گھر کو جسے میں اپنے نام کیلئے مقدس کیا ہے اپنی نظر سے دور کردوں گا اور اسرائیل سب قوموں میں ضرب المثل اور انگشت نما ہوگا۔ اور اگرچہ یہ گھر ایسا ممتاز ہے تو بھی ہر ایک جو اسکے پاس سے گزرے گا حیران ہوگا اور سُسکاریگا اور وہ کہیں گے کہ خداوند نے اس ملک اور اس گھر سے ایسا کیوں کیا؟ تب وہ جواب دیں گے اس لئے کہ انہوں نے خداوند اپنے خدا کو جو انکے باپ دادا کو ملک مصر سے نکال لایا ترک کیا اور غیر معبودوں کو تھام کر انکو سجدہ کرنے اور انکی پرستش کرنے لگے اسی لئے خداوند نے ان پر یہ ساری مصیبت نازل کی'' انتہی

تبصرہ مصنفؒ

سلاطین اول ودوم اور تواریخ اول ودوم کے ناظرین پر یہ مخفی نہیں ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے عہد سے لیکر بخت نصر کے ہاتھوں یروشلیم کی خرابی تک چند آدمیوں کے سوا جیسے حزقیاہ اور یوسیاہ وغیرھما کے باقی تمام تخت نشین جو داوٗد علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے انہوں نے بت پرستی کی اور شریعت سے روگردانی کی پس یہ وعدہ عہد سلیمان میں واجب

الا یفاء نہ رہا بعد کے زمانہ کا تو کیا ذکر (۱)

آمدم برسرِ مطلب

(۲۴) اللہ تعالیٰ کا قول یسعیاہ کے باب ۵۲ آیت ۵ میں اس طرح مذکور ہے ’’خداوند فرماتا ہے اور ہر روز متواتر میرے نام کی تکفیر کی جاتی ہے‘‘ انتہی اس جگہ بھی ’’ہر روز متواتر‘‘ اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے (۲)

(۲۵) یرمیا باب ۱۷ آیت ۴ میں بنی اسرائیل کو عتاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قول اس طرح منقول ہے ’’میرے قہر کی آگ بھڑکا دی ہے جو ہمیشہ تک جلتی رہیگی‘‘

حالانکہ اسی صحیفہ یرمیاہ اور صحیفہ دانیال سے ظاہر ہے کہ یہ عتاب خداوندی بنی اسرائیل کے حق میں صرف ستر سال تک باقی رہا (۳) اور بعد میں اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آیا انکو قید سے نجات دی اور انکو انکے علاقوں میں پہنچا کر انہیں آباد کیا (۴)

---

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام بائبل کے مطابق جرائم کے مرتکب ہوئے اور مستوجب سزا ہوئے (نعوذ باللہ) جیسا کہ مفصلاً گذرا پھر اُنکے فوراً بعد اُنکے فرزندِ ارجمند اور نبوت کے منصب پر فائز حضرت سلیمان علیہ السلام بھی شرک و بت پرستی بت خانے بنانے میں مبتلا ہوئے (نعوذ باللہ) آنے والی اولاد کا حال قیاس کر لیجئے ایسی صورت میں دائمی سلطنت ابدی کہانت اور ہمیشہ کی اطاعت کا وعدہ کیسے باقی رہ سکتا ہے۔

(۲) شبہ اور اسکا جواب جملہ معترضہ کے طور پر آ گئے۔ اب مصنف اُسی بحثِ سابق کی طرف لوٹ کر بائبل کی وہ عبارات بطور نمونہ ذکر کر رہے ہیں جن میں ہمیشہ ابدالآباد وغیرہ جیسے الفاظ حقیقی معنوں پر نہیں ہیں۔

(۳) جیسا کہ یرمیاہ باب ۲۵ آیت ۱۱ میں ہے ’’اور یہ ساری زمین ویرانہ اور حیرانی کا باعث ہو جائے گی اور یہ قومیں ستر برس تک شاہِ بابل کی غلامی کریں گی خداوند فرماتا ہے جب ستر برس پورے ہونگے ...... الخ یرمیاہ باب ۲۹ آیت ۱۰ میں ہے ’’کیونکہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ جب بابل میں ستر برس گذر چکیں گے تو میں تم کو یاد فرماؤں گا ...... الخ دانیال باب ۹ آیت ۲ میں ہے ’’یروشلیم کی بربادی پر ستر برس پورے گذریں گے اور میں نے خداوند خدا کی طرف رخ کیا .... الخ

(۴) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ قاموس الکتاب ص ۱۱۰۶ تا ۱۱۱۱۔

(۲۶) اللہ تعالیٰ کا قول بنی اسرائیل کو انکی سرزمین کے متعلق عتاب کرتے ہوئے یرمیاہ باب ۲۵ آیت ۹ میں اس طرح مذکور ہے ''اور ہمیشہ کیلئے ویران کروں گا''

(۲۷) اسی طرح ''ہمیشہ ویران کرنے'' کا لفظ بنی اسرائیل کے پہاڑوں کے بارے میں حزقی ایل باب ۳۸ آیت ۸ میں بھی مذکور ہے حالانکہ وہ سرزمین اور اسکے پہاڑ دائمی وابدی طور پر ویران نہ رہے جیسا کہ آپ نے جان لیا۔

(۲۸) نوحہ باب ۵ کی آیت ۲۰ میں باری تعالیٰ کو خطاب کرتے ہوئے مذکور ہے ''پھر تو کیوں ہم کو ہمیشہ کیلئے فراموش کرتا ہے اور ہم کو مدت دراز تک ترک کرتا ہے'' انتہی

تجزیہ مصنفؒ

اس جگہ بھی ''ہمیشہ'' کا لفظ اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ حقیقت میں یہ جملہ ''مدتِ دراز تک ترک کرتا ہے'' پہلے جملے کی تفسیر واقع ہوا ہے۔ پس جس طرح ان آیات میں الفاظ مذکورہ مجازی معنی میں ہیں اسی طرح ان احکام میں بھی اس طرح کے الفاظ کو مجازی معنی میں سمجھنا چاہیئے۔

خدا تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں

بلکہ کتب سماوی سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کوئی وعدہ فرماتے ہے اور اسکے بعد بنی آدم کی شرارت وسرکشی اور خطا کی وجہ سے اس وعدہ کو پورا نہیں فرماتے۔ اسی طرح کبھی کوئی سخت وعید فرماتے ہیں پھر اپنے کمالِ رحمت یا کسی کی سفارش کی وجہ سے اُس

وعید سے درگذر کر لیتے ہیں توضیح کیلئے چند مثالیں سپردِ قلم کی جاتی ہیں (۱)

(۱) جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے گوسالہ پرستی کر کے اللہ تعالیٰ کو غضب دلایا اِس پر اللہ تعالیٰ کا قول خروج باب ۳۲ آیت ۱۰ میں موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے اس طرح مذکور ہے ”اس لئے تو مجھے اب چھوڑ دے کہ میرا غضب ان پر بھڑکے اور میں انکو بھسم کردوں اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا“ انتہی۔ اس پر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شفاعت کرتے ہوئے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے اس وعید سے درگذر فرمالیا جیسا کہ اِسی باب کی آیت ۱۴ میں مذکور ہے ”تب خداوند نے اس برائی کے خیال کو چھوڑ دیا جو اس نے کہا تھا کہ اپنے لوگوں سے کریگا“ انتہی۔ پس یہاں صراحت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی وعید سے درگذر کرلیا۔

(۲) پھر جب بنی اسرائیل نے سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح فرمایا جو خروج باب ۳۳ آیت ۲ میں ہے ”میں تیرے آگے فرشتہ بھیجونگا اور میں کنعانیوں اور اموریوں اور حتیوّں اور فرزّیوں اور حویوّں اور یبوسیوں کو نکال دونگا۔ تا کہ اس ملک میں جس میں دودھ اور شہد بہتا ہے تو داخل ہو سکے لیکن میں تمہارے درمیان نہ جاؤں گا کیونکہ تم سخت گردن لوگ ہوتا نہ ہو کہ میں تم کو راہ ہی میں فنا کر ڈالوں“ انتہی۔ اس پر حضرت

(۱) حاصلِ گفتگو یہ ہے کہ یہود کا یہ کہنا کہ توریت کے احکام ابدی ہیں' اُنکی اتباع ضروری ہے' کسی اور شریعت و نبی کا ماننا ضروری نہیں بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ اُن احکام کیلئے ابدٗ دوام وغیرہ جیسے الفاظ حقیقی معنوں پر نہیں ہیں جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تفصیل سے گذرا ہے۔ مصنف ؒ آگے بڑھ کر مزید ایک اور نکتے کا اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ احکام وشریعتِ یہود کا ابدی ہونا تو دور کی بات ہے یہاں تو خدا تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں بھی ابدی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک چیز کا وعدہ فرما کر کسی سبب سے اُسکو پورا نہ کریں یا ایک چیز کی وعید فرما کر ویسا نہ کریں تو یہ نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے جب یہاں تک ہوسکتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ چند احکام کو منسوخ کر کے بعض نئے احکام عطا کردیں تو کونسا استحالہ لازم آتا ہے؟

موسیٰ علیہ السلام نے لب شفاعت کھولے اور انکی شفاعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح ارشاد ہوا ”تب اس نے کہا میں ساتھ چلوں گا اور تجھے آرام دونگا موسی نے کہا اگر تو ساتھ نہ چلے تو ہم کو یہاں سے آگے نہ لے جا کیونکہ یہ کیونکر معلوم ہوگا کہ مجھ پر اور تیرے لوگوں پر تیرے کرم کی نظر ہے؟ کیا اسی طریق سے نہیں کہ تو ہمارے ساتھ ساتھ چلے تا کہ میں اور تیرے لوگ روئے زمین کی سب قوموں سے نرالے ٹھہریں؟ خداوند نے موسیٰ سے کہا میں یہ کام بھی جسکا تو نے ذکر کیا ہے کرونگا کیونکہ تجھ پر میرے کرم کی نظر ہے اور میں تجھ کو بنام پہچانتا ہوں“(۱) چنانچہ یہ سب احوال کتاب خروج کے باب ۳۳ میں مذکور ہے۔

(۳) جس وقت قوم بنی اسرائیل نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ کا قول موسیٰ علیہ السلام سے گنتی باب ۱۴ آیت ۱۱ میں اس طرح مذکور ہے ”یہ لوگ کب تک میری توہین کرتے رہیں گے؟ اور باوجود ان سب معجزوں کے جو میں نے انکے درمیان کیے ہیں کب تک مجھ پر ایمان نہیں لائیں گے میں انکو وبا سے ماروں گا اور میراث سے خارج کرونگا اور تجھے ایک ایسی قوم بناؤں گا جو ان سے کہیں بڑی اور زیادہ زور آور ہو“

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دست بدعا ہوئے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا اس طرح ارشاد ہوا ”میں نے تیری درخواست کے مطابق معاف کیا“ جیسا کہ آیت ۲۰ میں مذکور ہے۔

(۴) قورح وغیرہ (۲) کا نافرمانی کے سبب ہلاک ہونے کے بعد گنتی باب ۱۶

---

(۱) خروج باب ۳۳ آیت ۱۴ تا ۲۰ میں یہ تفصیل آئی ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”میں تمہارے درمیان نہ جاؤنگا کیونکہ تم سخت گردن لوگ ہو“ مگر دوسری مرتبہ فرمایا کہ ”میں ساتھ چلونگا اور آرام دونگا“

(۲) یہ قورح بن اضہار نامی ایک شخص ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے تھا پھر اس نے بنی اسرائیل میں سے چند سرداروں پر مشتمل جماعت لیکر موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بغاوت کی۔ جب انکو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بلایا گیا تو انہوں نے آنے سے انکار کیا آخر کار مستحق سزا ہوئے۔

آیت ۴۱ میں ہے ”لیکن دوسرے ہی دن بنی اسرائیل کی ساری جماعت نے موسیٰ وہارون کی شکایت کی......اور جب وہ جماعت موسیٰ وہارون کے خلاف اکٹھی ہو رہی تھی تو انہوں نے خیمہ اجتماع کی طرف نگاہ کی اور دیکھا کہ ابر اُس پر چھایا ہوا ہے اور خداوند کا جلال نمایاں ہے تب موسیٰ وہارون خیمہ اجتماع کے سامنے آئے اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تم اس جماعت کے بیچ سے ہٹ جاؤ تا کہ میں انکو ایک پل میں بھسم کر ڈالوں تب وہ منہ کے بل گرے اور موسیٰ نے ہارون سے کہا اپنا بخوردان لے اور مذبح پر سے آگ لے کر اس میں ڈال اور اس پر بخور جلا اور جلد جماعت کے پاس جا کر انکے لئے کفارہ دے کیونکہ خداوند کا قہر نازل ہوا ہے اور وبا شروع ہوگئی۔ موسیٰ کے کہنے کے مطابق ہارون بخوردان لیکر جماعت کے بیچ میں دوڑتا ہوا گیا اور دیکھا کہ وبا لوگوں میں پھیلنے لگی ہے۔ سو اس نے بخور جلایا اور ان لوگوں کے لئے کفارہ دیا۔ اور وہ مردوں اور زندوں کے بیچ میں کھڑا ہوا۔ تب وبا موقوف ہوئی۔ سو علاوہ انکے جو قورح کے معاملہ کے سبب سے ہلاک ہوئے تھے چودہ ہزار سات سو آدمی وبا سے مر گئے“ انتہی

یہ عبارت صریحاً دلالت کرتی ہے کہ قہر وعذاب شروع ہونے کے باوجود حق تعالیٰ نے کفارہ دینے کی وجہ سے اپنی وعید سے درگزر فرمالیا جیسا کہ پہلے تین مواقع میں محض شفاعت کی وجہ سے درگذر کیا۔

(۵) سموئیل اول باب ۲ آیت ۲۷ میں مذکور ہے ”تب ایک مردِ خدا عیلی کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا خداوند یوں فرماتا ہے کہ کیا میں تیرے آبائی خاندان پر جب وہ مصر میں فرعون کے خاندان کی غلامی میں تھا ظاہر نہیں ہوا؟ اور کیا میں نے اُسے بنی اسرائیل کے سب قبیلوں میں سے چن نہ لیا تا کہ وہ میرا کاہن ہو اور میرے مذبح کے پاس جا کر بخور جلائے اور میرے حضور اُفود پہنے؟ اور کیا میں نے سب قربانیاں جو بنی اسرائیل آگ سے

گذرانتے ہیں تیرے باپ کو نہ دیں؟ پس تم کیوں میرے اس ذبیحہ اور ہدیہ کو جنکا حکم میں نے اپنے مسکن میں دیا لات مارتے ہو اور کیوں تو اپنے بیٹوں کی مجھ سے زیادہ عزت کرتا ہے تا کہ تم میری قوم اسرائیل کے اچھے سے اچھے ہدیوں کو کھا کر موٹے بنو؟ اس لئے خداوند اسرائیل کا خدا فرماتا ہے کہ میں نے تو کہا تھا کہ تیرا گھرانہ اور تیرے باپ کا گھرانہ ہمیشہ میرے حضور چلے گا پر اب خداوند فرماتا ہے کہ یہ بات مجھ سے دور ہو کیونکہ وہ جو میری عزت کرتے ہیں میں انکی عزت کروں گا پر وہ جو میری تحقیر کرتے ہیں بے قدر ہونگے دیکھ وہ دن آتے ہیں کہ میں تیرا بازو اور تیرے باپ کے گھرانے کا بازو کاٹ ڈالوں گا کہ تیرے گھر میں کوئی بڈھا ہونے نہ پائیگا...... اور میں اپنے لئے ایک وفادار کاہن برپا کروں گا جو سب کچھ میری مرضی اور میری منشاء کے مطابق کرے گا...... اور ایسا ہوگا کہ ہر ایک شخص جو تیرے گھر میں بچا رہے گا ایک ٹکڑے چاندی اور روٹی کے ایک گردے کیلئے اس کے سامنے آکر سجدہ کریگا اور کہے گا کہ کہانت کا کوئی کام مجھے دیجئے تا کہ میں روٹی کا نوالہ کھا سکوں'' انتہی ملخصاً

پس یہ قول کہ ''تیرا گھرانہ اور تیرے باپ کا گھرانہ ہمیشہ میرے حضور چلے گا الخ'' اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول کہ ''ایک وفادار کاہن برپا کروں گا الخ اس بات پر صراحتاً دال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو لوگوں کی شرارت و نافرمانی کی وجہ سے پورا نہ کیا اور دوسرے کاہن کے مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔

نوٹ:

بعض وہ روایات جو صحیفہ دانیال میں مندرج ہیں اور انکو بشارات مسیح میں شمار کیا گیا ہے پھر مدت و زمانہ کے اعتبار سے یہود کے مسیح اور نصاریٰ کے مسیح کا ظہور نہیں ہوا اس

پر یہودی علماء جو عذر و جواب پیش کرتے ہیں مذکورہ بالا روایات سے انکی تائید ہو جاتی ہے(۱)

مذکورہ بالا آیات اور ان آیات میں جو خدا تعالیٰ کی راستبازی اور خدا کی بات کے نہ بدلنے پر دلالت کرتی ہیں واضح تناقض ہے جسکا تفصیلی بیان فائدہ اول میں گذر چکا(۲)

اگرچہ مقدمہ میں بعض دیگر امور تحریر کرنا بھی بہتر معلوم ہوتا ہے لیکن تھوڑا لکھتے بھی اس قدر طوالت ہوگئی لہٰذا احقر ان امور کی طرف تعرض نہیں کرتا اور اب اصلِ کتاب کی مباحث شروع کرتا ہے۔

---

(۱) اس صحیفہ دانیال کے شروع میں نبوکدنضر کے خوابوں' تعبیروں کا تذکرہ ہے۔ باب ۷ میں چار حیوانوں کے رؤیا کا بیان ہے۔ باب ۸ میں مینڈھے اور بکرے کے رؤیا کا تذکرہ ہے۔ آیت ۱۳ میں ایک قُدسی کی کلام کرتے ہوئے پیشینگوئی ہے۔ باب ۹ آیت ۲۳ میں ستر ہفتوں کی میعاد پر پیشینگوئی ہے۔ اِسی طرح دیگر ابواب میں بھی پیشینگوئیاں ہیں جن میں یروشلیم کی از سرِ نو تعمیر اور بحالی وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ یہود ان پیشینگوئیوں کا مصداق اپنے مسیحِ دجال کو قرار دیتے ہیں جو آج تک ظاہر نہیں ہوا۔ عیسائی اِن سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لیتے ہیں اُنکی آمدِ ثانی ابھی تک نہیں ہوئی۔ چنانچہ اِن دونوں پر جب اعتراضات کا سلسلہ چلتا ہے تو وہ تاویل کرتے ہیں کہ پیشینگوئیوں میں ذکر کردہ میعادوں سے مراد وہی مخصوص وقت نہیں بلکہ مدتِ دراز اور طویل زمانہ مراد ہے۔ جب یہ تاویل مقبول ہے تو ابدُ دوام ہمیشہ کے لفظ کو مدتِ دراز کے معنی میں لینا تمام زبانوں کے محاورات میں متداول ہے اور یہ توجیہ نہایت معقول برمحل بھی ہے۔

(۲) جب خدا تعالیٰ کا باغ میں سیر کرنا' تھک ہار کر ساتویں دن آرام کرنا' انسان کو پیدا کر کے پچھتانا وغیرہ ممکن ہے تو بات کا بدل جانا کوئی بعید نہیں۔

بابِ اوّل: فصلِ اول

متفرق اعتراضات کا بیان

۱- مسئلہ نسخ

۲- معجزۂ معراجِ نبوی ﷺ

۳- معجزۂ شق القمر

۴- نسبِ نبوی ﷺ پر اعتراض کا جواب

۵- حجابِ نسواں

۶- اشاعتِ اسلام اور جہاد

۷- وجودِ جنّات

باب اوّل اعتراضات کے بیان میں

یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل: دس متفرق اعتراضات پر مشتمل ہے۔

اعتراض اوّل: مسئلہ نسخ

نسخ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اہل اسلام شریعت محمدی ﷺ کو انبیاء سابقین کی شرائع کیلئے ناسخ سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے متعلق بہت بڑا عیب اور نقص لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ اگر پہلا حکم احسن تھا تو اسکے منسوخ ہونے کا کوئی مطلب نہیں اور اگر پہلا امر قبیح تھا تو زمانہ سابق میں اسکا حکم دینا بذات خود قبیح ہے اور ذاتِ واجب الوجود ان باتوں سے منزہ اور پاک ہے اور کسی نبی نے بھی اس طرح کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں شریعت کا ایک نقطہ یا ایک شوشہ ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے'' انتہی (متی باب ۵ آیت ۱۸) پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ شریعت محمدی ﷺ سابقہ شریعتوں کیلئے ناسخ ہو۔

جواب:

حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض نسخ کے اُس معنی سے جو اہلِ اسلام کے نزدیک ہے لاعلمی وغفلت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا اولاً نسخ کے معنی ومفہوم کا واضح ہونا ضروری ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ نسخ کا لغوی معنی ''زائل کردن ونقل نمودن'' ہے یعنی مٹانا، زائل کرنا اور نقل کرنا جبکہ اہل اسلام کی اصطلاح میں نسخ سے مراد وہ قول ہے جو کسی حکم کی انتہاءِ مدت پر دلالت کرے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ حکمت' تقاضاءِ وقت اور مکلفین کی حالت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک حکم آتا ہے جو علم الٰہی میں کسی وقت کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور اس وقت میں اس حکم کی نسبت خاص گروہ کی طرف کردی جاتی ہے پھر وہ حکم جو مصالحِ مذکورہ کی وجہ سے موقت تھا گزر جائے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسکی وضاحت ان لوگوں کے حق میں کردی جائے تو آئندہ زمانہ کے موجود لوگوں کے حق میں باقی نہیں رہے گا۔

پس بندہ عرض کرتا ہے کہ اگر مسیحی علماء اس اصطلاح سے غافل ہیں جیسا کہ ظاہراً معلوم ہوتا ہے تو اس شبہ کے دفعیہ کیلئے اتنا جواب ہی کافی ہے اور جس قدر وہ اس باب میں زبان درازی اور بے کار اوراق سیاہ کرچکے ہیں ان سب کا جواب دینے کی حاجت نہیں کیونکہ ''بناء فاسد فاسد است'' اور اگر اس معنی کو سمجھتے ہوئے نسخ کو محالات میں سے شمار کرتے ہیں تو اس صورت میں پوچھا جائے گا کہ انکی مراد کیا ہے؟ آیا انکا اس طرح خیال ہے کہ اہلِ اسلام نسخ کے مذکورہ معنی کے اعتبار سے شرائع سابقہ کے تمام احکام کو منسوخ قرار دیتے ہیں یعنی تمام اصولی وفروعی مسائل میں اعتقاد نسخ رکھتے ہیں یا نسخ جزئی یعنی بعض احکام کے نسخ کے قائل ہیں۔ اگر وہ پہلی بات مراد لیتے ہیں تو اہل اسلام کا ہرگز یہ دعوی نہیں بلکہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ شریعت اصولی مسائل میں جو اقرارِ توحید' نفی شرک، نماز وروزہ کی

ادائیگی، بت پرستی کی ممانعت، قیامت جنت ودوزخ پر ایمان، زنا، قتل، چوری کو حرام جاننا وغیرہ سے عبارت ہے شرائع سابقہ سے کلی مطابقت رکھتی ہے اگرچہ ان میں سے بعض چیزوں میں وقت کے تقاضوں اور دیگر اسباب کی وجہ سے خصوصیات وکیفیات میں قدرے فرق بھی ہوا ہے مگر اس تفاوت کو نسخ کلی نہیں کہہ سکتے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ بقراط وجالینوس کے عہد سے لیکر بوعلی سینا، محمد زکریا تک فن طب کو ایک ہی طرح سمجھتے ہیں اور اصولِ مقصودہ کے محفوظ ہونے کی وجہ سے اطباء اسکو طب یونانی کا نام دیتے ہیں اگرچہ آب وہوا اور تغیر زمانہ کی وجہ سے اسکی خصوصیات وکیفیات میں کچھ تفاوت بھی آگیا ہے۔ لیکن کوئی شخص بھی یہ نہیں کہتا کہ متاخرین نے طب یونانی قدیم کو کلی طور پر منسوخ کردیا ہے۔

اگر وہ دوسری بات (۱) مراد لیتے ہیں اور یہی علامہ تفتازانی کی مراد ہے جو انہوں نے شرح عقائد نسفی میں فرمایا ہے:۔

''ثمّ الکتب قدنسخت بالقران تلاوتھا وکتابتھا وبعض احکامھا'' انتہی (۲)

''پھر یہ تمام کتابیں قرآن کے ذریعے منسوخ ہوچکی ہیں یعنی انکی تلاوت بھی، کتابت بھی اور انکے بعض احکام بھی''

تو ہم کہتے ہیں کہ اس میں اہل اسلام پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ ہی ذات باری تعالی کی جانب کسی امرِ شنیع کی نسبت ہے کیونکہ مصالح مذکورہ کی وجہ سے کوئی حکم جزئی اس زمانہ میں سب سے بہتر ہوتا ہے اور کوئی حکم جزئی جو فی الحال ہوتا ہے یہی بہتر اور عینِ حکمت ہوتا ہے اور اس قسم کا نسخِ جزئی تو دیگر اُولوالعزم انبیاء کرام کے زمانوں میں بھی ہوچکا ہے چنانچہ

---

(۱) یعنی نسخ جزئی کہ بعض احکام کا منسوخ ہونا۔

(۲) شرح العقائد النسفیۃ، مصنفہ سعد الدین التفتازانی، ص ۱۴۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

اسکی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہے۔

شرائع سابقہ میں نسخ کی چند مثالیں

(۱) جانوروں کی حلّت وحُرمت میں نسخ:

اللہ تعالی کا ارشاد آدم وحوا علیھما السلام سے پیدائش باب ۱ آیت ۳۰ میں اس طرح ہے ''اور زمین کے کل جانوروں کیلئے اور ہوا کے کل پرندوں کیلئے اور ان سب کیلئے جو زمین پر رینگنے والے ہیں جن میں زندگی کا دم ہے گل ہری بوٹیاں کھانے کو دیتا ہوں'' انتہی۔ اس عبارت سے انکے زمانے میں تمام جانوروں کا حلال ہونا صاف ظاہر ہے۔ خون اور چربی کی حرمت اس میں بلکہ پورے قصہ آدمؑ میں کہیں مذکور نہیں لہٰذا ان دونوں کا کھانا جائز ہوگا۔ اسی کتاب کے باب ۹ آیت ۳ میں جناب نوح علیہ السلام اور انکی اولاد کو خطاب کرتے ہوئے مذکور ہے ''ہر چلتا پھرتا جاندار تمہارے کھانے کو ہوگا ہری سبزی کی طرح میں نے سب کا سب تم کو دے دیا مگر تم گوشت کے ساتھ خون کو جو اسکی جان ہے نہ کھانا'' انتہی۔ اس عبارت سے خون کی حرمت نصاً معلوم ہوتی ہے جو عہد آدمؑ میں حلال تھا اور تمام جانور خواہ وہ درندے ہوں یا پرندے یا حشرات الارض اور چربی کی حلت کا حکم بدستور باقی ہے حالانکہ شریعت موسوی میں خون اور چربی ابدالآباد کیلئے حرام ہے جیسا کہ فائدہ سوم میں تفصیلاً معلوم ہوگیا اور تمام برّی وبحری جانور جو درج ذیل دو قاعدوں کے تحت داخل ہیں حلال ہیں ورنہ حرام ہیں۔ پہلا قاعدہ احبار باب ۱۱ آیت ۳ میں اور استثناء باب ۱۴ آیت ۶ میں مذکور ہے ''سب چوپائے جن کے کُھر چرے ہوئے ہوں اور وہ جگالی کرتے ہوں تم کھاؤ'' دوسرا قاعدہ احبار باب ۱۱ آیت ۹، ۱۰ میں اور استثناء باب ۱۴ آیت ۹، ۱۰ میں مذکور ہے ''آبی

جانوروں میں سے تم انہی کو کھانا جن کے پر اور چھلکے ہوں لیکن جسکے پر اور چھلکے نہ ہو تم اسے مت کھانا وہ تمہارے لیے ناپاک ہے" انتہی بعبارت کتاب استثناء۔ پس دونوں قاعدوں کے مقتضٰی کے مطابق اونٹ، خرگوش، خنزیر، عقاب، ہڈی خور، کرگس، ہر قسم کا چیل، شاہین، باز، شتر مرغ، چغد، اُلو، کونج، کوا، بگلا، ہدہد، چمگادڑ وغیرہ حرام ہیں چنانچہ انکی تفصیل دونوں کتابوں کے دونوں بابوں میں شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے (۱) اور خنزیر وغیرہ کے بارے میں جسکو مسیحی حضرات بصد شوق تناول فرماتے ہیں انہی ابواب مذکورہ میں موجود ہے کہ اسکا گوشت نہ کھائیں اور اسکی لاش کو نہ چھوئیں کیونکہ وہ تمہارے لیے ناپاک ہیں اور انہی جانوروں کے کھانے سے اجتناب کی تاکید احبار باب ۲۰ آیت ۲۵ میں اس طرح مذکور ہے "سو تم پاک اور ناپاک چوپاؤں میں اور پاک اور ناپاک پرندوں میں فرق کرنا اور تم کسی جانور یا پرندے یا زمین پر کے رینگنے والے جاندار سے جن کو میں نے تمہارے لیے ناپاک ٹھہرا کر الگ کیا ہے اپنے آپکو مکروہ نہ بنالینا۔ اور تم میرے لیے پاک بنے رہنا کیونکہ میں جو خداوند ہوں پاک ہوں اور میں نے تم کو اور قوموں سے الگ کیا ہے تاکہ تم میرے ہی رہو" انتہی۔ عصر حاضر میں مذہب عیسائیت میں ان جانوروں کی حلت وحرمت کا حال دیکھئے! اور حضرت پولوس کے اس حکم کے بارے میں جولانی تحریر ملاحظہ فرمایئے! فرماتے ہیں "میں جانتا اور خداوند یسوع میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی چیز بذاتِ خود حرام نہیں لیکن جو اسے حرام سمجھتا ہے اس کیلئے حرام ہے" (رومیوں کے نام خط باب ۱۴ آیت ۱۴) دوسری جگہ فرماتے ہیں "پاک لوگوں کیلئے سب چیزیں پاک ہیں مگر گناہ آلودہ اور بے ایمان لوگوں کیلئے کچھ بھی پاک نہیں" (طیطس کے نام خط باب ۱ آیت ۱۵) حضرت پولوس کے یہ دونوں ارشاد صرف ان جانوروں کی حلت کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ بانگ دہل تمام چیزوں کی اباحتِ عامہ کا

(۱) احبار باب ۱۱ آیت ۱ تا ۲۰ اور استثناء باب ۱۴ آیت ۶ تا ۲۰

بھی فتوی دیتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے! خدا تعالی تو بعض جانوروں کو پاک اور بعض کو ناپاک بیان فرماتے ہیں اور ناپاک جانوروں سے پرہیز کرنے والوں کو صاحب ایمان مقدس و پاک قرار دیتے ہیں اور حضرت پولوس بحکم حضرت مسیح ان تمام چیزوں کو پاک لکھتے ہیں اور انکی ناپاکی صرف ان لوگوں کے حق میں بتاتے ہیں جو بے ایمان ہیں۔

(۲) ختنہ کے حکم میں نسخ

پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۱ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختنے کا حکم کس قدر تاکید کے ساتھ دیا گیا ہے جسکا حوالہ فائدہ سوم کے تحت گزر چکا ہے (۱) اور دوبارہ اسکی تاکید حضرت موسی علیہ السلام کو کی گئی چنانچہ احبار باب ۱۲ آیت ۳ میں مذکور ہے "اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے" انتہی۔ پھر جناب یوشع علیہ السلام کو حکم آیا جسکے مطابق بنی اسرائیل میں جو غیر مختون تھے انکا جنگل میں ختنہ کیا گیا چنانچہ انکے رسالہ کے باب ۵ میں اسکی پوری تفصیل ہے (۲) بہر حال حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل انبیاء کرام کو ختنے کی تاکید محتاج بیان نہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک یہ حکم جاری تھا حواریوں کے زمانہ میں موقوف ہوا خود جناب مسیح علیہ السلام کا بھی آٹھویں دن ختنہ ہوا جیسا کہ لوقا باب ۲ آیت ۲۱ میں ہے "جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اسکے ختنہ کا وقت آیا تو اسکا نام یسوع رکھا گیا" انتہی

اب آپ جناب پولوس کے ارشاداتِ عالیہ سنیئے کہ اس بارہ میں انکا کیا فتویٰ ہے فرماتے ہیں "دیکھو میں پولوس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ

---

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختنہ کا یہ تاکیدی حکم پیدائش باب ۱۷ آیت ۹ تا ۱۴ میں تفصیل کیساتھ مذکور ہے آیت ۱۲ میں ہے "تمہارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے"

(۲) یشوع باب ۵ آیت ۲ تا ۷

نہ ہوگا۔ بلکہ میں ہر ایک ختنہ کرانے والے شخص پر پھر گواہی دیتا ہوں کہ اسے تمام شریعت پر عمل کرنا فرض ہے......اور تم مسیح سے الگ ہو گئے......اور مسیح یسوع میں نہ تو ختنہ کچھ کام آتا ہے نہ نامختونی مگر ایمان جو محبت کی راہ سے اثر کرتا ہے“ انتہی (گلتیوں کے نام خط باب ۵ آیت ۳) اسی خط کے باب ۶ آیت ۱۵ میں ہے ”کیونکہ نہ ختنہ کچھ چیز ہے نہ نامختونی بلکہ نئے سرے سے مخلوق ہونا“ انتہی

پس وہ ختنہ کو دین عیسوی میں بے کار و بے مصرف بتاتے ہیں بلکہ اسکے مرتکب کو ملتِ عیسوی سے خارج کرتے ہیں حالانکہ ابراہیم علیہ السلام اور انکی اولاد کے حق میں یہ حکم ابدی تھا اور نسخ کا اس کے علاوہ اور کیا مطلب ہے۔ یہاں مسیحی علماء جو تاویل کرتے ہیں کہ ختنہ سے مراد دل کا ختنہ ہے نہ کہ ختنہ جسم۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تاویل انتہائی مضحکہ خیز ہے کیونکہ توریت میں مذکور ہے کہ ”میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی ہوگا“(۱) اس سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ سے مراد ختنہ جسم نہ کہ ختنہ دل۔ علاوہ ازیں تمام انبیاء کرام دل کے اعتبار سے مختون تھے کیونکہ ختنہ دل سے مراد کامل الایمان ہونا ہے تو انکے حق میں ختنہ جسم کا کیا فائدہ ہوا؟ اور تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ جناب پولوس تو یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ ختنہ کرنے والے کو ملتِ مسیحی سے بھی خارج کرتے ہیں جبکہ تیمتھیس کا ختنہ کرایا جو کہ ایک انتہائی نیک نام مسیحی اور جناب پولوس کے شاگردوں میں سے تھا۔ یہاں پر یہود کے ڈر سے تقیہ کا عمل کارفرما ہوا اور یہ سب حالات ”رسولوں کے اعمال“ باب ۱۶ میں مذکور ہیں۔

(۳) بہن بھائی میں شادی کے حکم نسخ

ابی ملک بادشاہ جرار نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی

---

(۱) پیدائش باب ۱۷ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختنہ کا تاکیدی حکم دیتے ہوئے آیت ۱۳ میں ہے ”اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا“

سارہ کو بہن کیوں بتایا تو اسکے جواب میں ابراہیم علیہ السلام کا قول پیدائش باب ۲۰ آیت ۱۲ میں اس طرح ہے ''اور فی الحقیقت وہ میری بہن بھی ہے کیونکہ وہ میرے باپ کی بیٹی ہے اگر چہ میری ماں کی بیٹی نہیں پھر وہ میری بیوی ہوئی'' انتہی۔اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی علاتی بہن (۱) سے نکاح کیا اور یہ نکاح اس زمانے میں جائز ہوئے بغیر کیسے متصور ہوسکتا ہے (۲) جبکہ احبار باب ۱۸ آیت ۹ میں ہے ''تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے وہ تیرے باپ کی بیٹی ہو چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو خواہ اور کہیں بے پردہ نہ کرنا'' نیز اسی کتاب کے باب ۲۰ آیت ۱۷ میں ہے ''اور اگر کوئی مرد اپنی بہن کو جو اسکے باپ کی یا اسکی ماں کی بیٹی ہو لیکر اسکا بدن دیکھے اور اسکی بہن اسکا بدن دیکھے تو یہ شرم کی بات ہے۔ وہ دونوں اپنی قوم کے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے قتل کئے جائیں اس نے اپنی بہن کے بدن کو بے پردہ کیا اسکا گناہ اسی کے سر لگے گا'' اور استثناء باب ۲۷ آیت ۲۲ میں ہے ''لعنت اس پر جو اپنی بہن سے مباشرت کرے خواہ وہ اسکے باپ کی بیٹی ہو خواہ ماں کی اور سب لوگ کہیں'' آمین'' (۳)

(۴) دو بہنوں سے بیک وقت شادی کے حکم میں نسخ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ماموں کی دو بیٹیوں لیاہ اور راحیل سے جو حقیقی

---

(۱) باپ شریک بہن

(۲) ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں باپ شریک بہن سے نکاح جائز تھا تبھی انہوں نے ایسا کیا ورنہ تو اُنکی طرف زنا کی نسبت لازم آتی ہے۔والعیاذ منہ باللہ العظیم

(۳) اگر حضرت آدم وابراہیم علیہما السلام کی شریعتوں میں بہن بھائی کے نکاح کو ناجائز مانا جائے تو تمام انسانوں کا زنا کی اولاد ہونا' شادی کرنے والوں کا زانی ہونا' ملعون ہونا اور واجب القتل ہونا لازم آتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے پیغمبر کے حق میں ان باتوں کا کیسے تصور کیا جاسکتا ہے۔لامحالہ یہ اعتراف کرنا پڑیگا کہ ایسا نکاح اُن دونوں شریعتوں میں جائز تھا پھر شریعتِ موسوی میں ممنوع ہوگیا اِسی کا نام نسخ ہے۔

بہنیں تھیں ایک کے بعد دوسری سے اول کی زندگی میں ہی نکاح کیا (۱) اسکا حوالہ فائدہ اول میں گزر چکا ہے (۲) حالانکہ احبار باب ۱۸ آیت ۱۸ میں ہے ''تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسری کے جیتے جی اسکے بدن کو بے پردہ کرے''

(۵) پھوپھی سے نکاح کے حکم میں نسخ

عمران (۳) جو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے والد تھے نے اپنے باپ کی بہن سے نکاح کیا چنانچہ خروج باب ۶ آیت ۲۰ میں ہے ''اور عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوکابد سے بیاہ کیا۔ اس سے اُسکے دو بیٹے پیدا ہوئے ہارون اور موسیٰ'' حالانکہ احبار باب ۱۸ آیت ۱۲ میں ہے ''تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کی قریبی رشتہ دار ہے'' اور اسی کتاب کے باب ۲۰ آیت ۱۹ میں ہے ''اور تو اپنی خالہ یا پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ جو ایسا کرے اس نے اپنی قریبی رشتہ دار کو بے پردہ کیا سو ان دونوں کا گناہ انہی کے سر لگے گا'' (۴)

---

(۱) یعنی دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں جمع کیا ظاہر ہے کہ یہ جمع بین الاختین اُنکی شریعت میں جائز تھا ورنہ تو اُنکی طرف زنا کی نسبت لازم آتی ہے (نعوذ باللہ) جبکہ شریعتِ موسوی میں اِس طرح کرنا منسوخ ہوگیا۔

(۲) تفصیل کیلئے دیکھئے پیدائش باب ۲۹ آیت ۱۶ تا ۳۰

(۳) اِنکا عبرانی نام ''عمرام'' ہے بمعنی سرفراز کی ہوئی امت۔ قہات کے بیٹے ہیں حضرت ہارون اور موسیٰ علیہما السلام اور انکی بہن مریم کے والد ہیں (قاموس الکتاب ص ۶۶۲)

(۴) ظاہر ہے کہ پھوپھی سے نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے جائز تھا تبھی اُنکے والد صاحب نے ایسا کیا پھر شریعتِ موسوی میں منسوخ ہوگیا کیونکہ اگر اِس قسم کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل بھی ناجائز مانا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما السلام اور انکی بہن مریم زنا کی اولاد تھے (نعوذ باللہ من ذالک) اور یہ بھی لازم آئے گا کہ دس پشتوں تک اِنکی نسل کا کوئی شخص بھی خدا کے مقبول بندوں میں شامل نہ ہو سکے جیسا کہ استثناء باب ۲۳ آیت ۲ میں ہے ''کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو۔ دسویں پُشت تک اسکی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں نہ آنے پائے'' اگر یہ باخدا لوگ خداوند کی جماعت سے نکال دیے جائیں تو پھر کون ہے جو اس میں داخل ہونے کی صلاحیت رکھے؟

(۶) قسم کھانے کے حکم میں نسخ

گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں سچی قسم کا جواز ہے جیسا کہ خروج باب ۲۲ آیت ۷ تا ۱۰ میں ہے ’’اگر کوئی اپنے ہمسایہ کو نقد یا جنس رکھنے کو دے اور وہ اس شخص کے گھر سے چوری ہو جائے تو اگر چور پکڑا جائے تو دونا اسکو بھرنا پڑے گا پر اگر چور پکڑا نہ جائے تو اس گھر کا مالک خدا کے آگے لایا جائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا...... اگر کوئی اپنے ہمسایہ کے پاس گدھا یا بیل یا بھیڑ یا کوئی اور جانور امانت رکھے اور وہ بغیر کسی کے دیکھے مرجائے یا چوٹ کھائے یا ہنکا دیا جائے تو ان دونوں کے درمیان خداوند کی قسم ہو کہ اس نے اپنے ہمسایہ کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا اور مالک اسے سچ مانے اور دوسرا اسکا معاوضہ نہ دے‘‘ انتہی۔ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کی عصمت کے بارے میں شک کرے تو اس عورت کا کاہن کے پاس حاضر کر کے کاہن کا اس سے قسم لینے کا طریقہ احبار باب ۵ آیت ۱۶ تا ۲۸ میں مفصل مذکور ہے۔ استثناء باب ۶ آیت ۱۳‘ باب ۱۰ آیت ۲۰ میں ہے ’’تو خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا اسکی بندگی کرنا اور اس سے لپٹے رہنا اور اسی کے نام کی قسم کھانا‘‘ جھوٹی قسم کی ممانعت احبار باب ۱۹ آیت ۱۲ میں اسطرح مذکور ہے ’’اور تم میرا نام لیکر جھوٹی قسم نہ کھانا جس سے تو اپنے خدا کے نام کو ناپاک ٹھہرائے میں خداوند ہوں‘‘ انتہی۔ حضرت ابرہیم علیہ السلام کا اپنے نوکر سے قسم لینے کا حال پیدائش باب ۲۴ میں اور حضرت یعقوبؑ کا قسم لینا اسی کتاب کے باب ۴۷ مذکور ہے۔ (۱)

(۱) ان تمام حوالوں سے سچی قسم کا جواز معلوم ہوتا ہے اور جھوٹی قسم ممنوع رہیگی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مطلقاً قسم کھانے سے منع کرتے ہیں اور سچی قسم کے جواز کو منسوخ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’پھر تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ جھوٹی قسم نہ کھانا بلکہ اپنی قسمیں خداوند کیلئے پوری کرنا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا ......الخ۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی فی الجملہ نسخ ہے۔

(۷) اِباحتِ طلاق کا نسخ

استثناء باب ۲۴ آیت ا میں ہے: ’’اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور پیچھے اسمیں کوئی ایسی بے ہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف اسکی التفات نہ رہے تو وہ اسکا طلاق نامہ لکھ کر اسکے حوالہ کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے اور جب وہ اسکے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسرے مرد کی ہوسکتی ہے‘‘ انتہی۔ مذکورہ بالا دونوں حکموں (۱) کے بارے میں جناب مسیح علیہ السلام کا فیصلہ متی باب ۵ آیت ۳۱ میں یوں بتایا گیا ہے: ’’یہ بھی کہا گیا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاق نامہ لکھ دے۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔ پھر تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ جھوٹی قسم نہ کھانا بلکہ اپنی قسمیں خداوند کیلئے پوری کرنا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا‘‘ نیز جب فریسیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کسی عورت کی طلاق کے بارے میں سوال کیا اور مسیح علیہ السلام نے طلاق دینے سے منع فرمایا اس پر فریسیوں (۲) نے سوال کیا کہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عورت کو طلاق نامہ دینے اور گھر سے نکالنے کا حکم کیوں دیا؟ اس پر جناب مسیح علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ متی باب ۱۹ آیت ۸ اور مرقس باب ۱۰ آیت ۵ میں اس طرح ہے ’’موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تم کو اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی مگر ابتداء سے ایسا نہ تھا۔ اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی

---

(۱) یعنی تہمت زدہ عورت کو طلاق دینا اور اس سے دوسرے مرد کا نکاح کرنا۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہودیت کے تین اہم فرقے تھے۔ ایک فریسی دوسرا صدوقی اور تیسرا فرقہ اَسینی۔ ان فرقوں میں فریسی سب سے زیادہ بااثر اور شریعت پرستی میں معروف تھے۔

چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرلے وہ بھی زنا کرتا ہے" انتہی بعبارت متی

حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے طلاق دینا جائز نہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کی سنگ دلی کی وجہ سے انکو حکم دیا تھا پھر حضرت مسیح علیہ السلام نے منع کیا پس حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی معلوم ہوا کہ لوگوں اور زمانہ کے لحاظ سے حکم مختلف ہوگیا اور مرقس کی عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کی حرمت علی الاطلاق ہے جیسا کہ فائدہ میں گزر چکا(۱)۔

نسخ کی مزید چند مثالیں

۸: توریت اور دیگر صحائف میں حکم سبت کی کس قدر تاکید ہے حتی کہ اگر کوئی اس دن کوئی کام کرے تو واجب القتل ہے اور جہاں بھی بنی اسرائیل رہیں توریت کے اس حکم کا اہتمام طبقہ درطبقہ ابدالآباد تک ان پر واجب ہے۔

۹: حکم عید جسکا اہتمام بنی اسرائیل کیلئے ابدالآباد تک واجب تھا۔

۱۰: سوختنی قربانی گزرانے کا حکم بھی حسب عبارت توریت ابدی ہے۔

۱۱: حضرت ہارون علیہ السلام اور انکی اولاد کے حق میں چند احکام مخصوصہ بھی ابدی ہیں چنانچہ ان احکام ابدیہ کی تفصیل فائدہ سوم کے تحت گزر چکی۔

تجزیہ مصنفؒ

حالانکہ ان احکام مذکورہ بالا کا منسوخ ہونا شریعت مسیحی میں محتاج بیان نہیں ورنہ حکم

---

(۱) چنانچہ مرقس باب ۱۰ آیت ۱۱ میں ہے "اُس نے ان سے کہا جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اُس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے۔ اور اگر عورت اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے"۔

سبت کی محافظت نہ کرنے کی وجہ سے تمام پادری صاحبان اور تمام مسیحی حضرات کو واجب القتل اور مستحق سنگسار ہونا چاہیئے ۔ جنابِ پولوس مسیحیوں کے مقدس بزرگ ان احکام کے نسخ کے بارے میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ ’’پس کھانے پینے یا عید یا نئے چاند یا سبت کی بابت کوئی تم پر الزام نہ لگائے کیونکہ یہ آنے والی چیزوں کا سایہ ہیں مگر اصل چیزیں مسیح کی ہیں‘‘ انتہی (گلُسّیوں کے نام خط باب ۲ آیت ۱۶) بلکہ انجیل سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ چند گنے چنے احکام کے علاوہ مسیحی مذہب میں توریت کے تمام احکام منسوخ ہوگئے ہیں چنانچہ حواریوں کا خط اہلِ انطاکیہ وغیرہ کے نام جو مشاورت واجتہاد کے بعد لکھا گیا اور ’’رسولوں کے اعمال‘‘ باب ۱۵ میں جو کچھ مذکور ہے وہ اسی پر دلالت کرتا ہے اور اسی باب کی آیت ۲۸، ۲۹ میں اس طرح مسطور ہے ’’کیونکہ روح القدس نے اور ہم نے مناسب جانا کہ ان ضروری باتوں کے سوا تم پر اور بوجھ نہ ڈالیں کہ تم بتوں کی قربانیوں کے گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے پرہیز کرو اگر تم ان چیزوں سے اپنے آپکو بچائے رکھو گے تو سلامت رہو گے‘‘ نیز جس وقت پولوس سفر سے مراجعت کے بعد یروشلیم پہنچے اور دیگر رسولوں سے ملاقات کی اور تمام وہ واقعات بیان کیے جو خداوند نے قبائل کے درمیان انکی وساطت سے ظاہر کیے اس بارے میں رسولوں کے اعمال باب ۲۱ آیت ۲۰ میں مذکور ہے ’’اور انہوں نے یہ سن کر خدا کی بڑائی کی اور اس سے کہا اے بھائی تو دیکھتا ہے کہ یہودیوں میں سے ہزار ہا ہیں جو ایمان لے آئے ہیں اور سب شریعت کیلئے غیرت مند ہیں مگر انہوں نے تیری بابت خبر پائی ہے کہ تو سب یہودیوں کو جو غیر قوموں میں رہتے ہیں سکھاتا ہے کہ موسیٰ سے منحرف ہوں اور کہتا ہے کہ اپنے لڑکوں کا ختنہ مت کرو نہ رسوم پر چلو تو اب کیا کیا جائے لوگ بے شک جمع ہوں گے کیونکہ سنیں گے کہ تو آیا ہے پس جو ہم تجھ سے کہتے ہیں وہ کر ہمارے ہاں چار آدمی ہیں جنہیں منت ادا کرنی ہے انہیں لیکر اپنے

آپکو ان کے ساتھ پاک کر اور انکا خرچ اٹھا کہ وہ اپنا سر منڈائیں تو سب جانیں گے کہ جو خبر انہوں نے تیری بابت پائی ہے وہ جھوٹی ہے بلکہ تو آپ بھی شریعت کے موافق چلتا ہے مگر جو غیر قوموں میں سے ایمان لائے ہیں انکی بابت ہم نے فیصلہ کر کے لکھا ہے کہ وہ بتوں کے چڑھاوے اور خون اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے پرہیز کریں اس پر پولوس ان آدمیوں کو لیکر اور دوسرے دن انکے ساتھ پاک ہو کر ہیکل میں داخل ہوا'' انتہی

پس یہ دونوں عبارات صراحۃً دلالت کرتی ہیں کہ مسیحی حضرات مذکورہ بالا چار چیزوں کے علاوہ توریت کے تمام احکام ظاہرہ سے دستبردار اور لاتعلق ہیں اور ان پر رسولوں کے مشورہ و اجتہاد کے ساتھ قلمِ نسخ کھینچ دیا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کے اس ارشاد کو بھی منسوخ کر دیا گیا جو حواریوں سے خطاب کرتے ہوئے متی باب ۲۳ آیت ۲ میں اس طرح مذکور ہے ''فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تم سے کہیں وہ سب عمل میں لاؤ اور مانو'' انتہی۔ احکام توریت کی اطاعت کے بارے میں یہ ارشاد صریح ہے اور اس حکم کو منسوخ کرنے کیلئے جناب پولوس کی جدوجہد بھی سب سے زیادہ ہے چنانچہ دوسری عبارت سے واضح ہے کہ مسیحیوں کے اس بزرگ کی تعلیم یہی تھی کہ ختنہ نہ کریں اور توریت کے مطابق عمل نہ کریں اور مذکورہ بالا عبارت سے یہ بھی روشن ہے کہ رسولوں نے موصوف کو ''تقیہ'' کا مشورہ دیا اور وہ اُسے عمل میں لائے یاد رہے کہ یہ تقیہ کا ارتکاب دوسری مرتبہ ہے۔ مگر افسوس اس بار تقیہ نے فائدہ نہ بخشا اور ہیکل جانے کے بعد اُن یہودیوں کی شرارت کی وجہ سے جنہوں نے موصوف کو پہچان کر دوسرے یہودیوں کو بھی برانگیختہ کیا تو یہ تقیہ انکی ذلت کا باعث بن گیا اور مسیحیوں کے اس ''بزرگ'' سے یہ تقیہ دو بار واقع ہوا بلکہ انکے بعض افادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو تقیہ تو ''مقدس ممدوح'' کے اکثر ''مقدس مسیحی اوقات'' میں ہوتا تھا چنانچہ لکھتے ہیں ''میں یہودیوں کے درمیان یہودی

کیطرح بنا تا کہ یہودیوں کو حاصل کرسکوں اہل شریعت کیلئے میں اہل شریعت کی طرح بنا (گومیں شریعت کے تابع نہیں) تا کہ اہل شریعت کو حاصل کرسکوں بے شرعوں کیلئے میں بے شرع بنا (گومیں خدا کی شریعت کے بغیر نہیں تھا بلکہ مسیح کی شریعت کے تابع تھا) تا کہ بے شرعوں کو حاصل کرسکوں کمزوروں کیلئے کمزور بنا تا کہ کمزوروں کو حاصل کرسکوں سب کیلئے سب کچھ بنا تا کہ ہر ممکن طور سے بعض کو بچا سکوں میں یہ سب کچھ انجیل کے واسطے کرتا ہوں تا کہ میں اسمیں شریک ہوں'' انتہی (قرنتیوں کے نام پہلا خط باب ۹ آیت ۲۰) پس پولوس بزرگوار صاف ارشاد فرمارہے ہیں کہ انجیل کے ساتھ شریک ہونے کیلئے جہاں بھی تشریف لے گئے وہاں کے مذہب والوں کے ہم مذہب ہو گئے۔ سبحان اللہ! دعوت و تبلیغ کا کیا خوب طریقہ اپنایا تھا۔

پادری فنڈر کا رد

پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتاب ''طریق الحیات'' کے صفحہ ۴۶ پر تقیہ کی مذمت کرتے ہوئے فرقہ شیعہ پر جو فرق اسلامیہ میں سے ہے(۱) بزعمِ خود الزام عائد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تقیہ ہر حالت میں کم اعتقادی و بے ایمانی کی وجہ سے ہوتا ہے انہیں چاہیئے کہ مقدس پولوس کو بھی اس میں داخل کرلیں۔

---

(۱) اہل تشیع کا طبقہ بہت سے فرقے رکھتا ہے بعض اُن میں سے ضروریاتِ دین کا انکار کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اُنکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ بعض فرقوں کو مسلمانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے۔ تحفہ اثنا عشریہ مصنفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ؒ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

ع

نازم کہ بر رقیباں دامن فشاں گذشتی
گو مشتِ خاک ماہم برباد رفتہ باشد (۱)

جی ہاں! جب مذہبی حمایت وتعصب اس طرح ہو تو کسی بھی اسلامی فرقہ پر ہر جائز وناجائز اعتراض کیا جائیگا اگر چہ مقدس پولوس یا اور حواری اس کا مصداق بن جائیں۔ لطف یہ ہے کہ حواریوں کے اجتہاد کے مطابق سوائے چار چیزوں کے توریت کے اعمال واحکام ظاہرہ سے رہائی ہوگئی تھی اس کے بعد فرقہ کیتھولک نے ان چار چیزوں میں سے تین چیزوں سے مزید خلاصی حاصل کرلی۔ چنانچہ پادری مراکیوس نے اپنی ایک کتاب جس میں انہوں نے قرآنِ مجید کو عربی میں نقل کیا ہے اور اسکا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا ہے عقیدہ نمبر ۱۸ کے ذیل میں اس طرح لکھا ہے کہ ''بتوں کے نام قربانی خون اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں جن کو مسیح کے رسولوں نے حرام قرار دیا تھا یہ حرمت انکے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھی'' انتہی یعنی ان چیزوں کی حرمت ہمارے زمانہ میں نہیں ہے بہر حال شریعت موسوی کے احکام کا شریعت عیسوی میں منسوخ ہونا محتاج بیان نہیں۔

پولوس کا شریعت کو منسوخ کرنا

پولوس بزرگوار لکھتے ہیں ''ایمان کے آنے سے پیشتر شریعت کی ماتحتی میں ہماری نگہبانی ہوتی تھی اور اس ایمان کے آنے تک جو ظاہر ہونے والا تھا ہم اسی کے پابند رہے پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہمارا استاد بنی تاکہ ہم ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہریں مگر جب ایمان آچکا تو ہم استاد کے ماتحت نہ رہے'' انتہی (گلتیوں کے نام پولوس رسول کا خط

(۱) مجھے ناز ہے کہ آپ رقیبوں پر اس طرح دامن جھاڑ کر گذرے ہیں اگر چہ ہماری مشتِ خاک بھی اسی میں برباد ہوگئی۔

باب ۳ آیت ۲۳) ایک نبی کی شریعت میں جو احکام رائج تھے انکا دوسرے نبی کی شریعت کے ذریعے منسوخ ہونے پر طعن کرنا حماقت ہے کیونکہ نبوت کی تبدیلی شریعت کی تبدیلی کا تقاضا کرتی ہے۔ جیسا کہ جناب پولوس فرماتے ہیں ”اور جب کہانت بدل گئی تو شریعت کا بدلنا بھی ضرور ہے“ انتہی (عبرانیوں کے نام خط باب ۷ آیت ۱۲) اور اگر مسیحی علماء کو صرف لفظ ”نسخ“ کے اطلاق واستعمال سے نفرت ہے گو تحقق معنی کا اقرار کریں تو یہ بھی بے جا ہے کیونکہ اس صورت میں اپنے اس ”بزرگ“ کے اقوال سے نفرت کرنا بطریق اولیٰ لازم آتا ہے کیونکہ انکے یہ حضرت والا لکھتے ہیں ”کیونکہ شریعت تو غضب پیدا کرتی ہے اور جہاں شریعت نہیں وہاں عدول حکمی بھی نہیں“ (رومیوں کے نام خط باب ۴ آیت ۱۵) اور پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں ”موت کا ڈنک گناہ ہے اور گناہ کا زور شریعت ہے“ (کرنتھیوں کے نام پہلا خط باب ۱۵ آیت ۵۶) ایک اور جگہ لکھتے ہیں ”اور موسیٰ کی طرح نہیں ہیں جس نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالا تا کہ بنی اسرائیل اس مٹنے والی چیز کے انجام کو نہ دیکھ سکیں۔ لیکن ان کے خیالات کثیف ہو گئے کیونکہ آج تک پرانے عہد نامہ کو پڑھتے وقت انکے دلوں پر وہی پردہ پڑا رہتا ہے اور وہ مسیح میں اٹھ جاتا ہے مگر آج تک جب کبھی موسیٰ کی کتاب پڑھی جاتی ہے تو انکے دل پر پردہ پڑا رہتا ہے“ (کرنتھیوں کے نام دوسرا خط باب ۳ آیت ۱۳ تا ۱۶) اور ایک جگہ لکھتے ہیں ”کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہ ٹھہرے گا“ اور آگے لکھتے ہیں ”کیونکہ راستبازی اگر شریعت کے وسیلہ سے ملتی تو مسیح کا مرنا عبث ہوتا“ (گلتیوں کے نام خط باب ۲ آیت ۱۶، ۲۱) اسی خط کے باب ۳ آیت ۱۰ میں لکھتے ہیں ”کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر بھروسا رکھتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں .... اور یہ ظاہر ہے کہ شریعت کے وسیلے سے کوئی شخص خدا کے نزدیک صادق نہیں ٹھہرتا“ انتہی ملخصاً۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں ”پس ہم جانتے ہیں کہ شریعت اچھی ہے بشرطیکہ کوئی اسے شریعت کے طور پر

کام میں لائے۔ یہ سمجھ کر کہ شریعت صادق کے واسطے نہیں دی گئی بلکہ بے شرعوں اور سرکشوں بے دینوں اور گناہ گاروں' شریروں اور رندوں' پدر کشوں اور مادر کشوں' خونیوں' حرامکاروں اغلامیوں بردہ فروشوں' جھوٹوں' جھوٹی قسم کھانے والوں کے واسطے'' انتہی (تیموتاؤس کے نام پہلا خط باب ا آیت ۸) ایک اور جگہ لکھتے ہیں ''غرض پہلے حکم کی تو کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے تنسیخ ہوتی ہے'' (عبرانیوں کے نام خط باب ۷ آیت ۱۹) اسی خط کے باب ۸ آیت ۷ اور ۱۳ میں لکھتے ہیں ''کیونکہ اگر پہلا عہد بے نقص ہوتا تو دوسرے کیلئے موقع نہ ڈھونڈا جاتا...... جب اس نے نیا عہد کیا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور جو چیز پرانی اور مدت کی ہوجاتی ہے وہ مٹنے کے قریب ہوتی ہے'' انتہی

تجزیہ مصنفؒ

ان جیسی مثالوں میں جہاں لفظ ''شریعت'' آیا ہے اس سے مراد توریت اور اسکے احکام ہیں یہی وجہ ہے کہ بائبل کے عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۱ء میں لفظ ''شریعت'' کی جگہ پر اکثر لفظ ''توریت'' آیا ہے یہی بات ان تمام حوالوں میں خیال کرنی چاہیئے۔ الحاصل مسیحیوں کے رسول پولوس بزرگوار فرماتے ہیں کہ توریت باعثِ عقاب' گناہ پر دلیری کا سبب ہے' اس سے راستبازی کا حاصل ہونا ممکن نہیں ہے ان پانچ چیزوں کو کامل نہ کرنا چاہیے(۱) نیز وہ احکامِ توریت کو کمزور' بے فائدہ' منسوخ' عیب دار' ان پر عمل کرنا موجبِ لعنت قرار دیتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحبِ توریت کی یاد کو دل کی گمراہی کا ذریعہ بتاتے ہیں۔

---

(۱) یعنی ختنہ' حکمِ سبت وغیرہ پر عمل نہ کرنا چاہیئے۔

حضرت داؤدؑ کا شریعت کی تاکید کرنا

حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں ’’خداوند کی شریعت کامل ہے وہ جان کو بحال کرتی ہے۔ خداوند کی شہادت برحق ہے نادان کو دانش بخشتی ہے خداوند کے قوانین راست ہیں وہ دل کو فرحت پہنچاتے ہیں۔ خداوند کا حکم بے عیب ہے وہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے‘‘ (زبور ۱۹ آیت ۷) اور زبور ۱۱۹ میں تو توریت اور اسکے احکام کی بے انتہا تعریف کی گئی ہے (۱) اور بنی اسرائیل کی بربادی کے اسباب کے بارے میں یسعیاہ باب ۵ آیت ۲۴ میں اس طرح ہے ’’پس جس طرح آگ بھوسے کو کھا جاتی ہے اور جلتا ہوا پھوس بیٹھ جاتا ہے اسی طرح انکی جڑ بوسیدہ ہوگی اور انکی کلی گرد کی طرح اُڑ جائیگی کیونکہ انہوں نے رب الافواج کی شریعت کو ترک کیا اور اسرائیل کے قدوس کے کلام کو حقیر جانا‘‘ بلکہ خود پولوس عبرانیوں کے نام خط کے باب ۱۰ آیت ۲۸ میں فرماتے ہیں ’’جب موسیٰ کی شریعت کا نہ ماننے والا دو یا تین شخصوں کی گواہی سے بغیر رحم کئے مارا جاتا ہے‘‘ انتہی

مذکورہ بالا ’’کلمات طیبہ‘‘ کا کہنے والا اگر کوئی مسلمان ہوتا تو خدا جانے مسیحی علماء کس قدر غیض وغضب کا اظہار کرتے اور زبان تنقید دراز کرتے ہمیں اس فرقہ عالیہ کے علماء کے انصاف پر حیرت ہے کہ اہل اسلام اگر لفظ ’’نسخ‘‘ کا اطلاق کرلیں تو ان کو گناہ گار ٹھہراتے ہیں اور اپنے بزرگوار کو ان امور میں اتنی زبان درازی کے باوجود بھی پاک وصاف سمجھتے ہیں۔

معترض کی اصل عبارت کا جائزہ

اب اعتراض کی اصل عبارت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

---

(۱) چنانچہ آیت ۴۴ میں ہے ’’پس میں ابدالآباد تیری شریعت کو مانتا رہونگا.......... تیرے فرمان مجھے عزیز ہیں میں اُن میں مسرور رہونگا.........اور تیرے آئین پر دھیان کرونگا‘‘ وغیرہ۔

انکا قول ہے ''اگر اول حکم احسن تھا تو اسکا منسوخ ہونا بے معنی ہے'' میں کہتا ہوں اس حکم کی احسنیت اللہ تعالی کے علم میں زمانہ سابق کے اعتبار سے مکلف کے لئے مخصوص وقت تک تھی جو علم باری تعالی میں معین تھا جسکے اظہار و بیان کو نسخ کا نام دیا جاتا ہے اور اس نسخ کو بے معنی کہنا عقل و انصاف کا خون کرنا ہے۔ انکا قول ''اگر اول حکم قبیح تھا تو زمانہ سابق میں اسکا حکم دینا بھی قبیح ہے اور ذات باری اس طرح کے امور سے منزہ ہے'' میں کہتا ہوں ہم اس حکم کو اصلاً قبیح نہیں کہتے لیکن مسیحیوں کے مقدس پولوس نے احکام توریت کے متعلق اس احتمال کو خوب خوب تحریر کیا ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا۔

اللہ تعالیٰ سے حکمِ قبیح صادر ہونا

علاوہ ازیں جنابِ باری تعالی سے حکم قبیح کا صادر ہونا اہل کتاب کے منجملہ عقائد میں سے ہونا چاہیئے کیونکہ انکی مسلمہ کتب الٰہیہ کی آیات اس بات پر ناطق ہیں جیسا کہ حزقی ایل علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالی کا قول ہے ''اور تو جو کے پھلکے کھانا اور تو اُنکی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے انکو پکانا........تب میں نے کہا کہ ہائے اے مالک خداوند! دیکھ میری جان کبھی ناپاک نہیں ہوئی اور میں نے اپنے لڑکپن سے اس وقت تک کوئی مردار چیز جو خود بخود مری ہوئی ہو یا کسی جانور سے پھاڑی ہوئی ہو نہیں کھائی اور پلید گوشت میرے منہ کے اندر کبھی نہیں گیا اس نے مجھ سے کہا کہ دیکھ میں انسان کی نجاست کے عوض تجھے گوبر دیتا ہوں پس تو اس سے اپنی روٹی پکائیگا'' انتہی (حزقی ایل باب۴ آیت۱۲) اس حکم کی قباحت پر خود حضرت حزقی ایل علیہ السلام کا افسوس کرنا گواہ ہے۔ قباحت کے علاوہ مسیحی علماء اس حکم کے منسوخ ہونے کو بھی دیکھ لیں کہ کس طرح منسوخ ہوا ہے۔ اسی صحیفہ کے باب ۲۰ آیت ۲۴ میں ہے ''اس لئے کہ وہ میرے احکام پر عمل نہ کرتے

تھے بلکہ میرے آئین کو رد کرتے تھے اور میرے سبتوں کو ناپاک کرتے تھے اور انکی آنکھیں انکے باپ دادا کے بتوں پر تھیں سو میں نے انکو برے آئین اور ایسے احکام دیئے جن سے وہ زندہ نہ رہیں" انتہی اس عبارت میں احکام الٰہی کے متعلق "برا ہونے" کا لفظ صاف مذکور ہے۔

صحیفہ ہوسیع باب ۱ آیت ۲ میں اس طرح ہے "خداوند نے ہوسیع سے کہا کہ جا اور ایک زانیہ عورت اور زنا کی اولاد اپنے لئے لے" انتہی (۱) اسی کتاب کے باب ۳ آیت ا میں اس طرح ہے "اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ جا اور اس عورت سے پھر محبت رکھ جو کسی اور کی محبوبہ ہو کر زنا کرتی ہے" انتہی۔ غور کیجئے کہ ان احکام میں کیا معقولیت ہے؟ (۲)

انکا قول "کہ کسی نبی نے اس طرح کا دعوی نہیں کیا" میں کہتا ہوں کہ یہ صریحاً غلط ہے کیونکہ مذکورہ معنوں میں نسخ تمام انبیاء کی شریعتوں میں جاری رہا ہے اور مسیحیوں کے بزرگوار پولوس نے جسکو وہ رسول قرار دیتے ہیں انہوں نے احکامِ توریت کے بارے میں سوائے لفظ "منسوخ" کے استعمال کے معیوب اور بے فائدہ کا حکم لگا کر کیا کمی چھوڑی ہے۔

انکا قول "کہ عیسٰیؑ کا ارشاد ہے کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے" میں کہتا ہوں کہ اگر یہ قول نسخ کے مذکورہ معنوں کے منافی ہو تو ہم سے زیادہ انبیاء سابقین پر اشکال ہوتا ہے بالخصوص تمام پولوسی ارشادات کی حیثیت ایک تنکے کے برابر بھی نہ رہے گی پس جو تاویل وہ اپنی جانب سے کریں گے وہی اہل اسلام کی طرف سے سمجھ لیں۔ اسکے

---

(۱) آگے آیت ۳ میں لکھا ہے "پس اُس نے جا کر جُمر بنت دِبلائم کو لیا۔ وہ حاملہ ہوئی اور بیٹا پیدا ہوا"

(۲) کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو ہر صفتِ کمال کا جامع ہے، ہر عیب سے پاک ہے، اخلاقِ فاضلہ کا حکم دینے والا ہے، وہ اپنے ایک مقبول بندے اور عظیم نبی کو اس طرح کا حکم دے جبکہ دوسری جانب بائبل میں اللہ تعالیٰ کا حکم اِس طرح بھی سنایا گیا ہے "جو ناپاک عورت یا فاحشہ ہو اُن سے وہ بیاہ نہ کرے" (احبار ۲۱:۱۴)

علاوہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ''جب تک سب کچھ پورا نہ ہوجائے'' صاف دلالت کرتا ہے کہ توریت کے تمام احکام پورے نہ تھے بلکہ اس زمانہ کے مقتضاء کے مطابق اللہ تعالی نے اولاً ناقص احکام ارشاد فرمائے بعد میں ایک معین وقت پر انکی تکمیل ہوگئی۔

تنبیہ

اگر چہ خوفِ طوالت مانع ہے کہ اعتراض مذکور کی تقریر کے علاوہ مسیحی علماء کی دیگر خرافات اور زبان درازیوں کو درج کیا جائے لیکن طبیعت یہ بھی نہیں چاہتی کہ بالکلیہ اعراض کرلیا جائے لہٰذا ما لا یدرک کلہ لایترک کلہ کے موافق اس فرقہ کے کچھ اقوال لکھے جاتے ہیں۔

پادری فنڈر کی ایک عبارت

پادری فنڈر صاحب اپنی کتاب ''میزان الحق'' کی فصل دوم میں لکھتے ہیں کہ ''قرآن اور تفاسیر میں لکھا ہے کہ زبور توریت کیلئے ناسخ ہے اور انجیل زبور کیلئے ناسخ ہے'' حالانکہ یہ صریح بہتان ہے جو پادری صاحب نے از راہ تعصب باندھا ہے اس لئے کہ قرآن اور اسکی تفاسیر تو کجا اہل اسلام کے عوام بھی یہ نہیں کہتے کہ زبور احکام کے باب میں ناسخ یا منسوخ ہے کیونکہ اس میں تو محض ''دعائیں'' ہیں اسکے ناسخ ومنسوخ ہونے کا کیا مطلب؟ اور پھر اسی فصل میں لکھتے ہیں کہ ''اعتقاد نسخ سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالی نے مخلوق کو فائدہ پہنچانے کیلئے توریت عطا کی جب اس سے مطلب حاصل نہ ہوا تو انجیل عطا کی جب اس سے بھی نفد فائدہ نہ ہوا تو قرآن دیکر اپنا مقصود حاصل کیا اس سے باری تعالیٰ کی حکمت وقدرت کے متعلق کمالِ نقص لازم آتا ہے۔ دوم یہ کہ اس سے تو معلوم ہوتا

ہے کہ اپنے مقصود کو حاصل کرنے کیلئے ایسی ناقص چیز کے اتباع کا حکم دیا جو مقصود تک نہ پہنچا سکی اور یہ باری تعالیٰ کی ذات وصفاتِ کاملہ سے بہت بعید ہے'' انتھی حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض بھی نسخ کے معنی سے غفلت کی وجہ سے ہے یا پادری صاحب کا تعصبِ محض ہے ہاں ہاں! یہ دونوں خرابیاں انکے مقدس پولوس رسول کے حوالے سے بھی لازم آتی ہیں جیسا کہ آپ نے معلوم کرلیا۔

پادری رانگین کی ایک عبارت

پادری ''رانگین'' مصنف دافع البہتان نے بھی اپنے اسلاف واخلاف کی طرح نسخ کے اصطلاحی معنی جو اہل اسلام کے نزدیک معتبر ہے اس سے بے خبر ہوکر پادری فانڈر کی کاسہ لیسی کرتے ہوئے اپنی کتاب کی فصل نہم میں نسخ کے متعلق اعتراض کرتے ہوئے مزید چند کلمات ایسے لکھے ہیں کہ اگر ان سے توبہ نہ کی تو جبارِ مطلق کے عذاب کا نشانہ بنے گا اور وہ کلمات یہ ہیں:۔

> ''میرے نزدیک محمد کا نسخِ توریت وانجیل کا دعویٰ تین وجوہ سے ہے۔ اول یہ کہ اسکے کلام اور توریت وانجیل میں تخالف وتضاد کا ہونا۔ دوم یہ کہ اپنی خواہشات نفسانی کی وجہ سے انجیل کی طہارت باطنی کو پسند نہ کرنا۔ سوم یہ کہ جنت کی لذاتِ جسمانی کا بیان کرنا تا کہ اپنے مریدوں کو گمراہ کرلیں اور اس طرح وہ اپنی جانوں کو جہاد کے نام پر برباد کریں حالانکہ انجیل کے مطابق لذت فقط روحانی ہے۔ ان تین اسباب کی وجہ سے نسخ کا حیلہ بہانہ گھڑلیا'' انتھی ملخصاً

میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں باتیں ذرا سے تغیر کے ساتھ مسیحیوں کے پولوس رسول پر بھی

صادق آتی ہیں جس نے احکام توریت کے متعلق لفظ نسخ کے علاوہ بے فائدہ، عیب دار اور کیا کیا الفاظ ارشاد فرمائے ہیں بلکہ ادنی تغیر کے ساتھ یہ تینوں باتیں جناب مسیح علیہ السلام اور تمام حواریوں پر بھی وارد ہوتی ہیں لیکن ادب کی وجہ سے صرف پولوس پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اسکی تقریر بھی اس پادری طالبِ دنیا تارک اخریٰ کے اسلوب پر ہے کہ پولوس نے احکام توریت کے بے فائدہ، معیوب، کالعدم ہونے کا دعویٰ تین وجوہ سے کیا۔ اول یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام وحواریان کی تعلیم اور توریت کی تعلیم میں تضاد کا ہونا یہاں تک کہ مذہبِ مسیحی میں چار چیزوں کے سوا توریت کے تمام احکام ظاہرہ سے رہائی ہوگئی جن میں سے بعض کے متعلق ابدیت ودوام کا بیان ہے اور بعض کے متعلق نہایت شدت کے ساتھ عمل کرنے کی تاکید ہے۔ دوم یہ کہ اپنی کاہلی ونفس پروری کی وجہ سے توریت کے احکام کا پسند نہ آنا جنکی بجا آوری میں پوری پوری مشقت تھی۔ سوم۔ اپنے معتقدین کو گمراہ کرنے کیلئے احکام کا ساقط کرنا جن میں حدود وتعزیرات بھی تھیں تاکہ کاہل اور نفس پرور لوگ اسے نعمت بے بدل سمجھیں اور فساق وشریر لوگ جو عذاب اخروی کے خوف کا چنداں خیال نہیں رکھتے ہیں بلکہ اس کو پرا ناقصہ سمجھتے ہیں ان حدود وتعزیرات اور دیگر اعمال بدنیہ کے ختم ہونے کی وجہ سے خوش عیش زندگی گزاریں۔ اس اباحت عامہ کے فتویٰ کی بنا پر پاک وناپاک حلال وحرام چیز کو نوشِ جاں فرمائیں اور تمام قیوداتِ شرعیہ سے سبکدوش ہونے کی بنا پر اس دین میں جوق در جوق داخل ہو جائیں (۱) ان مصلحتوں کی وجہ سے بزرگوار موصوف نے نسخ کا حیلہ گھڑ لیا اور احکام توریت پر معیوب وبے فائدہ ہونے کی خاک تھوک ڈالی۔

---

(۱) مصنفؒ کی یہ بات سو فیصد درست معلوم ہوتی ہے۔ یہی اباحیتِ عام یا لبرل ازم ہے جو عیسائیت کے شیوع کا سبب ہے۔ ایمان کے وسیلہ سے نجات مل جاتی ہے اور تمام فرائض واحکام سے چھٹی ہو جاتی ہے۔ عیسائی مشنری کے احوال ومعلومات پر مشتمل کتب اس پر گواہ ہیں۔

ایک شبہ کا جواب

صاحب رسالہ ''وجہۃ الایمان'' نے اپنے اس مدعا پر کہ ''انجیل سے توریت منسوخ نہیں ہوئی'' پولوس کے قول کو دلیل سوم کے طور پر پیش کیا ہے جو گلتیوں کے نام خط باب ۳ آیت ۲۴ میں اس طرح ہے ''پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہمارا استاذ بنی'' (۱)

سبحان اللہ! مصنف رسالہ پادری غفلت کے نشے میں کیسے مست ہیں کہ اگلی عبارت میں ہی پولوس کے ذکر کردہ قول سے بے خبر ہیں جو یہ ہے ''تا کہ ہم ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہریں مگر جب ایمان آچکا تو ہم استاذ کے ماتحت نہ رہے''

پس یہ قول کہ ''جب ایمان آچکا تو ہم استاذ کے ماتحت نہ رہے'' توریت کی عدم اطاعت پر صراحۃً دلالت کرتا ہے اور نسخ کا بھی تو یہی معنی ہے۔ یہ پادری صاحب کی خوش فہمی ہے کہ انہوں نے عبارت مذکورہ سے توریت کا عدم نسخ سمجھ لیا مگر اس سے قطع نظر تعجب تو اس پر ہے کہ انہوں نے جناب پولوس کے ان اقوال کی طرف توجہ نہیں فرمائی جو عبرانیوں کے نام خط باب ۷ آیت ۱۲ اور باب ۸ آیت ۷، ۱۳ میں مذکور ہیں (۲) پادری صاحبان کی اور بھی اس طرح کی خرافات ہیں جنکو لکھ کر وہ بزعم خود مصنفین کے سلسلے میں داخل ہوجانے پر خوش ہیں۔ تضیع وقت کے خوف سے ہم انکا ذکر کرنے سے معذور ہیں۔

---

(۱) صاحب رسالہ کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ شریعت یعنی توریت ہمارے لیے استاذ و رہنما ہے وہ کہاں منسوخ ہوئی ہے اور انجیل نے کہاں اسکے نسخ کا دعویٰ کیا ہے؟

(۲) جن میں کہا گیا ہے کہ ''جب کہانت بدل گئی تو شریعت کا بھی بدلنا ضرور ہے'' اور ''جو چیز پرانی اور مدت کی ہوجاتی ہے وہ مٹنے کے قریب ہوتی ہے'' وغیرہ۔

اعتراضِ دوم: انجیل سے توریت کا نسخ

کہتے ہیں کہ توریت کے احکام انجیل سے منسوخ نہیں ہوئے بلکہ ہر وہ چیز جو زمانہ سابق میں بطور نمونہ موجود تھی وہ مذہب مسیحی میں حقیقت کاملہ ہو کر پائی گئی مثلاً کفارۂ گناہ کے طور پر قربانی کا حکم جو توریت میں مذکور ہے یہ ایک بزرگ کی قربانی کا نمونہ ہے جو جناب مسیح علیہ السلام کا تمام انسانوں کے گناہوں کا کفارہ کیلئے مصلوب ہو جانے سے عبارت ہے۔ اسی طرح غسل وطہارتِ بدن اور ختنہ کا حکم اس باطنی پاکیزگی اور خواہش نفسانی کو قطع کرنے کا نمونہ ہے جو انجیل کے واسطہ سے عمل میں آئی وعلی ھذا القیاس لہٰذا انجیل حقیقت میں توریت کیلئے ناسخ نہیں بلکہ اس کو مکمل کرنے والی ہے اور محمدی لوگ غلط کہتے ہیں کہ عہد نامہ جدید توریت کیلئے ناسخ ہے۔

جواب

حقیقت یہ ہے کہ عیسائی مسئلہ نسخ میں اہل اسلام پر طرح طرح کی باتیں بنا کر اعتراض کرتے ہیں جو سب نسخ کے معنی سے غفلت کا نتیجہ ہے اور اسکا جواب علی وجہ الاحسن اعتراض اول کے ذیل میں ہو چکا۔ چنانچہ جب وہ خود بھی نسخ کا اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں پاتے تو الزام سے بچنے کیلئے یہ بہانہ تراشتے ہیں مگر اسکا جواب بھی سن لیجیے کہ انکی پہلی بات تو بالکل ہی غلط اور بے حقیقت ہے جس طرح ہمارے ہاں بعض گمراہ فرقے (۱) جو اپنے آپکو اہل اسلام میں سے شمار کرتے ہیں اور احکام شرعیہ کے متعلق اپنے معتقدین کو اس

(۱) مصنفؒ کا اشارہ گمراہ صوفیوں اور جاہل پیروں کی طرف ہے جو تصوف وطریقت کے نام پر شریعت سے آزاد ہونے کا حکم سناتے ہیں اور اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم سلوک طے کرتے ہوئے ایسے بلند مقام تک پہنچ گئے ہیں جہاں احکامِ شرعیہ کی پابندی ضروری نہیں۔ یہ موضوع بہت نازک اور تحقیق طلب ہے۔ وللتفصیل مقام آخر

طرح کی تاویلات فاسدہ کی تعلیم دیتے ہیں یہی حال ان لوگوں کا ہے کیونکہ تمام احکامِ ظاہرہ کے موقوف ہو جانے کے بعد اس فرقہ کے لوگوں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا وہ بھی پاکی ناپاکی یا کسی ناپسندیدہ چیز سے پرہیز نہیں کرتے یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی بناء پر انکا مذہب یہود وغیرہ کے مقابلے میں زیادہ پھیلا ہے کیونکہ اکثر سست مزاج اور نافرمان طبع لوگ ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز کرنے کو بڑی موت سمجھتے ہیں اس لئے جب اپنے دین میں بدنام ہوتے ہیں تو انکے لئے اس مذہب کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں ہوتی جس میں صرف چار احکام کے علاوہ باقی تمام احکامِ شرعیہ سے رخصت ہو چنانچہ بعض ظریف الطبع لوگوں کا کہنا ہے کہ:

''در ملتِ عیسوی در آمدہ وہر چہ خواہی بکن''

اس طرح تو ہر دہریہ اور لامذہب کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ بھی کسی مذہب میں بطورِ نمونہ ہے اس سے بڑھ کر میرے باطن میں ہے وہ یہ نہیں جانتے کہ ظاہر باطن کا آئینہ ہے۔ ہم نے تو اپنے زمانے کے اکثر مسیحی دوستوں کو دیکھا ہے کہ احکامِ ظاہرہ کے عوض جن احکامِ باطنہ کے حصول کے دعوے دار ہیں ان میں کتوں کی محبت' شراب نوشی میں رغبت وغیرہ کے سوا کچھ نہیں۔ اگر احکامِ حقیقیہ انہیں کو کہتے ہیں تو خدا یہ دولت کسی کو عطا نہ کرے۔

یہ آپ نے جان لیا کہ شریعتِ احمدی ﷺ میں شریعت موسوی کی جزئیات اس قدر منسوخ نہیں ہیں جس قدر شریعت عیسوی میں منسوخ ہیں اسکے باوجود اگر مسیحی حضرات لفظ نسخ کے اطلاق سے پرہیز کریں اور اسکے مضمون و معنی کا اعتراف و اقرار کریں اور نسخ کی بجائے اسکا نام ''تکمیل'' رکھیں تو اہل اسلام اور مسیحیوں میں صرف نزاع لفظی رہ جائے گا کہ اہل اسلام موقوف شدہ حکم سابق کو نسخ کا نام دیتے ہیں اور مسیحی اسکو تکمیل کہتے ہیں ظاہر ہے

کہ اختلاف لفظی واسمی موجب طعن نہیں ہوگا اور وہ جو اہل اسلام کی طرف غلطی کی نسبت کرتے ہیں (۱) تو سچ یہ ہے کہ اہل اسلام سے زیادہ تو مسیحیوں کے مقدس بزرگ پولوس اس غلطی میں گرفتار ہیں جیسا کہ آپ نے جان لیا۔ جی ہاں! اہل اسلام کی غلطی یہی ہے کہ انہوں نے عہد عتیق وجدید کا مطالعہ نہیں کیا کہ جسکی وجہ سے وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ جس طرح ہمارے مذہب میں بعض احکامِ موسوی منسوخ ہیں اسی طرح مذہب عیسوی میں بھی ہوگا اور انکو یہ معلوم نہیں کہ اس ''مذہب'' میں چار چیزوں کے علاوہ تمام احکام جزئیہ سے خلاصی ہوگئی ہے اور ان پر عمل کی کوئی قیمت نہیں اور خدارا دیکھئے وہ شراب جو ہارون اور اسکی اولاد پر خدمتِ مقدس کی بجا آوری کے وقت حرامِ محض تھی اور اسکو ترک کرنے والے کی تعریف، پینے والے کی مذمت توریت میں کئی جگہوں پر صراحت کیساتھ مذکور ہے چنانچہ انشاء اللہ باب چہارم کی فصلِ دوم میں دوسرے اعتراض کے جواب کے تحت آپ جان لیں گے کہ مذہب عیسائیت میں اسکی کیا خوب تکمیل ہوئی ہے۔

کہتے ہیں کہ اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو معراج ہوا حالانکہ یہ محال ہے کیونکہ آسمان خرق والتیام کو قبول نہیں کرتا لہٰذا وہاں جانا کیسے ممکن ہے؟ علاوہ ازیں ایک رات میں اتنی لمبی مسافت کا طے کرنا اور پھر واپس آنا کیسے باور کرلیا جائے؟

جواب

فلاسفہ یونان جو آسمان کے عدم خرق والتیام کے قائل تھے انکے دلائل درست نہیں

---

(۱) جیسا کہ معترض نے کہا تھا ''محمدی لوگ غلط کہتے ہیں کہ انجیل توریت کیلئے ناسخ ہے''

(۲) یہ قدیم یونانی فلاسفہ کا نظریہ تھا کہ آسمان کا پھٹنا اور پھر جڑنا محال ہے مسلمان فلاسفہ نے اُنکے تمام دلائل کا خوب جواب دیا ہے علمِ کلام کی کتب اس بحث سے بھری پڑی ہیں۔

جیسا کہ اپنی جگہ پر یہ مسئلہ مدلل طور پر ثابت ہو چکا (۲) علاوہ ازیں ان فلاسفہ کے اصول واقوال سے تمسک کرنا بذاتِ خود لغو ہے کیونکہ جناب پولوس فرماتے ہیں ''کیونکہ دنیا کی حکمت خدا کے نزدیک بے وقوفی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ وہ حکیموں کو ان ہی کی چالاکی میں پھنسا دیتا ہے اور یہ بھی کہ خداوند حکیموں کے خیالوں کو جانتا ہے کہ باطل ہیں'' انتہی (کرنتھیوں باب ۳ آیت ۱۹) اور اس سے قطع نظر اگر انکے دلائل کا مدعا (۱) درست ہو تو عالم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے اور قیامت کا آنا' حشر ونشر کا قائم ہونا باطل ٹھہرتا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے میں فلاسفہ کے قواعد کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

خرق والتیام اور بائبل

پھر یہ بھی دیکھئے کہ سابقہ شرائع میں سے کسی شریعت میں خرق والتیام کا امتناع معلوم نہیں ہوتا بلکہ اسکا ثبوت مفہوم ہوتا ہے چنانچہ متی باب ۳ آیت ۱۶' مرقس باب ۱ آیت ۱۰' لوقا باب ۳ آیت ۲۱' ۲۲ میں ہے ''اور یسوع بپتسمہ لیکر فی الفور پانی کے پاس سے اوپر گیا اور دیکھو آسمان اس کیلئے کھل گیا اور اس نے خدا کی روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا'' انتہی بعبارت متی ملخصاً۔ دوسری جگہ مرقس باب ۱۶ آیت ۱۹ ہے ''غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی دہنی طرف بیٹھ گیا'' (۲) مکاشفہ یوحنا باب ۴ آیت ۱ میں ہے ''ان باتوں کے بعد جو میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان میں ایک دروازہ کھلا ہوا ہے'' اور پیدائش باب ۷ آیت ۱۱ میں طوفان کی

---

(۱) عدم خرق والتیام

(۲) بائبل کے انگریزی نسخوں میں آخری جملہ اس طرح ہے {Holy Bible, King James Version} ''And Sat on the right hand of God'' جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود خدا ہیں تو وہ کس کے دائیں ہاتھ پر بیٹھ گئے؟ کیا کوئی ہستی اپنے ہی ہاتھ پر بیٹھ سکتی ہے؟

حالت بیان کرتے ہوئے مذکور ہے کہ ’’نوح کی عمر کا چھ سواں سال تھا کہ اسکے دوسرے مہینے کی ٹھیک سترہویں تاریخ کو بڑے سمندر کے سب سُوتے (۱) پھوٹ نکلے اور آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں‘‘ انتہی۔ اسی کتاب کے باب ۸ آیت ۲ میں ہے ’’پانی رک گیا اور سمندر کے سوتے اور آسمان کے دریچے بند کیے گئے‘‘ اسی کتاب کے باب ۲۸ آیت ۱۲ میں ہے ’’اور خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیڑھی زمین پر کھڑی ہے اور اسکا سرا آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور خدا کے فرشتے اس پر سے چڑھتے اترتے ہیں ......اور اس نے ڈر کر کہا یہ کیسی بھیانک جگہ ہے؟ سو یہ خدا کے گھر اور آسمان کے آستانہ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا‘‘ انتہی ملخصاً۔ سلاطین دوم باب ۲ آیت ۱۱ میں ایلیاہ علیہ السلام کے آسمان پر چڑھنے کے بارے میں ہے ’’دیکھو ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں آسمان پر چلا گیا‘‘ انتہی اور بنی اسرئیل پر احسانات خداوندی کا تذکرہ کرتے ہوئے زبور ۷۸ آیت ۲۳ میں اس طرح ہے ’’تو بھی اس نے افلاک کو حکم دیا اور آسمان کے دروازے کھولے‘‘ انتہی

تجزیہ مصنفؒ

پس اگر خرق والتیام محال ہے تو لازم آتا ہے کہ آسمان کا پھٹنا‘ جناب عیسیٰ علیہ السلام پر روح کا نازل ہونا اور جناب عیسیٰ و ایلیاہ علیہما السلام کا آسمان پر چڑھنا جھوٹ ہو۔ نیز طوفان کے بارے میں توریت کی عبارت‘ بنی اسرائیل کے بارے میں زبور کا اقتباس‘ مکاشفہ یوحنا اور خواب یعقوب بھی باطل ہونگے (۲) نعوذ باللّٰہ من امثال ھذہ الخرافات

(۱) ’’سُوتے‘‘ ہندی لفظ ہے جس سے مراد چشمے ہے۔ (فیروز اللغات)

(۲ حوالے بالترتیب یہ ہیں۔ پیدائش باب ۷ آیت ۱۱‘ زبور ۷۸ آیت ۲۳‘ مکاشفہ یوحنا باب ۴ آیت ۱‘ پیدائش باب ۲۸ آیت ۱۲۔

علاوہ ازیں جناب پولوس اپنی رسالت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''مجھے فخر کرنا ضرور ہوا اگرچہ مفید نہیں پس جو رؤیا اور مکاشفے خداوند کی طرف سے عنایت ہوئے انکا میں ذکر کرتا ہوں .... چودہ برس ہوئے کہ وہ یکایک تیسرے آسمان تک آٹھا لیا گیا...... اور ایسی باتیں سنیں کہ جو کہنے کی نہیں اور جنکا کہنا آدمی کو روا نہیں اس طرح کے آدمی کو جانتا ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ فردوس تک اسکا پہنچنا جسم کے ساتھ تھا یا جسم کے بغیر اسکو خدا جانتا ہے'' (۲۔کرنتھیوں باب ۱۲ آیت ۱'۲'۳) انتہی ملخصاً

جب عیسائی خود اپنے بعض آدمیوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں تو معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ وہ اہل اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ظاہر یہ ہے کہ اسکا منشاء تعصبِ محض ہے۔ایک دوست نے سنایا کہ بنارس میں ایک مجمع میں کسی پادری صاحب نے ایک مسلمان دیہاتی پر جو بالکل ان پڑھ تھا یہی اعتراض کیا۔ایک سمجھ دار ہندو بھی وہاں موجود تھا اس نے فی البدیہہ جواب دیا کہ یہ بات اتنی بعید از عقل نہیں ہے جتنا کہ ایک کنواری عورت کا خود بخود حاملہ ہو جانا اور بغیر باپ کے بچے کا پیدا ہونا عقلاً بعید ہے پس اگر بعید از عقل ہونے کی وجہ سے واقعہ معراج جھوٹ ہو تو یہ سب باتیں بھی جھوٹ ہو جائیں گی۔پادری صاحب مبہوت رہ گئے اور کوئی جواب نہ بن پایا۔جواد بن ساباط اپنی کتاب کے دوسرے مقالے میں دلیل نمبر ۱۶ کے ذیل میں لکھتا ہے کہ ''پادری کیاروس نے مترجموں کی موجودگی میں مجھ سے پوچھا کہ مسلمانوں کا محمد ﷺ کے معراج کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ انکا عقیدہ یہ ہے کہ وہ مکہ سے یروشلیم تک اور پھر وہاں سے آسمان تک ہوئی۔کہنے لگا کہ کسی جسم کا آسمان پر چڑھنا ممکن ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے بعض مسلمانوں سے اس بارے میں پوچھا تھا انکا جواب یہ ہے کہ بالکل اسی طرح ممکن ہے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کیلئے ممکن ہے۔کہنے لگا کہ تم نے یہ دلیل کیوں نہیں پیش کی تھی کہ آسمان کا پھٹنا اور جڑنا محال

ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے یہ دلیل پیش کی تھی جس کا جواب اس مسلمان نے یہ دیا کہ یہ دونوں باتیں حضور ﷺ کیلئے اسی طرح ممکن ہیں جس طرح عیسی علیہ السلام کیلئے ممکن ہیں کہنے لگا کہ تم نے یہ دلیل کیوں نہیں پیش کی کہ عیسی علیہ السلام تو خدا ہے اسکو اپنی مخلوقات میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار وقدرت ہے تو میں نے کہا کہ میں نے یہی جواب دیا تھا مگر اس مسلمان نے کہا کہ خدا کیلئے عاجزی وحدوث کی صفات مثلاً پٹنا' سولی پر چڑھایا جانا' مرنا اور دفن ہونا سب محال ہیں۔ اسکے باوجود آسمان کا پھٹنا وجڑنا ممکن ہے اس پر بھی میں نے کوئی دلیل پیش کی۔ کیاروس نے سن کر کہا کہ شاید تو ہم لوگوں کا لبادہ اوڑھ کر ہمارے مذہب کی تحقیق کیلئے آگھسا ہے۔ میں نے کہا استغفر اللہ میں ایسے کمزور ایمان والا نہیں ہوں بلکہ میں نے مسلمانوں کے اقوال بلاکم وبیش نقل کیے ہیں۔ یاد رہے کہ جواد بن ساباط نے ان دنوں اپنے آپکو مسیحی ظاہر کررکھا تھا بعد میں توبہ کر کے ملت احمدی دین اسلام کی طرف لوٹ آیا والحمد للہ علی ذالک۔

الحاصل اتنی مسافت کا ایک رات میں طے کرنا محال نہیں ہے بلکہ بظاہر بعید ہے اور تمام معجزات کا حاصل بھی تو یہی ہے کیونکہ اگر وہ معجزہ امرِ عادی ہو اور عقل اسکے وقوع کو بعید نہ سمجھے تو لوگ اس کو کس طرح معجزہ شمار کرینگے جیسا کہ قارئین پر حضرت عیسیٰ وموسیٰ علیھما السلام اور دیگر انبیاء کرام کے معجزات کا توریت وانا جیل میں مطالعہ کے وقت یہ بات مخفی نہ ہوگی۔

اعتراضِ چہارم: معجزہ شق القمر

کہتے ہیں کہ اہل اسلام دعویٰ کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے چاند کو معجزہ سے دوٹکڑے کیا حالانکہ اس پر یقین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اگر یہ بات سچ ہوتی تو اور مذاہب مثلاً عیسائیوں اور

ہندوؤں کی کتابوں میں بھی اسکا ذکر ہوتا نہ کہ صرف اہل اسلام نیز پورے عالم میں اسکا مشاہدہ کیا جاتا اور آیت قرآنی اقترب الساعة وانشق القمر کا جو معنی تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انشقاق قمر علامتِ قیامت میں سے ہے جو اس روز ظاہر ہوگی اسی لئے بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے سینشق القمر یوم القیامة پس انشقاقِ قمر کو محمد ﷺ کا معجزہ سمجھنا خود قرآن کی تکذیب کرنا ہے۔

جواب

اگر عیسائیوں اور ہندوؤں کی کتابوں میں ازراہِ عناد و تعصب یہ واقعہ مذکور نہ ہو تو اس سے اس واقعہ کا جھوٹ ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ جناب مسیح علیہ السلام کے تمام معجزات یہود کی کتابوں میں کہاں مذکور ہیں بلکہ مخالفین تو انکے قدم بقدم ایسے واقعات کو باطل قرار دینے کے درپے ہوتے ہیں اور اگر اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیں تو ازراہِ عناد انکار کر دیتے ہیں اور سحر وغیرہ پر محمول کرتے ہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ یہود جنابِ مسیح علیہ السلام کے معجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود آنجنابؑ کا کس قدر سختی سے انکار کرتے تھے اور آنجنابؑ کے جِنّات نکالنے کے بارے میں کہتے تھے کہ اس میں ''بَاعلز بول'' جو جنات کا بادشاہ ہے اسکا ہاتھ ہے(۱) اور یہ بات آج تک کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کے خوارقِ عادات افعال ناپاک روحوں کے ذریعے ہوتے تھے اور اس ذاتِ مصدرِ حسنات کو تکالیف پہنچاتے تھے۔ اسی طرح آنجنابؑ کے حواریوں کو جو تکالیف پہنچائی گئیں ''رسولوں کے اعمال'' کے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ پس کسی واقعہ کا سچا ہونا مخالفین کی کتابوں میں مندرج ہونے پر موقوف نہیں۔ اگرچہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے لیکن اسلوبِ کتاب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عہدِ عتیق وجدید سے

(۱) یعنی خود نہیں نکال سکتے تھے نہ یہ کوئی معجزے تھے بلکہ ملک الجنات کے تعاون سے ایسا ہوتا تھا۔

چند ایسے واقعات سپردِ قلم کرتا ہوں جن کے واقع ہونے کی صورت میں نہ تو پورے عالم میں اور نہ ہی اکثر ممالک میں اُنکا مشاہدہ ممکن ہے نیز یہ واقعات کتبِ مذکورہ کے علاوہ کسی فرقہ کی کتابوں میں مذکور نہیں۔

(۱) طوفانِ نوحؑ کا واقعہ

طوفانِ نوحؑ کا حال پیدائش باب ۷ آیت ۸ میں مفصل مذکور ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ چالیس دن اور چالیس رات زمین پر بارش ہوتی رہی اور پانی بڑھا اور اس نے کشتی کو اوپر اٹھالیا اور کشتی پانی کے اوپر تیرتی رہی اور پانی زمین پر بہت ہی زیادہ چڑھا اور سب اونچے پہاڑ جو دنیا میں ہیں چھُپ گئے پانی ان سے پندرہ ہاتھ اوراوپر چڑھا۔ سب جانور جو زمین پر چلتے تھے پرندے' چوپائے' جنگلی جانور' زمین پر کے سب رینگنے والے جاندار اور سب آدمی مر گئے بلکہ ہر جاندار شئے جو روئے زمین پر تھی مرمٹی۔ کیا انسان' کیا حیوان' کیا رینگنے والا جاندار' کیا ہوا کا پرندہ یہ سب کے سب زمین سے ناپید ہوگئے۔ فقط حضرت نوح علیہ السلام باقی بچے یا وہ جو اُنکے ساتھ کشتی میں تھے اور پانی زمین پر ایک سو پچاس دن تک چڑھتا رہا پھر پانی رک گیا اور کم ہوگیا اور ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ کو کشتی اراراط کے پہاڑوں پر ٹک گئی اور پانی دسویں مہینے تک برابر گھٹتا رہا اور دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آئیں'' انتہٰی ملخصاً

سورج ٹھہرنے کا واقعہ یشوع باب ۱۰ آیت ۱۲ میں اس طرح ہے ''اور اس دن جب خداوند نے اموریوں کو بنی اسرائیل کے قابو میں کردیا یشوع نے خداوند کے حضور بنی اسرائیل کے سامنے یہ کہا اے سورج! تو جبعون پر۔ اور اے چاند! تو وادی ایالون میں ٹھہرا

رہ۔اور سورج ٹھہر گیا اور چاند تھمارہا جب تک قوم نے اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا۔ کیا یہ آشر کی کتاب (۱) میں نہیں لکھا ہے؟ اور سورج آسمان کے بیچوں بیچ ٹھہرا رہا اور تقریباً سارے دن ڈوبنے میں جلدی نہ کی۔ اور ایسا دن نہ کبھی اس سے پہلے ہوا اور نہ اسکے بعد''

(۳) سورج پیچھے لوٹ جانے کا واقعہ

سلاطین دوم باب ۲۰ اور یسعیاہ باب ۳۸ میں مذکور ہے کہ جب حزقیاہ بادشاہ ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہوئے تو شفایابی کیلئے خداوند کے حضور گڑگڑانے لگے۔ جب اس دعا کی قبولیت حضرت یسعیاہ علیہ السلام کے ذریعے معلوم ہوئی تو انہوں نے حضرت یسعیاہ علیہ السلام سے پوچھا کہ میری شفایابی کی نشانی کیا ہے؟ یسعیاہ علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند کی طرف سے تیرے لئے یہ نشان ہوگا کہ اگر آپ کہیں تو سورج دس درجے آگے جائے اور اگر آپ کہیں تو سورج دس درجے پیچھے لوٹ جائے۔ حزقیاہ نے جواب میں کہا کہ سورج کا آگے جانا زیادہ مشکل نہیں ایسا نہ ہو بلکہ سورج کو دس درجے پیچھے جانا چاہیئے۔ اس پر یسعیاہ علیہ السلام نے دعا کی اور سورج کو دس درجے پیچھے کیا'' (۲)۔

(۴) ستارہ ٹھہر جانے کا واقعہ

---

(۱) یہ کوئی الہامی کتاب تھی جو کسی زمانے میں بائبل میں شامل تھی پھر اسکو خارج کر دیا گیا پھر یہ دنیا سے ویسے ہی ناپید ہوگئی۔ اس طرح کی کئی گم شدہ کتابیں ہیں جن کا ذکر بطور ماخذ بائبل میں موجود ہے مگر بعد میں علماءِ اہلِ کتاب نے اُنکو جعلی قرار دیکر عہدِ قدیم سے خارج کر دیا۔ جس طرح یہ کتابیں متروک یا گم ہوگئیں اسی طرح موجودہ کتابیں تحریف و تصحیف کا شکار ہوگئیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ مقدمہ تحریفِ بائبل بزبانِ بائبل۔ ص ۶۷۔ مصنفہ مولانا عبداللطیف مسعودؒ۔ مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت ملتان۔ سنِ طباعت اکتوبر ۱۹۹۷ء

(۲) یہ متن مصنفؒ کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ موجودہ نسخوں میں یسعیاہ باب ۳۸ آیت ۱ تا ۱۰ میں یہ واقعہ مذکور ہے مگر عبارت میں اچھا خاصا تفاوت ہے تاہم نفسِ مضمون یعنی سورج کا دس درجے پیچھے لوٹ جانا مذکور ہے اور یہی مصنفؒ کا محلِ استدلال ہے۔

متی باب۲ میں ہے کہ مجوسیوں نے جناب مسیح کا ستارہ مشرق کی جانب سے دیکھا تو یروشلیم آئے اور ہیرودیس بادشاہ سے اجازت لینے کے بعد بیت لحم یہودیہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہ ستارہ انکے آگے آگے چلا اور وہاں ٹھہر گیا جہاں وہ بچہ رہتا تھا (۱)

(۵) آسمان کُھل جانے کا واقعہ

متی باب۳ میں جناب مسیح علیہ السلام کیلئے آسمان کا پھٹ کر کُھل جانا' آنجناب پر روح کا کبوتر کی صورت میں نازل ہونا مذکور ہے جسکا ذکر مقدمہ کے فائدہ دوم کے ذیل میں گذر چکا ہے نیز اعتراضِ سوم کے جواب میں بھی گذر چکا ہے (۲)

(۶) چند اور واقعات

متی باب ۲۷' مرقس باب ۱۵ اور لوقا باب ۲۳ میں جناب مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا حال اس طرح مذکور ہے ''پھر دو پہر کے قریب سے تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا۔ اور سورج کی روشنی جاتی رہی اور مقدس کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا'' انتہی بلفظ لوقا۔ متی کے الفاظ یوں ہیں ''اور مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور زمین لرزی اور چٹانیں تڑک گئیں۔ اور قبریں کھل گئیں اور بہت سے جسم ان مقدسوں کے جو سو گئے تھے جی اٹھے اور اسکے جی اٹھنے کے بعد قبروں سے نکل کر مقدّس شہر میں گئے اور بہتوں کو دکھائی دیئے'' انتہی (۳)۔

(۱) یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے متی باب۲ آیت ۱ تا ۱۳ میں مفصل مذکور ہے۔ یہاں بھی ستارے کے رُک جانے کا واقعہ ظاہر ہوا۔

(۲) دیکھیے! متی باب۳ آیت ۱۶۔

(۳) دیکھیے! متی باب ۲۷ آیت ۵۱۔ مرقس باب ۱۵ آیت ۳۳' ۳۷۔ لوقا باب ۲۳ آیت ۴۴۔

تجزیہ مصنفؒ

ان تمام واقعات میں سے پہلے تین واقعات پر جمیع یہود ونصاریٰ کا اتفاق ہے اور آخری تین واقعات تمام عیسائیوں کے نزدیک معتبر ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کوئی واقعہ بھی نہ تو ہندوؤں کی کتابوں میں مذکور ہے اور نہ چینیوں اور مجوسیوں کی کسی کتاب میں مذکور ہے بلکہ آخری تین واقعات کا تو یہود کی کتابوں میں بھی کوئی ذکر نہیں۔ ہندوستان کے مشرک ہندو طوفانِ نوح کا انکار کرتے ہیں جو ایک عظیم حادثہ تھا کہ جسکا دورانیہ ایک سال تک رہا۔ توریت اور پطرس حواری کی اطلاع مندرج نامہ اول باب ۳ آیت ۲۰ کے مطابق بنی آدم میں سے آٹھ آدمیوں کے سوا کوئی نہ بچا۔ وہ دلیلِ انکار کے طور پر یہ بات پیش کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کی بہت سی کتابیں ہیں جو زمانہ نوح علیہ السلام سے پہلے کی تصنیف ہیں اگر اس طرح کا کوئی طوفان ہوتا تو وہ کیسے باقی رہتیں؟ اور ہماری کتب میں اس طوفان کے ذکر کا نام ونشان تک نہیں۔ اسی طرح چین کے کفار نے بھی اس واقعہ کے انکار کی ''غلطی'' کی ہے۔ سورج کا آسمان میں پورے ایک دن تک ٹھہرے رہنا اور سایہ کا دس درجے تک پیچھے جانا آسمان کا پھٹنا، تمام روئے زمین کو پوری تاریکی کا ڈھانپ لینا اور آفتاب کا بےنور ہو جانا اور اس طرح کے دوسرے واقعات عجائبات میں سے ہیں۔ چونکہ یہ واقعات دن کو ہوئے اور دیر تک رہے لہٰذا لوگوں نے ان واقعات کو دیکھا ہوگا۔ اسی طرح ستارے کا آگے آگے جانا جو ایک عرصہ تک تھا امر عجیب ہے۔ جبکہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا رات کے وقت اور وہ بھی تھوڑی دیر کیلئے تھا۔ پس جہاں ان مذکورہ واقعات کا عدم اندراج بلکہ بعض کفار کا طوفانِ نوح کا انکار کرنا ان واقعات کے غلط ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ موافقین کیلئے ان اخبار کا تواتر

کیساتھ ثابت ہو جانا کافی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا جو تھوڑی دیر کیلئے تھا مخالفین کی کتب میں مذکور نہ ہونے کی وجہ سے اسے کذب پر محمول کیا جائے؟ جبکہ موافقین کے نزدیک یہ خبر تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہے اور ان انکے نزدیک بلاشبہ ثابت ہے۔

معجزۂ شق القمر کا سببِ وقوع

چاند کا دو ٹکڑے ہونا مکہ سے ہجرت کے پانچ سال قبل تھا سبب اس کا یہ ہوا کہ ایک یہودی اور ابو جہل رات کے وقت حضرت پیغمبر ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ ابو جہل نے معجزہ طلب کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا چاہتے ہو؟ یہودی نے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے تو اس سے کہو کہ چاند کو دو ٹکڑے کر دے کیونکہ جادوگر کا آسمان میں تصرف و اختیار نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابو جہل نے یہی بات طلب کی۔ آنحضرت ﷺ نے انگشت شہادت اٹھائی اور چاند کی طرف اشارہ کیا چاند فوراً دو ٹکڑے ہو گیا آدھا ٹکڑا اپنی جگہ پر رہا اور آدھا دوسری جگہ چلا گیا۔ ابو جہل نے کہا اسے کہو کہ جڑ جائے حضور ﷺ نے اشارہ کیا اور دونوں ٹکڑے جڑ گئے۔ یہودی ایمان لے آیا مگر ابو جہل نے کہا کہ اس نے ہماری آنکھوں کو از راہ سحر باندھ دیا اور چاند کو دو ٹکڑے دکھایا۔ میں ان مسافروں سے پوچھوں گا جو سفر پر گئے ہیں کہ کیا انہوں نے یہ واقعہ دیکھا ہے جب پوچھا تو مسافروں نے کہا کہ ہاں ہم نے فلاں رات میں چاند کو دو ٹکڑے دیکھا اسکے باوجود ابو جہل ایمان نہ لایا۔ (۱)

رہا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ اگر چاند دو ٹکڑے ہوتا تو پورے عالم میں اسکا مشاہدہ کیا جاتا میں کہتا ہوں کہ اول تو پوری دنیا میں اسکا مشاہدہ ہونا ضروری نہیں اس لئے کہ احتمال ہے کہ

---

(۱) شق القمر کے معجزہ کا سببِ وقوع متعدد واقعات ذکر کیے گئے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ روح المعانی، مصنفہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ، ج ۲۷ ص ۱۰۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

بعض جگہوں پر بادل ہو اور بعض منزلوں اور علاقوں میں بعض لوگوں پر چاند ظاہر ہوتا ہے اور بعض پر نہیں ہوتا بعض شہروں میں چاند گرہن ہوتا ہے جبکہ دوسرے شہروں میں نہیں ہوتا۔ بعض شہروں میں کلی طور پر ہوتا ہے اور بعض شہروں میں جزئی طور پر اور بعض مقامات میں اسکی پہچان صرف ان لوگوں کو ہوتی ہے جو علم نجوم کے ماہر ہیں۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر فریق مخالف کا یہ کہنا کہ ''اس واقعہ کا تمام دنیا میں مشاہدہ نہیں کیا گیا۔ اس پر کوئی قطعی دلیل ثابت نہیں بلکہ مسافروں نے تو ابوجہل کو خبر دی تھی کہ ایسا ہوا تھا بلکہ مالیبار (۱) کا ایک بت پرست راجہ اسی معجزہ کو دیکھ کر ایمان لایا چنانچہ اسکی تفصیل تاریخ فرشتہ کے مقالہ نمبر ۱۱ میں اس طرح مذکور ہے۔ ''جناب رسالت پناہ ﷺ کے زمانہ میں اس بت پرست راجہ نے اپنے ملک میں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا مشاہدہ کیا اور اس معاملہ کی تحقیق کیلئے اپنے معتمد لوگوں کو اطرافِ عالم میں تحقیق کیلئے بھیجا پھر جب معلوم ہوا کہ حضرت محمد ﷺ نے دعویٰ نبوت فرمایا ہے اور شقِ قمر کو اپنے جملہ معجزات میں سے قرار دیا ہے راجہ فوراً تیاری کر کے کشتی پر سوار ہوئے اور جناب رسالتِ مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا پھر خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اس طرح سرور وفرحت میں وطن واپسی کا ارادہ کیا جب مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ظفار شہر میں پہنچے تو مہلک بیماری میں گرفتار ہو کر وفات پا گئے اب بھی انکی قبر اس شہر میں ہے اور عوام کیلئے مرجع زیارت وتبرک ہے'' انتہیٰ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ عرب کے علاوہ دوسری جگہ پر بھی اس کا مشاہدہ ہوا مگر چونکہ اس معجزہ کا ظہور رات کو ہوا اور رات کو اکثر لوگ سوتے ہیں بعض جاگتے ہیں اور وہ بھی اپنے

---

(۱) مالیبار ہندوستان کے جنوب مغرب میں ایک علاقہ ہے۔

(۲) اظہار الحق کے گجراتی مترجم جناب غلام محمد صاحب نے اپنے حواشی میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کی مشہور کتاب ''مہابھارت'' میں بھی چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے (بائبل سے قرآن تک' ج ۳ ص ۱۳۴)

گھروں کے کمروں میں مستور ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ معجزہ تھوڑی دیر کیلئے ہوااور بیداری میں بھی ہر شخص کی نظر آسمان کی طرف نہیں رہتی اس لئے اکثر لوگوں نے نہیں دیکھا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ بعض دیکھنے والوں نے ناواقفیت کی وجہ سے اسے چاند گرہن کی ایک شکل سمجھا ہو اور بعض نے اسکو اپنی آنکھ کی غلطی پر محمول کیا ہو۔ البتہ سب معجزہ طلب کرنے والوں نے اور دیگر بعض لوگوں نے اچھی طرح دیکھا چنانچہ یہودی اور بت پرست راجہ ایمان لے آئے۔ یہ بات کہ چاند آنحضرت ﷺ کی بغل میں آیا اور آستین سے نکلا بے اصل ہے محققین اسلام اس طرح نہیں کہتے۔(۱)

ائمہ تفسیر اور مسئلہ شقّ القمر

چاند کے دوٹکڑے ہونے کو علامتِ قیامت قرار دینا ازروئے تفاسیر غلط ہے بلکہ تمام مفسرین بالاتفاق کلمہ ''انشقّ'' کو ماضی کے معنی میں لیتے ہیں اور مفسر بیضاوی نے کلمہ انشقّ کو سینشقّ کے معنی میں ہرگز نہیں لیا بلکہ تمام مفسرین کے مذہب پر تفسیر کرتے ہوئے کہا(۲) ''کفار نے رسول اللہ ﷺ سے معجزہ طلب کیا پس چاند دوٹکڑے ہوگیا۔ یہ بھی کہا گیا

---

(۱) اس معجزہ شق القمر کی مزید معلومات کیلئے:-

۱۔تفسیرِ حقانی، مصنفہ مولانا عبدالحق حقانی دہلویؒ ج۴ص۳۹۲،مطبوعہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

۲۔رحمت للعالمین ﷺ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، ج۳ص۱۷۷،مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔

۳۔اظہار الحق (عربی) مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ ج۴ص۱۰۲۷،مطبوعہ ادارۃ العامۃ للطبع والترجمۃ ریاض سعودی عرب۔

۴۔کتاب الاستفسار، مصنفہ مولانا سید آل حسن مہانی، ص۳۰۵،مطبوعہ دارالمعارف اردو بازار لاہور۔

(۲) تفسیر البیضاوی المسمی بانوار التنزیل واسرار التاویل، مصنفہ قاضی ناصر الدین بن عمر بن محمد البیضاوی، ج۲ ص۴۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، طبع اول ۱۹۹۹ء

ہے کہ اسکا معنی ہے "سینشق یوم القیامۃ" لیکن پہلے معنی کی تائید دوسری قرأت سے بھی ہوتی ہے یعنی "وقد انشق القمر ای اقتربت السّاعۃ وقد حصل من آیات اقترابھا انشقاق القمر"(۱) اسی آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازیؒ کہتے ہیں:

"انما ذھب المنکر الی ماذھب الیہ ان الانشقاق امرٌ ھائلٌ ولو وقع لعم وجہ الارض وبلغ مبلغ التواتر والجواب ان القرآن نقلہ وبلغ مبلغ التواتر واما المخالف فربما ذھل او حسب نحوالخسوف والقرآن ادلّ دلیل واقوی شاھدٍ وامکانہ لایشك فیہ وقد اخبر عنہ الصادق فیجب اعتقاد وقوعہ" (۲)

اور انشقاقِ قمر کا معجزۂ نبوی ﷺ ہونے کی دلیل بعد والی آیت ہے لیکن معترضین اپنے مقصود کے فوت ہو جانے کے ڈر سے اسکو ذکر نہیں کرتے بلکہ صرف آیت اقتربت الساعۃ وانشق القمر ذکر کرتے ہیں حالانکہ اگلی آیت ہے وان یروا آیۃ یُعرضوا ویقولوا سحرٌ مستمر" اور اگر یہ کافر پیغمبر کے اظہار معجزہ میں ہماری قدرت کے آثار

(۱) دیکھیے! مفسر بیضاویؒ نے جمہورِ مفسرین کے مطابق پہلی تفسیر یہی کی کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا یعنی یہ معجزہ واقع ہو چکا۔ دوسرے قول کو قیل کے صیغہ تمریض کیساتھ ذکر کیا ہے پھر اپنا فیصلہ پہلے قول کے حق میں دیتے ہوئے کہا کہ دوسری قرأت جو حضرت حذیفہؓ کی ہے اُس سے اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ اُس میں لفظِ قد استعمال کیا گیا ہے جس کے ہوتے ہوئے مستقبل کے معنی کا کوئی احتمال باقی نہیں رہتا۔

(۲) امام رازیؒ کا یہ ارشاد الفاظ کے تھوڑے سے تفاوت کیساتھ اُنکی تفسیر میں درج ہے۔ آگے چل کر امام رازیؒ لکھتے ہیں "وحدیث امتناع الخرق والالتئام حدیث اللئام وقد ثبت جواز الخرق والتخریب علی السموات وذکرناہ مراراً فلا نعیدہ" (تفسیر کبیر' مصنفہ امام فخر الدین رازی' ج ۱۰ ص ۲۸۸' طبع دوم ۱۹۹۷ء داراحیاء التراث العربی' بیروت)

ونشان دیکھ بھی لیں تو ایمان لانے سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دائمی وقوی جادو ہے‘‘(۱) پس عبارتِ قرآنی (اقتربة الساعة) کو معجزہ کے منافی سمجھنا انتہائی بدفہمی ہے۔(۲)

ایک اہم نکتہ

اہل عقل کیلئے یہ مقام محل فکر وانصاف ہے کہ عبارت قرآنی سے انشقاق قمر کا معجزہ نبوی ﷺ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے اور کفار کا اسکو جادو وسحر کی طرف منسوب کرنا مفہوم ہوتا ہے۔ ظاہر کہ قرآنی سورتیں کفار کے سامنے برملا پڑھی جاتی تھیں اور زمانہ نبوت میں اکثر اہل اسلام حافظ تھے پس اگر یہ معجزہ اس وقت ظاہر نہ ہو چکا ہوتا تو تمام مشرکین جنھوں نے شریعت احمدی ﷺ کے نور بجھانے میں کوئی جانی ومالی کمی نہ چھوڑی بالخصوص ابوجہل اور اس جیسے دوسرے مشرکین کہ جن کی نبی ﷺ سے بغض وعداوت کسی سے مخفی نہیں جو ہروقت آنجناب ﷺ کی تکذیب وتذلیل چاہتے تھے اور اسلام کے معائب تلاش کرنے میں بڑی جدوجہد کرتے تھے انکو دعویٰ نبوت کے ابطال میں بڑی بھاری دستاویز ہاتھ آجاتی اور تمام دنیا میں اس صریح جھوٹ کی شہرت ہوجاتی اور بہت سے مسلمان بھی اعتقاد ہوکر مرتد ہوجاتے اور چراغ اسلام کو گل کرنے میں مزید کسی تدبیر کی ضرورت نہ رہتی لیکن اس ارشاد قرآنی کے باوجود کسی نے بھی دم نہیں مارا اور مشرکین نے اس معجزہ کو جادو کی طرف منسوب

---

(۱) پس اگر یہ معجزہ واقع نہ ہوا ہوتا تو انکے اعراض پر اعتراض کرنا درست نہیں ظاہر ہے کہ اِن لوگوں نے خود معجزہ طلب کیا پھر اُسکا وقوع اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر ضد کی اور اعراض کرتے ہوئے ایمان نہ لائے اس پر قرآنِ کریم کا کہنا ہے کہ اگر یہ لوگ ہماری قدرت کے نشان دیکھ بھی لیتے ہیں تو ایمان نہیں لاتے اور کہتے ہیں کہ یہ تو مسلسل جادو کے کرشمے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

(۲) تفصیل کیلئے دیکھئے۔ تفسیرِ کشاف‘ مصنفہ علامہ جاراللہ زمخشریؒ ج۴ص۴۳۱‘ مطبعة الاستقامة‘ قاھرہ

کیا۔ یہی بات واقعہ کے حق ہونے پر بیّن دلیل ہے اور مخالفین میں سے ہر ذی شعور اگر تھوڑا سا بھی انصاف سے کام لے تو اسکو بلا تأمل یقین ہو جائے گا۔

اعتراض پنجم

کہتے ہیں کہ اہل اسلام محمد ﷺ کو نبی جانتے ہیں اور بنی اسرائیل کے تمام انبیاء سے افضل سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ایک کنیز ہاجرہ کی اولاد سے ہیں اور جو شخص کنیز زادہ ہو اسکو غیر کنیز پر ترجیح دینا بعید از عقل ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہاجرہ سے نکاح بھی نہیں ہوا تھا لہٰذا انکی اولاد بے نکاح ہوئی۔

جواب

ان لوگوں کی چشم بصیرت پر کیا اندھے پن کے پردے آگئے ہیں۔ انکا یہ قول بعض ان یہودیوں کے قول سے ملتا جلتا ہے جو کہتے ہیں کہ عیسائی بھی کس قدر احمق ہیں کہ ایک بڑھئی کا بیٹا جسکے باپ کا حال بھی معلوم نہیں اسکو انبیاء بنی اسرائیل پر جو یقیناً اپنی قوم میں شریف تھے ترجیح دیتے ہیں یہ بات تو بالکل بعید از عقل ہے۔ ان دونوں باتوں میں خدا تعالیٰ ان دونوں فرقوں کی خوب خبر لے اور جناب ہاجرہ علیہا السلام کا باندی ہونا انکی قوم کی رزالت پر دلیل نہیں ہے۔ بادشاہِ ایران یزدگرد کی بیٹی جو حضرت حسینؓ کے نکاح میں آئی وہ بھی کنیز تھی اور توریت سے کہیں بھی بی بی ہاجرہ علیہا السلام کی قوم کی رزالت مفہوم نہیں ہوتی ہے بلکہ بی بی ہاجرہؑ کا مرتبہ خدا تعالیٰ کے ہاں ایسا ہے کہ فرشتے نے بحکم خداوندی ان سے کلام کیا اور انہیں تسلی دی اور انکو کثرتِ نسل کی خوشخبری دی جیسا کہ پیدائش باب ۱۶ میں تفصیلاً

موجود ہے۔(۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہاجرہ علیہا السلام سے نکاح نہ ہونے کا دعویٰ بالکل غلط ہے کیونکہ اسی باب کی آیت ۳ میں ہے ”ساری نے بعد اسکے وہ کنعان کی زمین میں دس برس رہے تھے اپنی مصری لونڈی لیکر اپنے شوہر کو دی کہ اسکی بیوی ہو“ انتہی

یاد رہے کہ پہلے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام ”ابرام“ تھا بعد میں ”ابراہیم“ ہوا چنانچہ پیدائش باب ۱۷ آیت ۵ میں ہے ”اور تیرا نام پھر ابرام نہیں کہلائے گا بلکہ تیرا نام ”ابراہیم“ ہوگا کیونکہ میں نے تجھے اقوام کے انبوہ کا والد بنایا ہے“ انتہی

اس سے قطع نظر اگر نکاح نہ ہوا ہو تب بھی اس زمانے میں باندی سے ازدواجی تعلق جائز ہوگا ورنہ تو لازم آئے گا کہ اہل کتاب کے اس زعم کے مطابق جس طرح داوٗدؑ نے اُوریاہ کی بیوی سے زنا کیا (نعوذ باللہ) جیسا کہ اس مضمون کا بیان مقدمہ کے فائدہ اول کے تحت گزر چکا اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی زنا کیا ہوگا۔ باندی سے بے نکاح جواز مجامعت کی صورت میں انکی اولاد نطفہ حرام نہ ہوگی اور زنا قرار دینے کی صورت میں بھی (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اہل کتاب کی طرف سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا ورنہ انکو چاہیئے کہ اس عیب کی بنا پر حضرت داوٗدؑ، سلیمانؑ، مسیحؑ اور دیگر وہ انبیاء علیہم السلام جو اولادِ داوٗدؑ سے ہیں انکو نبی تسلیم نہ کریں کیونکہ یہ سب لوگ فارص بن یہوداہ کی اولاد میں سے ہیں جو داوٗدؑ کے باپ دادا میں سے ہے جیسا کہ مسیح علیہ السلام کا وہ نسب نامہ جو متی باب اول اور لوقا باب سوم میں ہے اس سے واضح ہوتا ہے۔ فارص بلاشبہ یہوداہ اور تامار (تمر) کے زنا سے پیدا ہوا جیسا کہ اسکی تفصیل پیدائش باب ۳۸ آیت ۳۰ میں مفصلاً مذکور ہے اور مقدمہ کے

(۱) یعنی اگر یہ کہا جائے کہ باندی سے بلا نکاح مجامعت جائز نہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بی بی ہاجرہؓ سے نکاح نہ تھا اور انکی مجامعت زنا تھی (نعوذ باللہ) تب بھی اہل کتاب کو اعتراض کرنے کا حق نہیں۔

فائدہ اول میں بھی اسکا ذکر گزر چکا ہے۔ مذکورہ بالا نسب نامہ کے مطابق یہ سب لوگ بوعز اور عوبید کی اولاد سے ہیں اور بوعز ''راحاب'' کے پیٹ سے پیدا ہوا جو ایک مشہور زانیہ عورت تھی جسکا حال یوشع باب ۶ اور ۲ میں مفصلاً موجود ہے اور عوبید راعوت کے پیٹ سے پیدا ہوا جو مواب کی اولاد میں سے ایک عورت تھی اور یہ موآب لوط علیہ السلام کی بڑی بیٹی کا صاحب زادہ ہے کہ وہ عصمت شعار صاحب زادی اپنے والد صاحب سے حاملہ ہوئی (نعوذ باللہ) اوراس بیٹے کو جنا اور یہ بیٹا تمام موآبیوں کا باپ ہے چنانچہ پیدائش باب ۱۹ میں اسکی صراحت ہے۔

اعتراض ششم

مسیحی لوگوں کا طریقہ فریب ہے کہ وہ ایک کتاب یا چھوٹا سا رسالہ تصنیف کرتے ہیں اور اسکے شروع میں تمہید اس طرح باندھتے ہیں کہ دو مسلمان دوست تھے اتفاقاً دونوں میں کچھ عرصہ ملاقات نہ رہی پھر ان میں سے ایک عیسائی ہوگیا پھر دونوں کی باہم ملاقات ہوگئی۔ مسلمان نے مسیحی سے تبدیلی مذہب کے متعلق پوچھا پھر یہ لوگ مسلمان کی طرف سے کمزور باتیں ذکر کرتے ہیں اور مسیحی کی جانب سے بزعم خویش مضبوط دلائل ذکر کرتے ہیں اور اکثر مقامات پر مسلمان کی طرف سے یہ نقل کرتے ہیں کہ ہاں آپ نے سچ کہا........ مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ بات ہمارے مذہب میں حقیقۃً جھوٹ ہے یا غلط مشہور ہوئی ہے ....اور اسی طرح کے دوسرے جملے اس کتاب یا رسالہ میں شائع کرکے فارسی کی شُدبُد رکھنے والوں کو تقسیم کرتے ہیں تاکہ کم علم ناظرین شبہات میں گرفتار ہوجائیں (۱)

(۱) یہ پیراگراف کوئی مستقل اعتراض نہیں ہے بلکہ مسیحی مشنریوں کا طریقہ واردات ہے جو مصنفؒ کے زمانہ میں پھیل گیا تھا کیونکہ یہ برطانوی استعمار کا دور تھا اور عیسائی مبلغین کو کھلی چھوٹ تھی تاہم عصرِ حاضر میں بھی عیسائی این۔جی۔اوز اور چرچ مشنریوں کا یہی حال ہے۔

اعتراض ہفتم

کہتے ہیں کہ اہل اسلام کو اپنی عورتوں کی پاکدامنی پر اعتماد نہیں ہے اس وجہ سے انکو پردہ میں بٹھاتے ہیں اور عیسائیوں کو چونکہ اپنی عورتوں کی عصمت وعفت پر اعتماد ہے لہٰذا وہ پردہ کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔

جواب

عورتوں کی عصمت و پاکدامنی پر اعتماد کا فلسفہ حماقت کی ایک شاخ ہے بفحوائے

مشو از زن ایمن کہ زن پارسا است
کہ خرِ بستہ بہ کوچہ دزد آشنا است (۱)

آیا وہ لوگ نہیں دیکھتے کہ انکے زعم کے مطابق حضرت لوطؑ کی بیٹیوں نے آنجناب کو شراب میں مست کر کے ان سے ہمبستری کی اور ان سے حاملہ ہوئیں۔ اُوریاہ کی بیوی نے حضرت داوٗدؑ سے زنا کیا اسی طرح تامار یہودا کی بہو نے اپنے سسر سے دھوکہ دیکر زنا کیا جیسا کہ یہ تمام احوال مقدمہ کے فائدہ اول میں گزر چکے اور ''راحاب'' تو مشہور زانیہ گزری ہے اور یہ سب مریمؑ کی دادی نانی ہیں۔ پس عورتوں پر اعتماد کرنے کا فلسفہ بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں۔

اعتراض ہشتم

کہتے ہیں کہ اہل اسلام بہت مغرور متکبر ہوتے ہیں اور یہ انکے اہل حق نہ ہونے کی

(۱) نیک عورت پر محض یہ سمجھ کر بھروسہ نہ کرنا کہ وہ نیک ہے کیونکہ بندھا ہوا گدھا بھی چور گلی سے واقف ہوتا ہے۔

دلیل ہے

جواب

سبحان اللہ! مثال مشہور ہے ''دزد کوتوال را متہم بدزدی سازد''(۱) یہ لوگ اپنی عادات کو اہل اسلام میں ثابت کرتے ہیں کیونکہ عیسائیوں کا غرور وتکبر' دنیا کا بچاری ہونا' رات دن شراب کے نشہ میں مخمور ہونا تنگ مزاجی اور زود رنجی محتاج بیان نہیں اور انجیل کے احکام پر سوائے طہارت بدن کے کسی حکم پر عمل ضروری نہیں سمجھتے اور یورپی ممالک کے لوگوں کی تنگ مزاجی وغرور تو ضرب المثل ہے۔ پس انکے مقولے سے لازم آتا ہے کہ خود اپنے مذہب کو باطل قرار دیں اور لطف یہ ہے کہ اہل اسلام کبھی بھی اپنے آپکو دوسرے مذہب کا لبادہ اوڑھ کر انکا ہم مذہب ظاہر نہیں کرتے بخلاف عیسائیوں کے وہ جب دوسرے ممالک میں جاسوسی یا سیاحت کیلئے جاتے ہیں تو اپنے آپ کو اس ملک کے ہم مذہب ظاہر کرتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ لوگ اصل عیسائی نہیں ہیں سچے عیسائی ان باتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور انجیل کے حکم کے مطابق ان کاموں کے مرتکب خدا تعالیٰ کی بادشاہی کے وارث نہ ہونگے جیسا کہ پولوس نے گلتیوں کے نام خط باب ۵ میں صراحت کی ہے میں کہتا ہوں کہ بعینہ اسلام میں بھی غرور وتکبر کرنا انتہائی قبیح ہے اور متکبرین کے حق میں سخت وعیدات وارد ہوئی ہیں۔ اگرچہ کتب احادیث کے دیکھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے تاہم برکت کے طور پر چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں

۱: حضرت حارثہ بن وہبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" الا أُخبر کم باھل النار؟: کل عتلّ جواظ ،مستکبر "(۲)

---

(۱) اردو میں اسی کے ہم معنی مشہور مثل ہے''''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے''

(۲) حوالہ کیلئے دیکھئے! باب تحریم الکبر والاعجاب 'ریاض الصالحین' مصنفہ امام یحییٰ بن شرف النوویؒ ' ص ۲۳۰' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

کیا میں تمھیں اہل دوزخ کی خبر نہ دوں یعنی میں بتاؤں کہ دوزخی کون لوگ ہیں ہر سخت مزاج' سخت کلام' ناحق جھگڑا کرنے والا' مال جمع کرنے والا بخیل' اور متکبر۔

۲: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر" (۱)

"وہ شخص بہشت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو"

۳: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

'ثلاث منجیات وثلاث مهلکات فاما المنجیات فتقوی الله فی السر والعلانیة والقول بالحق فی الرضا والسخط والقصد فی الغناء والفقر واما المهلکات فهویٰ متبع وشح مطاع واعجاب المرء بنفسه وهی اشد هن (۲)

تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین ہلاک کرنے والی ہیں۔ پس نجات دلانے والی تین چیزیں تو یہ ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ سے جلوت وخلوت میں ڈرنا' دوسری خوشی وناراضگی میں حق بات کہنا' تیسری خوش حالی اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کرنا۔ جبکہ ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں ایک خواہش نفس کے پیچھے لگنا' دوسری بخل وحرص کی پیروی کرنا' تیسری خود پسندی اور کبر میں مبتلا ہونا اور یہ بات سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

---

(۱) حوالہ سابقہ

(۲) رواہ البیہقی فی شعب الایمان بحوالہ معارف الحدیث حصہ دوم ص ۹۰' مصنفہ مولانا محمد منظور نعمانی' مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۲۰۰۵ء

اعتراض نہم

کہتے ہیں کہ اشاعتِ اسلام اسکی حقانیت کی دلیل نہیں کیونکہ محمد ﷺ نے لوگوں کو لالچ دیا کہ جہاد اور اسلام کے ذریعے سے دنیا میں دشمنوں کا مال ہاتھ آئے گا اور آخرت میں مجاہدین واہل اسلام کو حوریں ملیں گی اور جنت کی لذتیں نصیب ہونگی۔ اب یہی احتمال ہے کہ شہواتِ نفسانی میں گرفتار لوگوں نے بہادری دکھائی ہو اور لاکھوں لوگوں نے اسی لالچ میں جمع ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

جواب

اس طرح کی بات تو ہر بے ایمان شخص ہر مذہبِ حق کے بارے میں کہہ سکتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ ونظریہ نہیں ہے لیکن بطور معارضہ کہتا ہوں (۱) کہ مذہب موسوی وعیسوی کا پھیلاؤ بھی سابقہ زمانوں میں اسکے حق ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ اسمیں بھی احتمال ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل فرعون کے ظلم وتعدی سے تنگ تھے۔ ان کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کا اظہار کر کے انہیں لالچ در لالچ دیا۔ پس بمقتضاءِ مقولہ "الغریق یتشبث بکل حشیش" (۲) بنی اسرائیل نے فرعون سے نجات پانے کا یہی ذریعہ سمجھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کیا۔ اتفاق سے فرعون غرق ہو گیا تو جناب موسیٰ علیہ السلام کو نبوت

---

(۱) مولانا کی یہ ساری تقریر الزامی جواب کے طور پر ہے جو بلاشبہ دفعِ اعتراض میں بہت ہی نافع ہے۔ متکلمین اسکو اپنی اصطلاح میں "کلام علی سبیل المعارضہ" کہتے ہیں۔ مصنفؒ کو اپنے موضوع پر جو مضبوط گرفت حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ قارئین خود ہی اندازہ فرما سکتے ہیں۔

(۲) اردو میں اسی کے ہم معنی مقولہ ہے "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا"

کیلئے دستاویز ہاتھ آ گئی اور انہوں نے مزید لالچ دیا کہ اگر خداوند کی اطاعت کرو گے' میرے احکام جو شریعت خداوندی ہے اس پر عمل کرو گے تو بارشیں بروقت ہونگیں' تمہارے مال واولاد میں ترقی ہوگی اور تم اس زمین کے مالک بنو گے جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ اگر ان احکام خداوندی کی مخالفت کرو گے تو نیست ونابود ہو جاؤ گے۔ اس طرح کے وعدوں اور وعیدات کی مثالیں توریت میں سینکڑوں جگہ منقول ہیں چنانچہ اسکا کچھ نمونہ اسی باب کی فصل دوم اعتراض چہارم میں انشاء اللہ آ جائے گا۔ الغرض یہ قوم فرعون کی طرف سے جان کے خوف اور جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دنیاوی لالچ کی امید پر جنگ پر تیار ہو گئے' لڑائیاں لڑیں اور ان لوگوں سے ملک چھین کر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ اگر کسی نے قانونِ موسوی کی مخالفت کی تو ہلاک کر دیا یہاں تک کہ ایک دن میں تین ہزار قتل کیے گئے۔

عیسائیت کے پھیلاؤ کی وجہ

یہی حال مذہب عیسوی کے پھیلاؤ کا ہے وہاں بھی یہ احتمال ہے کہ چونکہ شریعت موسوی کے احکام انتہائی سخت تھے اور فاسق وبدکار لوگ اسکے متحمل نہ ہو سکتے تھے جب عیسیٰ علیہ السلام نے اسکے اکثر احکام کو ساقط کر دیا اور اسکے بعد مسیحیوں کے بزگوار جناب پولوس نے تو صرف چند احکام کے سوا تمام احکام ساقط کر کے ہر پاک وناپاک چیز کو یکساں طور پر حلال اور مباح کر دیا جیسا کہ اعتراض اول کے جواب میں اس طرف اشارہ ہو چکا ظاہر ہے کہ فاسق لوگوں کیلئے تو یہ بات من وسلویٰ کے درجے میں ہوگئی چنانچہ کامل پابندی کرنے والے احمق لوگ اور خدا سے نہ ڈرنے والے فاسق لوگ اس آیت کے مقتضا کے مطابق جو متی باب ۷ آیت ۱۳ میں ہے ''تنگ دروازے سے داخل ہو کیونکہ وہ دروازہ چوڑا ہے اور وہ راستہ کشادہ ہے جو ہلاکت کو پہنچاتا ہے اور اس سے داخل ہونے والے بہت ہیں'' انتہی یہ

لوگ بھی اس بھیڑ میں داخل ہوگئے اسی طرح وہ فساق وبدکار لوگ جو اپنے مذہب میں مطعون تھے انہوں نے بھی بتدریج اسی میں جائے پناہ دیکھی اور ۳۱۳ء میں جب قیصر بادشاہ اپنے کسی ساتھی کے گمراہ کرنے سے عیسائی ہوگیا تو اس پر اکثر لوگ جو خدا کی خوشنودی کی بجائے بادشاہوں کی خوشنودی کا اہتمام کرتے ہیں انہوں نے اس مذہب کو قبول کرلیا ہوگا۔ پھر جب قیصر ششم عیسائی ہوکر تخت نشین ہوا تو اس نے بڑی شدت وتاکید کے ساتھ یہ حکمِ عام دیا کہ میری قلم رو میں اگر کسی شخص نے عیسائیت کو قبول نہ کیا تو اسے قتل کردیا جائے جیسا کہ یہ تمام احوال عیسائیوں کی مستند تاریخی کتابوں میں مذکور ہے پس اس ڈر سے ہزاروں لوگ داخل مذہب ہوگئے۔ یہی حال یورپ کے دوسرے بادشاہوں کا ہے کہ انہوں نے بعض اوقات زبردستی کرکے مسلمانوں کو ملتِ مسیحی میں داخل کیا اور اسکے بعد مُرورِ زمانہ کیساتھ ساتھ تمام مسیحی المذہب بادشاہان مسلمانوں کا استیصال کرنے میں تو بہر حال متفق ہی رہے اور ایک سو پچاس سال تک مسلمانوں کا خون کرتے رہے اور انہوں نے اس لڑائی کو ''مقدس جنگ'' کا نام دیا پس یہ وہ مظالم ہیں جنکی وجہ سے اس مذہب کا شیوع اور رواج ہوا۔ دوسرے ممالک کے لوگوں کا عیسائی مذہب کو قبول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ شراب نوشی کے عادی اور بدرجہ اتم دنیا کے پجاری ہیں جب انہوں نے اس مذہب میں اعمال شرعیہ وطہارت بدنیہ سے فراغت دیکھی مزید برآں شراب کا نشہ پایا تو اس مذہب کو خوب خوب پسند کیا جیسا کہ ان لوگوں کی عادات وکردار بھی اس بات کے درست ہونے کی تائید کرتی ہیں۔

گفتگو کا دوسرا پہلو

اور اگر یہ لوگ اپنے مذہب کے پھیلاؤ پر ان دو بزرگوں حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما

السلام کے معجزات سے استدلال کریں اور توریت وانجیل سے اسکا ثبوت دکھائیں تو ہم بھی معجزات محمدی ﷺ سے استدلال کریں گے جو قرآن وحدیث میں درج ہیں جنکا پایہ صحت انجیل سے بدرجہا فائق ہے۔ اگر وہ قرآن وحدیث کا اس بارے میں اعتبار نہ کریں تو عیسائی حضرات منکرین معجزاتِ مسیحؑ اور منکرین انجیل مثلاً یہود وغیرہ کو جو جواب دینگے وہی جواب اہل سلام کی طرف سے بھی سمجھنا چاہیئے اور اصحاب محمد ﷺ کے احوال جناب رسالتِ پناہ ﷺ کے حوالہ سے جو کتب سیرت واحادیث میں ہیں انکا مطالعہ کرنا چاہیئے کہ ابتداء میں وہ لوگ حضور ﷺ کے کس قدر دشمن تھے مگر آنجناب ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کے بعد انہوں نے اپنا مال وجان کس طرح نچھاور کیا۔ معترض کا یہ خیال کہ حور وقصور کے لالچ میں انہوں نے اس قدر مشقت اٹھائی انتہائی تعجب خیز ہے کیونکہ یہودا اسخر یوطی جو بارہ حواریوں میں سے ایک تھا اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کی بلندی مقام' آنجناب کی رفاقت کے اجر وثواب کو خوب جانتا تھا مگر صرف تیس کوڑیوں کے عوض میں اپنا ایمان فروخت کیا اور جناب مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرایا۔ شمعون وپطرس جو آنجناب علیہ السلام کے قریب ترین حواریوں میں ۔سے ہیں انکی عظمت شان آج تک مسلّم ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے انکے حق میں یہاں تک فرمایا ''میں آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں تجھے دونگا جو کچھ تو زمین پر باندھے گا وہ آسمان پر بندھیگا اور جو کچھ تو زمین پر کھولے گا وہ آسمان پر کھلے گا'' جیسا کہ متی باب ۱۶ میں مذکور ہے اسکے باوجود جب حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار ہوگئے تو اِن دونوں نے انکا ساتھ چھوڑ دیا اور جب بعض مخالفین نے پہچان لیا کہ یہ بھی عیسائی ہے تو اس نے پہلی بار انکار کیا' دوسری بار قسم کھائی اور تیسری بار لعنت کر کے قسم کھائی کہ اس شخص کو یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو میں نہیں جانتا جیسا کہ متی باب ۲۶ میں مذکور ہے۔ پس جناب مسیح علیہ السلام کے اس قدر وعدوں اور بشارتوں کے باوجود جو حور وقصور کے وعدوں سے بڑھ کر ہیں اس بزرگوار کی وفاداری قابل دید ہے۔ دوسری

جانب دیکھئے کہ اصحاب محمد ﷺ کس قدر قلیل وعدوں پر اپنی جانیں رحمتِ عالم ﷺ پر فدا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف اور صرف انکے دلوں میں صحبتِ محمدی ﷺ کی تاثیر تھی اور یہی چیز ہے جس سے سید المرسلین ﷺ کی جناب موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ ایک ادنیٰ صحابی کے دل میں اللہ اور اسکے رسول کی محبت اس قدر موجزن تھی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کیلئے حواریوں کے دلوں میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے طبقہ اولیٰ کے بنی اسرائیل کے دلوں میں اس محبت کا عشر عشیر بھی نہ تھی جیسا کہ شمعون وپطرس حواری کا حال معلوم ہو گیا اور طبقہ اولیٰ کے بنی اسرائیل کے حالات صاف اس مضمون کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ توریت کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔

اعتراض دہم

دسواں اعتراض جنّات کے متعلق ہے جسکا اہل اسلام اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ اس پر طعن واستہزاء کرتے ہوئے انکے مطلق وجود سے انکار کرتے ہیں یہ اعتراض اگرچہ کسی پادری صاحب سے نہیں سنا گیا نہ انکے کسی رسالہ میں پایا گیا تاہم اکثر مسیحی عوام جو اپنے مذہب سے واقفیت نہیں رکھتے وہ اس طرح کے اعتراض کرتے ہیں لہٰذا اسکا جواب دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی واہیات اسی شخص سے سرزد ہوسکتی ہیں جو ارسطو، فیثا غورث کا لقمہ چین ہو ورنہ اگر کسی شخص کا خدا اور اسکے رسولوں پر ایمان ہے تو اسے جنّات کا وجود تسلیم کرنے میں بھی کوئی تامل نہیں ہے البتہ جنات کی پرستش شرک ہے اور انکے آشناؤں (۱)

(۱) نجومی، سفلی علم کا عمل کرنے والے، شرکیہ تعویذ گنڈے کرنے والے، کفر وفسق کے ذریعے جنات کو خوش کرکے اُن سے مدد لینے والے وغیرہ۔

کے ساتھ دوستی رکھنا ممنوع ہے۔ احبار باب ۱۹ آیت ۳۱ میں ہے ’’جو جنات کے یار ہیں اور جو جادوگر ہیں تم ان کے پاس نہ جانا اور نہ انکے طالب ہونا کہ وہ تم کو نجس بنا دیں میں خداوند تمھارا خدا ہوں‘‘ انتہی اسی کتاب کے باب ۲۰ آیت ۲۷ میں ہے ’’کوئی مرد یا عورت جو جادوگر یا فال گیر ہے وہ ضرور قتل کیا جائے اور وہ سنگسار کیا جائے اسکا خون اسی پر ہوگا‘‘ استثناء باب ۱۸ آیت ۱۰ میں ہے ’’تیرے درمیان کوئی ایسا نہ پایا جائے جو اپنے بیٹے یا بیٹی کو آگ میں سے گزارے یا جو غیب گو سے صلاح لے یا شعبدہ باز یا فال گیر یا جادوگر ہو' نہ منتر پڑنے والا نہ جنات سے سوال کرنے والا نہ رمال اور نہ وہ جو مُردوں سے مشورہ کرتا ہے کیونکہ وہ سب جو ایسے کام کرتے ہیں خداوند کے نزدیک قابل نفرت ہیں‘‘ انتہی

یہ عبارت بڑی صراحت کیساتھ اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جنات موجود ہیں' اُنکے آشناؤں سے دوستی ممنوع ہے' خداوند کے نزدیک یہ کام مکروہ ہیں اور ایسے لوگ واجب القتل ہیں۔

وجودِ جنّات کا بائبل سے مزید ثبوت

جنات کے وجود و ثبوت پر انجیل سے دلائل لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ ارواح پلیدہ اور آسیب وجنات کا نکالنا من جملہ معجزات عیسوی میں سے ہے انجیل میں متعدد مقامات پر اسکی صراحت موجود ہے بلکہ کتب سماوی سے تو واضح ہوتا ہے کہ جنات کے ساتھ دوستی رکھنے والوں کو یہاں تک قوت بھی حاصل ہوتی ہے کہ بنی آدم کے مُردوں میں سے جس کو بھی چاہیں زندہ کر کے اٹھالیں اور جہاں چاہیں طلب کریں اور جو چاہیں ان سے پوچھیں۔ چنانچہ حضرت سموئیلؑ کی وفات کے بعد جب فلستیوں نے بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ ساؤل کے خلاف فوج کشی کی اور ساؤل انکی فوج دیکھ کر بہت خوفزدہ ہوگیا اور اس

بارے میں نہ براہِ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم تھا نہ کوئی خواب تھا اور نہ کسی نبی کی وساطت سے کوئی حکم پایا تو اس بارے میں سموئیل اول باب ۲۸ آیت ۷ میں اس طرح مذکور ہے۔ ’’تب ساؤل نے اپنے ملازموں سے کہا کوئی ایسی عورت میرے لئے تلاش کرو جسکا آشنا جن ہو تا کہ میں اسکے پاس جا کر اس سے پوچھوں۔ اسکے ملازموں نے اس سے کہا دیکھ عین دور میں ایک عورت ہے جسکا آشنا جن ہے۔ سو ساؤل نے اپنا بھیس بدل کر دوسری پوشاک پہنی اور دو آدمیوں کو ساتھ لیکر چلا اور وہ رات کو اس عورت کے پاس آئے اور اس نے کہا ذرا میری خاطر جن کے ذریعہ سے میرا فال کھول اور جسکا نام میں تجھے بتاؤں اسے اوپر بلا دے۔ تب اس عورت نے اس سے کہا دیکھ تو جانتا ہے کہ ساؤل نے کیا کیا کہ اس نے جنات کے آشناؤں اور افسون گھروں کو ملک سے کاٹ ڈالا ہے۔ پس تو کیوں میری جان کیلئے پھندا لگاتا ہے تا کہ مجھے مروا ڈالے؟ تب ساؤل نے خداوند کی قسم کھا کر کہا خداوند کی حیات کی قسم اس بات کیلئے تجھے کوئی سزا نہیں دی جائیگی۔ تب اس عورت نے کہا میں کس کو تیرے لئے اوپر بلا دوں؟ اس نے کہا سموئیل کو میرے لئے بلا دے۔ جب اس عورت نے سموئیل کو دیکھا تو بلند آواز سے چلائی اور اس عورت نے ساؤل سے کہا تو نے مجھ سے کیوں دغا کی کیونکہ تُو تو ساؤل ہے؟ تب بادشاہ نے اس سے کہا ہراساں مت ہو۔ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ اس نے ساؤل سے کہا مجھے ایک دیوتا زمین سے اوپر آتے دکھائی دیتا ہے۔ تب اس نے اس سے کہا اسکی شکل کیسی ہے؟ اس نے کہا ایک بڈھا اوپر کو آرہا ہے اور جبہ پہنے ہے۔ تب ساؤل جان گیا کہ وہ سموئیل ہے اور اس نے منہ کے بل گر کر زمین پر سجدہ کیا۔ سموئیل نے ساؤل سے کہا تو نے کیوں مجھے بے چین کیا کہ مجھے اوپر بلوایا؟ ساؤل نے جواب دیا میں سخت پریشان ہوں کیونکہ فلستی مجھ سے لڑتے ہیں اور خدا مجھ سے الگ ہو گیا ہے اور نہ تو نبیوں اور نہ خوابوں کے وسیلہ سے مجھے جواب دیتا ہے اسلئے میں نے تجھے

بلایا تا کہ تو مجھے بتائے کہ میں کیا کروں۔ سموئیل نے کہا پس تو مجھ سے کس لئے پوچھتا ہے جس حال کہ خداوند تجھ سے الگ ہو گیا اور تیرا دشمن بنا ہے؟ اور خداوند نے جیسا میری معرفت کہا تھا ویسا ہی کیا ہے۔ خداوند نے تیرے ہاتھ سے سلطنت چاک کرلی اور تیرے پڑوسی داؤد کو عنایت کی ہے۔ اس لئے کہ تو نے خداوند کی بات نہیں مانی اور عمالیقیوں سے اُسکے قہرِ شدید کے موافق پیش نہیں آیا اِسی سبب سے خداوند نے آج کے دن تجھ سے یہ برتاؤ کیا۔ ماسوا اِسکے خداوند تیرے ساتھ اسرائیلیوں کو بھی فلستیوں کے ہاتھ میں کردے گا اور کل تو اور تیرے بیٹے میرے ساتھ ہونگے اور خداوند اسرائیلی لشکر کو بھی فلستیوں کے ہاتھ میں کر دے گا۔ تب ساؤل فوراً زمین پر لمبا ہو کر گرا اور سموئیل کی باتوں کے سبب سے نہایت ڈر گیا''

غور کیجئے! کس طرح ایک جنات سے واقف جادوگر عورت کے طلب کرنے سے سموئیلؑ اس جگہ پہنچ گئے اور ساؤل سے ہم کلام ہوئے اور جو ساؤل کو پیشگوئی کی اسی طرح ظاہر بھی ہوئی جیسا کہ اسی کتاب کے باب ۳۱ میں صراحت ہے۔ دین اسلام کے مطابق جنات، انکے فرقوں کی تفصیل اور انکے احوال محدّثِ بے بدل، عالم بے مثل استاذ الکل مولانا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ العزیز صاحب ''تحفہ اثنا عشریہ'' نے سورۃ جن کی تفسیر کے تحت پورے بسط و شرح کیساتھ لکھے ہیں ناظرین اگر شوق رکھتے ہوں تو اسکی طرف مراجعت فرمائیں۔(۱)

(۱) اِس موضوع پر امام جلال الدین سیوطیؒ کی بھی ایک کتاب ہے جسکا اردو ترجمہ ''تاریخ جنات و شیاطین'' کے نام سے دستیاب ہے۔

بابِ اوّل فصلِ دوم

قرآنِ کریم پر اعتراضات

فصل دوم (از باب اوّل)

یہ فصل ان اعتراضات کے بیان میں ہے جو وہ قرآن کریم پر کرتے ہیں اس میں کل دس اعتراض ذکر کیے جائیں گے۔

اعتراض اوّل: اعجاز و بلاغتِ قرآن

کہتے ہیں کہ قرآن پاک کا غایت درجہ بلیغ ہونا اسکے کلام الٰہی اور معجزہ ہونے پر دلیل نہیں ہے کیونکہ اکثر زبانوں میں چند کتابیں اس طرح کی ہوئی ہیں کہ وہ اس زبان کی ممتاز کتب سمجھی جاتی ہیں وہ فصاحت وعبارت میں قرآن کے برابر اور مضمون میں بہتر ہیں۔ اگر یہی بات قرآن کے معجزہ وکلام الٰہی ہونے کا باعث ہے تو پھر لازم آتا ہے کہ مذکورہ کتب اسی طرح ہوں اور انکے مصنفین بھی پیغمبر ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

جواب

ان لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ کتابیں فصاحت میں قرآن کے برابر ہیں ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ یہ تو تب ہوسکتا ہے کہ پہلے قرآن کی فصاحت کے معیار ومقدار اور اُن کتابوں کی مقدار فصاحت کو دریافت کیا جائے پھر مساوات یا عدم مساوات کا حکم کیا جائے اور اس مقصد کے حصول کیلئے یہ لوگ اپنی تمام عمر کھپا ڈالیں تو بھی نصیب نہ ہو کیونکہ

تمام فصحاء نے اسکے دقائق ومعارف کے ادراک تام سے عاجز ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اس سے قطع نظر ان نادانوں نے ابھی تک معجزہ کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں ورنہ اس طرح کی بات نہ کہتے کیونکہ معجزہ ایسے خارقِ عادت کام کو کہتے ہیں جو منکرین سے مقابلہ کے وقت مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور منکرین اسکی مثل لانے سے عاجز رہ جائیں۔ اب بتائیں کہ ان مصنفین نے کہاں اپنی کتاب کے عدیم المثال ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ اس کی مثل لانے سے عاجز ہوں بخلاف اسکے کہ حضرت محمد ﷺ نے تمام فصحاءِ عرب کے سامنے دعویٰ کیا کہ اگر تم کو شک ہے تو اس قرآن کی سب سے چھوٹی سورۃ کے بقدر ہی کوئی سورۃ بنالاؤ مگر وہ سب عاجز رہ گئے محض زبانی دعوے کرتے رہے یہاں تک کہ تلواروں اور نیزوں تک بات پہنچائی۔ بلکہ اس زمانہ کے بعد آج تک کوئی شخص ایسا نہیں کرسکا۔ بعض مغرور لوگوں نے جن میں جہالت کارفرما ہوئی اسکا ارادہ کیا لیکن آخر کار رسوائی ہوئی اور توبہ کی چنانچہ یحییٰ بن حکم غزالی (۱) نے جو اپنے زمانے کا بے مثال فصیح وبلیغ تھا چاہا کہ قرآنی سورۃ کے طرز پر کچھ کہے مگر ایسا نہ کرسکا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا خوف ورعب طاری ہوا کہ توبہ کی۔ اسی طرح ابن مقفع (۲) نے جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا فصیح تھا قرآن کے طرز پر کوئی کلام لکھا۔ ایک دن کسی مکتب کے پاس سے گزرا تو ایک چھوٹے

(۱) یحییٰ بن حکم الغزال البکری الاندلسی اُندلس کے مشہور اُدباء میں سے ہیں۔ بہترین شاعر صاحب طرز ادیب تھے۔ ۷۷۳ء میں پیدا ہوئے اور ۸۶۴ء میں وفات پائی۔ اُموی دورِ حکومت میں اُمراءِ اُندلس کے حاشیہ نشیں رہے۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے سورۃ اخلاص اس نظریہ سے دیکھی کہ اِس طرز پر جواب لکھوں۔ یکا یک اِس کلام کی اِس قدر مجھ پر ہیبت طاری ہوئی کہ میرا دل خوف ورقّت سے بھر گیا۔ (اظہار الحق عربی ج ۳ ص ۷۹۸)

(۲) یہ عبداللہ بن المُقفع فارسی الاصل عربی کے مشہور انشاء پرداز ہیں۔ اِنکا نثر کلام عربی میں سند کا درجہ رکھتا ہے۔ نسلاً آتش پرست مزدکی تھے پھر اسلام قبول کیا۔ کئی کتابیں لکھیں مشہور عربی کتاب "کلیلۃ ودمنہ" کو عربی میں منتقل کیا۔ ۷۵۹ء میں وفات پائی۔

بچے کی زبان سے یہ آیت سنی۔

"وقیل یا ارض ابلعی مآءك ویا سمآء اقلعی" الآیۃ

اپنے گھر لوٹا' لکھا ہوا کلام مٹا ڈالا اور قرآن کے حق میں گواہی دی

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کی اس کلام کا ہرگز معارضہ نہ ہو سکے گا اور یہ کلام انسانی نہیں''

عیسائیوں کو چاہیئے کہ معجزات موسویہ جیسے لاٹھی کا سانپ بن جانا' پانی کا خون بن جانا' سرزمین مصر پر مینڈکوں اور جوؤں کا لانا ان چیزوں کو معجزہ قرار نہ دیں اس لئے کہ جادوگروں نے بھی اس طرح کیا تھا۔ اِسی طرح اُنکو چاہیئے کہ اکثر معجزاتِ عیسوی کو بھی معجزات قرار نہ دیں کیونکہ جادوگر بھی تو اس طرح کر لیتے ہیں بلکہ یہود جو آنجناب کو نبی نہیں مانتے انکے معجزات کے متعلق ساحر ہونے کا کہتے ہیں۔ اگر انجیل کے کلام الٰہی ہونے کا کوئی منکر اپنے انکار میں یہ کہے کہ اسمیں تو اکثر امثال وزریں اقوال ہیں جو ذی عقل شخص کہہ سکتا ہے اور اسمیں مندرج پیشنگوئیوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسا کہ باب سوم کی فصل سوم میں آپ جان لیں گے تو معلوم نہیں مسیحی حضرات کیا جواب دیں گے؟

اعتراض دوم: قرآنِ کریم کا نفسانی خواہشات اُبھارنا (نعوذ باللہ)

کہتے ہیں کہ قرآن روحانی جذبوں کو جلا نہیں دیتا بلکہ نفسانی خواہشات کو ابھارتا ہے بخلاف انجیل کے کہ وہ روحانی تقاضوں کو جلا بخشتی ہے (۱)

جواب

(۱) بائبل کے روحانی کلام کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں: ا۔حزقی ایل باب ۲۳، حزقی ایل باب ۱۶، غزل الغزلات باب ا تا ۸، روت باب ۳،

یہ بھی سفید جھوٹ ہے کیونکہ کلام مجید میں جو ذات وصفات باری تعالیٰ کا بیان ہے اور توکل وقناعت صبر وعزیمت' ایثار جود وکرم اور دیگر اخلاق حسنہ کا تذکرہ ہے اسکے مقابلہ میں انجیل میں موجود کلام مسیح اسکا عشر عشیر بھی نہیں اور روحانی صفات انکے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہیں۔ نیز احکام شرعی تو انجیل میں ہیں ہی نہیں سوائے چند احکام کے جو انجیل متی باب ۵ اور بعض دیگر جگہوں پر مذکور ہیں۔ دوسری طرف قرآنِ حکیم کلامِ مجید کو دیکھئے کہ اُس میں صرف آیاتِ احکام ہی پانچ سو ہیں (۱) مزید برآں قرآن مجید میں انسانی کلام کی آمیزش نہیں ہے بخلاف انجیل کے وہ تاریخ کی طرح ہے (۲) اور کلام الٰہی کا دوسرے کلام کے ساتھ خلط ہے لہٰذا یہ ہماری کتب حدیث کے درجہ میں ٹھہری جیسا کہ مقدمہ میں انجیل کے تعارف کے ذیل میں آپ نے جان لیا اگر اسکو کتب حدیث پر قیاس کیا جائے تو کیا احکام ظاہری اور کیا احکام باطنی انجیل تو اسکا ہزارواں حصہ بھی نہیں اس دعویٰ کی تصدیق کیلئے کتب حدیث کو اول سے آخر تک دیکھ لینا چاہیئے۔ ہاں ہاں قرآن مجید میں اس طرح کے احکام کہ "پاکوں کیلئے ہر چیز پاک ہے' مسیح ہماری جگہ مور دِ لعنت بنا" اور اس طرح کے دیگر احکام جو مسیحیوں کے بزرگوار پولوس کے خطوط میں مندرج ہیں قرآن مجید میں انکا کہیں ذکر نہیں۔ گمان اغلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ قرآن مجید میں اس طرح کے احکام پائیں کہ بول وبراز اور حالت حیض سے کوئی پرہیز نہیں کرنا چاہیئے' حشرات الارض' جانور اور درندے سب چیزیں حلال ہیں' طہارت بدنی بے فائدہ ہے تو یہ لوگ یقیناً کہہ اٹھتے کہ قرآن مجید بھی کلام الٰہی ہے۔

---

(۱) ان آیاتِ احکام پر مستقلاً کئی تفاسیر لکھی گئی ہیں بلکہ مفسرینِ قرآن نے تو آیاتِ قصص وامثال سے بھی احکام کا استنباط کیا ہے۔ نمونہ کیلئے ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کی عربی تفسیر "التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج" ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۲) جیسا کہ انجیل میں حضرت مسیح کے مذکور نسب نامے' واقعات کے تضادات اور دیگر حالات اس پر شاہد ہیں۔

اعتراض سوم: قرآن مجید بُت پرستی کا تصور دیتا ہے (نعوذ باللہ)

کہتے ہیں کہ قرآن میں مذکور ہے کہ فرشتوں نے اللہ کے حکم سے آدمؑ کو سجدہ کیا حالانکہ یہ صریحاً بت پرستی ہے پس معلوم ہوا کہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے۔

جواب

اہل اسلام کے نزدیک اصح قول کے مطابق ارشاد باری تعالیٰ "اسجدوا لِآدم" میں سجدہ سے مراد "سجدہ انحناء" ہے یعنی جھکنا۔ اس میں سر کو زمین پر نہیں رکھتے اور یہ بمنزلہ سلام کرنے کے ہے۔ اِس سے مراد وہ سجدہ نہیں جو نماز میں متعارف ہے اور بعض حضرات نے سجدۂ نماز ہی مراد لیا ہے مگر انکا کہنا ہے کہ اسجدوا لآدم میں "ل" بمعنی الی کے ہے تو اس صورت میں آدم علیہ السلام بمنزلہ قبلہ کے ہو گئے اور سجدہ خداوند تعالیٰ ہی کیلئے ہو گا نہ کہ آدم علیہ السلام کیلئے ان دونوں صورتوں میں کوئی بت پرستی لازم نہیں آتی (۱)۔

بائبل اور بُت پرستی:

مگر کتب عہد عتیق سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نماز جیسا متعارف سجدہ انبیاء کرام نے لوگوں کو کیا اور دیگر لوگوں نے انبیاء کرام کو کیا جیسا کہ پیدائش باب ۱۸ آیت ۲ میں ہے "اور اس نے اپنی آنکھیں اٹھائیں تو اسے تین مرد اپنے سامنے کھڑے نظر آئے وہ انہیں دیکھ کر خیمہ کے دروازہ سے ان سے ملنے کو دوڑا اور زمین تک اپنا سر جھکایا" اسی کتاب کے باب ۲۳ آیت ۷ میں ہے "تب ابراہیم نے اٹھ کر اس ملک کے لوگوں بنی حت کے سامنے اپنا سر جھکایا" اسی کتاب کے باب ۱۹ آیت ۱ میں ہے "اور دو فرشتے شام کو سدوم آئے اور لوط سدوم کے پھاٹک پر بیٹھا تھا اور اُنہیں دیکھ کر اٹھا اور ان کے استقبال کو گیا اور اپنا سر زمین

(۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: روح المعانی، مصنفہ سید محمود آلوسیؒ، ج ۱ ص ۳۰۹، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

تک جھکایا'' انتہی۔ یعقوب علیہ السلام کی اپنے بڑے بھائی عیسو سے ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے پیدائش باب ۳۳ آیت ۱تا۶ میں اس طرح مذکور ہے ''اور یعقوب نے اپنی آنکھیں اٹھا کے نظر کی تو دیکھا۔ کہ عیسو اور اسکے ساتھ چار سو آدمی آرہے ہیں تب اس نے لیاہ کو اور راحیل کو اور دونوں لونڈیوں کو لڑکے بانٹ دیے اور لونڈیوں کو اور انکے لڑکوں کو سب سے آگے رکھا اور لیاہ اور اسکے لڑکوں کو پیچھے اور راحیل اور یوسف کو سب کے پیچھے اور وہ آپ انکے آگے آگے چلا اور اپنے بھائی کے قریب جاتے جاتے سات بار زمین تک جھکا........ تب لونڈیاں اور انکے لڑکے نزدیک آئے اور انہوں نے اپنے آپکو جھکایا پھر لیاہ اپنے لڑکوں کے ساتھ نزدیک آئی اور انہوں نے اپنے آپکو جھکایا آخر کو یوسف اور راحیل پاس آئے اور دونوں جھکے'' انتہی ملخصاً۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کے دو خواب جو انہوں نے اپنے بھائیوں سے ذکر کیے پیدائش باب ۳۷ آیت ۷ میں ہے ''سنو یہ خواب میں نے دیکھا ہے کہ ہم کھیت میں پولے باندھتے ہیں اور دیکھو میرا پولا اٹھا اور سیدھا کھڑا ہوا اور تمھارے پولے آس پاس کھڑے ہو کر میرے پولے کے آگے جھکے'' اور اس کے بعد دوسرے خواب کا ذکر کرتے ہوئے اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں ''اس نے کہا دیکھو مجھے ایک اور خواب دکھائی دیا ہے کہ چاند' سورج اور گیارہ ستاروں نے مجھے سجدہ کیا'' انتہی۔ اسی کتاب کے باب ۴۲ آیت ۶ میں ہے ''سو یوسف کے بھائی آئے اور اپنے سر زمین پر ٹیک کر اسکے حضور آداب بجالائے'' اسی کتاب پیدائش باب ۴۳ آیت نمبر ۲۶ میں ہے ''اور جب یوسف گھر میں آیا تو وہ ہدیہ جو انکے پاس تھا وہ اندر لائے اور زمین تک اسکے آگے جھکے'' کتاب یوشع کے باب ۵ آیت ۱۳ میں ہے ''یوشع نے نظر اٹھائی اور دیکھا کہ ایک آدمی اسکے مقابل کھڑا ہے اور اسکے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے تو یوشع اسکے پاس گیا اور اس سے کہا کیا تو ہماری طرف ہے یا ہمارے دشمنوں کی طرف اس نے کہا نہیں بلکہ میں خداوند کے لشکر کا سردار ہوں اور اس وقت آیا ہوں

تب یوشع اپنے منہ کے بل زمین پر گرا اور سجدہ کیا انتہی ملخصاً۔ سموئیل اول باب ۲۴ آیت ۹ میں ہے ’’بعد اس کے داوٗد اٹھا اور غار سے نکلا اور ساوٗل کو آواز دی اور کہا۔ اے میرے آقا بادشاہ! تب ساوٗل نے اپنے پیچھے پھر کے دیکھا تو داوٗد اپنے منہ کے بل زمین پر سجدہ میں گرا‘‘ سموئیل دوم باب ۹ آیت ۶ میں ہے ’’جب مفی بوشت بن یوناتان بن ساوٗل داوٗد کے پاس پہنچا تو منہ کے بل گرا اور سجدہ کیا‘‘ اسی کتاب کے باب ۱۴ آیت ۴ میں ہے ’’پس اُس تقوعی عورت نے بادشاہ سے بات کی۔ وہ اپنے منہ کے بل زمین پر گری اور سجدہ کیا اور کہا اے بادشاہ! میری فریاد سن‘‘ اور آیت ۲۲ میں ہے ’’تو یوآب اپنے منہ کے بل زمین پر سجدہ کرنے کو گرا اور بادشاہ کو دعا دی‘‘ اور آیت ۳۳ میں ہے ’’سو یوآب بادشاہ کے پاس گیا اور اسے سب کچھ بتایا۔ تب اس نے اب شالوم کو بلوایا۔ اور وہ بادشاہ کے پاس اندر آیا اور بادشاہ کے سامنے زمین پر منہ رکھ کر سجدہ کیا‘‘ اسی سموئیل دوم کے باب ۱۸ آیت ۲۸ میں ہے ’’تب اخی معص نے چلا کر کہا کہ بادشاہ سلامت رہے اور زمین پر منہ رکھ کر بادشاہ کو سجدہ کیا اور کہا‘‘ اسی کتاب کے باب ۲۴ آیت ۲۰ میں ہے ’’اور ارونا نے نگاہ کی تو بادشاہ کو اور اسکے خادموں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ارونا باہر نکلا اور اپنا منہ زمین پر رکھ کر بادشاہ کو سجدہ کیا‘‘ اسی طرح سلاطین اول باب ۲ آیت ۱۹ میں ہے ’’اور بتشابع سلیمان بادشاہ کے پاس گئی تا کہ ادونیاہ کے بارے میں اس سے بات کرے تو بادشاہ اسکے استقبال کو اٹھا اور اسکو سجدہ کیا‘‘ انتہی۔ یاد رہے کہ بتشابع سلیمان علیہ السلام کی والدہ کا نام ہے جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی اور ادونیاہ اسکے علاتی بھائی کا نام ہے۔ سلاطین دوم باب ۲ آیت ۱۵ میں ہے ’’جب ان انبیاء زادوں نے جو یریحو میں اسکے مقابل تھے اسے دیکھا تو وہ کہنے لگے ایلیاہ کی روح الیشع پر ٹھہری ہوئی ہے اور وہ اسکے استقبال کو آئے اور اسکے آگے زمین تک جھک کر اسے سجدہ کیا‘‘ یاد رہے کہ الیشع پیغمبر کا نام ہے جو ایلیا یعنی الیاس علیہ السلام پیغمبر کے خلیفہ تھے۔ انجیل میں

بہت سی جگہوں پر منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن چونکہ اکثر مسیحی بزعم خود انکو خدا اقرار دیتے ہیں انکے اس خیال کے مطابق یہ سجدہ خدا تعالیٰ کو ہوا اِس وجہ سے ان حوالوں کا ذکر کرنا بے فائدہ و نامناسب ہے۔

تجزیہ مصنفؒ

جب آپ نے اس قدر جان لیا تو اب میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے قول کے مطابق لازم آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین آدمیوں کو سجدہ کرنا اور بنی حت والوں کو سجدہ کرنا، حضرت لوط علیہ السلام کا دو فرشتوں کو سجدہ کرنا، حضرت یعقوب علیہ السلام کا سات مرتبہ سجدہ کرنا، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے دیگر اقارب کا عیسو کو سجدہ کرنا، برادران یوسف کا یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا، حضرت یوشعؑ کا مذکورہ شخص کو سجدہ کرنا، حضرت داؤد علیہ السلام کا ساؤل بادشاہ کو سجدہ کرنا، مفی بوشت، تقوعی عورت، یوآب، اب شالوم اور اخی معص کا خود حضرت داؤد علیہ السلام کو سجدہ کرنا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا اپنی والدہ کو سجدہ کرنا، انبیاء زادوں کا حضرت الیشعؑ کو سجدہ کرنا ان تمام مذکورہ بالا لوگوں نے اگر خود سجدہ کیا تو بت پرستی کی ہوگی اور اگر انکو سجدہ کیا گیا تو بت پرستی کروائی ہوگی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب بھی ان لوگوں کے زعم کے مطابق بت پرستی کو مستلزم ہے لہٰذا وہ خواب وسوسہ شیطانی کہلائے گا نہ کہ الہامِ رحمانی۔ اعاذنا اللّٰہ عن امثال ھذا الخرافات

اعتراض چہارم: راہِ نجات کیا ہے؟

کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے کسی نبی کے توسط سے یہ نہیں کہا کہ نسل آدم خود اپنے اچھے اعمال سے نجات پائے گی بلکہ عہد آدمؑ سے تمام انبیاء یہی خبر دیتے آرہے ہیں کہ مسیح کا کفارہ ہونا اور اس پر ایمان لانا ہی سبب نجات ہے۔ تمام انبیاء اسی عقیدہ پر ایمان لائے اور

نجات پائی جبکہ قرآن مجید کا بیان ہے کہ بنی آدم اپنے اعمال حسنہ مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ سے نجات پائیں گے لہذا معلوم ہوا کہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے۔

جواب

یہ محض بہتان ہے کیونکہ جناب آدم علیہ السلام کے عہد سے لیکر حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے تک کسی نبی نے یہ بات نہیں کہی کہ لوگ اپنے اعمال کے ذریعے نجات نہیں پائیں گے بلکہ توریت کی کتب خمسہ جو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں ان میں سے کسی جگہ جناب مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا ذکر ہی نہیں چہ جائیکہ انکا مصلوب ہو کر گناہوں کا کفارہ اور نجات اسی پر منحصر ہونے کا تذکرہ ہو۔ حالانکہ توریت میں اللہ تعالیٰ احکام ضروریہ کی اکثر جگہ بار بار تاکید فرماتا ہے تعجب ہے کہ یہ عظیم الشان حکم کہ موسیٰ و تمام بنی اسرائیل کی نجات بزعم نصاریٰ اس عقیدہ کفارہ پر موقوف ہے اسکا تو کسی ایک جگہ کنایۃً و اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا۔ سبحان اللہ! عجیب بہتان شنیع اور کذب صریح ہے۔

توریت و دیگر کتب سماویہ میں مذکور احکام الٰہی پر عمل کرنے کی تاکید، اطاعت پر وعدۂ رضا و خوشنودی اور عدم اطاعت کی صورت میں انتہائی ناراضگی کا سینکڑوں جگہ ذکر ہے جیسا کہ توریت کے دیکھنے والے پر مخفی نہیں ہے پھر بھی قارئین کی سہولت کیلئے چند حوالوں پر متنبہ کیا جاتا ہے (۱)۔

(۱) مصنفؒ نے قارئین کی سہولت کیلئے حوالوں کا انبار لگا دیا ہے اور پچاس تک ذکر کیے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنے اوپر ایمان لانے اور اپنے احکام و فرامین پر عمل کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اسی کو نجات کا واحد راستہ، دنیا و آخرت کی سعادت کا واحد طریقہ بتایا گیا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُسکی شریعت پر عمل کی دعوت دی۔ حضرت مسیح کے مزعومہ کفارہ و تصلیب کو راہِ نجات قرار دینا پولوس کی بدعات میں سے ہے۔ توریت ہو یا انجیل کہیں بھی اس گورکھ دھندے کا نام و نشان نہیں۔ اس موضوع پر سیر حاصل بحث کیلئے پروفیسر ساجد میر کی کتاب "عیسائیت تجزیہ و مطالعہ" ص ۱۶۰ تا ۲۱۰، مطبوعہ دار السلام لاہور ملاحظہ فرمائیں۔ اسی طرح "بائبل سے قرآن تک" ج ۲ ص ۲۴۵ پر بھی مفصل بحث موجود ہے۔

بائبل میں احکامِ شرعیہ کی تاکید

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ کو تکثیر اولاد اور انکی اولاد کو ملکوں کی سلطنت دینے کا وعدہ فرمایا تو اسکی علت یہ ارشاد فرمائی کہ ’’اس لئے کہ ابراہیم نے میرا کہا مانا اور میرے احکام اور قوانین اور میری رسوم اور شرائع کی پابندی کی‘‘ (پیدائش باب ۲۶ آیت ۵)

(۲) بنی اسرائیل کے متعلق اوامر ونواہی کی اطاعت پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ’’کہ اگر تو دل لگا کر خداوند اپنے خدا کی بات سنے اور وہی کام کرے جو اسکی نظر میں بھلا ہے اور اسکے حکموں کو مانے اور اسکے آئین پر عمل کرے تو میں ان بیماریوں میں سے جو میں نے مصریوں پر بھیجیں تجھ پر کوئی نہ بھیجونگا کیونکہ میں خداوند تیرا شافی ہوں‘‘ (خروج باب ۱۵ آیت ۲۶)

(۳) اللہ تعالیٰ اپنے وصف کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے ’’اور ہزاروں پر جو مجھ سے محبت رکھتے اور میرے حکموں کو مانتے ہیں رحم کرتا ہوں‘‘ (خروج باب ۲۰ آیت ۶)

(۴) بنی اسرائیل کے حق میں اللہ تعالیٰ کا اس طرح ارشاد ہے ’’تم میرے حکموں پر عمل کرنا اور میرے آئین کو مان کر ان پر چلنا میں خداوند تمہارا خدا ہوں‘‘ (احبار باب ۱۸ آیت ۴) اسی طرح اسی باب کی آیت ۲۶ اور ۳۰ میں بھی یہی تاکید مذکور ہے۔

(۵) ایک جگہ احکام کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ کا قول اس طرح مذکور ہے ’’سو تم میرے سب آئین اور سب احکام ماننا اور ان پر عمل کرنا میں خداوند ہوں‘‘ (احبار باب ۱۹ آیت ۳۷)

(۶) احکام کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس طرح مذکور ہے ’’اور تم میرے آئین کو ماننا اور اس پر عمل کرنا میں خداوند ہوں جو تم کو مقدس کرتا ہوں‘‘ (احبار باب ۲۰ آیت ۸) اسی طرح اس باب کی آیت ۲۲ میں ہے ’’سو تم میرے سب آئین اور احکام ماننا اور ان پر عمل کرنا تاکہ وہ ملک جس میں تم کو بسانے کیلئے جاتا ہوں تم کو اگل نہ دے‘‘

(۷) ایک جگہ ارشاد ہے ’’اس لئے وہ میری شرع کو مانیں تا نہ ہو کہ اس کے سبب سے انکے سر گناہ لگے اور اسکی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے وہ مر بھی جائیں۔ میں خداوند انکا مقدس کرنے والا ہوں‘‘ (احبار باب ۲۲ آیت ۹) نیز اسی باب کی آیت ۳۱ میں ہے ’’سو تم میرے حکموں کو ماننا اور ان پر عمل کرنا میں خداوند ہوں‘‘

(۸) توریت کے احکام کی محافظت کے بارے میں ایک مفصل تاکیدی حکم اِس طرح ہے ’’اگر تم میری شریعت پر چلو اور میرے حکموں کو مانو اور ان پر عمل کرو۔ تو میں تمہارے لئے بروقت مینہ برساؤنگا اور زمین سے اناج پیدا ہوگا اور میدان کے درخت پھلینگے۔ یہاں تک کہ انگور جمع کرنے کے وقت تک تم داوتے رہو گے اور جو تتنے بونے کے وقت تک انگور جمع کرو گے اور پیٹ بھر اپنی روٹی کھایا کرو گے اور چین سے اپنے ملک میں بسے رہو گے۔ اور میں ملک میں امن بخشونگا اور تم سوؤ گے اور تم کو کوئی نہیں ڈرائیگا اور میں برے درندوں کو ملک سے نیست کر دونگا اور تلوار تمہارے ملک میں نہیں چلے گی۔ اور تم اپنے دشمنوں کا پیچھا کرو گے اور وہ تمہارے آگے آگے تلوار سے مارے جائیں گے۔ اور تمہارے پانچ آدمی سو کو رگید ینگے اور تمہارے سو آدمی دس ہزار کو کھدیڑ دینگے اور تمہارے دشمن تلوار سے تمہارے آگے آگے مارے جائینگے۔ اور میں تم پر نظر عنایت رکھونگا اور تم کو برومند کرونگا اور بڑھاؤنگا اور جو میرا عہد تمہارے ساتھ ہے اسے پورا کرونگا۔ اور تم عرصہ کا ذخیرہ کیا ہوا پرانا اناج کھاؤ گے اور نئے کے سبب سے پرانے کو نکال باہر کرو گے۔ اور میں اپنا مسکن تمہارے درمیان قائم رکھونگا اور میری روح تم سے نفرت نہ کریگی۔ اور میں تمہارے درمیان چلا پھرا کرونگا اور تمہارا خدا ہونگا اور تم میری قوم ہو گے۔ میں خداوند تمہارا خدا ہوں جو تم کو ملک مصر سے اسی لئے نکال کرلے آیا کہ تم انکے غلام نہ بنے رہو اور میں نے تمہارے جوئے کی چوبیں توڑ ڈالی ہیں اور تم کو سیدھا کھڑا کر کے چلایا۔ لیکن اگر تم میری نہ سنو اور ان سب حکموں پر عمل نہ کرو۔ اور میری شریعت کو ترک کرو اور تمہاری روحوں کو میرے فیصلوں سے نفرت ہو اور تم میرے سب حکموں پر عمل نہ کرو بلکہ میرے عہد کو توڑو۔ تو میں بھی تمہارے ساتھ اس طرح پیش

آؤنگا کہ دہشت اور تپ دق اور بخار کو تم پر مقرر کردونگا جو تمہاری آنکھوں کو چوپٹ کر دینگے اور تمہاری جان کو گھلا ڈالینگے اور تمہارا بیج بونا فضول ہوگا کیونکہ تمہارے دشمن اسکی فصل کھائینگے۔ اور میں خود بھی تمہارا مخالف ہوجاؤنگا اور تم اپنے دشمنوں کے آگے شکست کھاؤگے اور جنکو تم سے عداوت ہے وہی تم پر حکمرانی کرینگے اور جب کوئی تم کو رگیدتا بھی نہ ہوگا تب بھی تم بھاگوگے۔ اور اگر اتنی باتوں پر بھی تم میری نہ سنو تو میں تمہارے گناہوں کے باعث تم کو سات گنی سزا اور دونگا۔ اور میں تمہاری شہزوری کے فخر کو توڑ ڈالونگا اور تمہارے لئے آسمان کو لوہے کی طرح اور زمین کو پیتل کی مانند کر دونگا۔ اور تمہاری قوت بے فائدہ صرف ہوگی کیونکہ تمہاری زمین سے کچھ پیدا نہ ہوگا اور میدان کے درخت پھلنے ہی کے نہیں۔ اور اگر تمہارا چلن میرے خلاف ہی رہے اور تم میرا کہا نہ مانو تو میں تمہارے گناہوں کے موافق تمہارے اوپر اور سات گنی بلائیں لاؤنگا۔ جنگلی درندے تمہارے درمیان چھوڑ دونگا جو تم کو بے اولاد کر دینگے اور تمہارے چوپایوں کو نیست کرینگے اور تمہارا شمار گھٹا دینگے اور تمہاری سڑکیں سونی پڑ جائینگی۔ اور اگر ان باتوں پر بھی تم میرے لئے نہ سدھرو بلکہ میرے خلاف ہی چلتے رہو۔ تو میں بھی تمہارے خلاف چلونگا اور میں آپ ہی تمہارے گناہوں کیلئے تم کو اور سات گنا مارونگا۔ اور تم پر ایک ایسی تلوار چلواؤنگا جو عہد شکنی کا پورا پورا انتقام لے لیگی اور جب تم اپنے شہروں کے اندر جا جا کر اکٹھے ہوجاؤ تو میں وبا کو تمہارے درمیان بھیجونگا اور تم غنیم کے ہاتھ میں سونپ دیے جاؤگے۔ اور جب میں تمہاری روٹی کا سلسلہ توڑ دونگا تو دس عورتیں ایک ہی تنور میں تمہاری روٹی پکائینگی اور تمہاری ان روٹیوں کو تول تول کر دیتی جائینگی اور تم کھاتے جاؤگے پر سیر نہ ہوگے۔ اور اگر تم ان سب باتوں پر بھی میری نہ سنو اور میرے خلاف ہی چلتے رہو۔ تو میں اپنے غضب میں تمہارے برخلاف چلونگا اور تمہارے گناہوں کے باعث تم کو سات گنی سزا بھی دونگا۔ اور تم کو اپنے بیٹوں کا گوشت اور اپنی بیٹیوں کا گوشت کھانا پڑیگا۔ اور میں تمہاری پرستش کے بلند مقاموں کو ڈھا دونگا اور تمہاری سورج کی مورتوں کو کاٹ ڈالونگا اور تمہاری لاشیں تمہارے شکستہ بتوں پر ڈال دونگا اور میری روح کو تم سے نفرت ہوجائیگی۔ اور میں تمہارے شہروں کو ویران کر

ڈالونگا اور تمہارے مقدسوں کو اجاڑ بنا دونگا اور تمہاری خوشبوئ شیرین کی لپٹ کو میں سونگھنے کا بھی نہیں۔ اور میں ملک کو سُونا کر دونگا اور تمہارے دشمن جو وہاں رہتے ہیں اس بات سے حیران ہونگے۔ اور میں تم کو غیر قوموں میں پراگندہ کر دونگا اور تمہارے پیچھے پیچھے تلوار کھینچے رہونگا اور اور تمہارا ملک سُونا ہو جائیگا اور تمہارے شہر ویرانہ بن جائینگے۔ اور یہ زمین جب تک ویران رہیگی اور تم دشمنوں کے ملک میں ہوگے تب تک وہ اپنے سبت منائیگی۔ تب ہی اس زمین کو آرام بھی ملیگا اور وہ اپنے سبت بھی منانے پائیگی۔ یہ جب تک ویران رہیگی تب ہی تک آرام بھی کریگی جو اسے کبھی تمہارے سبتوں میں جب تم اس میں رہتے تھے نصیب نہیں ہوا تھا۔ اور جو تم میں سے بچ جائینگے اور اپنے دشمنوں کے ملکوں میں ہونگے انکے دل کے اندر میں بے ہمتی پیدا کر دونگا اور اڑتی ہوئی پتی کی آواز انکو کھدیڑیگی اور وہ ایسے بھاگینگے جیسے کوئی تلوار سے بھاگتا ہو اور حالانکہ کوئی پیچھا بھی نہ کرتا ہوگا تو بھی وہ گر گر پڑینگے۔ اور وہ تلوار کے خوف سے ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا جائینگے باوجودیکہ کوئی کھدیڑتا نہ ہوگا اور تم کو اپنے دشمنوں کے مقابلہ کی تاب نہ ہوگی۔ اور تم غیر قوموں کے درمیان پراگندہ ہوکر ہلاک ہو جاؤگے اور تمہارے دشمنوں کی زمین تم کو کھا جائیگی۔ اور تم میں سے جو باقی بچینگے وہ اپنی بدکاری کے سبب سے تمہارے دشمنوں کے ملکوں میں گھلتے رہینگے اور اپنے باپ دادا کی بدکاری کے سبب سے بھی وہ ان ہی کی طرح گھلتے جائینگے‘‘

(احبار باب ۲۶ آیت ۳ تا ۳۹)

(۹) ایک جگہ ارشاد ہے ’’اور اب اے اسرائیلیو! جو آئین اور احکام میں تم کو سکھاتا ہوں تم ان پر عمل کرنے کیلئے انکو سن لوتا کہ تم زندہ رہو اور اس ملک میں جسے خداوند تمہارے باپ دادا کا خدا تم کو دیتا ہے داخل ہوکر اس پر قبضہ کرلو‘‘ (استثناء باب ۴ آیت ۱) نیز اسی باب کی آیت ۴۰ میں ہے ’’سو تو اس کے آئین اور احکام کو جو میں تجھ کو آج بتاتا ہوں ماننا تاکہ تیرا اور تیرے بعد تیری اولاد کا بھلا ہو اور ہمیشہ اس ملک میں جو خداوند تیرا خدا تجھ کو دیتا ہے تیری عمر دراز ہو‘‘

(۱۰) ایک جگہ ارشاد ہے ’’کاش ان میں ایسا ہی دل ہوتا کہ وہ میرا خوف مان کر ہمیشہ

میرے سب حکموں پر عمل کرتے تا کہ سدا انکا اور انکی اولاد کا بھلا ہوتا......سو تم احتیاط رکھنا اور جیسا خداوند تمہارے خدا نے تم کو حکم دیا ہے ویسا ہی کرنا اور داہنے یا بائیں ہاتھ کو نہ مڑنا۔ تم اس سارے طریق پر جسکا حکم خداوند تمہارے خدا نے تم کو دیا ہے چلنا تا کہ تم جیتے رہو اور تمہارا بھلا ہو اور تمہاری عمر اس ملک میں جس پر تم قبضہ کرو گے دراز ہو'' (استثناء باب ۵ آیت ۲۹، ۳۳)

(۱۱) ایک جگہ ارشاد ہے ''یہ وہ فرمان اور آئین اور احکام ہیں جنکو خداوند تمہارے خدا نے تم کو سکھانے کا حکم دیا ہے تا کہ تم ان پر اس ملک میں عمل کرو جس پر قبضہ کرنے کیلئے پار جانے کو ہو۔ اور تو اپنے بیٹوں اور پوتوں سمیت خداوند اپنے خدا کا خوف مان کر اسکے تمام آئین اور احکام پر جو میں تجھ کو بتاتا ہوں زندگی بھر عمل کرنا تا کہ تیری عمر دراز ہو.........تم جانفشانی سے خداوند اپنے خدا کے حکموں اور شہادتوں اور آئین کو جو اس نے تجھ کو فرمائے ہیں ماننا اور تو وہی کرنا جو خداوند کی نظر میں درست اور اچھا ہے تا کہ تیرا بھلا ہو اور جس اچھے ملک کی بابت خداوند نے تیرے باپ دادا سے قسم کھائی تو اس میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر سکے اور خداوند تیرے سب دشمنوں کو تیرے آگے سے دفع کرے جیسا اس نے کہا ہے........سو خداوند نے ہم کو ان سب احکام پر عمل کرنے اور ہمیشہ اپنی بھلائی کیلئے خداوند اپنے خدا کا خوف ماننے کا حکم دیا ہے تا کہ وہ ہم کو زندہ رکھے جیسا آج کے دن ظاہر ہے اور اگر ہم احتیاط رکھیں کہ خداوند اپنے خدا کے حضور ان سب حکموں کو مانیں جیسا اس نے ہم سے کہا ہے تو اسی میں ہماری صداقت ہوگی''

(استثناء باب ۶ آیت ۱، ۲، ۳، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۴، ۲۵)

(۱۲) ایک دوسری جگہ ارشاد ہے ''پس تو وہ احکام، قوانین اور قضائیں مان جن پر عمل کرنے کیلئے میں آج کے دن تجھے حکم دیتا ہوں پس اگر تو ان قضاؤں کو سنے گا انکو مانے گا اور ان پر عمل کرے گا تو وہ تجھے اجر دیگا یعنی خداوند تیرا خدا تیرے لئے اپنے اس عہد اور اپنی اس رحمت کو یاد رکھے گا جسکی اس نے تیرے باپ دادا سے قسم کھائی۔ وہ تجھے پیار کریگا اور تجھے برکت دیگا اور تجھے بڑھائیگا وہ تیرے رحم کے پھل کو اور تیری زمین کے پھل کو بھی یعنی تیرے غلے اور تیری مے اور

تیرے بیل اور تیرے مواشی کے بچوں اور تیری بھیڑ بکری کے گلوں کو اسی ملک میں برکت دے گا جسکی بابت اس نے تیرے باپ دادا سے قسم کھائی تھی کہ تجھے عطا کریگا اور تو سب قوموں سے بڑھ کر مبارک ہوگا اور تمہارا کوئی چوپایہ بانجھ نہ ہوگا اور تم میں کوئی خواہ مرد ہو خواہ زن بے اولاد نہ رہیگا اور خداوند ہر ایک بیماری تجھ سے دور کریگا اور مصر کے ان سب بُرے مرضوں میں سے جنکو تو جانتا ہے کوئی مرض تجھ پر نہ لائے گا بلکہ انکو تیرے دشمنوں پر ڈالیگا‘‘ (استثناء باب ۷ آیت ۱۱ تا ۱۵)

(۱۳) ’’سب حکموں پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں تم احتیاط کر کے عمل کرنا تا کہ تم جیتے اور بڑھتے رہو اور جس ملک کی بابت خداوند نے تمہارے باپ دادا سے قسم کھائی ہے تم اسمیں جا کر اُس پر قبضہ کرو.........سو تو خداوند اپنے خدا کی راہوں پر چلنے اور اسکا خوف ماننے کیلئے اسکے حکموں پر عمل کرنا.........سو خبردار رہنا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو خداوند اپنے خدا کو بھول کر اسکے فرمانوں اور حکموں اور آئین کو جنکو آج میں تجھ کو سناتا ہوں ماننا چھوڑ دے‘‘ (استثناء باب ۸ آیت ۱، ۶، ۱۱)

(۱۴) ’’پس اے اسرائیل! خداوند تیرا خدا تجھ سے اسکے سوا اور کیا چاہتا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کا خوف مانے اور اسکی سب راہوں پر چلے اور اس سے محبت رکھے اور اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان سے خداوند اپنے خدا کی بندگی کرے اور خداوند کے جو احکام اور آئین میں تجھ کو آج بتاتا ہوں ان پر عمل کرے تا کہ تیری خیر ہو‘‘ (استثناء باب ۱۰ آیت ۱۲، ۱۳)

(۱۵) ایک جگہ ارشاد ہے ’’اس لئے ان سب حکموں کو جو آج میں تجھ کو دیتا ہوں تم ماننا تا کہ تم مضبوط ہو کر اس ملک میں جس پر قبضہ کرنے کیلئے تم پار جا رہے ہو پہنچ جاؤ اور اس پر قبضہ بھی کرلو۔ اور اس ملک میں تمہاری عمر دراز ہو جس میں دودھ اور شہد بہتا ہے اور جسے تمہارے باپ دادا اور انکی اولاد کو دینے کی قسم خداوند نے ان سے کھائی تھی..........اور اگر تم میرے حکموں کو جو آج میں تم کو دیتا ہوں دل لگا کر سنو اور خداوند اپنے خدا سے محبت رکھو اور اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے اسکی بندگی کرو۔ تو میں تمہارے ملک میں عین وقت پر پہلا اور پچھلا مینہ برساؤ نگا تا کہ تو اپنا غلہ اور مے اور تیل جمع کر سکے۔ اور میں تیرے چوپایوں کیلئے میدان میں گھاس پیدا

کرونگا اور تو کھائیگا اور سیر ہوگا۔ سوتم خبر دار رہنا تا ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل دھوکا کھائیں اور تم بہک کر اور معبودوں کی عبادت اور پرستش کرنے لگو۔ اور خداوند کا غضب تم پر بھڑکے اور وہ آسمان کو بند کردے تا کہ مینہ نہ برسے اور زمین میں کچھ پیداوار نہ ہو اور تم اس اچھے ملک سے جو خداوند تم کو دیتا ہے جلد فنا ہو جاؤ۔ اس لئے میری ان باتوں کو تم اپنے دل اور اپنی جان میں محفوظ رکھنا اور نشان کے طور پر انکو اپنے ہاتھوں پر باندھنا اور وہ تمہاری پیشانی پر ٹیکوں کی مانند ہوں۔ اور تم انکو اپنے لڑکوں کو سکھانا اور تو گھر بیٹھے اور راہ چلتے اور لیٹتے اواٹھتے وقت ان ہی کا ذکر کیا کرنا۔ اور تو انکو اپنے گھر کی چوکھٹوں پر اور اپنے پھاٹکوں پر لکھا کرنا۔ تا کہ جب تک زمین پر آسمان کا سایہ ہے تمہاری اور تمہاری اولاد کی عمر اس ملک میں دراز ہو جسکو خداوند نے تمہارے باپ دادا کو دینے کی قسم ان سے کھائی تھی۔ کیونکہ اگر تم ان سب حکموں کو جو میں تم کو دیتا ہوں جانفشانی سے مانو اور ان پر عمل کرو اور خداوند اپنے خدا سے محبت رکھو اور اسکی سب راہوں پر چلو اور اس سے لپٹے رہو۔ تو خداوند ان سب قوموں کو تمہارے آگے سے نکال ڈالے گا اور تم اُن قوموں پر جو تم سے بڑی اور زور آور ہیں قابض ہوگے۔ جہاں جہاں تمہارے پاؤں کا تلوا ٹکے وہ جگہ تمہاری ہو جائیگی یعنی بیابان اور لبنان سے اور دریائِ فرات سے مغرب کے سمندر تک تمہاری سرحد ہوگی۔ اور کوئی شخص وہاں تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گا کیونکہ خداوند تمہارا خدا تمہارا رعب اور خوف اس تمام ملک میں جہاں کہیں تمہارے قدم پڑیں پیدا کر دیگا جیسا اس نے تم سے کہا ہے۔ دیکھو میں آج کے دن تمہارے آگے برکت اور لعنت دونوں رکھے دیتا ہوں۔ برکت اس حال میں جب تم خداوند اپنے خدا کے حکموں کو جو آج میں تم کو دیتا ہوں مانو۔ اور لعنت اس وقت جب تم خداوند اپنے خدا کی فرمانبرداری نہ کرو اور اُس راہ کو جسکی بابت میں آج تم کو حکم دیتا ہوں چھوڑ کر اور معبودوں کی پیروی کرو جن سے تم اب تک واقف نہیں .... سوتم احتیاط کر کے اُن سب آئین اور احکام پر عمل کرنا جن کو میں آج تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں‘‘ (استثناء باب ۱۱ آیت ۸ تا ۱۰، ۱۳ تا ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۳۲)

(۱۶) ’’ان سب باتوں کو جن کا میں تجھ کو حکم دیتا ہوں غور سے سن لے تا کہ تیرے اس کام

کے کرنے سے جو خداوند تیرے خدا کی نظر میں اچھا اور ٹھیک ہے تیرا اور تیرے بعد تیری اولاد کا بھلا ہو.........جس جس بات کا میں حکم کرتا ہوں تم احتیاط کر کے اس پر عمل کرنا اور تو اس میں سے نہ کچھ بڑھانا اور نہ اسمیں سے کچھ گھٹانا'' (استثناء باب ۱۲ آیت ۲۸' ۳۲)

(۱۷) ''تم خداوند اپنے خدا کی پیروی کرنا اور اسکا خوف ماننا اور اسکے حکموں پر چلنا اور اسکی بات سننا تم اسی کی بندگی کرنا اور اسی سے لپٹے رہنا'' (استثناء باب ۱۳ آیت ۴)

(۱۸) ''بشرطیکہ تو خداوند اپنے خدا کی بات مان کر ان سب احکام پر چلنے کی احتیاط رکھے جو میں آج تجھ کو دیتا ہوں کیونکہ خداوند تیرا خدا جیسا اس نے تجھ سے وعدہ کیا ہے تجھ کو برکت بخشے گا'' (استثناء باب ۱۵ آیت ۵)

(۱۹) ''خداوند تیرا خدا آج تجھ کو ان آئین اور احکام کے ماننے کا حکم دیتا ہے سو تو اپنے سارے دل اور ساری جان سے انکو ماننا اور ان پر عمل کرنا تو نے آج کے دن اقرار کیا ہے کہ خداوند تیرا خدا ہے اور تو اسکی راہوں پر چلے گا اور اسکے آئین اور فرمان اور احکام کو مانیگا اور اسکی بات سنے گا اور خداوند نے بھی آج کے دن تجھ کو جیسا اس نے وعدہ کیا تھا اپنی خاص قوم قرار دیا ہے تا کہ تو اسکے سب حکموں کو مانے اور وہ سب قوموں سے جنکو اس نے پیدا کیا ہے تعریف اور نام اور عزت میں تجھ کو ممتاز کرے اور تو اسکے کہنے کے مطابق خداوند اپنے خدا کی مقدس قوم بن جائے'

(استثناء باب ۲۶ آیت ۱۶ تا ۱۹)

(۲۰) ''سو تو خداوند اپنے خدا کی بات سننا اور اسکے سب آئین اور احکام پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں عمل کرنا..........لعنت اس پر جو اس شریعت کی باتوں پر عمل کرنے کیلئے ان پر قائم نہ رہے اور سب لوگوں کہیں۔ آمین (استثناء باب ۲۷ آیت ۱۰' ۲۶)

(۲۱) کتاب استثناء کا اٹھائیسواں باب پورا کا پورا احکام پر عمل کرنے کی بے شمار تاکیدات اور عدم عمل کی صورت میں لاتعداد وعیدات سے مزین ہے۔ طوالت کے خوف سے اسکو یہاں نقل نہیں کیا جا رہا۔ درحقیقت اس باب میں مضامین کی کثرت تاکید دیگر جگہوں سے نقل کردہ ہے۔ (۱)

(۱) مطلب یہ ہے کہ گذشتہ ابواب جو احکام متفرقاً مذکور تھے اس باب میں تقریباً انکا مکرر ذکر کر کے تاکید کی گئی ہے۔

(۲۲) استثناء باب ۳۰ کا اختتام بھی احکام پر عمل کی صورت میں وعدوں اور ترک عمل کی صورت میں وعیدات پر مشتمل ہے۔

(۲۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تمام بنی اسرائیل کو ارشاد ہے ''تو اس نے ان سے کہا کہ جو باتیں میں نے تم سے آج کے دن بیان کی ہیں ان سب سے تم دل لگانا اور اپنے لڑکوں کو حکم دینا کہ وہ احتیاط رکھ کر اس شریعت کی سب باتوں پر عمل کریں کیونکہ یہ تمہارے لئے کوئی بے سود بات نہیں بلکہ یہ تمہاری زندگانی ہے اور اسی سے اس ملک میں جہاں تم یردن پار جارہے ہو کہ اس پر قبضہ کرو تمہاری عمر دراز ہوگی'' (استثناء باب ۳۲ آیت ۴۶)

تبصرۂ مصنف رحمہ اللہ

الحاصل توریت کی مندرجہ بالا عبارات سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کے بدلہ میں حضرت اسحاق علیہ السلام کو تکثیرِ نسل' عطاء مملکت کا وعدہ فرمایا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احکام وفرائض کا بجالانے والا فرمایا۔ بنی اسرائیل کو انتہائی تاکید کے ساتھ اپنے احکام کی بجا آوری اور عبادت کا حکم دیا اور احکام کی بجا آوری کی صورت میں ان بیماریوں سے بچانے کا وعدہ فرمایا جو اہل مصر پر آئیں تھیں۔ احکام کی فرمانبرداری کرنے والے کو دوست قرار دیا ہے اسی طرح بارش کا مقررہ وقت پر آنا' زمین اور درختوں کا اپنے وقت پر پھل لانا' برکت ہونا' انسان وحیوان کے سلسلہ اولاد میں بانجھ پن کا نہ ہونا' زمین پر صلح وآشتی کا ہونا' درندوں اور دشمنوں کی تلواروں سے پرامن ہونا' قلت کے باوجود دشمن پر غالب آنا' دشمنوں کے دلوں میں انکے خوف کا بیٹھ جانا' تمام اقوامِ غیر کا وہاں سے نکالنا' انکی ملکی سرحد کا نہر فرات سے مغرب کے سمندر تک پہنچنا' بحکم الٰہی انکا رعب لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جانا' انکا اللہ کے ہاں خاص قرب ومقام پانا' خیر وعافیت سے رہنا' اس علاقہ کی میراث کا لینا جس کا خدا نے ان سب سے وعدہ کیا تھا' طولِ عمر پانا' ابدالآباد تک کامیاب

وسرفراز ہونا وغیرہ تمام باتوں کا احکام کی بجا آوری کی صورت میں وعدہ فرمایا ہے اور عدم اطاعت کی صورت میں انکا اس زمین سے نیست ونابود ہونا جہاں انکو اقامت بخشی تھی‘ اپنے گناہوں کی سزا میں مرنا‘ خوف ودہشت‘ تپ دق و بخار کا ہونا کہ جس سے یہ لوگ اندھے اور تکلیف میں مبتلا ہو جائیں‘ دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونا‘ دشمنوں کا انکے مال وجان پر تسلط پا لینا‘ انکے گناہوں کے بدلہ سات گنا عذاب کا دینا‘ بارشوں کا نہ ہونا‘ بے برکتی کا ظاہر ہونا‘ درختوں اور زمین سے برکت کا اٹھ جانا‘ درندوں کا بچوں اور جانوروں کو چیر پھاڑ کرنا‘ وباؤں سے ہلاکت ہونا ایسے قحط آنا کہ اپنی اولاد کا گوشت کھانے پر مجبور ہو جائیں‘ شہروں کا برباد کرنا اور اس جیسی وعیدات کا تذکرہ ہے۔

(۲۴) ’’تو فقط مضبوط اور نہایت دلیر ہو جا کہ احتیاط رکھ کر اس ساری شریعت پر عمل کرے جسکا حکم میرے بندہ موسیٰ نے تجھ کو دیا اس سے نہ دہنے ہاتھ مڑنا اور نہ بائیں تا کہ جہاں کہیں تو جائے تجھے خوب کامیابی حاصل ہو شریعت کی یہ کتاب تیرے منہ سے نہ ہٹے بلکہ تجھے دن اور رات اسی کا دھیان ہو تا کہ جو کچھ اسمیں لکھا ہے اس پر تو احتیاط کر کے عمل کر سکے کیونکہ تب ہی تجھے اقبال مندی کی راہ نصیب ہوگی اور تو خوب کامیاب ہوگا‘‘ (یشوع باب اول آیت ۷‘۸)

(۲۵) حضرت یوشعؑ جس وقت روبینیوں‘ جدیوں اور منسّی کے آدھے قبیلہ کو اپنی املاک کیلئے رخصت کر رہے تھے تو اُس وقت اُنکی وصیت اس طرح مذکور ہے ’’فقط اس فرمان اور شرع پر عمل کرنے کی نہایت احتیاط رکھنا جسکا حکم خداوند کے بندہ موسیٰ نے تم کو دیا کہ تم خداوند اپنے خدا سے محبت رکھو اور اسکی سب راہوں پر چلو اور اسکے حکموں کو مانو اور اس سے لپٹے رہو اور اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے اسکی بندگی کرو‘‘ (یشوع باب ۲۲ آیت ۵)

(۲۶) حضرت یوشعؑ کی آخر عمر میں تمام بنی اسرائیل کو اس طرح نصیحت ہے ’’سو تم خوب ہمت باندھ کر جو کچھ موسیٰ کی شریعت کی کتاب میں لکھا ہے اس پر چلنا اور عمل کرنا‘‘

(یشوع باب ۲۳ آیت ۶)

(۲۷) حضرت داوٗدعلیہ السلام آخر عمر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’اور جو موسیٰ کی شریعت میں لکھا ہے اسکے مطابق خداوند اپنے خدا کی ہدایت کو مان کر اسکی راہوں پر چل اور اسکے آئین پر اور اسکے فرمانوں اور حکموں اور شہادتوں پر عمل کرتا کہ جو کچھ تو کرے اور جہاں کہیں تو جائے سب میں تجھے کامیابی ہو‘‘ (سلاطین اول باب ۲ آیت ۳) یہی مضمون تواریخ اول باب ۲۲ آیت ۱۳ میں بھی موجود ہے۔

(۲۸) حضرت داوٗدعلیہ السلام کی اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کے حق میں آخر عمر میں بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا کرنا مذکور ہے ’’اور میرے بیٹے سلیمان کو ایسا کامل دل عطا کر کہ وہ تیرے حکموں اور شہادتوں اور آئین کو مانے اوران سب باتوں پر عمل کرے‘‘ (تواریخ اول باب ۲۹ آیت ۱۹)

(۲۹) حضرت داوٗدعلیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس شرط پر تھا کہ اگر تیری اولاد میری شریعت کے احکام بجالائے تو میں تیری اولاد بنی اسرائیل سے تخت نشینی کا سلسلہ کبھی منقطع نہ کروں گا جیسا کہ زبور ۱۳۲ آیت ۱۱ ، سلاطین اول باب ۶ آیت ۱۲ میں اور باب ۹ میں مذکور ہے اور مقدمہ کے فائدہ سوم میں اسکا حوالہ گذر چکا ہے۔

(۳۰) حضرت سلیمان علیہ السلام پر احکام الٰہی کی عدم اطاعت کی وجہ سے عتابِ خداوند نازل ہوا۔ اسکے بعد یربعام کو سیلانی اخیاہ نبی کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا قول اس طرح مذکور ہے ’’اور ایسا ہوگا کہ اگر تو ان سب باتوں کا جن کا میں تجھے حکم دوں سنے اور میری راہوں پر چلے اور جو کام میری نظر میں بھلا ہے اسکو کرے اور میرے آئین اور احکام کو مانے جیسا میرے بندہ داوٗد نے کیا تو میں تیرے ساتھ رہونگا اور تیرے لئے ایک پائدار گھر بناؤں گا جیسا میں نے داوٗد کیلئے بنایا اور اسرائیل کو تجھے دے دونگا‘‘ (سلاطین اول باب ۱۱ آیت ۳۸)

(۳۱) ’’راستبازوں کی بابت کہو کہ بھلا ہوگا کیونکہ وہ اپنے کاموں کا پھل کھائینگے شریروں پر واویلا ہے کہ انکو بدی پیش آئے گی کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں کا کیا پائینگے‘‘
(یسعیاہ باب ۳ آیت ۱۰)

(۳۲) ’’زمین اپنے باشندوں سے نجس ہوئی کیونکہ انہوں نے شریعت کو عدول کیا آئین سے منحرف ہوئے عہد ابدی کو توڑا اس سبب سے لعنت نے زمین کو نگل لیا اور اسکے باشندے مجرم ٹھہرے اور اسی لئے زمین کے لوگ بھسم ہوئے اور تھوڑے سے آدمی بچ گئے‘‘ (یسعیاہ باب ۲۴ آیت ۵،۶)

(۳۳) ’’اے زمین سُن! دیکھ میں ان لوگوں پر آفت لاؤں گا جو انکے اندیشوں کا پھل ہے کیونکہ انہوں نے میرے کلام کو نہیں مانا اور میری شریعت کو رد کر دیا ہے‘‘ (یرمیاہ باب ۶ آیت ۱۹)

(۳۴) ’’صاحب حکمت آدمی کون ہے کہ اسے سمجھے؟ اور وہ جس سے خداوند کے منہ نے فرمایا کہ اس بات کا اعلان کرے کہ یہ سرزمین کس لئے ویران ہوئی اور بیابان کی مانند جل گئی کہ کوئی اسمیں قدم نہیں رکھتا؟ اور خداوند فرماتا ہے اس لئے کہ انہوں نے میری شریعت کو جو میں نے انکے آگے رکھی تھی ترک کر دیا اور میری آواز کو نہ سنا اور اسکے مطابق نہ چلے‘‘ (یرمیاہ باب ۹ آیت ۱۲)

(۳۵) اللہ تعالیٰ کا جناب یرمیاہؑ سے اس طرح خطاب ہے ’’اور جب تو یہ سب باتیں ان لوگوں پر ظاہر کرے اور وہ تجھ سے پوچھیں کہ خداوند نے کیوں یہ سب بری باتیں ہمارے خلاف کہیں؟ ہم نے خداوند اپنے خدا کے خلاف کونسی بدی اور کونسا گناہ کیا ہے؟ تب تو ان سے کہنا خداوند فرماتا ہے اس لئے کہ تمہارے باپ دادا نے مجھے چھوڑ دیا اور غیر معبودوں کے طالب ہوئے اور انکی عبادت اور پرستش کی اور مجھے ترک کیا اور میری شریعت پر عمل نہیں کیا‘‘ (یرمیاہ باب ۱۶ آیت ۱۰)

(۳۶) بنی اسرائیل پر عتاب خداوندی کی علت بیان کرتے ہوئے اس طرح خطاب ہے ’’اور تم جانو گے کہ میں خداوند ہوں جسکے آئین پر تم نہیں چلے اور جس کے احکام پر تم نے عمل نہیں کیا‘‘ (حزقی ایل باب ۱۱ آیت ۱۲)

(۳۷) بنی اسرائیل پر عتاب خداوندی کا سبب دوسری جگہ اس طرح مذکور ہے ’’چونکہ تو اپنے خدا کی شریعت کو بھول گیا ہے اس لئے میں بھی تیری اولاد کو بھول جاؤنگا‘‘ (ہوسیع باب ۴ آیت ۷)

(۳۸) کتب عہد عتیق کی آخری کتاب ''ملاکی'' میں اس طرح ہے ''تم میرے بندے موسیٰ کی شریعت یعنی ان فرائض واحکام کو جو میں نے حورب پر تمام بنی اسرائیل کیلئے فرمائے یاد رکھو'' (ملاکی باب ۴ آیت ۴)

تبصرہ مصنفؒ

غور کیجئے! کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشعؑ کو احکام شرعیہ مندرجہ توریت پر عمل کرنے کی کتنی تاکید ہے۔ اولادِ داؤد علیہ السلام میں سلطنت کا قائم رہنا بھی احکام شرعیہ پر عمل کیساتھ مشروط ہے اسی شرط کیساتھ یربعام کیلئے بھی وعدہ ہے۔ حضرت یوشعؑ کی بنی اسرائیل کو احکام خداوندی پر عمل کرنے کی دو مرتبہ وصیت ہے۔ اسی طرح جناب داؤد علیہ السلام کی سلیمان علیہ السلام کو احکام مذکورہ پر عمل کرنے کی تاکید و وصیت ہے اسی طرح جناب داؤد علیہ السلام آخر عمر میں اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کے حق میں احکام پر استقامت رکھنے کی دعا کرتے ہیں الغرض مذکورہ بالا احکام پر عمل کی تاکید تمام انبیاء علیہم السلام کی معرفت عہد ملاکی تک کی گئی ہے۔ بنی اسرائیل پر عتاب خداوندی کا سبب جو یسعیاہ، یرمیاہ، حزقی ایل، ہوسیع علیہم السلام کی زبانی بیان کیا گیا وہ احکام شرعیہ کا چھوڑ دینا اور انکی رعایت نہ کرنا ہے۔ اسی طرح حضرت یسعیاہ کے ذریعے اعمال صالحہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی خوشخبری دی گئی ہے۔

(۳۹) حضرت مسیح علیہ السلام کے احوال ذکر کرتے ہوئے مذکور ہے ''اور صبح ہی دن نکلنے سے بہت پہلے وہ اٹھ کر نکلا اور ایک ویران جگہ میں گیا اور وہاں دعا کی'' (مرقس باب ۱ آیت ۳۵)

(۴۰) احوال مسیح علیہ السلام کے ذیل میں مذکور ہے ''اور چالیس دن چالیس رات فاقہ کر کے آخر کو اسے بھوک لگی'' (متی باب ۴ آیت ۲)

(۴۱) احوالِ مسیح علیہ السلام کے ذیل میں مذکور ہے ’’مگر وہ جنگلوں میں الگ جا کر دعا کیا کرتا تھا‘‘ (لوقا باب ۵ آیت ۱۶)

(۴۲) جناب عیسیٰ علیہ السلام کے مواعظ کے ذیل میں اس طرح مذکور ہے۔

’’بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا داہنا ہاتھ کرتا ہے اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے تا کہ تیری خیرات پوشیدہ رہے اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دیگا......... بلکہ جب تو دعا کرے تو اپنی کوٹھڑی میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دعا کر اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دیگا........ اس لئے اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کریگا اور اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا باپ بھی تمہارے قصور معاف نہ کریگا....... بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھوتا کہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دیگا‘‘

(متی باب ۶ آیت ۳، ۶، ۱۴، ۱۷)

(۴۳) جناب مسیح علیہ السلام کا ارشاد ہے ’’جو مجھ سے اے خداوند اے خداوند! کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہوگا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے‘‘ (متی باب ۷ آیت ۲۱)

(۴۴) جناب مسیح علیہ السلام کے حالات میں مذکور ہے ’’اور ان دنوں میں ایسا ہوا کہ وہ پہاڑ پر دعا کرنے کو نکلا اور خدا سے دعا کرنے میں ساری رات گذاری‘‘ (لوقا باب ۶ آیت ۱۲)

(۴۵) ’’اور لوگوں کو رخصت کر کے تنہا دعا کرنے کیلئے پہاڑ پر چڑھ گیا اور جب شام

ہوئی تو وہاں اکیلا تھا‘‘ (متی باب ۱۴ آیت ۲۳) یہی مضمون مرقس باب ۶ آیت ۴۶ اور لوقا باب ۹ آیت ۱۸ میں بھی مذکور ہے۔

(۴۶) جب حواری مرگی کے مریض کو شفا نہ بخش سکے اور جناب مسیح علیہ السلام نے شفا بخش دی تو شاگردوں نے آنجناب سے اسکا سبب پوچھا کہ ہم ایسا کیوں نہ کر سکے؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا ’’مگر یہ جنس روزہ اور دعا کے بغیر نہیں نکلتی‘‘ (متی باب ۱۷ آیت ۲۱ ٗمرقس باب ۹ آیت ۲۹)

(۴۷) آنجناب کے صعود آسمانی کے بعد حواریوں کے احوال میں اس طرح مذکور ہے ’’یہ سب کے سب چند عورتوں اور یسوع کی ماں مریم اور اسکے بھائیوں کے ساتھ ایک دل ہو کر دعا میں مشغول رہے‘‘ (رسولوں کے اعمال باب ۱ آیت ۱۴)

(۴۸) مسیحیوں کے بزرگوار پولوس اپنے خط میں لکھتے ہیں ’’کیونکہ تم جانتے ہو کہ جو کوئی جیسا اچھا کام کرے گا خواہ غلام ہو خواہ آزاد خداوند سے ویسا ہی پائیگا‘‘ (افسیوں باب ۶ آیت ۸)

(۴۹) یعقوب حواری اپنے خط میں لکھتے ہیں ’’اے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ میں ایماندار ہوں مگر عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ؟ کیا ایسا ایمان اسے نجات دے سکتا ہے؟........ پس تم نے دیکھ لیا کہ انسان صرف ایمان ہی سے نہیں بلکہ اعمال سے راستباز ٹھہرتا ہے........ غرض جیسے بدن بغیر روح کے مردہ ہے ویسے ہی ایمان بھی بغیر اعمال کے مردہ ہے‘‘

(یعقوب کا عام خط باب ۲ آیت ۱۴ ٗ۲۴ ٗ۲۶)

(۵۰) یوحنا حواری اپنے پہلے عام خط میں لکھتے ہیں ’’اور خدا کی محبت یہ ہے کہ ہم اسکے حکموں پر عمل کریں اور اسکے حکم سخت نہیں (یوحنا کا پہلا عام خط باب ۵ آیت ۳)

تبصرہ مصنفؒ

الحاصل عہد عتیق کی طرح کتب عہد جدید سے بھی اعمال حسنہ کی تاکید اور انکی بجا آوری کا محبت الٰہی کی دلیل ہونا بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ جی ہاں اعمال بغیر ایمان کے معتبر

نہیں اور یہی عقیدہ تمام اہل اسلام کا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیاء پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے۔ یہ بھی اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ ایمان بعد اعمالِ صالحہ بارگاہِ الٰہی سے نقد اجر وثواب کے حصول کا ذریعہ ہیں جو وہ بحسب وعدہ اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یسعیاہؑ کی زبانی اور خود پولوس سے بھی اس بارے میں کچھ منقول ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ صرف یہی اہل اسلام کا طبقہ ہے جنھوں نے افراط وتفریط سے ہٹ کر توحید الٰہی اور رسالتِ مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کی صاف ستھری خوبصورت چادر زیب تن کر رکھی ہے نہ وہ یہودیوں کی طرح ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو نبی تک نہ سمجھیں اور نہ عیسائیوں کی طرح ہیں کہ آنجناب علیہ السلام کو عین خدا سمجھیں۔

اعتراض پنجم: اوقاتِ صلوٰۃ وصوم

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ قرآن پاک میں حکم ہے کہ ماہِ رمضان میں تیس روزے رکھیں اور ہر دن رات میں پانچ وقت نماز ادا کریں حالانکہ یہ دونوں حکم تمام علاقوں میں متصور نہیں ہو سکتے کیونکہ بعض جگہوں پر چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہوتی ہے اور بعض علاقوں میں رات نہیں ہوتی بلکہ ایک لمحہ کیلئے تاریکی ہوتی ہے پھر دن نمودار ہو جاتا ہے تو ایسے علاقوں میں روزہ ونماز کس طرح متصور ہونگے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر زمان ومکان کا پوری طرح علم ہے پس اگر قرآن اللہ کا کلام ہوتا تو اسمیں ایسے احکام ہوتے کہ تمام لوگ اسکو بجا لا سکتے۔ معلوم ہوا کہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے اور اسکے پیروکار مذہب حق پر نہیں ہیں۔ بعض عیسائیوں نے یہ اعتراض ایک شیعہ مجتہد کے پاس بھی بھیجا تھا۔

جواب

یہی اعتراض مزید کچھ قباحتوں کیساتھ خود توریت پر بھی عائد ہوتا ہے کیونکہ خروج باب ۲۱ آیت ۲ اور استثناء باب ۱۵ آیت ۱۲ میں مذکور ہے کہ ”اگر تو کوئی عبرانی غلام خریدے تو وہ چھ برس تیری خدمت کریگا اور ساتویں برس مفت آزاد ہو کر چلا جائیگا“ انتہی ۔خروج باب ۳۵ آیت ۲ میں حکم سبت کے متعلق اس طرح مذکور ہے ”چھ دن تو اپنا کام کاج کر۔ ساتواں دن تمہارے لئے مقدس ہوگا خداوند کیلئے آرام کا سبت جو کوئی اسمیں کچھ کام کریگا قتل کیا جائیگا۔تم سب اپنے مکانوں میں سبت کے دن آگ مت جلاؤ“ انتہی ۔ احبار باب ۲۳ آیت ۳ میں اس طرح ہے ”چھ دن تم کاروبار کرو گے اور ساتویں دن جو آرام کرنے کا سبت ہے مقدس محفل ہوگی اسمیں کام نہ کرو۔وہ تمہارے سب مسکنوں میں خداوند کا سبت ہے“ حکم سبت کے بارے میں اس طرح کی دیگر تاکیدات بھی توریت میں بڑی تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔مقدمہ کے فائدہ سوم میں اسکا تذکرہ بھی ہو چکا۔احبار باب ۱۲ آیت ۲ میں اس طرح مذکور ہے ”بنی اسرائیل سے کلام کر اور کہہ کہ جو عورت حاملہ ہو اور لڑکا جنے تو وہ اسکے حیض کی ناپاکی کے دنوں کی مانند سات دن تک ناپاک ہوگی اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے اور وہ تینتیس دن تک اپنی طہارت کے خون میں رہے کسی پاک چیز کو نہ چھوئے اور نہ مقدس میں داخل ہو جب تک کہ اسکی طہارت کے ایام پورے نہ ہو جائیں اور اگر وہ لڑکی جنے تو دو ہفتہ جیسے حیض کے ایام میں رہتی ہے ناپاک رہے گی اور چھیاسٹھ دن تک اپنی طہارت کے خون میں رہے گی“ اور اسی کتاب کے باب ۱۵ آیت ۱۹ میں ہے ”جب ماہواری کے وقت پر عورت کے جسم سے خون بہے تو وہ سات دن تک اپنے حیض میں جدا کی جائے اور جو کوئی اسکو چھوئے شام تک ناپاک رہے“ نیز آیت ۲۴ میں ہے ”اگر کوئی مرد اسکے ساتھ ہم بستر ہو۔جبکہ اسکو حیض آ رہا ہے تو وہ سات دن تک ناپاک رہیگا“

تجزیہ مصنفؒ

الحاصل اس طرح کے احکام کی مثالیں بہت ہیں جو قارئین توریت سے مخفی نہیں۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ احکام کے دنوں میں راتیں بھی داخل ہونگی پس جس جگہ چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہو اور وہاں ملتِ موسوی کا کوئی پیروکار رہتا ہو تو وہاں بے چارے عبرانی غلام کی آزادی کب اور کیسے متصور ہوگی کیونکہ اس طرح تو ہمارے ملک کے رات دن کے حساب سے دو ہزار سال سے زائد مدت اپنے آقا کی خدمت بجا لائے تب نقد آزادی حاصل کرے۔ حکم سبت کے مسئلہ میں اس طرح کے علاقہ میں چھ ماہ کسی کام میں مشغول نہ ہو اور آگ نہ جلائے ورنہ واجب القتل ہوگا۔ وہ عورت جو بچہ جنے چھ سال چھ ماہ تک ناپاک رہیگی اور بتیس سال دو ماہ حالتِ نفاس میں رہیگی اور کسی مقدس چیز کو ہاتھ نہ لگائیگی اور آٹھویں سال بچے کا ختنہ ہوگا۔ وہ عورت جو لڑکی جنے تو تیرہ سال تک ناپاک رہیگی، پینسٹھ سال اور چھ ماہ تک خونِ نفاس میں رہیگی۔ پس یہ عورت بے چاری تو اس زمانہ کی عمر کے حساب سے ساری زندگی ناپاکی اور گوشہ نشینی میں گذارے گی (۱) اسی طرح حائضہ عورت چھ سال چھ ماہ ناپاک اور گوشہ نشین رہے گی نیز اس حوالے سے چونکہ مسلسل حیض کا آنا ناگزیر ہے اگر اس حساب سے ناپاکی اور گوشہ نشینی کا تقابل کیا جائے تو بلوغت کے بعد اسکی ساری عمر تقریباً ناپاکی اور گوشہ نشینی میں گذرے گی اور حائضہ عورت سے جماع کرنے والا چھ سال چھ ماہ تک ناپاک رہیگا کیونکہ ہمارے ملک کے سات روز اس جگہ کے اعتبار سے مقرر کیے جائیں تو چوبیس گھنٹوں کی ایک ساعت سے بھی کم بنتے ہیں۔

جب اس قدر آپکو معلوم ہوا تو ہم بطور معارضہ الزاماً کہتے ہیں کہ توریت میں بھی

(۱) کیونکہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی اوسط عمر ساٹھ ستر کے درمیان رہتی ہے۔

رحم کرونگا اور جس پر ترس کھانا منظور ہے اس پر ترس کھاؤنگا۔ پس یہ نہ ارادہ کرنے والے پر منحصر ہے نہ دوڑ دھوپ کرنے والے پر بلکہ رحم کرنے والے خدا پر۔ کیونکہ کتاب مقدس میں فرعون سے کہا گیا ہے کہ میں نے اسی لئے تجھے کھڑا کیا ہے کہ تیری وجہ سے اپنی قدرت ظاہر کروں اور میرا نام تمام روئے زمین پر مشہور ہو۔ پس وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے سخت کر دیتا ہے۔ پس تو مجھ سے کہیگا پھر وہ کیوں عیب لگاتا ہے؟ کون اسکے ارادہ کا مقابلہ کرتا ہے؟ اے انسان بھلا تو کون ہے جو خدا کے سامنے جواب دیتا ہے؟ کیا بنی ہوئی چیز بنانے والے سے کہہ سکتی ہے کہ تو نے مجھے کیوں ایسا بنایا؟ کیا کمہار کو مٹی پر اختیار نہیں کہ ایک ہی لوندے میں سے ایک برتن عزت کیلئے بنائے اور دوسرا بے عزتی کیلئے؟ پس کیا تعجب ہے اگر خدا اپنا غضب ظاہر کرنے اور اپنی قدرت آشکارا کرنے کے ارادہ سے غضب کے برتنوں کیساتھ جو ہلاکت کیلئے تیار ہوئے تھے نہایت تحمل سے پیش آیا۔ اور یہ اس لئے ہوا کہ اپنے جلال کی دولت رحم کے برتنوں کے ذریعہ سے آشکارا کرے جو اس نے جلال کیلئے پہلے سے تیار کئے تھے'' انتہیٰ

حق یہ ہے کہ پولوس موصوف کی یہ عبارت ہمارے تینوں دعووں کے اثبات کیلئے کافی وافی ہے اور دیگر حوالوں کے نقل کرنے سے مستغنی کر دیتی ہے۔

(۸) پولوس کے کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب۲ آیت ۷ میں ہے ''بلکہ ہم خدا کی وہ پوشیدہ حکمت بھید کے طور پر بیان کرتے ہیں جو خدا نے جہان کے شروع سے پیشتر ہمارے جلال کے واسطے مقرر کی تھی''

(۹) پطرس کے پہلے خط باب ۳ آیت ۱۷ میں ہے ''کیونکہ اگر خدا کی یہی مرضی ہو

اس طرح کے احکام مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تمام جگہوں کا علم حاصل ہے۔ پس اگر توریت کلام الٰہی ہوتی تو اسمیں ایسے احکام ہوتے کہ تمام علاقوں کے لوگوں کیلئے اس پر عمل کرنا ممکن ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ

توریت کلام الٰہی نہیں ہے اور اسکے پیروکار مذہب حق پر نہیں ہیں۔ اب اگر وہ توریت کی ان عبارات میں کوئی توجیہ وتاویل کرتے ہیں تو قرآنی احکام کے متعلق بھی ان لوگوں کو اسی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔

اعتراض ششم: یہود کا حضرت عزیرؑ کو ابن اللہ کہنا

کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے کہ نصاریٰ نے کہا کہ مسیح ابن اللہ ہے اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے۔ (۱) حقیقت یہ ہے کہ نصاریٰ تو اس طرح کہتے ہیں مگر یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کے حق میں اس طرح نہیں کہا کیونکہ عہد عتیق سے کسی جگہ بھی یہ ثابت نہیں ہوتا۔

جواب

اگرچہ عہد عتیق میں حضرت عزیر علیہ السلام کا ابن اللہ ہونا (۲) مذکور نہیں ہے تاہم قرآن کریم بھی اس قول کو عہد عتیق کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ اسکی نسبت یہود کی طرف کی گئی ہے اور یہود ونصاریٰ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے زمانہ میں توریت وانجیل کے برخلاف سینکڑوں باطل خیالات اور فاسد رسومات میں مبتلا تھے جیسا کہ مسیحی حضرات خود اس بات کا

(۱) قرآنی آیت "وَقَالَتِ الیھودُ عُزَیر ابن اللّٰہ وَقَالتِ النَّصٰری المسیح ابن اللّٰہ" کی طرف اشارہ ہے (سورۃ التوبہ آیت ۳۰)

(۲) لفظ ''ابن'' اور ''ولد'' کی تحقیق کیلئے دیکھیے: تفسیر ماجدی ج ۲ ص ۳۴۶ مطبوعہ مجلس نشریات قرآن کراچی

اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ اُس وقت کے یہودِ مدینہ یہ عقیدہ فاسدہ رکھتے تھے (۱)۔ بلکہ یہود کا رسوم باطلہ میں مبتلا ہونا خود حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی ثابت ہے چنانچہ یہود کے ایک

(۱) جیسا کہ اس پر تازہ ترین تحقیق آچکی ہے ڈاکٹر محمود احمد غازی بتاتے ہیں ''آج سے ۵۴ سال قبل اردن کے علاقے میں بڑا عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔Dead Sea جس کو بحرمیت (یا بحرِ مردار) بھی کہتے ہیں اسکے ایک طرف پہاڑ ہے اور پہاڑ کے اختتام پر بحرمیت شروع ہوجاتا ہے۔ اسکے دوسرے کنارے پر اس علاقہ کی حدود شروع ہوتی ہیں جس کو مغربی کنارہ کہتے ہیں جس پر اب اسرائیل نے قبضہ کر رکھا ہے۔ یہاں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ وہاں ایک چرواہا رہتا تھا جسکا نام احمد تھا۔ وہ روزانہ اس جگہ اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز وہ اپنی بکریاں چراتا چراتا پہاڑ کے اوپر چلا گیا اور شام تک وہاں بکریاں چراتا رہا۔ جب واپس جارہا تھا تو ایک بکری گم ہوگئی۔ وہ اس بکری کی تلاش میں نکلا۔ چلتے چلتے اسے ایک غار دکھائی دیا۔ اس نے سوچا کہ شاید بکری غار کے اندر چلی گئی ہے۔ بکری کو بلانے کیلئے اس نے آواز دی تو اندر سے بکری کی آواز آئی۔ وہ غار کے اندر داخل ہوگیا۔ وہ غار کے اندر چلتا گیا اور بکری بھی آگے آگے چلتی گئی۔ جب خاصا اندر چلا گیا تو اسے کچھ اندھیرا سا محسوس ہوا۔ یہ اپنی بکری چھوڑ کر واپس آگیا اور اگلے دن کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر گیا اور ساتھ ہی روشنی کا انتظام کرنے کیلئے کوئی شمع یا لالٹین بھی ساتھ لیتا گیا۔ جب وہ اندر داخل ہوا اور بکری کو ساتھ لانے لگا تو اس نے دیکھا کہ غار کے اندر مٹی کے بہت سارے بڑے بڑے گھڑے رکھے ہوئے ہیں۔ اسکو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ کوئی پرانا خزانہ ہے جو یہاں چھپا ہوا ہے۔ اس نے ایک مٹکے میں ہاتھ ڈالا تو اس میں پرانے کاغذ اس طرح لپٹے ہوئے رکھے ہوئے تھے جیسے طومار لپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک کو چھیڑا وہ پھٹ گیا، دوسرے کو چھیڑا وہ بھی پھٹ گیا۔ ہر مٹکے میں ایسے ہی طومار بھرے ہوئے تھے۔ وہ واپس آگیا اور اس نے آکر گاؤں والوں کو بتایا کہ شاید وہاں کوئی خزانہ دفن ہے۔ بہت سے گاؤں والے وہاں پہنچے اور انہوں نے ان مٹکو میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں بہت کاغذ پھٹ گئے۔ اتفاق سے ماہرین آثارِ قدیمہ کی ایک ٹیم آئی ہوئی تھی جو چند مغربی ماہرین پر مشتمل تھی۔ جب انہیں یہ قصہ معلوم ہوا تو وہ بھی وہاں پہنچے اور ان میں سے بہت سے کاغذات اور کتابیں چرا کر لے گئے۔ مقامی حکومت کو جب انکی اس حرکت کا پتہ چلا تو انہوں نے انہیں روکا اور یہ تمام کاغذات اور کتابیں سرکاری قبضہ میں لے کر ایک مرکز میں رکھ دیں اور ماہرین کی ایک ٹیم مقرر کی کہ وہ کاغذوں اور طوماروں کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ یہ کیا کتابیں ہیں۔ کہاں سے آئی ہیں اور کس نے لکھی ہیں اور ان میں کیا لکھا ہوا ہے۔ ان آثار ودستاویزات کا جو حصہ مغربی ماہرین لے گئے تھے انہوں نے بھی ان کاغذات کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ قدیم خطوط اور مذاہب کے ماہرین کو بلوایا گیا۔ انہوں نے بھی ان کتابوں کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جو کسی بڑے عیسائی عالم کی ملکیت تھا۔ وہ عیسائی عالم اس زمانہ میں تھا جب عیسائیوں پر مظالم ہو رہے تھے اور یہودیوں کی حکومت تھی۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر......

اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں ’’تم خدا کے حکم کو ترک کر کے آدمیوں کی روایت کو قائم رکھتے ہو اور پلیٹوں اور پیالوں کا دھونا اور اس جیسی بہت سی باتوں پر عمل کرتے ہو(۱) اس نے ان سے کہا تم اپنی روایت کو ماننے کیلئے خدا کے حکم کو کیا خوب باطل کرتے ہو..... یوں تم خدا کے کلام کو اپنی روایت سے جو تم نے جاری کی ہے باطل کر دیتے ہو اور ایسے بہتیرے کام کرتے ہو‘‘ انتہی ملخصاً (مرقس باب ۷ آیت ۸‘۹‘ ۱۳)

بقیہ حاشیہ.....) یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۱۰۰، ۱۵۰ سال بعد کا واقعہ ہے۔ یہ لوگ اہل ایمان اور صاحب توحید تھے۔ جب ان پر مظالم ہوئے تو یہ اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ اس کتب خانہ کے مالک عالم کو خیال ہوا کہ کتابوں کا یہ قیمتی ذخیرہ لوگ ضائع کر دیں گے۔ اس لیے وہ اس ذخیرہ کو غار میں چھپا کر چلا گیا کہ اگر زندگی بچی تو واپس آ کر لے لونگا۔ اسکے بعد اسکو واپس آنے اور اپنے کتب خانہ کو حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ یوں یہ کتب خانہ کم وبیش اٹھارہ سو سال وہاں غاروں میں محفوظ رہا۔ گویا تقریباً سن ۱۰۰ یا ۱۵۰ عیسوی سے یہ کتابیں وہاں رکھی ہوئی تھیں۔ کوئی پونے دو ہزار سال پہلے کے لکھے ہوئے یہ ذخائر قدیم عبرانی اور سریانی زبانوں میں تھے۔ ان میں سے ایک ایک کر کے چیزیں اب شائع ہو رہی ہیں۔ کچھ چیزیں اردن میں شائع ہوئی ہیں اور کچھ انگریزی زبان میں یورپ میں شائع ہو رہی ہیں۔ یونیسکو اس عظیم کام کیلئے پیسہ دے رہی ہے۔ ان میں سے کچھ حصے جو ۱۹۶۰ یا اسکے لگ بھگ شائع ہوئے تھے ان میں ایک پوری کتاب ہے جو غالباً کسی عیسائی عالم کی لکھی ہوئی ہے۔ اسکا کچھ حصہ یہودیوں کی تردید میں ہے۔ خاص طور پر ان یہودیوں کی تردید میں جو حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے تھے۔ کتاب میں اس عقیدے کی برائی بیان کی گئی ہے اور اس مشرکانہ عقیدہ پر ان یہودیوں کو شرم دلائی گئی ہے اور پھر یہ وضاحت بھی لکھی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ایک ہے۔ اسکا کوئی بیٹا نہیں ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام تو اللہ کے نیک بندے اور انسان تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟ گویا اسلام سے بہت پہلے کا یہودیوں کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا، عیسائیوں کا محفوظ کیا ہوا اور اہل مغرب کا چھاپا ہوا ایک مسودہ مل گیا کہ جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس زمانہ میں یہودیوں میں ایک فرقہ ایسا موجود تھا جو حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتا تھا‘‘ (محاضرات قرآنی، خطبات ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۲۷۶، مطبوعہ الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور، جولائی ۲۰۰۴ء)

(۱) عبارت کا یہ ٹکڑا ’’پلیٹوں اور پیالوں کا دھونا اور اس جیسی بہت سی چیزوں پر عمل کرتے ہو‘‘ موجودہ اردو بائبلوں میں نہیں تاہم فارسی اور ایک عربی بائبل میں ہے۔ انگریزی بائبل ’’کنگ جیمز ورژن‘‘ میں یہ عبارت موجود ہے جبکہ ’’نیو انٹرنیشنل ورژن‘‘ بائبل میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔

لہٰذا ضروری نہیں کہ جو چیز توریت میں مذکور نہ ہو تو وہ یہود کا عقیدہ بھی نہ ہو(۱) کیا آپ دیکھتے نہیں کہ نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کی تصاویر اور مجسموں کی عبادت کا اعتقاد رکھتے ہیں حالانکہ عہد جدید یعنی انجیل میں اس کا نشان تک نہیں ہے۔

اعتراض ہفتم: مسئلہ طلاق

کہتے ہیں کہ قرآن کریم سے طلاق کا جواز مطلقاً مفہوم ہوتا ہے حالانکہ متی باب ۵ اور باب ۱۹ کے مطابق سبب زنا کے علاوہ طلاق کے عدم جواز کی تصریح ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی مرضی جواز طلاق پر ہوتی تو آدم علیہ السلام کو اسکی اجازت دیتے اور انکی اولاد میں اسکا رواج پڑتا۔ نیز قرآنِ کریم سے ایک مرد کا چار عورتوں سے نکاح کا جواز ثابت ہے جبکہ انجیل کے مطابق ایک عورت سے زیادہ کیساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔

جواب

پہلا اعتراض تو بعینہ توریت پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ استثناء باب ۲۴ میں حکمِ طلاق کی خوب صراحت ہے بلکہ یہود نے اس حکم کی ممانعت کے حوالے سے حضرت مسیح علیہ السلام پر اعتراض بھی کیا تھا اور متی کے دونوں ابواب (۲) سے صاف روشن ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طلاق کے جواز کا حکم فرمایا تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام نے اسکو منسوخ کیا۔ اس لحاظ سے مذکورہ بالا اعتراض درحقیقت یہود کے ان اعتراضات میں سے ایک ہے جو وہ انجیل اور

---

(۱) بلکہ یہ اُس زمانہ کے یہود میں رائج عقیدہ تھا۔ بعض مفسرین کے بقول یہ ایک شخص یا ایک فرقہ کا عقیدہ نہیں تھا بلکہ اُنکے درمیان بہت پھیلا ہوا عقیدہ تھا۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو روح المعانی، مصنفہ سید محمود آلوسیؒ، ج ۹ ص ۳۸۳، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

(۲) متی باب ۵ آیت ۳۱ باب ۱۹ آیت ۳

جناب مسیح علیہ السلام پر کرتے ہیں چنانچہ اسی باب کی فصل اول میں پہلے اعتراض کے جواب میں مثال ہفتم کے تحت اسکا ذکر مفصلاً آچکا ہے۔ یہی حال دوسرے اعتراض کا ہے چنانچہ ان شاءاللہ باب چہارم کی فصل دوم میں دوسرے اعتراض کے جواب کے تحت پوری وضاحت کے ساتھ آپ جان لیں گے۔

سبحان اللہ! ان دانشوروں کی عقل پر کیا تعصب غالب آیا ہے کہ اس طرح احکام جزئیہ کی مخالفت کو بھی قابل اعتراض سمجھتے ہیں۔ اگر یہود اسی راہ پر چل پڑیں تو یقیناً توریت میں درج شدہ سینکڑوں احکامِ جزئیہ ایسے ہیں کہ انجیل انکی سوائے چار چیزوں کے سب میں مخالفت کرتی ہے۔ یہ بھی حواریوں کے اجتہاد اور حضرت پولوس کے ''اباحتِ عامہ'' کے فتویٰ کی برکت ہے کہ تمام احکامِ ظاہرہ سے چھٹی ہوگئی ہے۔ چنانچہ فصل اول میں پہلے اعتراض کے تحت پوری تفصیل سے آپ معلوم کر چکے اور مزید آئندہ آئے گا اور اس فرقہ کے اِس کلام کے مطابق جسکو وہ اپنے زعم میں اعترض سمجھتے ہیں خود انجیل ہی غیر معتبر ٹھہرے گی۔

اعتراض ہشتم: مسئلہ تقدیر

بعض نصاریٰ چند آیات قرآنی کو نقل کر کے اعتراض کرتے ہیں جن میں تقدیر کا اثبات ہے یا ہدایت دینے اور گمراہ کرنے یعنی شر کو پیدا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے مثلاً سورۃ نمل کی آیت ہے فانجیناہ واھلہ الا امرائتہ قدرناھا من الغابرین (النمل آیت ۵۷) ''تو ہم نے انکو اور انکے گھر والوں کو نجات دی مگر انکی بیوی کہ اسکی نسبت ہم نے مقرر کر رکھا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی'' اسی طرح سورۃ السجدہ میں ہے:

ولو شئنا لاٰتینا کلّ نفس ھداھا ولکن حق القول منی لأملئنّ جھنم من الجِنۃ والنّاس اجمعین (السجدہ آیت ۱۳)''

اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دونگا۔

اسی طرح سورۃ جاثیہ میں ہے:

افرأیت من اتخذہ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علیٰ علمٍ وختم علیٰ سمعہ وقلبہ وجعل علیٰ بصرہٖ غشوٰۃ فمن یّھدیہ من بعدہ افلا تذکرون (الجاثیہ آیت۲۳)

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) خدا نے (بھی) اسکو گمراہ کر دیا اور اسکے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اسکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اب خدا کے سوا اسکو کون راہ پر لا سکتا ہے تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

اور اس طرح کی دوسری آیات سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ یہ امور عدلِ خداوندی کے خلاف ہیں جبکہ خدا تعالیٰ بلاشبہ عادل ہے اس طرح کی باتوں کا صدور اس سے محال ہے۔ پس جب قرآن ایسے ہی امور پر مشتمل ہے تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ نہیں ہے۔

جواب

اس اعتراض کا منشاء درحقیقت تعصب ہے یا کتبِ سماویہ کی آیات سے غفلت ہے کیونکہ اثباتِ تقدیرِ ہدایت و گمراہ کر دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہونا اور اللہ تعالیٰ کا خالق شر ہونا اس فرقے کی مسلم الثبوت کتابوں میں بے شمار جگہوں پر ثابت ہے۔ طوالت

کے خوف چند ضروری حوالوں پر پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے(۱)۔

اثبات تقدیر

(۱) حضرت ایوب علیہ السلام کا اپنے حق میں اس طرح ارشاد ہے ''کیونکہ جو کچھ میرے لئے مقرر ہے وہ پورا کرتا ہے اور بہت سی ایسی باتیں اسکے ہاتھ میں ہیں''

(ایوب باب ۲۳ آیت ۱۴)

(۲) زبور ۱۳۹ آیت ۱۶ میں ہے ''ابھی میں ناتمام تھا اور تیری آنکھوں نے میرے مادے کو دیکھا۔ میں کچھ بھی نہ تھا تو تیری کتاب میں لکھا تھا کہ کون شخص کس دن بنایا جائیگا (۲)

(۳) زبور ۱۴۰ میں نیکوں کے ہاتھوں بدکاروں کو سزا ملنے کے بارے میں اس طرح مذکور ہے ''یہاں تک کہ وہ کچھ جو اُنکی تقدیر میں ہے ان کو نہ پہنچائے یہ سرفرازی اسکے سعادتمند بندوں کیلئے ہوتی ہے(۳)

---

(۱) عقیدۂ تقدیر توحید و رسالت کی طرح تمام آسمانی مذاہب و کتب کا مشترک عقیدہ ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کا ہر چیز کا خالق ہونا طے شدہ امر ہے۔ باری تعالیٰ ہر چیز کے خالق ہیں خواہ وہ خیر ہو یا شر کیونکہ خلقِ شر عیب نہیں بلکہ بہت سی حکمتوں کو متضمن ہے۔ ہاں البتہ فعلِ شر برا ہے جو بندوں کا عمل ہے۔ مصنفؒ نے یہاں اوّلاً عقیدۂ تقدیر کے اثبات کیلئے بائبل سے دس حوالے ذکر فرمائے ہیں پھر اُن پر تبصرہ کیا ہے پھر دوسرا مسئلہ کہ ''اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا اور اللہ تعالیٰ ہی گمراہ کرنے والا ہے یعنی اِضلال کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے'' اس پر بائبل سے سترہ حوالے ذکر فرمائے ہیں۔ پھر تیسرا مسئلہ ''باری تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے یعنی خالقِ شر بھی ہے'' پر بائبل سے متعدد حوالے ذکر فرما کر مفید نتائج نکالے ہیں۔

(۲) آیت ۱۶ کا یہ ترجمہ متنِ کتاب کے مطابق ہے۔ موجودہ اردو، عربی، فارسی، انگریزی بائبل کے نسخوں میں یہ عبارت مختلف ہے تاہم نفسِ مضمون ایک ہی نکلتا ہے۔

(۳) یہ فارسی متن کا ترجمہ ہے موجودہ نسخوں میں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔

(۴) صفنیاہ باب ۲ آیت ۱، ۲ میں ہے ''اے بے حیا قوم جمع ہو! جمع ہو! اس سے پہلے کہ تقدیر الٰہی ظاہر ہو اور وہ دن بھس کی مانند جاتا رہے''

(۵) لوقا باب ۲۲ آیت ۲۲ مرقس باب ۱۴ آیت ۲۱ متی باب ۲۶ آیت ۲۴ میں جناب مسیح علیہ السلام کا حواریوں سے خطاب کرتے ہوئے اپنے متعلق اور اپنے گرفتار کرانے والے کے متعلق بطور مذمت اس طرح مذکور ہے ''کیونکہ ابن آدم تو جیسا اسکے واسطے مقرر ہے جاتا ہی ہے مگر اس شخص پر افسوس ہے جس کے وسیلہ وہ پکڑوایا جاتا ہے'' انتہی بلفظ لوقا

(۶) پولوس کے خط میں جو رومیوں کے نام ہے باب ۸ آیت ۲۸ میں ہے ''ہم کو معلوم ہے کہ سب چیزیں ملکر خدا سے محبت رکھنے والوں کیلئے بھلائی پیدا کرتی ہیں یعنی ان کیلئے جو خدا کے ارادہ کے موافق بلائے گئے کیونکہ جنکو اس نے پہلے سے جانا انکو پہلے سے مقرر بھی کیا کہ اسکے بیٹے کے ہم شکل ہوں تا کہ وہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹھا ٹھہرے اور جن کو اس نے پہلے سے مقرر کیا انکو بلایا بھی اور جن کو بلایا انکو راستباز بھی ٹھہرایا اور جنکو راستباز ٹھہرایا انکو جلال بھی بخشا''

(۷) اسی خط کے باب ۹ آیت ۱۰ میں ہے۔

''اور صرف یہی نہیں بلکہ ربقہ بھی ایک شخص یعنی ہمارے باپ اضحاق سے حاملہ تھی۔ اور ابھی تک نہ تو لڑکے پیدا ہوئے تھے اور نہ انہوں نے نیکی یا بدی کی تھی کہ اس سے کہا گیا کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کریگا۔ تا کہ خدا کا ارادہ جو برگزیدگی پر موقوف ہے اعمال پر مبنی نہ ٹھہرے بلکہ بلانے والے پر۔ چنانچہ لکھا ہے کہ میں نے یعقوب سے تو محبت کی مگر عیسو سے نفرت۔ پس ہم کیا کہیں؟ کیا خدا کے ہاں بے انصافی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ موسیٰ سے کہتا ہے کہ جس پر رحم کرنا منظور ہے اس پر

کہ تم نیکی کرنے کے سبب دکھ اٹھاؤ تو یہ بدی کرنے کے سبب سے دکھ اٹھانے سے بہتر ہے"

(۱۰) یہودا کے خط میں ملت مسیحی کے منافقین کے متعلق آیت ۴ میں اس طرح مذکور ہے "کیونکہ بعض ایسے شخص چپکے سے ہم میں آ ملے جنکی اس سزا کا ذکر قدیم زمانہ میں بیشتر سے لکھا گیا تھا"

تبصرۂ مصنفؒ

الحاصل حضرت ایوب' داؤد اور مسیح علیہم السلام کے اقوال سے عقیدہ تقدیر کا ثبوت محتاجِ بیان نہیں۔ اسی طرح دفتر الٰہی جسمیں عالم کے تمام احوال اسکی تخلیق سے قبل ہی لکھے گئے جسکو اہل اسلام "لوحِ محفوظ" سے تعبیر کرتے ہیں اسکا ثبوت بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے ارشاد سے ہوگیا جو زبور ۱۳۹ میں مندرج ہے۔ نیز جناب مسیح علیہ السلام کے قول سے بخوبی واضح ہوگیا کہ انکی گرفتاری امرِ تقدیری ہے اور وہ اپنے گرفتار کرانے والے کیلئے آخرت میں رسوائی کا ذریعہ بنتے ہیں جو معترضین کے نزدیک بالکل خلافِ عدل وانصاف ہے۔ رومیوں کے نام خط باب ۸ میں جناب پولوس بآواز بلند ان لوگوں کا ذکر فرما رہے ہیں جنکا حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزِ اول سے مقدر ہے پھر اسی خط کے باب ۹ کی آیت ۱۰ تا ۱۳ میں حقیقتِ تقدیر مذکور ہے اور آیت ۱۴ تا ۱۸ میں باری تعالیٰ کے فاعلِ مختار ہونے کا ذکر ہے کہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے رحم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سخت دل کردیتا ہے۔ چونکہ ظاہرِ عبارت پر اعتراض ہوتا تھا کہ سنگدل کردینا ارادہ خداوندی سے ہے اس پر کسی کو حقِ اعتراض نہیں تو پھر بندوں کے افعال پر وعید اور ملامت کیوں ہے؟ اس شبہ کو آیت ۱۹ میں ذکر کیا گیا ہے اور آیت ۲۰' ۲۱ میں جواب ارشاد فرمایا گیا کہ چونکہ وہ مالک ہے اسکو اپنی ملکیت میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے اور ہمیں اعتراض کرنے کا کوئی

حق نہیں پہنچتا

گِل راچہ مجال است کہ گوید بکُلال
از بہرِ چہ سازی وچرامے شکنی (۱)

اور آیت ۲۲، ۲۳ میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو مغضوب اور بعض کو مرحوم پیدا کیا تا کہ فریق اول سے اپنی قدرت کا اظہار فرمائیں اور دوسرے فریق پر اپنی رحمت بڑھائیں۔

ہدایت اور اِضلال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہونا

(۱) خروج باب ۴ آیت ۲۱ میں ہے ’’اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ جب تو مصر میں پہنچے تو دیکھ وہ سب کرامات جو میں نے تیرے ہاتھ میں رکھی ہیں فرعون کے آگے دکھانا لیکن میں اسکے دل کو سخت کر دونگا اور وہ ان لوگوں کو جانے نہیں دیگا‘‘

(۲) اسی کتاب کے باب ۷ آیت ۳ میں ہے ’’اور میں فرعون کے دل کو سخت کرونگا اور اپنے نشان اور عجائب ملکِ مصر میں کثرت سے دکھاؤں گا‘‘

(۳) اسی کتاب کے باب ۱۰ آیت ۱ میں ہے ’’اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ فرعون کے پاس جا کیونکہ میں نے ہی اسکے دل اور اسکے نوکروں کے دل کو سخت کر دیا ہے تا کہ میں اپنے یہ نشان انکے بیچ دکھاؤں‘‘ ان وعدوں کے ایفاء کے متعلق اسی کتاب کے باب ۷ آیت ۱۳ میں ہے ’’اور فرعون کا دل سخت ہو گیا اور جیسا خداوند نے کہہ دیا تھا اس نے انکی نہ سنی‘‘ اسی باب کی آیت ۲۲ میں ہے ’’پر فرعون کا دل سخت ہو گیا اور جیسا خداوند نے کہہ دیا تھا اس نے انکی نہ سنی‘‘ اسی طرح باب ۸ آیت ۱۵، ۱۹، باب ۹ آیت ۱۲، ۳۵، باب ۱۰ آیت

(۱) ’’مٹی کی کیا مجال ہے کہ کمہار سے کہے کہ مجھے کیوں بناتے ہو اور کیوں توڑتے ہو‘‘

۲۰'۲۷باب ۱۱آیت ۱۰میں بھی یہی مضمون ہے کہ خداوند نے فرعون کا دل سخت کر دیا۔

(۴) خروج باب ۱۴آیت ۴ میں ہے ''اور میں فرعون کے دل کو سخت کرونگا اور وہ انکا پیچھا کریگا اور میں فرعون اور اسکے سارے لشکر سے میرا جلال ظاہر ہوگا اور سب مصری جانیں گے کہ میں ہی خداوند ہوں پس انہوں نے ایسا ہی کیا'' اسی باب کی آیت ۸ میں ہے ''اور مصر کے بادشاہ فرعون کا دل خداوند نے سخت کیا اور اس نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا'' اسی باب کی آیت ۱۷میں ہے ''اور دیکھو میں مصریوں کے دل سخت کرونگا اور وہ انکے پیچھے آئیں گے اور فرعون اور اسکے سب لشکروں اور گاڑیوں اور سواروں سے میرا جلال ظاہر ہوگا''

(۵) استثناء باب ۲ آیت ۳۰ میں موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو اس طرح خطاب ہے ''لیکن حسبون کے بادشاہ سیحون نے ہم کو اپنے ہاں سے گذرنے نہ دیا کیونکہ خداوند تیرے خدا نے اسکا مزاج کڑا اور اسکا دل سخت کر دیا تا کہ اسے تیرے ہاتھ میں حوالہ کردے جیسا آج ظاہر ہے''

(۶) استثناء باب ۲۹ آیت ۴ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم بنی اسرائیل کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''لیکن خداوند نے تم کو آج تک نہ تو ایسا دل دیا جو سمجھے اور نہ دیکھنے کی آنکھیں اور سننے کے کان دیئے''

(۷) رومیوں کے نام خط باب ۱۱ آیت ۸ میں پولوس کا قول بنی اسرائیل کے متعلق اس طرح مذکور ہے ''خدا نے انکو آج کے دن تک سست طبیعت دی اور ایسی آنکھیں جو نہ دیکھیں اور ایسے کان جو نہ سنیں''

(۸) سلاطین اول باب ۸ آیت ۵۷ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا میں اس طرح مذکور ہے ''خداوند ہمارا خدا ہمارے .... دلوں کو اپنی طرف مائل کرے کہ ہم اسکی

سب راہوں پر چلیں اور اسکے فرمانوں اور آئین اور احکام کو جو اس نے ہمارے باپ دادا کو دیے مانیں‘‘ انتہیٰ ملخصاً

(۹) امثال باب ۲۱ آیت ۱ میں ہے ’’بادشاہ کا دل خداوند کے ہاتھ میں ہے وہ اسکو پانی کے نالوں کی مانند جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے‘‘

(۱۰) سلاطین اول باب ۱۸ آیت ۳۷ میں اللہ تعالیٰ کے حضور سوختنی قربانی گذارتے ہوئے انبیاء کرام (۱) کا قول اس طرح ہے ’’میری سن اے خداوند میری سن تا کہ یہ لوگ جان جائیں کہ اے خداوند تو ہی خدا ہے اور تو نے پھر ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے‘‘

(۱۱) پھر اسی کتاب کے باب ۲۲ آیت ۱۹ میں اور تواریخ ۲۔ باب ۱۸ آیت ۱۹ میں میکاہ نبی کا قول بنی اسرائیل کے بادشاہ اخی اب سے جب وہ سوریہ کے بادشاہ سے جنگ کرنے کی اجازت میکاہ نبی سے طلب کر رہا تھا اور چار سو جھوٹے نبیوں نے اسے فتح کی خوشخبری سنائی تھی اور میکاہ نبی اسکو شکست کی خبر دے رہے تھے اس موقعہ پر انکا قول اس طرح مذکور ہے ’’تب اس نے کہا کہ اچھا تو خداوند کی سخن کو سن لے میں نے دیکھا کہ خداوند اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور سارا آسمانی لشکر اسکے دہنے اور بائیں کھڑا ہے اور خداوند نے فرمایا کون اخی اب کو بہکائے گا تا کہ وہ چڑھائی کرے اور رامات جلعاد میں کھیت آئے؟ تب کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ لیکن ایک روح نکل کر خداوند کے سامنے کھڑی ہوئی اور کہا میں اسے بہکاؤں گی۔ خداوند نے اس سے پوچھا کس طرح؟ اس نے کہا میں جا کر اسکے سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح بن جاؤنگی اس نے کہا تو اسے بہکا دے گی اور غالب بھی ہوگی۔ روانہ ہو جا اور ایسا ہی کر سو دیکھ خداوند نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ

(۱) حضرت ایلیاہؑ اور اُنکے علاوہ۔

بولنے والی روح ڈالی ہے اور خداوند نے تیرے حق میں بدی کا حکم دیا ہے‘‘ (انتہی بلفظہٖ سلاطین)

(۱۲) یسعیاہ باب ۶ آیت ۸ میں ہے ’’اور میں نے خداوند کی آواز سنی اور اس نے کہا کہ میں کس کو بھیجوں اور ہمارے لئے کون جائے گا؟ تو میں نے کہا دیکھ میں حاضر ہوں مجھے بھیج تو اس نے کہا جا اور اس امت سے کہہ کہ تم سنتے ہوئے سنو پر سمجھو نہیں اور دیکھتے ہوئے دیکھو پھر پہچانو نہیں تو اس امت کے دل کو موٹا کر اور انکے کانوں کو بھاری کر اور انکی آنکھیں بند کر ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی آنکھوں سے پہچانیں اور اپنے کانوں سے سنیں اور اپنے دل سے سمجھ کر رجوع لائیں اور شفا پائیں‘‘

(۱۳) یسعیاہ باب ۱۹ آیت ۲ میں ہے ’’اور میں مصریوں کو آپس میں مخالف کردونگا۔ ان میں ہر ایک اپنے بھائی سے اور ہر ایک اپنے ہمسایہ سے لڑیگا شہر شہر سے اور صوبہ صوبہ سے‘‘

(۱۴) یسعیاہ باب ۶۳ آیت ۱۷ میں ہے ’’اے خداوند تو نے ہم کو اپنی راہوں سے کیوں گمراہ کیا اور ہمارے دلوں کو سخت کیا کہ تجھ سے نہ ڈریں؟‘‘

(۱۵) حزقی ایل باب ۱۱ آیت ۱۷ تا ۲۰ میں بنی اسرائیل کیساتھ قید سے خلاصی اور دیگر انعامات کا وعدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قول اس طرح مذکور ہے ’’پس کہہ دے کہ مالک خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں انکو قوموں کے درمیان سے فراہم کرونگا اور ان ملکوں میں سے جہاں جہاں تم پراگندہ ہوئے جمع کرونگا اور اسرائیل کی سرزمین تم کو دونگا اور وہ وہاں سے آئیں گے اور اسکی سب گندگیوں اور تمام مکروہات کو اس سے دور کردیں گے اور میں انکو نیا دل دونگا اور انکے باطن میں نئی روح ڈال دونگا۔ اور انکے بدن میں سے پتھر کا دل نکال دونگا اور انکو گوشت کا دل دونگا تا کہ وہ میرے قوانین پر چلیں اور میری قضاؤں کو مانیں اور

ان پر عمل کریں تو وہ میری امت ہونگے اور میں انکا خدا ہونگا‘‘

مذکورہ بالا عبارت کی آیات ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ کا مضمون اسی کتاب کے باب ۳۶ آیت ۲۵ میں اس طرح ہے ’’تب تم پر صاف پانی چھڑکونگا۔ اور تم پاک صاف ہو گے۔ میں تم کو تمہاری تمام گندگی سے اور تمہارے سب بتوں سے پاک کرونگا اور میں تم کو نیا دل بخشوں گا اور نئی روح تمہارے باطن میں ڈالوں گا اور تمہارے جسم میں سے سنگین دل نکال ڈالوں گا اور گوشتین دل تم کو عنایت کرونگا اور میں اپنی روح تمہارے باطن میں ڈالوں گا اور تم سے اپنے آئین کی پیروی کراؤنگا اور تم میرے احکام پر عمل کرو گے اور انکو بجالاؤ گے‘‘

(۱۶) متی باب ۱۱ آیت ۲۵ میں ہے ’’اس وقت یسوع نے کہا اے باپ آسمان اور زمین کے خداوند میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں۔ ہاں اے باپ کیونکہ ایسا ہی تجھے پسند آیا‘‘ یہی مضمون لوقا کے باب ۱۰ آیت ۲۱ میں اس طرح مذکور ہے ’’اسی گھڑی وہ روح القدس سے خوشی میں بھر گیا اور کہنے لگا اے باپ آسمان اور زمین کے خداوند! میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں ہاں اے باپ کیونکہ ایسا ہی تجھے پسند آیا‘‘

(۱۷) رومیوں کے نام خط باب ۱ آیت ۲۳ میں بت پرستوں کے متعلق پولوس لکھتا ہے ’’اور غیر فانی خدا کے جلال کو فانی انسان اور پرندوں اور چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کی صورت میں بدل ڈالا اس واسطے خدا نے انکے دلوں کی خواہشوں کے مطابق انہیں ناپاکی میں چھوڑ دیا کہ انکے بدن آپس میں بے حرمت کیے جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے خدا کی سچائی کو بدل کر جھوٹ بنا ڈالا اور مخلوقات کی زیادہ پرستش اور عبادت کی بنسبت اس خالق کے جو ابد تک محمود ہے آمین۔ اسی سبب سے خدا نے انکو گندی شہوتوں میں چھوڑ دیا‘‘ اور آیت ۲۸

میں ہے ”اور جس طرح انہوں نے خدا کو پہچاننا ناپسند کیا اسی طرح خدا نے بھی انکو ناپسندیدہ عقل کے حوالہ کردیا کہ نالائق حرکتیں کریں“

تبصرہ مصنفؒ

کتابِ خروج میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرعون اور اسکے لشکروں کے بارے میں کبھی یہ فرماتے ہیں کہ ”میں فرعون کے دل کو سخت کرونگا“ اور کبھی فرماتے ہیں کہ ”میں نے اسکے اور درباریوں کے دل کو سخت کردیا ہے“ اور کبھی فرماتے ہیں کہ ”میں فرعون کے دل کو سخت کردونگا اور وہ انکا پیچھا کریگا“ اور کبھی فرماتے ہیں کہ ”میں مصریوں کے دل کو سخت کرونگا اور وہ انکے پیچھے آئیں گے“۔ چنانچہ ان وعدوں کو پورا کرتے ہوئے اسی کتاب خروج میں ایک جگہ مذکور ہے کہ فرمانِ خداوندی کے مطابق فرعون کا دل سخت ہوگیا اور چار جگہوں پر مذکور ہے کہ خداوند نے فرعون کے دل کو سخت کردیا۔ استثناء باب دوم میں جو موسیٰ علیہ السلام نے حسبون کے بادشاہ سیحون کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ”خدا نے تمہارے دل کو سخت کردیا ہے“ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون کے دل کی سختی اور کفر پر اصرار اس وجہ سے تھا کہ ملک مصر میں معجزات وجلال خداوندی کا ظہور ہو اسی طرح حسبون کے بادشاہ سیحون کے دل کی سختی تاکہ وہ بنی اسرائیل کے ہاتھ میں آئے یہ دونوں امر اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے تھے۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا قول جو استثناء باب ۲۹ میں اور پولوس کا قول جو رومیوں کے نام خط باب ۱۱ میں درج ہے اس بات پر بڑی صریح دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آج تک بنی اسرائیل کو سمجھدار دل، دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان نہیں دیئے۔ اسی طرح دعاءِ سلیمان علیہ السلام جو سلاطین اول باب ۸ میں ہے اور انکا ایک قول جو امثال باب ۲۱ میں ہے اس سے بڑی وضاحت کیساتھ معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت وعدم ہدایت خدا کی طرف سے

ہے۔اسی طرح ایلیاہؑ کا قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دلوں کا پھیرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے اور میکاہ نبی کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹی روح کو بہکانے کیلئے بھیجا اور اس سے وعدہ کیا کہ تو ہی غالب رہے گی پھر اسی طرح ہوا۔ یسعیاہ باب ۶ آیت ۹، ۱۰ اور باب ۱۹ آیت ۲ تو ہمارے مدعیٰ پر خوب خوب دلیل ہے نیز اسی کتاب یسعیاہ کے باب ۶۳ آیت ۱۷ میں گمراہ کرنے اور دل سخت کر دینے کی نسبت صاف اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔حزقی ایل باب ۱۱ اور باب ۳۶ میں اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل سے صاف وعدہ ہے کہ اسیری سے خلاصی کے بعد بنی اسرائیل کی سنگدلی ختم کر کے ایسے نرم دل دیے جائیں گے کہ جسکی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین کو بجالائیں گے اور ایمان کی طرف ہدایت دینے کا بھی تو یہی مطلب ہے۔ اسی طرح جناب مسیح علیہ السلام کے قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہوا اور انکی رضا اسی طرح ہوئی کہ دانا اور عقلمند لوگ معجزات کو دیکھنے کے باوجود آنجنابؑ پر ایمان نہ لائیں لیکن بے وقوف اور بے خبر لوگ ایمان کی دولت سے پورا حصہ اٹھائیں۔ اسی طرح پولوس رومیوں کے نام خط میں بت پرستوں کے حق میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکو ناپاکی، بے حرمتی اور نالائق حرکتوں میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ اپنے بدن آپس میں بے عزت کریں اور گندے کاموں کا ارتکاب کریں۔

باری تعالیٰ کا ہر چیز کا خالق ہونا

(۱) حضرت ایوب علیہ السلام کا اپنی زوجہ سے ارشاد ہے جو اُنکے صحیفہ باب ۲ آیت ۱۰ میں اس طرح مذکور ہے ”پر اس نے اس سے کہا کہ تیری بات بے وقوف عورتوں کی سی بات

ہے اگر ہم نے خدا کے ہاتھ سے اچھی چیزیں لیں ہیں تو بری کیوں نہ لیں؟‘‘(۱)

(۲) حضرت ایوب علیہ السلام کا ارشاد ہے ’’خدا نے مجھے ظالم کے حوالے کیا ہے اور شریروں کے ہاتھ میں مجھے ڈال دیا ہے‘ (ایوب باب ۱۶ آیت ۱۱)

(۳) یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۷ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے ’’میں ہی روشنی کا موجد اور تاریکی کا خالق ہو میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا ہوں میں ہی خداوند سب کچھ کرنے والا ہوں‘‘(۲)

(۴) نوحہ باب ۳ آیت ۳۸ میں ہے ’’کیا برائی اور بھلائی دونوں حق تعالیٰ کے منہ سے نہیں نکلتیں؟‘‘

(۵) حبقوق باب ۱ آیت ۳ میں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہوئے مذکور ہے ’’تو کیوں مجھے بدکرداری اور مصیبت دکھاتا ہے کہ میں ستم اور ظلم پر نظر کروں۔ فتنہ وفساد میرے سامنے برپا ہوتا رہتا ہے اور بعض لوگ مناقشہ اور جھگڑے میں مشغول ہیں‘‘ انتہی (۳)

---

(۱) پروٹسٹنٹ اردو بائبل ’’کتابِ مقدس‘‘ میں یہ عبارت اس طرح ہے ’’پر اس نے اس سے کہا کہ تو نادان عورتوں کی سی باتیں کرتی ہے۔ کیا ہم خدا کے ہاتھ سے سکھ پائیں اور دکھ نہ پائیں؟ عربی بائبل میں اس طرح ہے ’’فقال لها ايوب: كلامك هذا كلام امرأةٍ جاهلةٍ أنقبل الخيرَ من الله واما الشر فلا نقبله‘‘ فارسی بائبل میں اس طرح ہے ’’اوویرا گفت مثلِ یکی از زنانِ ابلہ سخن می گوئی آیا نیکوئیرا از خدا بیابیم وبدی را نیابیم‘‘

(۲) عربی بائبل میں اس طرح ہے ’’انا مُبدع النور وخالق الظّلمة، وصانع الهناءِ وخالق الشّقاءِ انا الربّ صانع هذا كلّه‘‘

(۳) یہ ترجمہ متنِ کتاب کے مطابق ہے عبارت کا یہ ٹکڑا ’’بعض لوگ مناقشہ اور جھگڑے میں مشغول ہیں‘‘ موجودہ اردو نسخوں میں نہیں ہے تاہم فارسی، عربی اور انگریزی نسخوں میں ہے۔

تبصرہ مصنفؒ

مذکور بالا عبارات میں غور کیجئے کہ کس طرح حضرت ایوب علیہ السلام صدورِ شراور اپنے آپکا ظالموں اور شریروں کے حوالہ ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حضرت یرمیاہؑ خیروشر دونوں کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حضرت حبقوقؑ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہوئے ظہورِ شر کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جبکہ حضرت یسعیاہؑ تو اس دعویٰ کو انتہائی بلیغ اور اکمل ترین طریقے پر وحی آسمانی وکلام ربانی سے ثابت قرار دے رہے ہیں۔

الحاصل یہ چند عبارات جو ان تینوں دعوؤں پر ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر نقل کی گئی ہیں انکا قرآنی آیات سے تقابل کر کے دیکھ لیا جائے آخر ان میں کون سے مضمون کی کمی ہے اور اگر وہ ان مسلمہ کتب کی آیات کو جو مقصود پر ظاہر الدلالت ہونے کے باوجود متشابہات قرار دیں، بے سروپا تاویلات کریں تو یہی معاملہ ان قرآنی آیات کیساتھ بھی ہوسکتا ہے جو بائبل کی مسلمہ کتب کی آیاتِ تقدیر کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ کلام رحمانی پر اسطرح کے شیطانی مغالطوں کے ذریعے اعتراض کرنے والے بُرے انجام سے دوچار نہ ہوجائیں۔ سبحان اللہ! تعصب انسان کو کہاں جا پھینکتا ہے' لوگوں کی عقل وبصیرت پر کج فہمی کے کیسے کیسے پردے آجاتے ہیں دنیاوی لذتوں کا لالچ مزید معاون ہوجاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالك

اعتراض نہم: آیاتِ قرآنی میں تضاد کا ہونا

کہتے ہیں کہ بعض آیاتِ قرآنی مثلاً وہ آیات جن میں کفار سے مقاتلہ وجہاد کا حکم ہے یہ آیات ان آیات کیلئے ناسخ ہیں جن میں اس طرح جبر واکراہ کا امر نہیں ہے جبکہ خدا

تعالیٰ غیر متغیر ہے لہٰذا اگر قرآن از جانبِ خداوند ہوتا تو اسمیں اس طرح آیاتِ متناقضہ نہ ہوتیں۔

جواب

اگر یہ اعتراض نسخ مطلق کے حوالہ سے ہے تو اسکا جواب تو اسی باب کی فصل اول میں اعتراضِ اول کے ذیل میں بخوبی گذر چکا وہاں نسخ کے معنی کا بیان اور اسکے جواز و وقوع پر عقلی و نقلی دلائل کیساتھ مکمل وضاحت ہو چکی کہ نسخ شریعتِ محمدی ﷺ کیساتھ خاص نہیں ہے اور اس سے صفات باری تعالیٰ میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔ اگر اس حوالہ سے اعتراض ہے کہ ایک نبی کی شریعت میں اس طرح کے احکام نہیں ہوتے تو بات یہ ہے کہ کیونکہ قرآن کریم تیئس سال کے طویل عرصے میں نازل ہوا ہے تو اسمیں زمانے کے مختلف تقاضوں اور مکلفین کی مختلف مصلحتوں کے مطابق احکام صادر ہوئے ہیں اور اسمیں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ دوسرے انبیاء کے ذریعے بھی اس طرح کے مختلف احکام الٰہی پائے جاتے ہیں۔

پہلی مثال

پیدائش باب ۶ آیت ۱۹ میں ہے ''اور جانوروں کی ہر قسم میں سے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں لے لینا کہ وہ تیرے ساتھ جیتے بچیں وہ نر و مادہ ہوں اور پرندوں کی ہر قسم میں سے اور چرندوں کی ہر قسم میں سے .... دو دو تیرے پاس آئیں تا کہ وہ جیتے بچیں'' اور پھر اسی کتاب کے باب ۷ آیت ۲ میں ہے ''کل پاک جانوروں میں سات سات نر اور انکی مادہ اور ان میں سے جو پاک نہیں ہیں دو دو نر اور انکی مادہ اپنے ساتھ لے لینا اور ہوا کے پرندوں میں سے بھی سات سات نر اور مادہ لینا تا کہ زمین پر انکی نسل باقی رہے کیونکہ سات دن کے بعد میں زمین پر چالیس دن اور چالیس رات پانی برساؤنگا اور ہر جاندار شئے

کو جسے میں نے بنایا روئے زمین پر سے مٹا ڈالونگا'' اور پھر اسی باب کی آیت ۸ اور ۹ میں مذکور ہے ''اور پاک جانوروں میں سے اور ان جانوروں میں سے جو پاک نہیں اور پرندوں میں سے اور زمین پر کے ہر رینگنے والے جاندار میں سے دو دو نر اور مادہ کشتی میں نوح کے پاس گئے جیسا خدا نے نوح کو حکم دیا تھا''

تبصرہ مصنفؒ

غور کیجئے! کہ پہلے تمام جانداروں میں سے خواہ جانور ہو یا پرندے دو دو لینے کا حکم ہوا پھر طوفان آنے سے سات دن پہلے پاک جانوروں میں سے سات سات کے لینے کا حکم ہوا اور ناپاک جانوروں میں سے دو دو لینے کا حکم ہوا۔ پھر حکمِ اول کے مطابق ہی دو دو جاندار خواہ وہ پاک ہوں یا ناپاک، جانور ہوں یا پرندے لینے کا حکم ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے مقاتلہ ومحاربہ کا حکم نہیں ہوا حالانکہ وہ بدترین کافر تھا یہاں تک کہ خدا ہونے کا دعویدار تھا مگر دوسرے کافر بادشاہوں سے قتال کا حکم ہوا۔ مقدمہ کے فائدہ سوم کے آخر میں آپ جان چکے ہیں کہ بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس قوم کے ہلاک کرنے کو بیان فرمایا پھر موسی علیہ السلام کی سفارش پر اللہ تعالیٰ نے درگذر کیا پھر دوسرے موقعہ پر اس قوم کی سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ میں اس قوم کیساتھ نہیں جاؤں گا بلکہ میرا فرشتہ جائے گا لیکن حضرت موسی علیہ السلام کی شفاعت کی وجہ سے یہ حکم منسوخ ہوا اور دوسرا حکم صادر ہوا کہ میں خود جاؤں گا۔ ایک اور موقعہ پر اس قوم کی نافرمانی کی وجہ سے حکم ہوا کہ میں اس قوم کو وبا میں مبتلا کرونگا اور انکو محروم کرونگا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت کی وجہ سے حکم ہوا کہ میں نے ان سے درگذر کیا۔ اسی طرح ایک اور موقعہ پر حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو حکم ہوا کہ ان لوگوں سے دور ہوجاؤ تاکہ ان سب کو

یکبارگی ہلاک کردوں پھران دونوں بزرگوں نے آہ وزاری کی' زمین پر گر پڑے' حضرت ہارون علیہ السلام نے جناب موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے کفارہ ادا کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس حکمِ عذاب سے درگذر لیا۔

دوسری مثال

سلاطین دوم باب ۲۰ آیت ا اور یسعیاہ باب ۳۸ میں ہے ''ان ہی دنوں میں حزقیاہ ایسا بیمار پڑا کہ مرنے کے قریب ہوگیا۔تب یسعیاہ نبی آموص کے بیٹے نے اسکے پاس آکر اس سے کہا خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو اپنے گھر کا انتظام کردے کیونکہ تو مرجائیگا اور بچنے کا نہیں۔تب اس نے اپنا منہ دیوار کی طرف کر کے خداوند سے یہ دعا کی کہ۔اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں یاد فرما کہ میں تیرے حضور سچائی اور پورے دل سے چلتا رہا ہوں اور جو تیری نظر میں بھلا ہے وہی کیا ہے اور حزقیاہ زار زار رویا۔اور ایسا ہوا کہ یسعیاہ نکل کر شہر کے بیچ کے حصہ تک پہنچا بھی نہ تھا کہ خداوند کا کلام اس پر نازل ہوا کہ۔لوٹ اور میری قوم کے پیشوا حزقیاہ سے کہہ کہ خداوند تیرے باپ داؤد کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میں نے تیری دعا سنی اور میں نے تیرے آنسو دیکھے۔دیکھ میں تجھے شفا دونگا اور تیسرے دن تو خداوند کے گھر میں جائیگا۔اور میں تیری عمر پندرہ برس اور بڑھا دونگا اور میں تجھ کو اور اس شہر کو شاہ اسور کے ہاتھ سے بچالونگا اور میں اپنی خاطر اور اپنے بندہ داؤد کی خاطر اس شہر کی حمایت کرونگا۔اور یسعیاہ نے کہا انجیروں کی ٹکیہ لو۔سوانہوں نے اسے لیکر پھوڑے پر باندھا۔تب وہ اچھا ہوگیا'' انتہیٰ بلفظہٖ سلاطین دوم۔

تبصرہ مصنفؒ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یسعیاہؑ کے ذریعے بادشاہ

یہوداہ حزقیاہ کو حکم دیا کہ اپنے گھر کا بندوبست کر کیونکہ اب تو مر جائیگا پھر اس حکم کے پہنچنے کے بعد جب حزقیاہ نے آہ وزاری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ومہربانی سے حکم اول کو اس قدر سرعت کیساتھ بدلا کہ یسعیاہ گھر کے صحن سے بھی باہر نہ نکلے تھے کہ انکے ذریعے حزقیاہ کو دوسرا حکم دیا گیا اور وہ یہ کہ تمہاری دعا قبول ہوگئی اور تمہاری عمر میں پندرہ سال اضافہ کیا اور وہ اسی وقت تندرست ہوگئے۔

ناظرین! ان منصفین کا انصاف ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں تھوڑے سے وقت میں جانوروں کے متعلق دو مختلف حکم صادر ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے مقاتلہ کا حکم نہ ہوا اور دیگر کفار بادشاہوں سے قتال اور جمیع آل واطفال اسباب سمیت بالکلیہ استیصال کا حکم ہوا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چار مرتبہ بنی اسرائیل کو ہلاک کرنے کا کہا گیا پھر تین بار انکی شفاعت کی وجہ سے اور ایک بار ادائیگی کفارہ سے اس حکم کو منسوخ کیا گیا۔ اسی طرح حزقیاہ کے متعلق ایک ساعت میں اپنے حکم کو منسوخ کیا اور پندرہ سال انکی عمر کے بڑھا دیئے ان تمام امور سے ذاتِ الٰہی میں تغیر لازم نہیں آتا اور تیس سال کے عرصہ میں اگر حضرت محمد ﷺ پر کوئی حکم سابقہ حکم کے خلاف آجائے اور نسخ ہوجائے تو یہ امر ذاتِ الٰہی میں تغیر کا موجب ہے؟ (۱)

تیسری مثال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس بچی کے والدین سے جس کو موصوف نے زندہ کیا تھا بڑی تاکید کیساتھ ارشاد ہے کہ ''یہ ماجرا کسی سے نہ کہنا'' جیسا کہ مرقس باب ۵ آیت ۴۳' لوقا باب ۸ آیت ۵۶ میں مذکور ہے۔ اسی طرح آنجناب کا ان دونابینوں سے جنکو انہوں نے شفا

(۱) فیا للعجب ولضیعة العدل

بخشی اور بینائی عطا کی بڑی تاکید کیساتھ ارشاد ہے کہ ''خبردار! کوئی اس بات کو نہ جانے'' جیسا کہ متی باب ۹ آیت ۳۰ میں ہے۔ اسی طرح آنجنابؑ کا قول اس جماعت سے جو ایک بہرے کو لائے تھے اور آنجناب نے اسے شفا عطا فرمائی بڑی تاکید کیساتھ ارشاد ہے کہ ''کسی سے نہ کہنا'' جیسا کہ مرقس باب ۷ آیت ۳۶ میں مذکور ہے۔

جبکہ دوسری جانب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول اس آسیب زدہ شخص سے جسے انہوں نے شفا بخشی لوقا باب ۸ آیت ۳۹ میں اس طرح ہے ''اپنے گھر کو لوٹ لوگوں سے بیان کر کہ خدا نے تیرے لئے کیسے بڑے کام کیے۔ وہ روانہ ہو کر تمام شہر میں چرچا کرنے لگا کہ یسوع نے میرے لئے کیسے بڑے کام کیے''

چوتھی مثال

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو اپنی طرف سے رسول بنا کر روانہ کیا تو اس بارے میں ہدایت دیتے ہوئے فرمایا ''ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور انکو حکم دے کر کہا غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا'' (متی باب ۱۰ آیت ۵) دوسری جگہ مذکور ہے ''اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا'' (متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

تبصرہ مصنفؒ

ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام اس زمانے تک یہی سمجھتے تھے کہ انکی رسالت صرف بنی اسرائیل تک محدود و منحصر ہے حالانکہ آسمان کی طرف چڑھتے ہوئے آنجناب کا اپنے شاگردوں سے اس طرح خطاب ہے ''آسمان و زمین کا کل

اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور انکو باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو اور انکو یہ تعلیم دو کہ ان سب باتوں پر عمل کریں جنکا میں نے تم کو حکم دیا اور دیکھو میں دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں'' (متی باب ۲۸ آیت ۱۸) اور پولوس کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجھ پر ظاہر ہو کر اس طرح ارشاد فرمایا ''اس نے مجھ سے کہا جا میں تجھے غیر قوموں کے پاس دور دور بھیجوں گا'' (رسولوں کے اعمال باب ۲۲ آیت ۲۱)

پانچویں مثال

متی باب ۲۳ آیت ۱ میں اس طرح ہے ''تب یسوع نے ہجوم اور اپنے شاگردوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تم سے کہیں وہ سب عمل میں لاؤ اور مانو لیکن انکے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں مگر کرتے نہیں''

تبصرہ مصنفؒ

حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ ارشاد دینِ یہود کے تمام احکام میں صریح ہے کہ علماء یہود کے اقوال کے مطابق عمل کریں اور شریعت موسوی کے احکام بجا لائیں حالانکہ چند ''رسولوں'' کی برکت سے روح القدس کی تائید کیساتھ چار چیزوں کے علاوہ توریت کے تمام احکام ظاہرہ میں سے کوئی چیز واجب العمل نہ رہی جیسا کہ اسی باب کی فصل اول میں پہلے اعتراض کے جواب میں آپ تفصیلاً جان چکے ہیں اور پولوس مقدس علماء یہود کے اقوال کو اونٹ کی مینگنیوں کی طرح درجہ اعتبار سے ساقط کرتے ہیں جیسا کہ طیطس کے نام خط باب اول آیت ۱۴ میں فرماتے ہیں ''اور یہودیوں کی کہانیوں اور ایسے آدمیوں کی طرف متوجہ نہ ہوں جو حق سے منہ موڑ لیتے ہیں''

چھٹی مثال

حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنے شاگردوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے ’’مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا‘‘ (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲)

چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حق میں اس طرح صاف طور پر کہیں نہیں فرمایا کہ ’’میں خدا ہوں‘‘ اس لئے پادری فنڈر صاحب اپنی کتاب ’’مفتاح الاسرار‘‘ کے باب اول کی فصل اول کے آخر میں الوہیت مسیح علیہ السلام کے متعلق عذر خواہی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ’’الوہیت مسیح علیہ السلام کا مسئلہ بھی ان بہت سی باتوں میں سے ایک ہے جنکا یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ میں تذکرہ ہے چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے صعود آسمانی سے قبل کسی شخص میں اس ’’بات‘‘ کے سمجھنے کی صلاحیت نہ پائی لہذا انہوں نے اپنے خدا ہونے کو صاف بیان نہ فرمایا‘‘ اس قول کا بطلان انشاء اللہ اسی کتاب کے باب دوم کے مقدمہ میں معلوم ہو جائیگا۔

تبصرہ مصنفؒ

غور کیجئے! کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو مسیحیوں کے اعتقاد کے مطابق عین خدا ہیں‘ حواریوں کو رسالت کے درجہ تک پہنچاتے ہیں اور روح القدس کے فیض یافتہ گردانتے ہیں زمانہ اور اہل زمانہ کے مصلحت سے کبھی تو لوگوں کو اپنے معجزات مخفی رکھنے کا حکم کرتے ہیں اور کبھی انکے اظہار و تشہیر کا حکم دیتے ہیں۔ کبھی اپنی رسالت کو بنی اسرائیل تک محدود کرتے ہیں اور کبھی عموم بعثت کو بیان کرتے ہیں اور پولوس کو دُور دُور کے قبائل تک جانے کا حکم دیتے ہیں۔ اپنے معتقدین کو ملت موسویہ کی بجا آوری کا حکم دیتے ہیں اور کبھی فرماتے ہیں کہ بہت

سے احکام باقی ہیں فی الحال تم میں انکے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا بیان نہیں کرتا(۱) اور انکے بیان کو فارقلیط کی آمد پر موقوف کرتا ہوں۔

مسیحی علماء آنجناب کی الوہیت کے عقیدہ کو بھی منجملہ ان احکام میں داخل سمجھتے ہیں(۲) حالانکہ یہ عقیدہ عیسائیت کا بنیادی پتھر ہے بلکہ انکے زعم کے مطابق نفس نجات ہی اس پر موقوف ہے۔اب دیکھئے کہ اگر احکام الٰہیہ کے سلسلہ میں خود ذاتِ خداوندی کی طرف سے عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق زمانہ واہل زمانہ کے اختلاف کو مدنظر رکھا جاتا ہے تو عبداللہ بن عبداللہ(۳) کا کیا ذکر کہ اگر اسکے واسطے سے مکلفین کے احوال ملحوظ رکھتے ہوئے متعدد زمانوں میں مختلف احکام نازل ہو جائیں تو آخر اسے کیوں لائقِ تعجب اور قابل اعتراض قرار دیتے ہیں۔ ہاں اگر بیک وقت قرآن نازل ہوا ہوتا یا اب بھی اخبار وقصص میں تناقض ہوتا تو ضرور اعتراض ہو سکتا مگر الحمداللہ ایسا نہیں ہے۔البتہ نفسِ جہاد کے متعلق جو اعتراض ہے وہ باب چہارم کی فصل دوم میں انشاءاللہ پوری تفصیل کیساتھ آجائے گا۔

آیاتِ قرآنی میں تعارض کا جواب

بعض آیات جو قصص واخبار میں وارد ہیں ان میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے مگر ذرا سی توجیہ کیساتھ ان میں مطابقت ہو جاتی ہے اور تعارض مندفع ہو کر اشکال جاتا رہتا

(۱) معلوم ہوا کہ لوگوں کے فہم وصلاحیت کی رعایت کرتے ہوئے بہت سی باتوں کا بیان ترک کر دیا ہے یہی حکمت مسئلہ نسخ میں ہے جس میں بتدریج احکام دیکر سہولت پیدا کی جاتی ہے حُرمتِ خمر اسکی اچھی مثال ہے جسکے متعلق بتدریج تین چار آیات نازل ہوئیں اور آخری حکم میں قطعی طور پر حرام کر دیا گیا۔

(۲) جنکو حضرت مسیح علیہ السلام نے لوگوں میں فہم کی عدم صلاحیت کی وجہ سے بیان نہیں فرمایا۔

(۳) مثلاً کوئی پیغمبر یا رسول

ہے(۱) مثلاً مسیحی علماء درج ذیل آیات میں تعارض سمجھتے ہیں اوراعتراض کرتے ہیں۔

(۱) ارشاد باری تعالٰی:

ثم یعرج الیه فی یوم کان مقداره الف سنة مما تعدون

(السجدہ آیت ۵)

پس وہ ایک روز جسکی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ہزار برس ہوگی اسکی طرف عروج کرتا ہے۔

(۲) تعرج الملائکة والروح الیه فی یوم کان مقداره خمسین الف سنه (المعارج آیت ٤)

جسکی طرف جبریل اور فرشتے چڑھتے ہیں اُس روز جسکا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا

(۳) وما امر الساعة الّا کلمح البصر او هو اقرب انّ اللّٰه علی کلّ شئیٍ قدیر (النحل آیت ۷۷)

اور قیامت کا آنا یوں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اِس سے بھی قریب تر کچھ شک نہیں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

---

(۱) یہاں مصنفؒ نے تین آیات بطور نمونہ پیش کی ہیں جن میں بظاہر تعارض ہے اور عیسائی اسکو لیکر اعتراض کرتے ہیں۔ مصنفؒ نے رفعِ تعارض کی معقول توجیہ پیش کر کے مکمل جواب دیا ہے۔ مصنفؒ نے اپنی کتاب اظہار الحق ج ۳ باب ۵ میں بھی اس پر کچھ گفتگو فرمائی ہے۔ علماءِ اسلام نے اس موضوع پر ''مشکلات القرآن'' کے نام سے مستقل طور پر لکھا ہے۔ چند کتابوں کے نام استفادہ کیلئے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ تاویلات مشکل القرآن، مصنفہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم المعروف ابن قتیبہؒ (۲۷۶ھ)

۲۔ فوائد فی مشکل القرآن، مصنفہ شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ (۶۶۰ھ)، محققہ ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی

۳۔ مشکلات القرآن، مصنفہ علامہ محمد انور شاہ الکشمیریؒ، مطبوعہ ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان

۴۔ مشکلات القرآن (اردو) مصنفہ مولانا محمد انور گنگوہیؒ، مطبوعہ ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان

مذکورہ بالا آیات میں تناقض سمجھ کر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ پہلی آیت تو قیامت کے متعلق ہے ہی نہیں جیسا کہ گذشتہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ماقبل میں یہ آیت ہے یدبّر الامر من السّمآء الی الارض ثم یعرج الیہ الخ یعنی وہی آسمان سے زمین تک ہر کام کا انتظام کرتا ہے یعنی حکم کرتا ہے اور آسمان سے زمین کی طرف اس کام پر مامور فرشتے کو زمین کی طرف بھیجتا ہے پس وہ فرشتہ آتا ہے اور اس کام کو انجام دیتا ہے پھر دوبارہ آسمان کی طرف صعود کرتا ہے۔ حاصل یہ کہ فرشتے کا نیچے آنا اور دوبارہ اوپر جانا اتنی مدت میں ہوتا ہے کہ اگر آدمی ایسا کرنا چاہے تو ایک ہزار سال سے کم مدت میں نہ ہو سکے (۱) یا ''یدبّر الامر'' سے مراد دیگر تدبیرات ہیں جو دنیا میں واقع ہوئیں مثلاً اسلامی سلطنت کے غلبہ وقوت کا زمانہ پانچ سو سال عربوں کے ذریعے رہا اور پانچ سو سال ترکوں کے ذریعے رہا اس کے بعد بعض کفار کے ذریعے سے اسمیں ضعف آگیا یا اس طرح کی اور تدبیرات مراد ہونگی۔ الحاصل اس تقریر کے مطابق مضمون آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مامور فرشتے ایسے کاموں کو جو ہزار سال میں انجام پائیں پلک جھپکنے میں کر کے آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

دوسری آیت کو بعض مفسرین روزِ قیامت کے احوال کے متعلق قرار دیتے ہیں اور ابن عباسؓ سے یہی روایت ہے۔ بعض حضرات اسکو بھی دنیاوی تدبیرات پر مامور فرشتوں کے متعلق قرار دیتے ہیں۔ پس پہلی صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اس روز کفار پر عذاب کی شدت اور سختی طویل ہونے کے اعتبار سے ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ دوسرے احتمال کے مطابق مطلب یہ ہے کہ اس دنیا سے لیکر وہ جگہ جہاں فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے فرشتے ایک دن میں چلے جاتے ہیں جبکہ بنی آدم میں سے کوئی اسکو طے کرنا چاہے تو اتنی طویل مدت کیلئے پچاس ہزار سال لگ جائینگے۔

---

(۱) جبکہ فرشتہ اسکو پلک جھپکنے میں کر لیتا ہے۔

تیسری آیت میں کفار کا قیامت کو مستبعد اور محال کہنے کا رد اس طرح کیا گیا ہے کہ قیامت کا دن حق ہے اور قیامت مُردوں کو زندہ کرنے وغیرہ سے عبارت ہے اس کا وقوع سرعت اور سہولت کے اعتبار سے پلک جھپکنے کی طرح ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا قیامت واقع کرنا یا مُردوں کو زندہ کرنا تمہارے پلک جھپکنے کے وقت کے بقدر ہے بلکہ اس سے بھی آسان اور کم تر کیونکہ پلک جھپکنے میں دو فعل کرنے پڑتے ہیں یعنی آنکھ کا بند کرنا اور پھر کھولنا جبکہ مردوں کو زندہ کرنے کیساتھ قیامت واقع کرنا اللہ تعالیٰ کا ایک ہی فعل ہے لہٰذا اس پلک جھپکنے کی مدت میں اس امر کا وقوع ممکن ہے اور یہ بالکل اُسی طرح کا مضمون ہے جو حضرت داوٗد علیہ السلام نے زبور باب ۹۰ آیت ۴ میں فرمایا ”کیونکہ تیری نظر میں ہزار برس ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گذر گیا اور جسے رات کا ایک پہر“ الغرض کوئی تناقض اور تضاد باقی نہ رہا۔

اعتراض دہم: قرآنِ کریم کا کتبِ سابقہ سے ماخوذ ہونے کا الزام

کہتے ہیں کہ قرآن پاک تو درحقیقت عہد عتیق، عہد جدید، یہود کی کتب تاریخ وقصص سے اور عرب ومجوس کی عادات کا مجموعہ ہے کہ محمد ﷺ نے ان میں سے جو انکو اچھا لگا اسے لیکر تالیف کر دیا مثلاً حضرت لوط ویوسف علیہما السلام اور فرعون کا واقعہ توریت سے لیا، قصہ مریم انجیل لوقا کے باب اول سے تھوڑا سا تغیر کر کے لے لیا، حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ، فرشتوں کا انکو سجدہ کرنا، ابلیس کا راندہ درگاہ ہونا، قصہ حضرت داوٗد وسلیمان علیہما السلام کا واقعہ، جنت، فرشتے اور عذاب قبر کی کیفیت وغیرہ کے مضامین یہود کی مذہبی کتب سے لے لیے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کلام کرنا، عہد طفولیت میں ان سے معجزہ ظاہر ہونا اور اصحاب کہف کا واقعہ مسیحیوں کی کتاب تاریخ سے لے لیا۔ پل صراط، میزان کا مضمون کتب مجوس سے لیا اور حج کے مناسک وآداب اہل عرب سے لے لئے الغرض اس طرح جمع

وترتیب کر کے قرآن بنالیا۔

جواب

یہود کا بھی انجیل کے متعلق ایسا ہی خیال ہے کہ انجیل میں جو بھی اچھی باتیں ہیں یہ درحقیقت یہودی تعلیمات سے ماخوذ ہیں کیونکہ مسیح علیہ السلام نے اسی قوم میں پرورش پائی اور دعویٰ نبوت سے قبل علماء یہود سے دن رات مواعظ ونصائح سنے۔ اسی طرح یونانی تعلیمات سے ماخوذ ہیں کیونکہ اس زمانے میں انہوں نے اپنے علوم کی بدولت آسمانوں پر کمندیں ڈالی ہوئی تھیں، علوم عقلیہ اور خاص طور پر علم الاخلاق میں انکا طوطی بولتا تھا اور اسمیں یکتائی کا نقارہ بجاتے تھے۔ اسی طرح مجوسی تعلیمات سے ماخوذ ہیں کیونکہ اس زمانے میں اکثر ممالک پر انکا تسلط واقتدار تھا اور انہی کے قوانین رائج تھے لہذا تلاش کرنے والے پر انکے علوم کم ہی مخفی رہ سکتے ہیں۔ باقی تعلیمات مذکورہ کے علاوہ جو ہے وہ سب ناپسندیدہ ہے۔ صاحب ''حل الاشکال'' یہود کے اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ''یہود کی اس بات کو کون اعتبار کریگا؟ یعنی انکے اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ عجیب بات ہے کیونکہ موصوف کی اس بات کو لیکر ہم بھی عرض کریں گے کہ قرآن کے متعلق مسیحیوں کی اس مجنونانہ بڑ کا کون اعتبار کریگا؟

خلاصہ کلام

محترم قارئین! اس فرقہ کی طرف سے قرآن عظیم پر دو بڑے اعتراض بزعم خود باقی رہ جاتے ہیں جن میں ایک حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے متعلق اور دوسرا جنت ودوزخ کے احوال کے متعلق ہے۔ کیونکہ ان دو اعتراض پر انتہائی شرح وبسط کیساتھ مفصل

کلام ''بروق لامعہ'' میں ہو چکا ہے لہٰذا یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ اس بارے میں آغازِ کتاب میں اشارہ ہو چکا۔ ناظرین اگر شوق رکھتے ہوں تو اسکی جانب مراجعت فرمائیں۔ مذکورہ بالا دو اعتراضات کے علاوہ اور بھی سطحی قسم کے کمزور سے اعتراضات ہیں کہ تھوڑا علم وفہم رکھنے والا شخص آسانی کیساتھ انکا جواب معلوم کرسکتا ہے انکو تحریر کر کے علیحدہ علیحدہ جواب دینے کی کوشش وقت کی متاع عزیز کو ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ اکثر اعتراضات کا حاصل یہی ہے کہ ''یہ بات عہد عتیق یا عہد جدید میں نہیں ہے'' ان تمام شبہات کا اجمالی واصولی جواب یہ ہے کہ ان مضامین کا جن پر وہ اعتراض کرتے ہیں عہد عتیق وجدید میں مذکور نہ ہونا انکے غلط ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ایسی بہت سی باتیں اور حالات ہیں جنکا دونوں عہد ناموں میں ذکر نہیں مثلاً قیامت جو کہ ایک عظیم اور پُر ہیبت دن ہے اُسکا ذکر انجیل میں تو پوری صراحت کیساتھ مذکور ہے لیکن کتبِ خمسہ میں جو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں کسی جگہ ذکر نہیں۔ اسی طرح یہوداہ حواری کی پیشینگوئی حضرت ادریس علیہ السلام (۱) کے بارے میں جو انہوں نے اپنے خط کی آیت ۱۴ میں لکھی ہے اسکا بھی عہد عتیق میں نام ونشان تک نہیں۔ اب اگر کوئی لامذہب شخص یہ کہے کہ قیامت کے متعلق پیشینگوئی اور مذکورہ بالا پیشینگوئی (۲) کا انجیل میں ہونا (۳) یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نبی نہ

(۱) بائبل میں اس جگہ انکا نام ''حنوک'' آیا ہے یہ حضرت آدم سے ساتویں پشت میں یارد بن محلل ایل کے بیٹے تھے (پیدائش باب ۵ آیت ۱۸) یہودی اور مسیحی عقیدے کے لحاظ سے یہ آسمان پر زندہ اُٹھالیے گئے ہیں۔ قرآنِ مجید اس باب میں کوئی تصریح نہیں کرتا نہ کوئی صحیح حدیث اُنکے رفعِ جسمانی کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ محققین کے مطابق آیتِ قرآنی ''ورفعناہ مکاناً علیاً'' میں رفعِ مرتبہ وشرف مراد ہے۔ بائبل میں اِنکے حالات پیدائش باب ۵ میں مذکور ہیں قرآنی حوالے سے تفصیل کیلئے دیکھیں ''قصص القرآن'' ج ا ص ۸۹، مصنفہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

(۲) یہوداہ کی حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں۔ (۳) اور عہد عتیق میں نہ ہونا۔

ہونے کی دلیل ہے اور وہ کہے کہ کتبِ خمسہ میں قیامت کے متعلق کچھ مذکور نہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک عظیم الشان دن کا حال ان میں درج نہ ہو۔ اسی طرح مذکورہ پیشینگوئی عہد عتیق میں کسی جگہ مذکور نہیں ظاہر ہے کہ ایسا کہنے سے انجیل کا کلامِ الٰہی (۱) کے مخالف ہونا ثابت نہ ہوگا اور اہلِ حق معترض کے اس قول کو محض تعصب پر محمول کرینگے۔ یوحنا باب ۱۲ آیت ۲۵ میں ہے ’’اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کیلئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی‘‘ یہ آیت بہ بانگ دہل اعلان کر رہی ہے کہ لکھنے والوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے تمام احوال اور کارناموں کو تحریر نہیں کیا بلکہ یہ تو جو کچھ لکھا ہے اسکی حیثیت سمندر سے ایک قطرہ یا صحرا سے ایک ذرہ کے برابر ہے۔

---

(۱) یعنی عہدِ عتیق۔

بابِ اوّل: فصلِ سوم

احادیثِ نبوی اپر اعتراضات

۱۔ اناجیلِ اربعہ کا درجہ احادیثِ نبویّہ سے زیادہ ہونے کا اعتراض

۲۔ احادیث کے قابلِ اعتبار نہ ہونے کا اعتراض

۳۔ مغفرتِ خداوندی عدل کے خلاف ہے کا اعتراض

۴۔ چند منتخب احادیث پر اعتراضات

فصل سوم (از باب اوّل)

فصل سوم ان اعتراضات کے جواب میں ہے جو وہ احادیث نبویہ ﷺ پر کرتے ہیں اور وہ چھ ہیں۔

اعتراض اوّل: احادیث کا مرتبہ اناجیل سے کم ہونا

پہلا اعتراض یہ ہے کہ اناجیلِ اربعہ کا درجہ احادیث سے بڑھ کر ہے جسکی چند وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ اناجیل اربعہ کے مصنفین طبقہ اوّل کے لوگ تھے اور انہوں نے تمام تر حالات دیکھے ہوئے لکھے تھے۔ دوسرا یہ کہ یہ لوگ صاحب کرامات تھے اور روح القدس سے خوب فیض یافتہ تھے۔ تیسرا یہ کہ وہ روایات کو الہام کے مطابق لکھتے تھے۔ جبکہ کتب احادیث کے مصنفین کا معاملہ برعکس ہے کہ وہ تو سو دو سو سال بعد ہوئے تھے اور تمام حالات دیکھے بغیر محض سن کر لکھتے تھے اور وہ صاحب کرامات بھی نہ تھے اور نہ روایات صحیحہ کو الہام کے مطابق کر کے لکھتے تھے۔

جواب

پہلی بات

اناجیلِ اربعہ کے متعلق پہلا دعویٰ تو بالکل بلا دلیل ہے کیونکہ قطعی طور پر ثابت ہے

کہ مرقس اور لوقا نے حالات مشاہدہ نہیں کیے بلکہ سن کر لکھے ہیں جیسا کہ مقدمہ کتاب میں ''عہد جدید'' کے احوال کے ذیل میں گذر چکا۔ علاوہ ازیں جب حضرت مسیح علیہ السلام کا دعویٰ نبوت و تبلیغ تیس سال کی عمر میں ہوا اور حواریوں کا ایمان لانا اسکے بعد ہوا تو حضرت مسیح علیہ السلام کے حالاتِ قبل از نبوت مثلاً مریم کا حاملہ ہونا' یوسف شوہرِ مریم کا خواب دیکھنا اور دیگر حالات جو متی کے باب اول و دوم میں مذکور ہیں وہ بھی متی نے محض سن کر لکھے ہیں۔ لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ مصنفینِ انجیل نے تمام حالات دیکھ کر لکھے ہیں قطعاً غلط ہے

دوسری بات

امر دوم کے متعلق عرض یہ ہے کہ کسی شخص کا صاحب کرامات ہونا مسیحی حضرات کے نزدیک مومن ہونے کی دلیل نہیں چہ جائیکہ اس سے عصمت ثابت ہو۔ متی باب ۷ آیت ۲۲ میں ہے ''اس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند! اے خداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بدروحوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے؟ اس وقت میں ان سے صاف کہہ دونگا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی اے بدکارو! میرے پاس سے چلے جاؤ'' انتہی

ملاحظہ فرمایئے! حضرت مسیح علیہ السلام ان مدعیانِ نبوت کو جن سے بدروحوں کا نکالنا اور بہت سی کرامات کا ظہور ہوا ہے بدکار اور دولت ایمان سے بے بہرہ ارشاد فرماتے ہیں۔ دوسری جگہ مذکور ہے ''کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہونگے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں'' (متی باب ۲۴ آیت ۲۴' مرقس باب ۱۳ آیت ۲۲) اسی طرح کتابِ خروج میں اس مضمون کی صراحت ہے کہ بعض معجزاتِ موسوی مثلاً عصا' پانی کا خون ہو جانا' مینڈک کا نکل آنا کے مقابلے جادو

گروں نے ویسے ہی کام کر دکھائے حالانکہ وہ بلاشبہ کافر تھے چنانچہ خروج باب ۷ آیت ۱۱، ۲۲ باب ۸ آیت ۷، ۱۲ میں یہ سب کچھ مذکور ہے۔ استثناء باب ۱۳ کی ابتدائی آیات تو بانگِ دھل اعلان کر رہی ہیں کہ جھوٹے سے بھی کرامات وخوارق ظاہر ہو جاتے ہیں جیسا کہ انشاء اللہ باب دوم میں مقدمہ بحث دوم کے ذیل میں آئے گا۔

تیسری بات

اسی طرح روح القدس سے مستفیض ہونا بھی مسیحیوں کے نزدیک دلیلِ صداقت نہ ہے۔ انکو خود غور کرنا چاہیئے کہ یہوداہ ان بارہ حورایوں میں سے ہے کہ جن کو حضرت مسیح علیہ السلام نے بدروحوں کے نکالنے اور بیماروں کو شفا بخشنے کی قدرت دی اور انکو اپنی طرف سے رسول بنا کر بھیجا اور یہ سب روح القدس کے فیض سے بہرہ ور تھے چنانچہ متی باب ۱۰ میں گیارہ حواریوں کا نام شمار کرا کر آیت ۴ میں بارہویں شخص کا تذکرہ اس طرح ہے ''اور یہودا اسخر یوطی جس نے اسے پکڑوا بھی دیا'' انتہی۔ یہ یہوداہ وہ ''بزرگ'' ہیں جس نے دنیا کے تیس سکوں کے عوض اپنا ایمان بیچ کر حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرایا اور مرتد ہو کر مرا۔

اِن حواریوں میں ایک بزرگ پطرس بھی ہیں جو جناب مسیح علیہ السلام کے ارشد صحابی ہیں کیونکہ انہوں نے اولاً انکار کر کے ثانیاً قسم اٹھا کر ثالثاً لعنت کرتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام سے اظہارِ لاتعلقی کیا جیسا کہ اس باب کی فصل اوّل میں اعتراضِ نہم کے جواب میں گذر چکا۔

بنی اسرائیل کے سب سے پہلے بادشاہ ساؤل جنکو حضرت داوٗد علیہ السلام اپنے کلام میں بار بار ''مسیح خدا'' سے تعبیر کرتے ہیں اور انکے اقوال سموئیل اول باب ۲۴ آیت ۶، ۱۰ باب ۲ آیت ۹، ۱۱، ۱۶، ۲۳، سموئیل دوم باب ۱ آیت ۱۴، ۱۶ میں مذکور ہیں جو یہودا اسخر یوطی

کے حالات کے قریب قریب ہیں کیونکہ وہ بھی روح القدس سے مستفیض تھے مگر اسکے ساتھ ساتھ وہ ناپاک روحوں سے بھی فیض یافتہ تھے اور پتہ نہیں کیا کیا شرارتیں کیں اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں کا ارتکاب کیا چنانچہ اس بارے میں سموئیل اول باب ۱۰ آیت ۱۰ میں مذکور ہے۔ ’’اور جب وہ ادھر اس پہاڑ کے پاس آئے تو نبیوں کی ایک جماعت اسکو ملی اور خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی اور وہ بھی انکے درمیان نبوت کرنے لگا اور ایسا ہوا کہ جب اسکے اگلے جان پہچانوں نے یہ دیکھا کہ وہ نبیوں کے درمیان نبوت کررہا ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے قیس کے بیٹے کو کیا ہوگیا ہے؟ کیا ساؤل بھی نبیوں میں شامل ہے اور وہاں کے ایک آدمی نے جواب دیا کہ بھلا انکا باپ کون ہے؟ تب ہی سے یہ مثل چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟‘‘ انتہٰی۔ اسی طرح ساؤل کے پاس حملے کی خبر اور ناحاش عمونی (۱) کی اطلاع پہنچنے کے وقت ساؤل کے بارے میں مذکور ہے ’’جب ساؤل نے یہ باتیں سنیں تو خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی اور اسکا غصہ بھڑکا‘‘ (سموئیل اول باب ۱۱ آیت ۶) پھر اسی کتاب کے باب ۱۶ آیت ۱۴ میں لکھا ہے ’’اور خداوند کی روح ساؤل سے جدا ہوگئی اور خداوند کی طرف سے ایک بری روح اسے ستانے لگی اور ساؤل کے ملازموں نے اس سے کہا دیکھ اب ایک بری روح خدا کی طرف سے تجھے ستاتی ہے سو ہمارا مالک اب اپنے خادموں کو جو اس کے سامنے ہیں حکم دے کہ وہ ایک ایسے شخص کو تلاش کر لائیں جو بربط بجانے میں استاد ہو اور جب خدا کی طرف سے یہ بری روح تجھ پر چڑھے وہ اپنے ہاتھ سے بجائے اور تو بحال ہوجائے‘‘ انتہٰی۔ یہ عبارت صاف بتاتی ہے کہ اس سے

---

(۱) اسکا نام ’’ناحس‘‘ یا ’’ناحاش‘‘ آیا ہے عمونی قبیلے کا بادشاہ تھا جس نے یبیس جلعاد کے شہر پر حملہ کیا اور صلح کی شرط یہ رکھی کہ وہ انکی دہنی آنکھ نکال دیگا۔ انہوں نے ساؤل سے مدد کی درخواست کی اور اس نے بنی اسرائیل کو اکٹھا کرکے ناحس کو شکست دی۔

روح القدس کے چلے جانے کے بعد اس پر خدا کی طرف سے شیطانی ارواح آئیں اور تمام شیطانی کاموں کی جڑ بنا۔ پھر ملازموں کے مشورے پر بربط بجانے کیلئے حضرت داؤد علیہ السلام کو تلاش کر کے متعین کیا چنانچہ اسی باب کی آیت ۲۳ میں ہے ''سو جب وہ بری روح خدا کی طرف سے ساؤل پر چڑھتی تھی تو داؤد بربط لیکر ہاتھ سے بجاتا تھا اور ساؤل کو راحت ہوتی اور وہ بحال ہو جاتا تھا اور وہ بری روح اس پر سے اتر جاتی تھی'' انتہی۔ اسی طرح اسی کتاب کے باب ۱۸ آیت ۱۰ اور باب ۱۹ آیت ۹ میں ساؤل پر بری روحوں کا اترنا مذکور ہے اور جب حضرت داؤدؑ ساؤل کے خوف سے بھاگ کر حضرت سموئیلؑ کے پاس گئے اور ساؤل خود انکی گرفتاری کیلئے گیا اس بارے میں اسی کتاب کے باب ۱۹ آیت ۲۲ میں ہے ''تب وہ رامہ کو چلا اور اس بڑے کنویں پر جو سیکو میں ہے پہنچ کر پوچھنے لگا کہ سموئیل اور داؤد کہاں ہیں؟ اور کسی نے کہا کہ دیکھ وہ رامہ کے بیچ نیوت میں ہیں۔ تب وہ ادھر رامہ کے نیوت کی طرف چلا اور خدا کی روح اس پر نازل ہوئی اور وہ چلتے چلتے نبوت کرتا ہوا رامہ کے نیوت میں پہنچا اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتارے اور وہ بھی سموئیل کے آگے نبوت کرنے لگا اور اس سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا اس لئے یہ کہاوت چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟'' انتہی (۱)

جو حضرات اس شخص کی جو مسیح خدا ہے، رحمانی و شیطانی ارواح سے فیض یافتہ ہے، پیغمبر کے نام سے مشہور ہے شرارتیں اور جناتیں معلوم کرنا چاہیں تو سموئیل اوّل کو ملاحظہ فرمالیں۔

چوتھی بات

ان حضرات کا یہ دعویٰ کہ مصنفینِ انجیل نے الہام کے مطابق حالات لکھے ہیں یہ

(۱) سبحان اللہ! نبوت کرنے کا کیا خوب انداز ہے کہ کپڑے اتار کر کی جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منہ

بھی بالکل بے دلیل اور لغو محض ہے کیونکہ تذکرہ نویسی اور دینی مسائل کے تحریر کرنے میں یہ حواری بھی دیگر مجتہدین اور مصنفین کا درجہ رکھتے تھے نہ کہ پیغمبروں کا۔ اس وجہ سے ان اختلافات کے علاوہ جو اناجیلِ اربعہ میں ظاہر ہیں انکی تحریرات اغلاط سے محفوظ نہیں چنانچہ یہ سب مباحث بتفصیل تمام فوایدِ مقدمہ کے تحت آپ معلوم کر چکے ہیں اور مزید باب سوم کی فصل دوم میں آجائے گا کہ جب چند نو ایمان مسیحیوں نے حواریوں کے عہد میں اس بات کی درخواست کی کہ احکام توریت مثلاً ختنہ وغیرہ تو ضرور بجا لائے جائیں تو حواریین اس بارے میں اس طرح مشورہ کرتے ہیں (۱) ''پس رسول اور بزرگ اس بات پر غور کرنے کیلئے جمع ہوئے اور بہت بحث کے بعد پطرس نے کھڑے ہو کر ان سے کہا کہ...... پس اب تم شاگردوں کی گردن پر ایسا جؤا رکھ کر جسکو نہ ہمارے باپ دادا اٹھا سکتے تھے نہ ہم خدا کو کیوں آزماتے ہو؟ حالانکہ ہم کو یقین ہے کہ جس طرح وہ خداوند یسوع کے فضل ہی سے نجات پائیں گے اسی طرح ہم بھی پائیں گے ...... جب وہ خاموش ہوئے تو یعقوب کہنے لگا کہ اے بھائیو میری سنو .... پس میرا فیصلہ یہ ہے کہ جو غیر قوموں میں سے خدا کی طرف رجوع ہوتیں ہیں ہم انکو تکلیف نہ دیں مگر انکو لکھ بھیجیں کہ بتوں کی مکروہات اور حرام کاری اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور لہو سے پرہیز کریں'' (انتہی بتلخیص الآیات ''رسولوں کے اعمال'' باب ۱۵) پولوس کرنتھیوں کے نام پہلے خط میں باب ۷ آیت ۲۵ کے تحت فرماتے ہیں ''کنواریوں کے حق میں میرے پاس خداوند کا کوئی حکم نہیں ہے لیکن دیانت دار ہونے کیلئے جیسا خداوند کی طرف سے مجھ پر رحم ہوا اسکے موافق اپنی رائے دیتا ہوں پس موجودہ مصیبت کے خیال سے میری رائے میں آدمی کیلئے یہی بہتر ہے کہ جیسا ہے ویسا ہی رہے'' نیز پولوس نے بعض مسائل میں پطرس سے اختلاف اور اس پر مواخذہ بھی کیا چنانچہ گلیتوں کے نام خط

(۱) نہ کہ الہام سے کوئی ہدایت پاتے ہیں

باب ۲ آیت ۱۱ میں اسکے متعلق لکھتے ہیں ''لیکن جب کیفا انطاکیہ میں آیا تو میں نے روبرو ہوکر اسکی مخالفت کی کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا اس لئے کہ یعقوب کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غیر قوم والوں کیساتھ کھایا کرتا تھا مگر جب وہ آ گئے تو مختونوں سے ڈر کر باز رہا اور کنارہ کیا اور باقی یہودیوں نے بھی اسکے ساتھ ہوکر ریاکاری کی یہاں تک کہ برنباس بھی انکے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا جب میں نے دیکھا کہ وہ خوشخبری کی سچائی کے موافق سیدھی چال نہیں چلتے تو میں نے سب کے سامنے کیفا سے کہا کہ جب تو باوجود یہودی ہونے کے غیر قوموں کی طرح زندگی گزارتا ہے نہ کہ یہودیوں کی طرح تو غیر قوموں کو یہودیوں کی طرح چلنے پر کیوں مجبور کرتا ہے؟ گو ہم پیدائش سے یہودی ہیں اور گناہ گار غیر قوموں میں سے نہیں تو بھی یہ جان کر کہ آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے خود بھی مسیح یسوع پر ایمان لائے تاکہ ہم مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہریں نہ کہ شریعت کے اعمال سے کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہ ٹھہرے گا'' (گلتیوں کے نام خط باب ۲ آیت ۱۱ تا ۱۷)

تبصرہ مصنفؒ

غور کیجئے! کہ پولوس پطرس حواری کے متعلق کس طرح اہانت آمیز کلمات استعمال کر رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں کے اقوال و افعال الہامی ہوتے یا مبنی بروحی ہوتے تو ان کلمات کی کہاں گنجائش ہوسکتی ہے؟ مقدمہ میں عہد جدید کے بیان کے ذیل یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ تمام صحفِ انجیل عہد مسیح علیہ السلام میں تحریر نہیں کیے گئے۔ اسی طرح مرقس اور لوقا حواری نہ تھے بلکہ حواریوں کے تابعین میں سے تھے لہٰذا مسلمانوں کے ذخیرہ حدیث کا کچھ عرصہ بعد تصنیف ہونا کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہے کیونکہ حدیث کی جمع و تدوین بھی ان

تابعین کے زمانہ میں رواج پا چکی تھی جو اصحاب رسول ﷺ کے فیض یافتہ تھے۔(۱) تابعین کی ایک جماعت جیسے امام زہری وربیع رحمہما اللہ نے احادیث کو جمع کر دیا تھا۔ پھر تیسرے طبقہ کے لوگ جیسے امام مالک وغیرہ نے ان احادیث اور دیگر احادیث کو جو درجہ صحت تک پہنچتی تھیں تہذیب وتحقیق کر کے کتبِ فقہ کی ترتیب سے مدوّن کیا۔ صحابہ کرامؓ نے اس اندیشہ سے کہ کلام رسول ﷺ کلام خداوندی کیساتھ مخلوط نہ ہو جائے احادیث کو جمع نہ کیا یقیناً یہ رائے انتہائی درست تھی ورنہ احتمال تھا کہ کلام رسول کا کلام خداوندی کیساتھ اسی طرح اختلاط ہو جائے جس طرح انجیل میں کلام الٰہی میں دوسرے کلام کے اختلاط کی خرابیاں ہیں جو محتاج بیان ہی نہیں۔

جب لوقا و مرقس کی تحریریں مسیحیوں کے ہاں معتبر ہیں تو کتب احادیث کا ذخیرہ جسے تابعینِ اصحاب رسول ﷺ نے جمع کیا اہل اسلام کے ہاں کیوں معتبر نہ ہو؟ بلکہ صحابہ کرامؓ کے تابعین نے احادیث کے ضبط واتقان میں اتنا اہتمام کیا ہے کہ حواریوں کے تابعین نے اس درجہ کی تحقیق نہیں کی کیونکہ حضرت محمد ﷺ کے ارتحال کے وقت انکے صحابہؓ ایک لاکھ سے متجاوز تھے جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے وقت بزعم مسیحیاں انکے ساتھیوں کی تعداد سینکڑوں تک نہ پہنچی چہ جائیکہ ہزاروں تک پہنچے چنانچہ رسول کے اعمال باب ۱ آیت ۱۵ کے ذیل میں لکھا ہے کہ انکی مجموعی تعداد ایک سو بیس افراد تھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ وفضلہ اہل اسلام نے اپنے نبی ﷺ کے ارشادات کی اس قدر تحقیق وحفاظت کی ہے کہ گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں میں سے کسی امت میں اسکی مثال نہیں ملتی اور اس قدر استقلال وعزیمت کیساتھ تدوین کرتے ہوئے صدہا کتب ایسی تصنیف کر دی ہیں کہ

---

(۱) اور کتابتِ حدیث کا کام تو عہدِ رسالت ﷺ وعہدِ صحابہؓ میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: ''کتابتِ حدیث عہدِ رسالتؐ وعہدِ صحابہؓ میں'' مؤلفہ مولانا محمد رفیع عثمانی، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی۔

انکے ذریعے آج بھی لوگوں کیلئے ان باتوں کو ثابت کرنا ممکن ہے کہ فلاں حدیث کے کتنے راوی ہیں؟ یہ لوگ ضبط وعدالت میں کس درجہ کے ہیں؟ کہاں پیدا ہوئے؟ کہاں فوت ہوئے؟ اور کتب احادیث کے مصنفین کا تقویٰ وطہارت تو ضرب المثل اظہر من الشّمس ہے۔ کتب سیرت، شروح احادیث میں انکی جا بجا صراحت ہے مگر یہ لوگ چونکہ پولوس بزرگ کے ارشاد کے مطابق بول وبراز وامثال آں سے بھی پرہیز نہیں رکھتے اور اعمال بدنیہ تکلیفیہ سے خود کو فارغ البال سمجھتے ہیں تو المرء یقیس علیٰ نفسہ کے مصداق دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کر لیتے ہیں۔

تنبیہ

بلاشبہ انجیل سے حواریوں کا صاحب کرامت ہونا اور رسولِ مسیح علیہ السلام ہونا واضح ہوتا ہے اور اہل اسلام کو اس بارے میں کوئی کلام نہیں مگر ''رسول اللہ'' ہونا اور بات ہے صاحبِ کرامت رسولِ مسیح ہونا اور بات ہے۔ ہاں اگر جناب مسیح علیہ السلام کا خدا ہونا ثابت ہو جائے تو ان حواریوں کا ''رسول اللہ'' ہونا ثابت ہو جائے گا مگر وہ نا قابلِ تسلیم ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ مسیحی علماء حضرت مسیح علیہ السلام کے جن اقوال کو ان حواریوں کے بارے میں ذکر کرتے ہیں ان سے ان حواریوں کا جناب مسیح علیہ السلام کیلئے رسول ہونا یا جناب مسیح علیہ السلام کے حوالے سے انکا صاحبِ کرامت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بالخصوص بعض آیات تو ان حواریوں کے رسولِ خدا ہونے کے بارے میں بالکل منافی ہے جیسے متی باب ۱۰ آیت ۴۰ میں ہے ''جو تم کو قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے'' اور لوقا باب ۱۰ آیت ۱۶ میں ہے ''جو تمہاری سنتا ہے وہ میری سنتا ہے اور جو تمہیں نہیں مانتا وہ مجھے نہیں مانتا اور جو مجھے نہیں مانتا وہ میرے بھیجنے والے کو نہیں مانتا''

انتھٰی کیونکہ غلام کی تعظیم واہانت مالک کی تعظیم واہانت کومستلزم ہے جیسا کہ آنجناب حوارےین سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’اور ایک بچے کولیکر انکے بیچ میں کھڑا کیا پھر اسے گود میں لیکر ان سے کہا۔ جوکوئی میرے نام پر ایسے بچوں میں سے ایک کوقبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جوکوئی مجھے قبول کرتا ہے وہ مجھے نہیں بلکہ اسے جس نے مجھے بھیجا ہے قبول کرتا ہے‘‘ (مرقس باب ۹ آیت ۳۶) نیز جناب مسیح علیہ السلام نے قیامت کے دن اصحابِ یمین کیلئے مغفرت کا اور اصحابِ شمال کیلئے وعید کا جو وعدہ کیا ہے وہ متی باب ۲۵ آیت ۳۴ میں اس طرح مذکور ہے ’’اس وقت بادشاہ اپنے دہنی طرف والوں سے کہے گا آؤ میرے باپ کے مبارک لوگو جو بادشاہی بناءِ عالم سے تمہارے لئے تیار کی گئی ہے اسے میراث میں لو۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا میں پردیسی تھا۔ تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا ننگا تھا۔ تم نے مجھے کپڑا پہنایا بیمار تھا۔ تم نے میری خبر لی قید میں تھا۔ تم میرے پاس آئے۔ تب راستباز جواب میں اس سے کہیں گے اے خداوند! ہم نے کب تجھے بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا؟ یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا؟ ہم نے کب تجھے پردیسی دیکھ کر گھر میں اتارا؟ یا ننگا دیکھ کر کپڑا پہنایا؟ ہم کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھ کر تیرے پاس آئے؟ بادشاہ جواب میں ان سے کہے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ چونکہ تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کیساتھ یہ سلوک کیا اس لئے میرے ہی ساتھ کیا۔ پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا اے ملعونو میرے سامنے سے اس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ جو ابلیس اور اس فرشتوں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ پردیسی تھا۔ تم نے مجھے گھر میں نہ اتارا۔ ننگا تھا۔ تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا بیمار اور قید میں تھا۔ تم نے میری خبر نہ لی تب وہ بھی جواب میں کہیں گے اے خداوند! ہم نے کب تجھے بھوکا یا پیاسا یا پردیسی یا ننگا یا بیمار یا قید میں دیکھ کر

تیری خدمت نہ کی؟ اس وقت وہ ان سے جواب میں کہے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ چونکہ تم نے ان سب سے چھوٹوں میں سے کسی ایک کیساتھ یہ سلوک نہ کیا اس لئے میرے ساتھ نہ کیا۔ اور یہ ہمیشہ کی سزا پائینگے مگر راستباز ہمیشہ کی زندگی'' انتہٰی۔ یرمیاہ باب ۵۱ آیت ۳۳ میں ہے'' کیونکہ ربّ الافواج اسرائیل کا خدایوں فرماتا ہے۔ کہ دخترِ بابل کھلیہان کی مانند ہے جب اسے روندنے کا وقت آئے۔ تھوڑی دیر ہے کہ اسکی کٹائی کا وقت آپہنچے گا شاہِ بابل بنوکدرضر نے مجھے کھالیا۔ اس نے مجھے شکست دی ہے۔ اس نے مجھے خالی برتن کی مانند کردیا ہے اژدہا کی مانند وہ مجھے نگل گیا۔ اس نے اپنے پیٹ کو میری نعمتوں سے بھرلیا۔ اس نے مجھے نکال دیا۔ صیّون کے رہنے والے کہیں گے جو ستم ہم پر اور ہمارے لوگوں پر ہوا بابل پر ہو'' انتہٰی۔ اس طرح کی دیگر عبارات بھی ہیں لیکن خوفِ تطویل لکھنے سے مانع ہے۔ پس جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حق میں کہا تھا وہی بچوں کے حق میں بھی ارشاد فرمایا۔ جو احسان اصحابِ یمین نے بھوکوں، پیاسوں، پردیسیوں، ننگوں، بیماروں اور قیدیوں پر کیا وہ جناب مسیح علیہ السلام نے اپنے حق میں سمجھا اور اصحابِ شمال کا مذکورہ لوگوں پر احسان نہ کرنے کو اپنے حق میں احسان نہ کرنا سمجھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنوکدرضر کی بربادی اور بنی اسرائیل کی مظلومی اور جو دکھ ان کو پہنچے تھے وہ اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پس اس طرح کی عبارات سے اس قسم کے نتائج اخذ کرنا یہ انہی لوگوں کی خوبیٔ فہم و فراست کا نتیجہ ہے۔

اعتراض دوم: احادیث کا درجہ اعتبار

کہتے ہیں کہ احادیث مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذخیرہ تین وجہ سے قابل اعتبار نہیں ہے۔ اوّل اس وجہ سے کہ اسکے نقل و روایت کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور انکے اصحاب ہیں ان لوگوں کی روایت کا جملہ امور بالخصوص معجزات کے باب میں کیا اعتبار ہے؟ دوم اس وجہ سے

کہ شیعوں اور سنیوں کے درمیان ذخیرہ حدیث مختلف فیہ ہے اور ہر طبقہ دوسرے کے مجموعہ حدیث کا انکار کرتا ہے۔ سوم اس وجہ سے کہ احادیث پر اعتماد لغو ہے یہودیوں کے پاس بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد سے قبل اسطرح کی بہت سی روایات تھیں اور حواریوں کے وفات کے بعد نصاریٰ بھی اسی جہالت میں مبتلا ہوئے پھر ہر ایک اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

جواب

مقدمہ کتاب میں معلوم ہو چکا ہے کہ انجیل کی حیثیت ایسی ہے جیسے ہماری کتب احادیث وسیر۔ پس بطور الزام ہم کہتے ہیں کہ انجیل کے کاتبین بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری یا تابعین حواری تھے تو ان لوگوں کی روایات کا جملہ اُمور میں بالخصوص معجزاتِ مسیحی کے باب میں کیا اعتبار ہے؟ نیز اِن لوگوں کی روایات آپس میں بھی مختلف ہیں جیسا کہ مقدمہ کتاب میں گذر گیا لہٰذا اِس انجیل پر اعتماد کرنا بالکل لغو ہے۔ اس اعتراض کا جو جواب وہ دیں گے وہی ہماری طرف سے سمجھ لینا چاہیئے۔ اگر احادیث سے مراد باطل حکایات ہیں جیسے ہفت حاتم وغیرہ تو حقیقت یہ ہے کہ ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اہل اسلام ہزار دفعہ ایسی باتوں کی مذمت کرتے ہیں۔

اس فصل کے اعتراضِ اوّل کے جواب میں آپ کو معلوم ہو چکا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس وجہ سے کہ کہیں کلام الٰہی کلام غیر سے خلط نہ ہو جائے جیسا کہ توریت وانجیل میں ہو چکا انہوں نے اپنے زمانے میں احادیث کو جمع نہ کیا اور احادیث کو قرآن کیساتھ خلط ملط نہ کیا۔ اسکی وجہ یہ نہیں کہ انکو صحتِ احادیث میں کوئی شبہ تھا۔ پھر تابعین کے زمانہ میں اسکی باقاعدہ تدوین کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ اپنے پاس ایک عظیم سرمایہ اس طور پر رکھتے ہیں کہ کوئی بچہ بھی حدیث کی صحت

وسقم' رُواۃ کے اسماء واحوال کو آسانی سے دریافت کرسکتا ہے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کے علاوہ دیگر لوگ احادیث کو روایت کرتے تو پھر ان حضرات کا اعتراض یہ ہوتا کہ جب محمد ﷺ کے احوال سے واقفیت رکھنے والے قریب ترین لوگ روایت نہیں کرتے تو ان لوگوں کی روایت کا کیا اعتبار ہے؟(۱)

اعتراض سوم

کہتے ہیں کہ احادیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی وبدی کو تقدیراً لکھ دیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ خیر وشر کا خالق ہے اسکا لازمی مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال میں مجبور ہے لہٰذا اسکو سزا دینا سراسر ظلم ہے اور اس ظلم کا اثبات اللہ تعالیٰ کے حق میں کفر ہے معلوم ہوا کہ احادیث برحق نہیں ہیں۔

جواب

اسی باب کی فصل دوم میں آٹھویں اعتراض کے جواب میں اس موضوع پر انتہائی شرح وبسط کیساتھ کلام ہو چکا ہے جس سے اس شبہ واھیہ کے تمام اجزاء کا خوب قلع قمع ہو جاتا ہے ناظرین اس جگہ مراجعت فرمائیں۔

اعتراض چہارم: مغفرت وتوبہ پر

کہتے ہیں کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ گار کے گناہ کو بخش

---

(۱) علماءِ اسلام نے حفاظت وحجیتِ حدیث پر اپنی عمریں کھپا ڈالیں ہیں اور آج اِس موضوع پر اتنی کثرت سے اسلامی کتب موجود ہیں کہ مستقل کتب خانے تیار ہو چکے ہیں۔ مغربی مستشرقین نے جدید اُصولِ تحقیق اور اسلامی فنِ حدیث ''علم اسماءِ الرّجال'' کا تقابلی مطالعہ کر کے تسلیم کیا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے پیغمبر ﷺ کے ارشادات کی حفاظت کیلئے بے مثال خدمات انجام دیں ہیں اور زبردست معیارِ استناد وروایت قائم کیا ہے کہ مذاہبِ عالم اور ادیانِ سماوی میں اِسکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

دیگا اور عذاب نہ دیگا۔ اِسی طرح توبہ کرنے سے گناہ گاروں کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں یہ بالکل خلاف عدل ہے۔

جواب

اللہ تعالیٰ مالک ومختار ہے تمام مخلوقات اسکی مملوک اور غلام ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اپنی مِلک میں کسی طرح کے تصرف کو خلاف عدل نہیں کہا جاسکتا چنانچہ یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۹ میں ہے ''افسوس اس پر جو اپنے بنانے والے سے جھگڑے! حالانکہ وہ مٹی کے ٹھیکروں میں سے ایک ٹھیکرا ہے کیا مٹی اپنے بنانے والے سے کہے کہ تو کیا بنارہا ہے؟ یا تیری دستکاری کہ اسکے تو ہاتھ نہیں؟ افسوس اس پر جو باپ سے کہے کہ تو کس چیز کا والد ہے اور ماں سے کہے کہ تو کس چیز کی والدہ ہے؟ انتہی۔ اسی طرح کا مضمون اس مغالطہ کو دور کرنے کیلئے کہ ''جب سنگدل ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ سے ہے تو بندوں کے افعال پر انکو ملامت و وعید کیوں ہے'' رومیوں کے نام خط باب ۹ آیت ۲۰ میں اس طرح مرقوم ہے ''اے انسان بھلا تو کون ہے جو خدا کے سامنے جواب دیتا ہے؟ کیا بنی ہوئی چیز بنانے والے سے کہہ سکتی ہے کہ تو نے مجھے کیوں ایسا بنایا؟ کیا کمہار کو مٹی پر اختیار نہیں کہ ایک ہی لوندے میں سے ایک برتن عزت کیلئے بنائے اور دوسرا بے عزتی کیلئے؟''

جناب مسیح علیہ السلام کی اس تمثیل میں انگور کے باغ کے مالک کا وہ جواب کہ مزدوروں کو انگور کے باغ میں بعض کو ایک دن کیلئے کام پر لگایا، بعض ایک ساعت کیلئے اور بعض نصف دن کیلئے اسی طرح کم وبیش محنت کی اور پورے دن کی مزدوری کرنے والوں کی اجرت ایک دینار قرار پائی تھی۔ جب شام کا وقت ہوا تو سب کو ایک ایک دینار مزدوری دی گئی پورا دن محنت کرنے والوں نے شکایت کی شکایت کرنے والوں کے جواب میں باغ کے مالک نے

کہا ’’میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا؟ جو تیرا ہے اٹھالے اور چلا جا میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں اس کو بھی اتنا ہی دوں۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو کروں؟ یا تو اس لئے کہ میں نیک ہوں بری نظر سے دیکھتا ہے؟‘‘ (متی باب ۲۰ آیت ۱۳ تا ۱۵) لہٰذا خدا تعالیٰ کیلئے گناہ گار کی مغفرت کر دینے میں کیا استبعاد ہے چنانچہ لوقا باب ۶ آیت ۳۵ میں جناب مسیح علیہ السلام کا ارشاد اس طرح ہے ’’کیونکہ وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے‘‘

بائبل اور مغفرتِ گناہ

کتب سماویہ کے مطابق گناہ گار کی مغفرت کے جواز کا تو کیا ذکر اسکے وقوع کا اعتقاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے۔ چنانچہ مقدمہ کے فائدہ سوم کے آخر میں اور اسی باب کی فصل دوم میں نویں اعتراض کے ذیل میں آپ جان چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے چار مرتبہ انکے ہلاک کرنے کا حکم دیا مگر تین مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت کی وجہ سے اور ایک مرتبہ کفارہ کی وجہ سے اپنے غصہ سے در گذر کیا اور اس قوم کے گناہ کو معاف کر دیا۔ متی باب ۹ لوقا باب ۵ مرقس باب ۲ میں ایک مفلوج کے متعلق جناب مسیح علیہ السلام کا قول اس طرح مذکور ہے ’’بیٹا خاطر جمع رکھ تیرے گناہ معاف ہوئے‘‘ (انتہی بعبارت متی باب ۹ آیت ۲) مرقس باب ۳ اور متی باب ۱۲ میں آنجنابؑ کا قول اس طرح مذکور ہے ’’میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بنی آدم کے سب گناہ اور جتنے کفر وہ بکتے ہیں معاف کیا جائیگا لیکن جو کوئی روح القدس کے حق میں کفر بکے وہ ابد تک معافی نہ پائیگا بلکہ ابدی گناہ کا قصوروار ہے‘‘ (انتہی بعبارت مرقس باب ۳ آیت ۲۸) جب ایک فاحشہ عورت سنگ مرمر کے عطر دان میں عطر لیکر شمعون فریسی کے گھر آئی اور جناب مسیح علیہ السلام کے

پاؤں اپنے آنسوؤں سے بھگونے لگی' اپنے سر کے بالوں سے انکو پونچھا اور پاؤں پر عطر لگا کر چومے جارہی تھی۔ فریسی یہ دیکھ کر کہنے لگا اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جان لیتا کہ کیسی فاسقہ عورت اسے چھور ہی ہے تو اس فریسی اور اس عورت سے جناب مسیحؑ کا اس طرح ارشاد ہے ''اس لئے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اسکے گناہ جو بہت تھے معاف ہوئے کیونکہ اس نے بہت محبت کی مگر جس کے تھوڑے گناہ معاف ہوئے وہ تھوڑی محبت کرتا ہے اور س عورت سے کہا کہ تیرے گناہ معاف ہوئے اس پر وہ جو اسکے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے اپنے جی میں کہنے لگے کہ یہ کون ہے جو گناہ بھی معاف کرتا ہے؟'' (لوقا باب ۷ آیت ۴۷)

پس حضرت مسیحؑ عملاً مفلوج آدمی اور اس زنِ فاحشہ کے تمام گناہوں کو بخش رہے ہیں حالانکہ لوگ انکو ان گناہوں کے بخشنے پر یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ یہ شخص یقیناً کفر بکتا ہے (متی باب ۹ آیت ۳) اور کبھی کہہ رہے ہیں کہ ''یہ کون ہے جو گناہ بھی معاف کرتا ہے'' جیسا کہ ابھی گذرا۔ اِسکے باوجود انہوں نے معاف کیا اور وہ روح القدس کے حق میں کفر بکنے کے علاوہ بنی آدم کے تمام گناہ خواہ غصب چوری یا مظلوموں اور عورتوں کے حقوق کا اتلاف ہو یا قتل نفس کا جرم ہو سب گناہوں کے معاف کر دینے کا وعدہ ارشاد فرما رہے ہیں۔

ان روایات کی روشنی میں مسیحیوں کے عقیدہ کے حوالہ سے بے چارے مسلمانوں کا تو صرف یہی قصور ہے کہ وہ گناہوں کے بخشنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں جو نقص وعیب سے پاک' انتہائی حلیم اور کثیر الاحسان ہے۔ مزید برآں حضرت مسیحؑ کی جسمیت کے حوالے سے نصاریٰ بھی بالاتفاق انکو مخلوق ہی قرار دیتے ہیں۔ مسیحیوں کے نزدیک عفوِ گناہ کے جواز کا تو کیا ذکر وہ تو حضرت مسیحؑ کی طرف سے مفلوج اور بدکار عورت کے گناہوں کو اس عالم ناسوت میں جو بلاشبہ حادث ومخلوق ہے بالفعل بخش دینے کا اعتقاد رکھنا واجب کر دیتے ہیں اور اسکو ٹھیک انصاف کے مطابق سمجھتے ہیں۔

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

مسئلہ توبہ اور بائبل

یہاں تک تو گفتگو ہوگئی اب مسئلہ توبہ باقی رہ گیا مگر جاننا چاہیئے کہ شریعت محمدی ﷺ میں ’’توبہ‘‘ کا مطلب صرف یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہ پر شرمندہ ونادم ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف اس ارادے سے رجوع کرے کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کریگا اس صورت میں ایک رحیمِ مطلق ذات کی طرف سے گناہ کے معاف کردینے کو سوائے مسیحی حضرات کے کوئی شخص بھی بعید از عقل نہیں قرار دیتا کیونکہ عہد عتیق وجدید کی بے شمار آیات اس کے جواز کو بتاتی ہیں۔ ان متعصبین کے خلجان کو دور کرنے کیلئے نہایت اختصار کیساتھ عہد عتیق وجدید دونوں سے چند آیات نقل کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) بنی اسرائیل کے احکام توریت پر اطاعت نہ کرنے کی صورت میں وعیدات کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ کا اس طرح ارشاد مذکور ہے ’’تب وہ اپنی اور اپنے باپ دادا کی اس بدکاری کا اقرار کرینگے کہ انہوں نے مجھ سے خلاف ورزی کر کے میری حکم عدولی کی اور یہ بھی مان لیں گے کہ چونکہ وہ میرے خلاف چلتے تھے اس لئے میں بھی انکا مخالف ہوا اور انکو انکے دشمنوں کے ملک میں لا چھوڑا۔ اگر اس وقت انکا نامختون دل عاجز بن جائے اور وہ اپنی بدکاری کی سزا منظور کریں تب میں اپنا عہد جو یعقوب کیساتھ تھا یاد کرونگا اور جو عہد میں نے اسحاق کیساتھ اور جو عہد میں نے ابراہیم کیساتھ باندھا تھا انکو بھی یاد کرونگا اور اس ملک کو یاد کرونگا‘‘ (احبار باب ۲۶ آیت ۴۰)

(۲) بیت المقدس کی تعمیر کے بعد بارگاہ الٰہی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی مناجات کے ذیل میں اس طرح مذکور ہے ’’اگر وہ تیرا گناہ کریں (کیونکہ کوئی ایسا آدمی نہیں جو گناہ نہ

کرتا ہو) اور تو ان سے ناراض ہو کر انکو دشمن کے حوالہ کر دے ایسا کہ وہ دشمن انکو اسیر کر کے اپنے ملک میں لے جائے خواہ وہ دور ہو یا نزدیک۔ تو بھی اگر وہ اس ملک میں جہاں وہ اسیر ہو کر پہنچائے گئے ہوش میں آئیں اور رجوع لائیں اور اپنے اسیر کرنے والوں کے ملک میں تجھ سے مناجات کریں اور کہیں کہ ہم نے گناہ کیا۔ ہم ٹیڑھی چال چلے اور ہم نے شرارت کی۔ سو اگر وہ اپنے دشمنوں کے ملک میں جو انکو اسیر کر کے لے گئے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے تیری طرف پھریں اور اپنے ملک کی طرف جو تو نے اُنکے باپ دادا کو دیا اور اُس شہر کی طرف جسے تو نے چن لیا اور اس گھر کی طرف جو میں نے تیرے نام کیلئے بنایا ہے رخ کر کے تجھ سے دعا کریں۔ تو تُو آسمان پر سے جو تیری سکونت گاہ ہے انکی دعا اور مناجات سن کر انکی حمایت کرنا۔ اور اپنی قوم کو جس نے تیرا گناہ کیا اور انکی سب خطاؤں کو جو ان سے تیرے خلاف سرزد ہوں معاف کر دینا اور انکے اسیر کرنے والوں کے آگے ان پر رحم کرنا تا کہ وہ ان پر رحم کریں''

(سلاطین اول باب ۸ آیت ۴۶ تا ۵۰، تواریخ دوم باب ۶ آیت ۳۶ تا ۴۰)

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام کی مذکورہ بالا دعا کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''تب اگر وہ لوگ جو میرے نام سے کہلاتے ہیں خاکسار بن کر دعا کریں اور میرے دیدار کے طالب ہوں اور اپنی بُری راہوں سے پھریں تو میں آسمان پر سے سن کر انکا گناہ معاف کرونگا اور انکے ملک کو بحال کر دونگا'' (تواریخ دوم باب ۷ آیت ۱۴)

(۴) حزقیاہ بادشاہ نے اپنے زمانہ میں نیک نیتی کیساتھ بنی اسرائیل سے احکام توریت کی اطاعت کی طرف رجوع کرنے اور سرکشی سے باز آنے کی خواہش کی اور اس بارے میں انکے نام ایک خط لکھا جس کے متعلق اس طرح مذکور ہے ''سو ہرکارے بادشاہ اور اسکے سرداروں سے خط لیکر بادشاہ کے حکم کے موافق سارے اسرائیل اور یہوداہ میں پھرے

اور کہتے گئے اے بنی اسرائیل ابراہام اور اضحاق اور اسرائیل کے خداوند خدا کی طرف پھر رجوع لاؤ تا کہ وہ تمہارے باقی لوگوں کی طرف جو اسور کے بادشاہوں کے ہاتھ سے بچ رہے ہیں پھر متوجہ ہو......کیونکہ اگر تم خداوند کی طرف پھر رجوع لاؤ تو تمہارے بھائی اور تمہارے بیٹے اپنے اسیر کرنے والوں کی نظر میں قابل رحم ٹھہریں گے اور اس ملک میں پھر آئیں گے کیونکہ خداوند تمہارا خدا غفور و رحیم ہے اور اگر تم اسکی طرف پھرو تو وہ تم سے اپنا منہ پھیر نہ لے گا'' (تواریخ دوم باب ۳۰ آیت ۶'۹)

(۵) ''شریر اپنی راہ کو اور خطا کار اپنے خیالات کو ترک کرے اور خداوند کی طرف رجوع کرے تو وہ اس پر رحم کریگا اور ہمارے خدا کی طرف پھرے کیونکہ وہ کثرت سے معاف کرتا ہے'' (یسعیاہ باب ۵۵ آیت ۷)

(۶) ''جا اور شمال کی طرف یہ بات پکار کر کہہ دے کہ خداوند فرماتا ہے اے برگشتہ اسرائیل! واپس آ۔ میں تجھ پر قہر کی نظر نہیں کرونگا کیونکہ خداوند فرماتا ہے میں رحیم ہوں' میرا قہر دائمی نہیں صرف اپنی بدکرداری کا اقرار کر کہ تو خداوند اپنے خدا سے عاصی ہوگئی اور ہر ایک ہرے درخت کے نیچے غیروں کیساتھ ادھر ادھر آوارہ پھری خداوند فرماتا ہے تم میری آواز کے شنوا نہ ہوئے خداوند فرماتا ہے اے برگشتہ بچو واپس آؤ! (یرمیاہ باب ۳ آیت ۱۲ تا ۱۴)

(۷) ''خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو خداوند کے گھر کے صحن میں کھڑا ہو اور یہوداہ کے سب شہروں کے لوگوں سے جو خداوند کے گھر میں سجدہ کرنے کو آتے ہیں وہ سب باتیں جنکا میں نے تجھے حکم دیا ہے کہ ان سے کہے کہدے ایک لفظ بھی کم نہ کر۔ شاید وہ شنوا ہوں اور ہر ایک اپنی بری روش سے باز آئے اور میں بھی اس عذاب کو جو انکی بداعمالی کے باعث ان پر لانا چاہتا ہوں باز رکھوں......اس لئے اب تم اپنی روش اور اپنے اعمال کو درست کرو

اور خداوند اپنے خدا کی آواز کے شنوا ہو تا کہ خداوند اس عذاب سے جسکا تمہارے خلاف اعلان کیا ہے باز رہے‘‘ (یرمیاہ باب ۲۶ آیت ۲٬۳ اور ۱۳)

(۸) ’’شاید یہوداہ کا گھرانا اس تمام مصیبت کا حال جو میں ان پر لانے کا ارادہ رکھتا ہوں سنے تا کہ وہ سب اپنی بُری روش سے باز آئیں اور میں انکی بدکرداری اور گناہ کو معاف کر دوں‘‘ (یرمیاہ باب ۳۶ آیت ۳)

(۹) ’’لیکن اگر شریر اپنے تمام گناہوں سے جو اس نے کیے ہیں باز آئے اور میرے سب آئین پر چل کر جو جائز اور روا ہے کرے تو وہ یقیناً زندہ رہے گا وہ نہ مرے گا وہ سب گناہ جو اس نے کیے ہیں اسکے خلاف محسوب نہ ہونگے وہ اپنی راستبازی میں جو اس نے کی زندہ رہے گا۔ (حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۱)

(۱۰) جب حضرت یونس علیہ السلام نے اہل نینویٰ کو اس شہر کی چالیس روز بعد تباہی کی خبر دی اس پر اہل نینویٰ نے اپنے برے اعمال سے توبہ کی اس بارے میں کتاب یونس باب ۳ آیت ۱۰ میں لکھا ہے ’’جب خدا نے انکی یہ حالت دیکھی کہ وہ اپنی بُری روش سے تائب ہو گئے ہیں تو خدا اس عذاب سے پچھتایا جو اس نے ان پر لانے کو کہا تھا اور اسے لایا نہیں‘‘

(یونس باب ۳ آیت ۱۰)

(۱۱) ’’تیری مانند خدا کون ہے جو بدکرداری کو معاف کرے اور اپنی میراث کے بقیہ گناہوں سے درگذر کرے؟ وہ اپنا غضب ہمیشہ تک نہیں رکھ چھوڑتا کیونکہ وہ شفیق ہونا پسند کرتا ہے وہ ایک بار پھر ہم پر رحم فرمائے گا اور ہماری بدکرداری کو پامال کریگا اور ہماری تمام خطاؤں کو سمندر کی تہہ میں پھینک دے گا‘‘ (میکاہ باب ۷ آیت ۱۸٬۱۹)

(۱۲) جنابِ مسیح علیہ السلام کا قول تھوا تیرہ کے رسول کے نام اس طرح مذکور ہے ’’پر

مجھے تجھ سے یہ شکایت ہے کہ تو نے اس عورت ایزبل کو رہنے دیا ہے جو اپنے آپکو نبیہ کہتی ہے اور میرے بندوں کو حرامکاری کرنے اور بتوں کی قربانیاں کھانے کی تعلیم دے کر گمراہ کرتی ہے۔ میں نے اسکو توبہ کرنے کی مہلت دی مگر وہ اپنی حرامکاری سے توبہ کرنا نہیں چاہتی دیکھ میں اسکو بستر پر ڈالتا ہوں اور جو اسکے ساتھ زنا کرتے ہیں اگر اسکے سے کاموں سے توبہ نہ کریں تو انکو بڑی مصیبت میں پھنساتا ہوں'' (مکاشفہ یوحنا باب ۲ آیت ۲۰ تا ۲۲)

تبصرہ مصنفؒ

غور کیجئے! کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے صاف صاف ارشاد فرر ہے ہیں کہ اگر بنی اسرائیل اپنے اور آباؤ اجداد کے گناہوں کا اعتراف کرلیں اور اپنے آپکو مستحق سزا سمجھیں تو میں ان پر مہربانی کرونگا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے انکی معرفت حکم دیتے ہیں کہ اگر بنی اسرائیل گناہوں سے توبہ کریں تو میں انکو سزا نہیں دونگا اور انکے گناہ معاف کر دونگا۔ حضرت یرمیاہ کی معرفت حکم دیا کہ اگر بنی اسرائیل اپنے گناہوں کا اقرار کریں تو اپنی رحمت کی وجہ سے ان پر نالاں نہیں ہوگا۔ جو بھی توبہ کریگا میں اسکو بداعمالی کی سزا نہ دونگا بلکہ گناہوں کو معاف کر دونگا۔ حزقیاہ بنی اسرائیل کے نام لکھتے ہیں کہ توبہ کرنے کی صورت میں تمہارے باقی ماندہ لوگ اسور بادشاہوں کے ہاتھ سے نجات پائیں گے۔ حضرت یسعیاہ و حزقی ایل علیہما السلام فرماتے ہیں کہ بدکار اور شریر اگر توبہ کرے تو خدائے کثیر الاحسان اس پر رحمت کریگا اور وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہوگا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے جب توبہ کی تو اللہ تعالیٰ عذاب کا حکم دینے کے باوجود مہربان ہوگئے اور اس قوم کے گناہوں کو معاف کر دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عورت جو لوگوں کو گناہوں اور بتوں کے نام کی گئی قربانیوں کے کھانے پر

برانگیختہ کرتی تھی اسے سزا ملنے سے مہلت اس لئے دی گئی کہ وہ گناہوں سے توبہ کرے اور اگر توبہ نہ کرے تو سزا دی جائیگی اسی طرح اسکے پیروکار اگر توبہ کریں تو بہتر ورنہ مصیبت میں گرفتار ہونگے۔ اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کرنے کی صورت میں اس عورت کے ایسے بڑے بڑے گناہ معاف ہوجاتے اور اسکے پیروکاروں کے گناہ بھی معاف ہوجاتے۔ پس اگر مسیحی علماء ان روایات کے مندرجات کو بھی خلاف عدل سمجھتے ہیں تو اس صورت میں ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں اور اگر وہ حضرت یسعیاہ و مسیح علیہم السلام اور پولوس کے اقوال پر عمل کریں اور یہ سمجھیں کہ توبہ سے یا بلا توبہ (۱) گناہوں کا معاف ہوجانا خلاف عدل نہیں ہے تو پھر وہ ان احادیث پر بھی (۲) اعتراض کرنے سے باز آجائیں۔

بائبل کا عدل وانصاف

مسیحی حضرات اپنی تسلی خاطر کیلئے مزید یہ بھی سنیں۔

(۱) توریت میں اللہ تعالیٰ نے چار جگہوں پر فرمایا ہے کہ میں غیور ہوں اور باپ دادا کے گناہوں کی سزا انکی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہوں (۳)

(۲) حضرت یرمیاہؑ بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے ہوئے صراحۃً فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ باپ دادا کی سزا انکے بعد انکی اولاد کے دامن میں ڈال دیتا ہے (۴) نیز حضرت یرمیاہؑ فرماتے ہیں کہ ’’ہمارے باپ دادا گناہ کرکے چل بسے اور ہم انکے گناہوں کے بوجھ اٹھائے

---

(۱) محض فضل خداوندی کے طور پر۔

(۲) جو جواز توبہ کے مضمون پر دلالت کرتی ہیں۔

(۳) خروج باب ۲۰ آیت ۵، خروج باب ۳۴ آیت ۷، استثناء باب ۵ آیت ۹، گنتی باب ۱۴ آیت ۸

(۴) یرمیاہ باب ۳۲ آیت ۱۸

پھر رہے ہیں‘‘(۱)

(۳) حضرت مسیح علیہ السلام ہابیل سے لیکر حضرت زکریا علیہ السلام تک بہائے گئے تمام خونوں کا اپنے مخالفین طبقہ یہود سے باز پرس کرتے ہیں حالانکہ یہ خون حضرت یعقوب علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے جد امجد ہیں ان سے سینکڑوں سال پہلے بہایا گیا(۲) چنانچہ ان تمام امور کی تفصیل مقدمہ میں فائدہ اوّل کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴) اسی طرح طوفانِ نوح میں کشتی والوں کے علاوہ باقی تمام جاندار جن میں بچے، جانور اور پرندے داخل ہیں جو قطعاً بے گناہ تھے محض ان کافروں کی شرارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا جیسا کہ پیدائش باب ۷، ۸ میں مذکور ہے اور اسکا خلاصہ اسی باب کی فصل اوّل میں اعتراض چہارم کے جواب میں گزر چکا ہے۔

(۵) جب قورح وغیرہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا جو غضب بھڑکا اس بارے میں گنتی باب ۱۶ آیت ۲۰ میں اس طرح مذکور ہے ’’اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا۔ کہ تم اپنے آپکو اس جماعت سے بالکل الگ کرلو تا کہ میں انکو ایک پل میں بھسم کردوں۔ تب وہ منہ کے بل گر کر کہنے لگے اے خدا! سب بشر کی روحوں کے خدا! کیا ایک آدمی کے گناہ کے سبب سے تیرا قہر ساری جماعت پر ہوگا؟۔ تب خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ تو جماعت سے کہہ کہ تم قورح اور داتن اور ابیرام کے خیموں کے آس پاس سے دور ہٹ جاؤ۔ اور موسیٰ اٹھ کر داتن اور ابیرام کی طرف گیا اور بنی اسرائیل کے بزرگ اسکے پیچھے پیچھے گئے۔ اور اس نے جماعت سے کہا ان شریر آدمیوں کے خیموں سے نکل جاؤ اور انکی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤ تا نہ ہو کہ تم بھی انکے سب گناہوں کے سبب سے نیست ہو جاؤ۔ سو وہ لوگ

(۱) یرمیاہ باب ۵ آیت ۷ (۲) لوقا باب ۱۱ آیت ۵۰، متی باب ۲۳ آیت ۳۵

قورح اور داتن اور ابیرام کے خیموں کے آس پاس سے دور ہٹ گئے اور داتن اور ابیرام اپنی بیویوں اور بیٹوں اور بال بچوں سمیت نکل کر اپنے خیموں کے دروازوں پر کھڑے ہوئے۔ تب موسیٰ نے کہا اس سے تم جان لوگے کہ خداوند نے مجھے بھیجا ہے کہ یہ سب کام کروں کیونکہ میں نے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کیا۔ اگر یہ آدمی ویسی ہی موت سے مریں جو سب لوگوں کو آتی ہے یا ان پر ویسے ہی حادثے گذریں جو سب پر گزرتے ہیں تو میں خداوند کا بھیجا ہوا نہیں ہوں۔ پر اگر خداوند کوئی نیا کرشمہ دکھائے اور زمین اپنا منہ کھول دے اور انکو انکے گھر بار سمیت نگل جائے اور یہ جیتے جی پاتال میں سما جائیں تو تم جاننا کہ ان لوگوں نے خداوند کی تحقیر کی ہے۔ اس نے یہ باتیں ختم ہی کی تھیں کہ زمین انکے پاؤں تلے پھٹ گئی۔ اور زمین نے اپنا منہ کھول دیا اور انکو اور انکے گھر بار کو اور قورح کے ہاں کے سب آدمیوں کو اور انکے سارے مال واسباب کو نگل گئی۔ سو وہ اور انکا سارا گھر بار جیتے جی پاتال میں سما گئے اور زمین انکے اوپر برابر ہو گئی اور وہ جماعت میں سے نابود ہو گئے''

(گنتی باب ۱۶ آیت ۲۰ تا ۳۳)

(۶) جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل نے مدیانیوں سے جنگ کر کے فتح حاصل کی تو سب مردوں کو قتل کیا عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر لے آئے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس فوج کے سالار پر غضب ناک ہوئے اور حکم دیا ''اس لئے ان بچوں میں سے جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں انکو قتل کر ڈالو''

(گنتی باب ۳۱:۱۷)

(۷) بنی اسرائیل کا احکام الٰہی میں نافرمانی کرنے کی صورت میں یہ وعید ہے ''باہر وہ تلوار سے مریں گے اور کوٹھریوں کے اندر خوف سے جوان مرد اور کنواریاں دودھ پیتے بچے اور پکے بال والے سب یوں ہی ہلاک ہونگے'' (استثناء ۳۲:۲۵)

(۸) جب حضرت یوشع علیہ السلام نے مُلکِ ''حصور'' کو فتح کیا وہاں خوب قتل عام کیا اس بارے میں کتاب یوشع میں ہے ''اور انہوں نے ان سب لوگوں کو جو وہاں تھے تہ تیغ کر کے بالکل ہلاک کر دیا وہاں کوئی متنفس باقی نہ رہا پھر اس نے حصور کو آگ سے جلا دیا اور یشوع نے ان بادشاہوں کے سب شہروں کو اور ان شہروں کے سب بادشاہوں کو لیکر اور انکو تہ تیغ کر کے بالکل ہلاک کر دیا جیسا خداوند کے بندہ موسیٰ نے حکم کیا تھا''

(یشوع باب ۱۱ آیت ۱۱)

(۹) جب حضرت داوٗد علیہ السلام نے اپنے سپہ سالار کی معرفت بنی اسرائیل کی مردم شماری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے عتاب کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو وبا میں مبتلا کیا تو اس بارے میں ہے ''سو خداوند نے اسرائیل پر وبا بھیجی جو اس صبح سے لیکر وقت معینہ تک رہی اور دان سے بیر سبع تک لوگوں میں سے ستر ہزار آدمی مر گئے اور جب فرشتہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ یروشلیم کو ہلاک کرے تو خداوند اس وبا سے ملول ہو گیا اور اس فرشتہ سے جو لوگوں کو ہلاک کر رہا تھا کہا کہ یہ بس ہے اب اپنا ہاتھ روک لے اس وقت خداوند کا فرشتہ یبوسی ارو ناہ کے کھلیان کے پاس کھڑا تھا اور داوٗد نے جب اس فرشتہ کو جو لوگوں کو مار رہا تھا دیکھا تو خداوند سے کہنے لگا دیکھ گناہ تو میں نے کیا اور خطا مجھ سے ہوئی پر ان بھیڑوں نے کیا کیا ہے سو تیرا ہاتھ میرے اور میرے ماں باپ کے گھرانے کے خلاف ہو'' انتہی بعبارت سموئیل (سموئیل دوم باب ۲۴ آیت ۱۵ تا ۱۷، تواریخ اوّل باب ۲۱ آیت ۱۴ تا ۱۷)

(۱۰) حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کے متعلق کتاب ایوب میں اس طرح مذکور ہے:۔

''خداوند نے شیطان سے کہا کیا تو نے میرے بندہ ایوب کے حال پر بھی کچھ غور کیا؟ کیونکہ زمین پر اسکی طرح کامل اور راستباز آدمی جو خدا

سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہو کوئی نہیں۔ شیطان نے خداوند کو جواب دیا کیا ایوب یوں ہی خدا سے ڈرتا ہے؟۔ کیا تو نے اسکے اور اسکے گھر کے گرد اور جو کچھ اسکا ہے اس سب کے گرد چاروں طرف باڑ نہیں بنائی ہے؟ تو نے اسکے ہاتھ کے کام میں برکت بخشی ہے اور اسکے گلے ملک میں بڑھ گئے ہیں۔ پر تو ذرا اپنا ہاتھ بڑھا کر جو کچھ اسکا ہے اسے چھو ہی دے تو کیا وہ تیرے منہ پر تیری تکفیر نہ کریگا؟ خداوند نے شیطان سے کہا دیکھ اسکا سب کچھ تیرے اختیار میں ہے۔ صرف اسکو ہاتھ نہ لگانا۔ تب شیطان خداوند کے سامنے سے چلا گیا۔ اور ایک دن جب اسکے بیٹے اور بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھا رہے اور مے نوشی کر رہے تھے۔ تو ایک قاصد نے ایوب کے پاس آکر کہا کہ بیل ہل میں جتے تھے اور گدھے ان کے پاس چر رہے تھے۔ کہ سبا کے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں لے گئے اور نوکروں کو تہ تیغ کیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ وہ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور بھی آکر کہنے لگا کہ خدا کی آگ آسمان سے نازل ہوئی اور بھیڑوں اور نوکروں کو جلا کر بھسم کر دیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ وہ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور بھی آکر کہنے لگا کہ کسدی تین غول ہو کر اونٹوں پر آ گرے اور انہیں لے گئے اور نوکروں کو تہ تیغ کیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ وہ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور بھی آکر کہنے لگا کہ تیرے بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھا رہے اور مے نوشی کر رہے تھے۔ اور دیکھ! بیابان سے ایک بڑی آندھی چلی اور اس گھر کے چاروں کونوں پر ایسے زور سے ٹکرائی کہ وہ ان جوانوں پر گر پڑا اور وہ مر گئے اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے

خبر دوں ......۔ خداوند نے شیطان سے کہا کیا تو نے میرے بندہ ایوب کے حال پر بھی کچھ غور کیا؟ کیونکہ زمین پر اسکی طرح کامل اور راستباز آدمی جو خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہو کوئی نہیں اور گو تو نے مجھ کو ابھارا کہ بے سبب اسے ہلاک کروں تو بھی وہ اپنی راستی پر قائم ہے۔ شیطان نے خداوند کو جواب دیا کہ کھال کے بدلے کھال بلکہ انسان اپنا سارا مال اپنی جان کیلئے دے ڈالیگا۔ اب فقط اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکی ہڈی اور اسکے گوشت کو چھودے تو وہ تیرے منہ پر تیری تکفیر کریگا۔ خداوند نے شیطان سے کہا کہ دیکھ وہ تیرے اختیار میں ہے۔ فقط اسکی جان محفوظ رہے۔ تب شیطان خداوند کے سامنے سے چلا گیا اور ایوب کو تلوے سے چاند تک دردناک پھوڑوں سے دکھ دیا‘‘

(ایوب باب ۱ آیت ۸ تا ۱۹، باب ۲ آیت ۳ تا ۷)

(۱۱) حضرت داؤد علیہ السلام گناہ گاروں کے حق میں بددعا کرتے ہوئے کہتے ہیں ’’کوئی نہ ہو جو اس پر شفقت کرے نہ کوئی اسکے یتیم بچوں پر ترس کھائے‘‘

(زبور ۱۰۹ آیت ۱۲)

(۱۲) بابل کی تباہی کے متعلق حضرت یسعیاہ علیہ السلام پیشینگوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’اسکے فرزندوں کیلئے انکے باپ دادا کے گناہوں کے سبب سے قتل کے سامان تیار کرو تاکہ وہ پھر اٹھ کر ملک کے مالک نہ ہو جائیں اور روئے زمین کو شہروں سے معمور نہ کریں‘‘

(یسعیاہ باب ۱۴ آیت ۲۱)

(۱۳) کتاب یرمیاہ میں ہے ’’اسی واسطے خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میرا قہر وغضب اس مکان پر اور انسان اور حیوان اور میدان کے درختوں پر اور زمین کی پیداوار پر انڈیل دیا جائے گا اور وہ بھڑکے گا اور بجھے گا نہیں‘‘ (یرمیاہ باب ۷ آیت ۲۰)

دوسری جگہ مذکور ہے:

رَبُّ الافواج یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں انکو سزا دونگا جوان تلوار سے مار یں جائیں گے انکے بیٹے بیٹیاں کال سے مرینگے اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا کیونکہ میں عنتوت کے لوگوں پر انکی سزا کے سال میں آفت لاؤں گا۔ (یرمیاہ باب ۱۱ آیت ۲۲، ۲۳)

تیسری جگہ مذکور ہے:۔

'اس لئے خداوند یوں فرماتا ہے کہ وہ نبی جنکو میں نے نہیں بھیجا جو میرا نام لیکر نبوت کرتے اور کہتے ہیں کہ تلوار اور کال اس ملک میں نہ آئیں گے وہ تلوار اور کال ہی سے ہلاک ہونگے اور جن لوگوں سے وہ نبوت کرتے ہیں وہ کال اور تلوار کے سبب سے یروشلیم کے کوچوں میں پھینک دئے جائیں گے انکو اور انکی بیویوں اور انکے بیٹوں اور انکی بیٹیوں کو دفن کرنے والا کوئی نہ ہوگا میں انکی برائی ان پر انڈیل دونگا'۔

(یرمیاہ باب ۱۴ آیت ۱۵، ۱۶)

چوتھی جگہ مذکور ہے:۔

اور میں انکو شاہِ یہوداہ منسّی بن حزقیاہ کے سبب سے اس کام کے باعث جو اس نے یروشلیم میں کیا ترک کردونگا کہ زمین کی سب مملکتوں میں دھکے کھاتے پھریں۔ (یرمیاہ باب ۱۵ آیت ۴)

پانچویں جگہ مذکور ہے:۔

کیونکہ خداوند ان بیٹوں اور بیٹیوں کی بابت جو اس جگہ پیدا ہوئے ہیں اور انکی ماؤں کی بابت جنہوں نے انکو ولادت دی اور انکے باپوں کی بابت جن سے وہ پیدا ہوئے یوں فرماتا ہے۔ کہ وہ بری موت مرینگے۔ نہ ان پر کوئی ماتم کریگا اور نہ وہ دفن کئے جائینگے۔ وہ سطح زمین پر کھاد کی

مانند ہونگے۔ وہ تلوار اور کال سے ہلاک ہونگے اور انکی لاشیں ہوا کے پرندوں اور زمین کے درندوں کی خوارک ہونگی"

(یرمیاہ باب ۱۶ آیت ۳، ۴)

چھٹی جگہ مذکور ہے:۔

اور میں پہلے انکی بدکرداری اور خطا کاری کی دونی سزا دونگا کیونکہ انہوں نے میری سرزمین کو اپنی مکروہ چیزوں کی لاشوں سے ناپاک کیا اور میری میراث کو اپنی مکروہات سے بھر دیا ہے۔ (یرمیاہ باب ۱۶ آیت ۱۸)

ساتویں جگہ مذکور ہے:۔

اس لئے انکے بچوں کو کال کے حوالہ کر اور انکو تلوار کی دھار کے سپرد کر۔ انکی بیویاں بے اولاد اور بیوہ ہوں اور انکے مرد مارے جائیں۔ انکے جوان میدان جنگ میں تلوار سے قتل ہوں۔ جب تو اچانک ان پر فوج چڑھا لائیگا انکے گھروں سے ماتم کی صدا نکلے کیونکہ انہوں نے مجھے پھنسانے کو گڑھا کھودا اور میرے پاؤں کیلئے پھندے لگائے۔ (یرمیاہ باب ۱۸ آیت ۲۱، ۲۲)

آٹھویں جگہ پر اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:۔

اور میں اس شہر کے باشندوں کو انسان وحیوان دونوں کو ماروںگا وہ بڑی وبا سے فنا ہو جائینگے۔ (یرمیاہ باب ۲۱ آیت ۶)

الغرض ان پیغمبر علیہ السلام کے ذریعے اس طرح کے احکام کثرت کیساتھ آئے ہیں جیسا کہ کتاب یرمیاہ کے پڑھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

(۱۴) یروشلیم کے باشندوں کی سزا کے متعلق اللہ تعالٰی عذاب کے فرشتوں کو اس

طرح حکم فرماتے ہیں ’’مارو، تمہاری آنکھیں رعایت نہ کریں اور تم رحم نہ کرو تم بوڑھوں اور جوانوں اور لڑکیوں اور ننھے بچوں اور عورتوں کو بالکل مار ڈالو‘‘ (حزقی ایل باب ۹ آیت ۵،۶)

دوسری جگہ مذکور ہے:۔

اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا۔ کہ اے آدمزاد جب کوئی ملک سخت خطا کر کے میرا گنہگار ہو اور میں اپنا ہاتھ اس پر چلاؤں اور اسکی روٹی کا عصا توڑ ڈالوں اور اس میں قحط بھیجوں اور اسکے انسان اور حیوان کو ہلاک کروں۔ تو اگرچہ یہ تین شخص نوح اور دانی ایل اور ایوب اس میں موجود ہوں تو بھی خداوند خدا فرماتا ہے کہ وہ اپنی صداقت سے فقط اپنی ہی جان بچائینگے۔ اگر میں کسی ملک میں مہلک درندے بھیجوں کہ اس میں گشت کر کے اسے تباہ کریں اور وہ یہاں تک ویران ہو جائے کہ درندوں کے سبب سے کوئی اسمیں سے گذر نہ سکے۔ تو خداوند خدا فرماتا ہے کہ مجھے اپنی حیات کی قسم اگرچہ یہ تین شخص اسمیں ہوں تو بھی وہ نہ بیٹوں کو بچا سکینگے نہ بیٹیوں کو۔ فقط وہ خود بچیں گے اور ملک ویران ہو جائیگا۔ یا اگر میں اس ملک پر تلوار بھیجوں اور کہوں کہ اے تلوار ملک میں گذر کر اور میں اسکے انسان اور حیوان کو کاٹ ڈالوں۔ تو خداوند خدا فرماتا ہے کہ مجھے اپنی حیات کی قسم اگرچہ یہ تین شخص اسمیں ہوں تو بھی نہ بیٹوں کو بچا سکیں گے نہ بیٹیوں کو بلکہ فقط وہ خود ہی بچ جائینگے۔ یا اگر میں اس ملک میں وبا بھیجوں اور خونریزی کر کر اپنا قہر اس پر نازل کروں کہ وہاں کے انسان اور حیوان کو کاٹ ڈالوں۔ اگرچہ نوح اور دانی ایل اور ایوب اس میں ہوں تو بھی خداوند خدا فرماتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم وہ نہ بیٹے کو بچا سکیں گے نہ بیٹی کو بلکہ اپنی صداقت سے فقط اپنی ہی جان بچائینگے‘‘ (حزقی ایل باب ۱۴ آیت ۱۲ تا ۲۰)

تجزیہ مصنفؒ

اب ہم اس فرقہ کے مسلمہ خیالات کے مطابق عبارات مذکورہ کی ترتیب پر بطور الزام کہتے ہیں کہ باپ دادا کے گناہوں کی سزا اولاد کو تیسرے اور چوتھے طبقے تک دینا' باپ دادا کے مرنے کے بعد انکے گناہوں کا بوجھ بیٹوں کے گلے ڈالنا' جناب مسیح علیہ السلام کا ہابیل سے لیکر زکریا علیہ السلام تک کے خون کا یہود سے باز پرس کرنا' حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں بوڑھوں اور جوانوں کے گناہوں کی وجہ سے کشتی کے سواروں کے علاوہ تمام بچوں' جانوروں' پرندوں کا ہلاک کرنا' اسی طرح ایک شخص کی غلطی پر اللہ تعالیٰ کا تمام بنی اسرائیل کو ہلاک کرنا جو لاکھوں کی تعداد میں تھے (جس پر حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی مناجات شاہد ہے بحوالہ گنتی باب ۲۲:۱۶) اور باوجود ان دو بزرگوں کی سفارش کے تمام چھوٹے بچے اور جانوروں کا جو قطعاً بے گناہ تھے محض باپ دادا اور سرداروں کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دینا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکم الٰہی کے مطابق مدیانیوں کے بچوں کو قتل کرانا' اور اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو جو اللہ تعالیٰ کی خاص محبوب قوم ہے نافرمانی کی صورت میں شیر خوار بچوں کے ہلاک کرنے کی وعید کرنا' یوشع بن نون کا حکمِ خداوندی فرمانِ موسوی کے مطابق ملک حصور کے تمام جاندار متنفس کا ہلاک کرنا جن میں بے گناہ بچے اور جانور داخل ہیں' اسی طرح جب بنی اسرائیل کی مردم شماری کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہوئی اس پر اللہ تعالیٰ کا داؤد علیہ السلام اور انکے خاندان کو سلامت رکھنا جبکہ بنی اسرائیل کے ستر ہزار بے گناہ آدمیوں کا فرشتے کے ذریعہ وبا کے عذاب میں ہلاک کر دینا جیسا کہ خود حضرت داؤد علیہ السلام کا اقرار مذکور ہے (بحوالہ سموئیل ۲ باب ۲۷ وغیرہ) شیطان ملعون کی وجہ سے حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد' خدام' گائے اونٹ بھیڑ بکریاں جملہ چیزوں کا ہلاک کر دینا جبکہ انکا کوئی ایسا جرم نہ تھا

جو مستوجب ہلاکت ہو' اسی طرح انکے ساز و سامان کا تباہ و برباد ہو جانا اسکے باوجود اس ملعون کا دوسری بار آ کر بے گناہ حضرت ایوب علیہ السلام کو مہلک مرض اور شدید درد میں مبتلا کر دینا' حضرت داؤد علیہ السلام کا بے گناہ یتیم بچوں کو انکے ماں باپ کے گناہوں کی وجہ سے بددعا دینا' باپ دادا کے گناہوں کی سزا میں بچوں کا قتل ہونا جیسا کہ حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی پیشینگوئی میں واقع ہے' اللہ تعالیٰ کا حضرت یرمیاہؑ کی زبانی یروشلیم کے تمام جانوروں اور انسانوں کو ہلاک کرنے کی وعید کرنا جن میں بچے بھی داخل ہیں' جھوٹے نبیوں کی باتیں سننے والوں کی اولاد کو بھی قحط اور تلوار کے ذریعے ہلاک کرنا' عنتوت کو لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے انکے بے گناہ بچوں کو قحط کے ذریعے ہلاک کرنے کی وعید کرنا' منسّی بن حزقیاہ بادشاہ یہوداہ کی وجہ سے بنی اسرائیل کا زمین کی سب مملکتوں میں دھکے کھانے کی وعید کرنا ان بیٹوں اور بیٹیوں کو تلوار اور قحط و مرض کے ذریعے ہلاک کرنے کی وعید کرنا جو صدورِ حکم کے بعد پیدا ہونگے' گناہوں کی وجہ سے دوگنی سزا کی وعید کرنا اور حضرت یرمیاہؑ کا اپنے دشمنوں کے بچوں کو قحط کے ذریعے ہلاک ہونے کی بددعا کرنا' پھر اللہ تعالیٰ کا یروشلیم کے باشندوں خواہ انسان ہوں یا جانور سب کے ہلاک کرنے کی وعید کرنا، حضرت حزقیلؑ کے خواب کے مطابق اللہ تعالیٰ کا عذاب کے فرشتوں کو بچوں تک کے قتل کا حکم دینا پھر انکی معرفت اللہ تعالیٰ کا بچوں اور چوپایوں کو قحط کے ذریعے، درندوں کو تلوار کے ذریعے ہلاک کرنے کا حکم دینا' اور قوم کو نجات بخشنے کی سفارش قبول نہ کرنا اگرچہ بالفرض ان میں حضرت نوحؑ' دانیال اور ایوب علیہم السلام بھی ہو اور اس امر کی تاکید کیلئے اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات کی قسم اٹھانا مذکورہ بالا تمام امور کہاں انصاف کا تقاضا ٹھہرتے ہیں۔

یہ چند روایات تو ناظرین کے سامنے ''نمونہ از انبار و مشتے از خروار'' کے طور پر نقل کی گئی ہیں۔ عدمِ فرصت و خوفِ طوالت کی وجہ سے مزید اضافہ نہیں کیا گیا اسی طرح وہ

روایات جو کتاب کے مقدمہ اور اسی باب کی فصل دوم میں اعتراض ہشتم کے جواب میں گذری ہیں ان سے بھی بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مسیحی علماء کا یہ کہنا کہ احادیث مصطفویہ ﷺ کے مضامین خلافِ عدل وغیرہ ہیں یہ اعتراض سراسر بے جا اور تعصب پر مبنی ہے اور محض اس مال ودولت کے لالچ کی وجہ سے ہے جو وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے عوض اپنے ہم مذہبوں سے ماہانہ وسالانہ وصول کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان مدعیانِ علم وعقل سے اس طرح کی ہفوات اور مزخرفات صادر ہوتی ہیں۔ بحمد اللہ سبحانہ ہماری کتب حدیث میں مزید برآں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری شروحِ حدیث میں انکے تمام بے بنیاد، کمزور، نا قابلِ التفات شبہات کا جواب اور ہر درد کی دوا موجود ہے۔ ناظرین اگر تحقیقی جوابات کے خواہشمند ہوں تو انکی طرف رجوع فرمائیں۔

اعتراض پنجم

کہتے ہیں کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان سے برستی ہے ''رعد'' فرشتہ ہے اور اس جیسی دوسری باتیں معلوم ہوتی ہیں حالانکہ یہ سب خلاف حقیقت ہیں کیونکہ اصل تو یہ ہے کہ بخارات زمین سے آسمان کی طرف اٹھتے ہیں اور اس سے بادل، بارش رعد وبرق وغیرہ جیسی چیزیں حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ کتبِ حکمت میں انکا مفصل تذکرہ موجود ہے۔

جواب

اصول ''حکمت'' کے تحت شرائع پر اعتراض کرنا تعجب بالائے تعجب ہے۔ وہ کیوں اس حقیقت کو نظر انداز کردیتے ہیں کہ انکے پولوس ''مقدس'' دنیا کی حکمت کو خداوند کے نزدیک بے وقوفی قرار دیتے ہیں اور انکے ''تصورات'' کو لغو محض کہتے ہیں جیسا کہ اسی باب

کی فصل اول کے اعتراض سوم کے تحت گزر چکا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حکما نے اکثر احکام سماوی والٰہی میں ٹھوکر کھائی ہے اور اپنی عقل کے مطابق کہنے لگے جبکہ ان امور کی حقیقتِ حال ان پر مخفی ہی رہی چنانچہ بعض باتوں کے متعلق تو حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس طرح کی بات ارشاد فرماتے ہیں اور متی ۱۱: ۲۵ ‘لوقا ۱۰: ۲۱ میں اسکی صراحت ہے جسکا حوالہ ماقبل میں اسی باب کی فصل دوم کے اعتراض ہشتم کے جواب میں گذر چکا ہے(۱) اوراس طرح کے مضامین (۲) کتب مقدسہ میں بے شمار جگہوں پر واقع ہیں ناظرین کی تسلی خاطر کیلئے چند روایات درج کی جاتی ہیں۔

(۱) پیدائش باب ۱ میں تخلیقِ عالم کے احوال کے تحت اس طرح مذکور ہے:۔

> خدا نے ابتدا میں زمین وآسمان کو پیدا کیا۔ اور زمین ویران اور سنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا اور خدا کی روح پانی کی سطح پر جنبش کرتی تھی۔ اور خدا نے کہا کہ روشنی ہو جا اور روشنی ہو گئی۔ اور خدا نے دیکھا کہ روشنی اچھی ہے اور خدا نے روشنی کو تاریکی سے جدا کیا۔ اور خدا نے روشنی کو تو دن کہا اور تاریکی کو رات اور شام ہوئی اور صبح ہوئی۔ سو پہلا دن ہوا۔ اور خدا نے کہا کہ پانیوں کے درمیان فضا ہو تا کہ پانی پانی سے جدا ہو جائے۔ پس خدا نے فضا کو بنایا اور فضا کے نیچے کے پانی کو فضا کے اوپر کے پانی سے جدا کیا اور ایسا ہی ہوا۔ اور خدا نے فضا کو آسمان کہا اور شام ہوئی اور صبح ہوئی۔ سو دوسرا دن ہوا۔ اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کا پانی ایک جگہ جمع ہو کہ خشکی نظر آئے اور ایسا ہی

---

(۱) چنانچہ لکھا ہے ”اُسوقت یسوع نے کہا اے باپ آسمان اور زمین کے خداوند میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں۔

(۲) جو بائبل میں مذکور ہیں اور حکماء وفلاسفہ اُنکے برعکس کہتے ہیں

ہوا۔ اور خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جو پانی جمع ہو گیا تھا اسکو سمندر اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے۔ اور خدا نے کہا کہ زمین گھاس اور بیج دار بُوٹیوں کو اور پھلدار درختوں کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق پھلیں اور جو زمین پر اپنے آپ ہی میں بیج رکھیں اگائے اور ایسا ہی ہوا۔ تب زمین نے گھاس اور بوٹیوں کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق بیج رکھیں اور پھلدار درختوں کو جنکے بیج انکی جنس کے موافق ان میں ہیں اگایا اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے۔ اور شام ہوئی اور صبح ہوئی۔ سو تیسرا دن ہوا .... سو خدا نے دو بڑے نیّر بنائے۔ ایک نیّر اکبر کہ دن پر حکم کرے اور ایک نیّر اصغر کہ رات پر حکم کرے اور اس نے ستاروں کو بھی بنایا......... اور شام ہوئی اور صبح ہوئی۔ سو چوتھا دن ہوا۔ اور خدا نے کہا کہ پانی جانداروں کو کثرت سے پیدا کرے اور پرندے زمین کے اوپر فضا میں اُڑیں۔ اور خدا نے بڑے بڑے دریائی جانوروں کو اور ہر قسم کے جاندار کو جو پانی سے بکثرت پیدا ہوئے تھے انکی جنس کے موافق اور ہر قسم کے پرندوں کو انکی جنس کے موافق پیدا کیا اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے......... اور شام ہوئی اور صبح ہوئی۔ سو پانچواں دن ہوا......... اور خدا نے جنگلی جانوروں اور چوپایوں کو انکی جنس کے موافق اور زمین کے رینگنے والے جانداروں کو انکی جنس کے موافق بنایا اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے......... اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اسکو پیدا کیا۔ نرو ناری انکو پیدا کیا......... اور خدا نے سب پر جو اس نے بنایا تھا نظر کی اور دیکھا کہ بہت اچھا ہے اور شام ہوئی اور صبح ہوئی۔ سو چھٹا دن ہوا......... سو آسمان اور زمین اور انکے کل لشکر کا بنانا ختم ہوا اور خدا نے اپنے کام کو جسے وہ کرتا تھا ساتویں دن ختم کیا

اور اپنے سارے کام سے جسے وہ کر رہا تھا ساتویں دن فارغ ہوا''
(پیدائش باب ملخصاً)

اسی باب کی فصل اوّل میں اعتراض سوم کے جواب میں آپ جان چکے ہیں کہ آسمان کا پھٹنا اور اسمیں دروازوں اور دریچوں کا ہونا کتب سماویہ کے مطابق اسکا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں مخلوقات کو طوفان سے دوسری مرتبہ ہلاک نہ کرنے کا وعدہ کیا تو اسکی علامت قوسِ قزح کو رکھا چنانچہ پیدائش باب ۹ میں اس طرح مذکور ہے ''میں اپنی کمان کو بادل میں رکھتا ہوں وہ میرے اور زمین کے درمیان عہد کا نشان ہوگی اور ایسا ہوگا کہ جب میں زمین پر بادل لاؤں گا تو میری کمان بادل میں دکھائی دے گی اور میں اپنے عہد کو جو میرے اور تمہارے اور ہر طرح کے جاندار کے درمیان ہے یاد کرونگا اور تمام جانداروں کی ہلاکت کیلئے پانی کا طوفان پھر نہ ہوگا اور کمان بادل میں ہوگی اور میں اس پر نگاہ کروں گا تا کہ اس ابدی عہد کو یاد کروں جو خدا کے اور زمین کے سب طرح کے جاندار کے درمیان ہے'' (پیدائش باب ۹ آیت ۱۳ تا ۱۶)

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام بارش کے متعلق دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اور جب اس سبب سے کہ انہوں نے تیرا گناہ کیا ہو آسمان بند ہو جائے اور بارش نہ ہو اور وہ اس مقام کی طرف رخ کر کے دعا کریں اور تیرے نام کا اقرار کریں اور اپنے گناہ سے باز آئیں جب تو انکو دکھ دے۔ تو تُو آسمان پر سے سن کر اپنے بندوں اور اپنی قوم اسرائیل کا گناہ معاف کر دینا کیونکہ تو نے انکو اس اچھی راہ کی تعلیم دی جس پر انکو چلنا فرض ہے اور اپنے ملک پر جسے تو نے اپنی قوم کو میراث کیلئے دیا ہے مینہ برسانا'' (انتھی بعبارت تواریخ دوم باب ۶ آیت ۲۶، ۲۷، سلاطین اول باب ۸ آیت ۳۵، ۳۶)

(۴) حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’دیکھ وہ اپنی روشنی اس پر پھیلاتا ہے اور سمندر کے گہراؤ سے اسکو ڈھانپتا ہے۔ انہی سے وہ قوموں کا انصاف کرتا اور انکو وافر غذا بخشتا ہے وہ اپنے ہاتھوں میں بجلی کو چھپا لیتا ہے اور اسکو حکم دیتا ہے کہ نشانہ مارے اسکی کڑک اس بات کی خبر دیتی ہے اور اسکا قہر بدی کے خلاف بھڑکتا ہے‘‘ (ایوب باب ۳۶ آیت ۳۰ تا ۳۳)

(۵) اسی کتاب ایوب کے باب ۳۷ میں ہے ’’خدا گرجتا ہے اور اسکی آواز کیسی عجیب ہے وہ بڑے کام کرتا ہے جنکو ہم نہیں سمجھتے وہ برف سے کہتا ہے کہ تو زمین پر گر اور مینہ کے ترشح سے کہ بہ شدت ہو ...... خدا کے دم سے برف جم جاتی ہے اور پانی کی سطح منجمد ہو جاتی ہے‘‘ (ایوب باب ۳۷ آیت ۵، ۶، ۱۰)

(۶) کتاب یرمیاہ میں صفت خداوندی بیان کرتے ہوئے مذکور ہے ’’اسکی آواز سے آسمان میں پانی کی فراوانی ہوتی ہے اور وہ زمین کی انتہاء سے بخارات اٹھاتا ہے وہ بارش کیلئے بجلی چمکاتا ہے اور اپنے خزانوں سے ہوا چلاتا ہے‘‘ (یرمیاہ باب ۱۰ آیت ۱۳)

(۷) یعقوب حواری اپنی خط میں لکھتے ہیں ’’ایلیاہ ہمارا ہم طبیعت انسان تھا اس نے بڑے جوش سے دعا کی کہ مینہ نہ برسے چنانچہ ساڑھے تین برس تک زمین پر مینہ نہ برسا پھر اس نے دعا کی تو آسمان سے پانی برسا اور زمین میں پیداوار ہوئی‘‘

(یعقوب کا عام خط باب ۵ آیت ۱۷)

تبصرہ مصنفؒ

پس کتاب پیدائش کے دونوں حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً زمین پیدا کی گئی اور عالم اپنی تمام انواع کے اعتبار سے حادث ہے اور انکی بھی ترتیب مذکور کیساتھ تخلیق کی

گئی۔اس حساب سے اب تک اسکی تخلیق کو پانچ ہزار آٹھ سو پچاس سال ہوگئے اور کتاب پیدائش کے باب نہم کے حوالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عہد کی علامت قوس قزح کو بادل میں ظاہر کرتا ہے اور اسے دیکھ کر اپنے عہد کو یاد کرتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی دعا میں آسمان سے بارش کے نزول وعدم نزول کو ثابت فرماتے ہیں۔ یعقوب حواری ایلیاہ پیغمبر کی دعا کے ذریعے بارش کا آسمان سے ہونا ذکر کرتے ہیں۔کتاب ایوب صاف اس بات پر ناطق اور شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں میں برق کو جس طرف چاہتے ہیں چلاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں اس سے کڑک نکلتی ہے جو اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اسکا قہر بُروں کے خلاف بھڑکتا ہے اور برف وباراں کا نزول اسکے حکم سے ہوتا ہے اور خدا کے حکم سے برف جم جاتی ہے۔ حضرت یرمیاہ فرماتے ہیں کہ محض آوازِ خداوندی سے آسمان میں پانی کی فراوانی ہوجاتی ہے وہ بخارات کو اٹھاتا ہے اور بارش کیلئے بجلی چمکاتا ہے اور پھر اپنے خزانوں سے ہواؤں کو چلاتا ہے۔ حالانکہ حکماء وفلاسفہ کے نزدیک یہ سب باتیں باطل ہیں انکے نزدیک عالم اپنی جمیع انواع کیساتھ قدیم ہے نہ کہ حادث اور ذاتِ باری تعالیٰ کو عالم پر تقدم زمانی حاصل نہیں ہے ہاں البتہ تقدم ذاتی ہے۔اس اعتبار سے ''ارسطاطالیس'' کے فلسفہ کے قائل لوگوں کے نزدیک عالم میں وجود میں آنے والی پہلی مخلوق ''عقل اوّل'' ہے نہ کہ زمین اور وہ لوگ تو آسمان کیلئے دروازوں' دریچوں اور خرق والتیام کے بھی منکر ہیں بلکہ یورپی حکماء تو متقدمین فلاسفہ اور تمام مذاہبِ عالم کی تحقیق کے برعکس اپنی نئی تحقیق کی بنا پر خود آسمان کے وجود کا بھی انکار کرتے ہیں اور انکا کہنا ہے کہ بارش' قوسِ قزح، برق ورعد اور برف وغیرہ بخارات اور دھوؤں کے اٹھنے سے خود بخود وجود میں آجاتی ہے اسی طرح ہواؤں کے چلنے کے بھی اور اسباب ہیں جیسا کہ علم حکمت میں اسکی صراحت ہے۔

اعتراض ششم

کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم کسی بیمار کو دیکھنے کیلئے جاؤ اور محسوس کرو کہ وہ مرنے والا ہے مگر تم اس سے کہو تم نہیں مروگے۔ بہرصورت اسکی تسلی کیلئے خلافِ حقیقت باتیں کہہ دینی چاہیئے۔ چنانچہ مذکور ہے ''جس وقت تم کسی مریض کی ملاقات کو جاؤ تو اسے تسکین و تسلی دو اور کہو کہ تم صحت مند ہو جاؤ گے اور لمبی مدت تک زندہ رہو گے اس طرح کہنا اسکی تقدیر کو نہیں پھیر سکتا تاہم اسکی جان کو سکون ملے گا اور تسلی ہوگی''

جواب

اس جگہ معترض نے الفاظِ حدیث ذکر نہیں کیے بلکہ اسکا ترجمہ لایا ہے (۱) اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے از راہِ تعصب لفظ انشاء اللہ کو عبارت سے حذف کر دیا ہے اور یہ جملہ کہ ''بہرصورت اسکی تسلی کیلئے خلاف حقیقت باتیں کہہ دینی چاہیئے'' خالص اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے حالانکہ حدیث کا صحیح ترجمہ شاہ عبدالحق محدث دھلویؒ نے ''شرح صراط مستقیم'' میں اس طرح کیا ہے ''جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو کہو انشاء اللہ تمہاری عمر بہت ہے اور مدت دراز ہے کیونکہ اس طرح کہنا اسکی تقدیر میں کسی چیز کو نہیں بدل سکتا تاہم ایک نفسِ بیمار کی خوشی کا ذریعہ ہے'' ظاہر ہے کہ انشاء اللہ کہنے کے بعد ان جملوں میں نہ کوئی جھوٹ ہے

---

(۱) اصلِ متنِ حدیث یوں ہے ''عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دخلتم علی المریض فنفّسوا لهٗ فی أجله فإنّ ذالك لا یرُدّ شیئاً ویطیّب بنفسه رواه الترمذی وابن ماجه'' حضرت ابوسعیدؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب تم مریض کے پاس (اُسکا حال پوچھنے کیلئے) جاؤ تو اُسکی زندگی کے بارے میں اسکا غم دور کرو (یعنی تسلی اور تشفی دلاؤ کہ فکروغم نہ کرو تم جلد ہی صحت یاب ہو جاؤ گے اور تمہاری عمر دراز ہوگی) اِس لیے کہ یہ (تسلی و تشفی اگرچہ) کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی مگر مریض کا دل ضرور خوش ہوتا ہے۔ (مظاہرِ حق شرح مشکوٰۃ، مصنفہ مولانا قطب الدین دہلویؒ، ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ المصباح اردو بازار لاہور۔

اور نہ قباحت۔ دوسری جانب دیکھئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک مردہ لڑکی کے متعلق اسکے عزیز واقارب کو تسلی دینے کیلئے بظاہر اس طرح فرمایا تھا کہ وہ لڑکی مرنہیں گئی بلکہ سوتی ہے چنانچہ اس بارے میں مرقس باب ۵ لوقا باب ۸ متی باب ۹ میں اس طرح مذکور ہے ”اندر جا کر ان سے کہا کہ تم کیوں غل مچاتے ہو اور روتے ہو لڑکی مرنہیں گئی بلکہ سوئی ہے وہ اس پر ہنسنے لگے“ (مرقس باب ۵ آیت ۳۹، ۴۰) اور لوقا میں یہ بھی اضافہ ہے ”وہ اُس پر ہنسنے لگے کیونکہ جانتے تھے کہ وہ مرگئی ہے“ (لوقا باب ۸ آیت ۵۳)

باب اوّل کی فصل اول میں پہلے اعتراض کے جواب میں گذرا ہے کہ پولوس بزرگوار کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جہاں گئے ان لوگوں کے ہم مذہب ہوگئے۔ اسی طرح ”رسولوں کے اعمال“ باب ۱۶ میں مذکور ہے کہ تھواتیرہ شہر میں جب رومی حاکموں نے موصوف کو ”سیلاس“ کیساتھ قید کیا تو موصوف نے باوجود یہودی ہونے کے جیسا کہ انکا یہودی ہونا مقدمہ کتاب میں معلوم ہو چکا ہے محض انکوڈرانے کیلئے کہا کہ ہم تو رومی ہیں۔ جب حاکموں نے سنا کہ وہ رومی ہے تو ڈر گئے اور سماجت کی اور قید خانہ سے باہر لاکر استدعا کی کہ وہ شہر سے باہر چلے جائیں۔ پھر پولوس موصوف یروشلیم واپسی پر جب وہ یہودی کو گمراہ کرنے کے جرم میں پکڑے گئے اور رومی سردار نے یہود کی خاطر حکم دیا کہ اسکو کوڑے لگاؤ اور اس سے بیان لوتو پولوس نے کہا کہ تمہارے لئے جائز ہے کہ ایک رومی کو کوڑے مارو اور وہ بھی قصور ثابت کیے بغیر؟ رومی سردار نے سن کر کہا کہ کیا تو رومی ہے؟ پولوس نے کہا ہاں۔ پس جو اسکا بیان لینے کو تھے وہ فوراً اس سے الگ ہوگئے اور رومی سردار بھی یہ معلوم کر کے ڈر گیا کہ جسکو میں نے باندھا ہے وہ رومی ہے اور اسکی مدد کرتے ہوئے قید سے آزاد کیا۔ چنانچہ یہ تمام احوال رسولوں کے اعمال باب ۱۶ اور باب ۲۲ میں پوری تفصیل کیساتھ موجود ہیں۔ یہاں بھی پہلے موقع کی طرح اپنے آپکو رومی ارشاد فرمایا حالانکہ بلاشبہ وہ یہودی تھے۔

خاتمہ بحث پر عرض ہے کہ جنت دوزخ کے احوال پر مشتمل احادیث کے متعلق بھی انہوں نے زبانِ طعن دراز کی ہے چونکہ یہ اعتراض آیات قرآنی اور احادیث جن میں جنت وجہنم کے مضمون کا بیان ہے دونوں پر مشترک ہے اور تفصیل طلب تھا لہٰذا اسکا جواب پورے شرح وبسط کیساتھ ''بروق لامعہ'' میں مذکور ہے(۱) کتابِ ہذا کے اس باب کی فصل دوم جو قرآن کریم پر اعتراضات کی تحقیق پر مشتمل تھی اُس میں بھی اسکی طرف تعرض نہیں کیا بلکہ ان مباحث کو مذکورہ بالا کتاب کے حوالہ کر دیا گیا ہے۔ عیسائیوں کے باقی اعتراضات اہلِ تشیع کی کتبِ حدیث کے متعلق ہیں شیعہ مجتہدین نے اپنے رسائل میں ان اعتراضات کا خوب قلع قمع کر دیا ہے لہٰذا ہمیں کسی زحمت کی ضرورت نہیں۔ ناظرین اگر شوق رکھتے ہوں تو رسائل مذکورہ کی طرف مراجعت فرمائیں۔ (۲)

---

(۱) ''بروق لامعہ'' تو مفقود ہے تاہم مصنفؒ نے اپنی کتاب ''اظہار الحق'' ترجمہ اردو ''بائبل سے قرآن تک'' ج ۲ ص ۴۱۵ پر اس پر کچھ گفتگو فرمائی ہے۔

(۲) بعض احادیث پر جو اعتراض کیے جاتے ہیں اُنکی تحقیق کیلئے یہ کتابیں بھی کام آسکتی ہیں۔

۱۔ السنہ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، مصنفہ شیخ مصطفیٰ السباعی، مترجم اردو ''حدیث رسول کا تشریعی مقام'' غلام احمد حریری، مطبوعہ مکتبہ کشمیر چنیوٹ بازار فیصل آباد۔

۲۔ المخلصی للاقوام، مصنفہ شیخ زید بن مُسلم پروفیسر الازہر یونیورسٹی، مصر۔

۳۔ صرف ایک اسلام بجواب دو اسلام، مصنفہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ۔

۴۔ انکارِ حدیث کے نتائج، مصنفہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ۔

بابِ دوم

عقیدۂ تثلیث دین ودانش کی کسوٹی پر

مقدمہ: سترہ اہم فوائد

فصلِ اوّل

عقیدۂ تثلیث حضرت مسیح علیہ السلام اور حواریوں کے اقوال کی روشنی میں

فصلِ دوم

تثلیث پر مسیحیت کے دلائل کا مفصل رد

فصلِ سوم

عہدِ عتیق سے الوہیتِ مسیح علیہ السلام پر دیے گئے دلائل کا ابطال

باب دوم

دوسرا باب درج ذیل مباحث پر مشتمل ہے۔ پہلی بحث میں حضرت مسیح ؑ کی انسانیت کا اثبات، الوہیت کا بطلان آنجنابؑ کے اپنے ارشادات اور انکے حواریوں کے اقوال کی روشنی میں ثابت کیا جائیگا۔ دوسری بحث میں الوہیتِ مسیح ؑ پر دیے جانے والے دلائل کا ابطال اور رد ہے۔ یہ باب ایک مقدمہ اور تین فصول پر مشتمل ہے۔

مُقدّمہ

چونکہ بندۂ ناچیز کا مقصود الزام مخالف کے ساتھ ساتھ ناظرین کے دلوں کو مطمئن کرنا بھی ہے لہٰذا مقصود کے شروع کرنے سے پہلے چند فوائد ذکر کیے جاتے ہیں جو ناظرین کیلیے بصیرت افروز ہیں اور اس باب کی آئندہ مباحث میں اکثر جگہوں پر کام آئیں گے اگرچہ مخالفین کے تسلیم کرنے کے حوالے سے ان میں سے اکثر باتوں کے ذکر کی حاجت نہیں ہے۔(۱)

(۱) مصنفؒ نے یہاں سے اصلِ مبحث کو شروع کرنے سے قبل سترہ اہم امور اور انتہائی ضروری فوائد ذکر فرمائے ہیں۔ مقدمہ میں یہ ذکر کردہ باتیں بلاشبہ پورے موضوع کو سمجھنے میں بڑی معاون ہیں۔ یہاں سے پہلے فائدہ کا بیان ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ بائبل پر تمام تر تحفظات کے باوجود اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صفاتِ الوہیت کا خوب خوب تذکرہ ہے جسکی رُو سے حضرت مسیح ؑ کا انسانِ کامل ہوتے ہوئے خدائے کامل ہونا ممکن نہیں۔

پہلی بات

عقیدۂ توحید بائبل کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دیگر صفات کے بیان.

(۱) استثناء باب ۴ آیت ۳۵، ۳۹ میں ہے ”خداوند ہی خدا ہے اسکے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں ......پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو اپنے دل میں جمالے کہ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے اور کوئی دوسرا نہیں۔

(۲) استثناء باب ۶ آیت ۴ میں ہے ”سن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے“

(۳) استثناء باب ۳۲ آیت ۳۹ میں ہے ”سو اب دیکھ لو کہ میں ہی وہ ہوں اور میرے ساتھ کوئی دیوتا نہیں میں ہی مار ڈالتا اور میں ہی جلاتا ہوں میں ہی زخمی کرتا اور میں ہی چنگا کرتا ہوں اور کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھڑائے کیونکہ میں اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہوں کہ چونکہ میں ابدالآباد زندہ ہوں..........“

(۴) زبور ۱۸ آیت ۳۱ میں ہے ” کیونکہ خداوند کے سوا اور کون خدا ہے اور ہمارے خدا کو چھوڑ کر اور کون چٹان ہے؟

(۵) زبور ۸۶ آیت ۳۱ میں ہے ”تو ہی واحد خدا ہے“

(۶) سلاطین اول باب ۸ آیت ۶۰ میں ہے ”کہ خداوند ہی خدا ہے اور اسکے سوا اور کوئی نہیں“

(۷) یسعیاہ باب ۴۳ آیت ۱۱ میں ہے ”میں! ہاں میں ہی خداوند ہوں اور میرے بغیر کوئی بچانے والا نہیں“

(۸) یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۱۸، ۲۱، ۲۲ میں ہے ” کیونکہ خداوند جس نے آسمان پیدا کیے وہی خدا

ہے۔اسی نے زمین بنائی اور تیار کی۔اسی نے اسے قائم کیا اس نے اسے عبث پیدا نہیں کیا بلکہ اسکو آبادی کیلئے آراستہ کیا وہ یوں فرماتا ہے کہ میں خداوند ہوں اور میرے سوا اور کوئی نہیں.........سو میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے صادق القول اور نجات دینے والا خدا میرے سوا کوئی نہیں۔اے انتہائی زمین کے سب رہنے والو! تم میری طرف متوجہ ہو اور نجات پاؤ کیونکہ میں خدا ہوں اور میرے سوا کوئی نہیں''

(۹) یسعیاہ باب ۴۶ آیت ۹ میں ہے''کہ میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں۔میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں''

مذکورہ بالا تمام عبارات اس بات پر صاف دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے' آسمانوں میں اور زمین میں اسکے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں وہی موت دیتا ہے وہی زندگی بخشتا ہے۔

(۱۰) خروج باب ۱۵ آیت ۱۱ میں ہے''اے خداوند! معبودوں میں کون تیری مانند ہے کون تیری مانند جو قدوسیت میں افضل ہے''

(۱۱) استثناء باب ۳ آیت ۲۴ میں ہے''کیونکہ آسمان میں یا زمین پر ایسا کون معبود ہے جو تیرے سے کام یا کرامات کر سکے''

(۱۲) سموئیل دوم باب ۷ آیت ۲۲ میں حضرت داوٗد علیہ السلام کا اس طرح قول ہے''اے خداوند خدا کیونکہ کوئی تیری مانند نہیں اور تیرے سوا کوئی خدا نہیں''

(۱۳) زبور ۷۷ آیت ۱۳ میں ہے''کون سا دیوتا خدا کی مانند بڑا ہے؟''

(۱۴) سلاطین اول باب ۸ آیت ۲۳ میں ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے ذیل میں مذکور ہے''اور کہا اے خداوند اسرائیل کے خدا تیری مانند نہ تو اوپر آسمان میں نہ نیچے زمین پر کوئی خدا ہے''

غور فرمایئے! یسعیاہ باب ۴۶ آیت ۹ کی مذکورہ عبارت میں خوب صراحت ہے کہ

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا کوئی ہم مثل نہیں اور بقیہ عبارات بھی ببانگ دھل اعلان کررہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں۔

(۱۵) استثناء باب۴ آیت ۱۵ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''سوتم اپنی خوب ہی احتیاط رکھنا کیونکہ تم نے اس دن جب خداوند نے آگ میں سے ہوکر حورب میں سے کلام کیا کسی طرح کی کوئی صورت نہیں دیکھی''

یہ عبارت صریحاً دلیل ہے کہ باری تعالیٰ کیلئے کوئی شکل وصورت نہیں ہے وہ اس سے پاک ہے۔

(۱۶) یسعیاہ باب۴۰ آیت ۲۸ میں ہے ''کیا تو نہیں جانتا؟ کیا تو نے نہیں سنا کہ خداوند خدای ابدی وتمام زمین کا خالق تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا؟ اسکی حکمت ادراک سے باہر ہے''

(۱۷) یسعیاہ باب۴۳ آیت ۱۰، ۱۳ میں ہے ''خداوند فرماتا ہے تم میرے گواہ ہو اور میرا بندہ بھی جسے میں نے چن لیا تا کہ تم جانو اور مجھ پر ایمان لاؤ اور سمجھو کہ میں وہی ہوں مجھ سے پہلے کوئی خدا نہ ہوا اور میرے بعد کوئی نہ ہوگا.........اور ابتداء سے میں وہی ہوں اور میرے ہاتھ سے کوئی چھڑانے والا نہیں میں کام کروں گا اور کون روکے گا؟''

(۱۸) یسعیاہ باب۴۴ آیت ٦ میں ہے ''میں ہی اوّل ہوں اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں''

(۱۹) یرمیاہ باب۱۰ آیت ۱۰ میں ہے ''لیکن خداوند سچا خدا ہے۔ وہ زندہ خدا اور ابدی بادشاہ ہے''

(۲۰) استثناء باب۱۰ آیت ۱۷ میں ہے ''کیونکہ خداوند تمہارا خدا الٰہوں کا الٰہ خداوندوں کا خداوند ہے۔ وہ بزرگوار اور قادر اور مہیب خدا ہے جو رورعایت نہیں کرتا اور نہ رشوت لیتا ہے''

(۲۱) حبقوق باب۱ آیت ۱۲ میں ہے ''کیا تو قدیم سے خداوند میرا خدا میرا قدوس نہیں جو مرنہیں سکتا؟''

ان آیات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ ازلی ابدی ہے قدیم ولایزال ہے۔قدوس ہے اور عاجزی ودر ماندگی کا اسکی بارگاہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوسری بات

شرک کی سزا بائبل کی رُو سے

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت جائز نہیں اور خدا تعالیٰ اپنی غیرت کے سبب اسکو بدترین جرم قرار دیتے ہیں اور اس جرم کی ترغیب دینے والے یا ارتکاب کرنے والے کی سزا توریت میں سنگسار ذکر کی ہے۔

(۱) چنانچہ خروج باب ۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سب سے پہلے جو حکم دیا تھا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو معبود نہ بنایا جائے اور ایک بچھڑے کی پوجا کرنے پر جو غضب الٰہی بھڑکا اسکا حال اسی کتاب کے باب ۳۲ میں وضاحت کیساتھ مذکور ہے اور اسکا کچھ حصہ مقدمہ کے فائدہ اوّل میں بھی گذرا ہے۔

(۲) خروج باب ۳۴ آیت ۱۴ میں ہے ’’کیونکہ تجھ کو کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرنی ہوگی اس لئے کہ خداوند جسکا نام غیور ہے وہ خدائے غیور ہے بھی............‘‘

(۳) استثناء باب ۴،۵ میں غیر اللہ کی عبادت کا انتہائی تاکید کیساتھ ممنوع ہونا مذکور ہے اور اس ممانعت کی علت باب ۴ آیت ۲۴ میں اس طرح ہے۔ ’’کیونکہ خداوند تیرا خدا بھسم کرنے والی آگ ہے وہ غیور خدا ہے‘‘

(۴) استثناء باب ۱۳ آیت ۱ میں ہے ’’اگر تیرے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تجھ کو کسی نشان یا عجیب بات کی خبر دے۔ اور وہ نشان یا عجیب بات جسکی اس نے تجھ کو خبر دی وقوع میں آئے اور وہ تجھ سے کہے کہ آ ہم اور معبودوں کی جن سے تو واقف نہیں

پیروی کر کے انکی پوجا کریں۔ تو تُو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات کو نہ سننا کیونکہ خداوند تمہارا خدا تم کو آزمائے گا تا کہ جان لے کہ تم خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے محبت رکھتے ہو یا نہیں۔ تم خداوند اپنے خدا کی پیروی کرنا اور اسکا خوف ماننا اور اسکے حکموں پر چلنا اور اسکی بات سننا۔ تم اسی کی بندگی کرنا اور اسی سے لپٹے رہنا۔ وہ نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے کیونکہ اس نے تم کو خداوند تمہارے خدا سے (جس نے تم کو ملکِ مصر سے نکالا اور تجھ کو غلامی کے گھر سے رہائی بخشی) بغاوت کرنے کی ترغیب دی تا کہ تجھ کو اس راہ سے جس پر خداوند تیرے خدا نے تجھ کو چلنے کا حکم دیا ہے بہکائے۔ یوں تُو اپنے بیچ میں سے ایسی بدی کو دور کرنا۔ اگر تیرا بھائی یا تیری ماں کا بیٹا یا تیرا بیٹا یا بیٹی یا تیری ہم آغوش بیوی یا تیرا دوست جس کو تُو اپنی جان کے برابر عزیز رکھتا ہے تجھ کو چپکے چپکے پھسلا کر کہے کہ چلو ہم اور دیوتاؤں کی پوجا کریں جن سے تو اور تیرے باپ دادا واقف بھی نہیں۔ یعنی ان لوگوں کے دیوتا جو تمہارے گرداگرد تیرے نزدیک رہتے ہیں یا تجھ سے دور زمین کے اس سرے سے اس سرے تک بسے ہوئے ہیں۔ تو تو اس پر اسکے ساتھ رضامند نہ ہونا اور نہ اسکی بات سننا۔ تو اس پر ترس بھی نہ کھانا اور نہ اسکی رعایت کرنا اور نہ اسے چھپانا۔ بلکہ تو اسکو ضرور قتل کرنا اور اسکو قتل کرتے وقت پہلے تیرا ہاتھ اس پر پڑے۔ اسکے بعد سب قوم کا ہاتھ اور تو اسے سنگسار کرنا تا کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے تجھ کو خداوند تیرے خدا سے جو تجھ کو ملکِ مصر یعنی غلامی کے گھر سے نکال لایا برگشتہ کرنا چاہا‘‘

(۵) استثناء باب ۱۷ آیت ۲ میں ہے ’’اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جنکو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اسکے عہد کو توڑا ہو۔ اور جا کر اور معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرامِ فلک میں سے کسی کی جسکا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا پوجا اور پرستش کی ہو۔ اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے

اور تیرے سننے میں آئے تو تُو جانفشانی سے تحقیقات کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا۔ تو تُو اس مرد یا اس عورت کو جس نے یہ برا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور انکو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں"

ان دونوں عبارات کا ہمارے دعویٰ پر صریح دلیل ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔

تیسری بات

بائبل میں اللہ تعالیٰ کیلئے جسم، شکل، اعضاء کا ذکر

بائبل کی بیشمار آیات سے باری تعالیٰ کیلئے جسم ہونے کا اور اعضاء شکل وشباہت ہونے کا اشارہ ملتا ہے چنانچہ

(۱) پیدائش باب اوّل آیت ۲۶، ۲۷ میں ہے "پھر خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں .... اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اسکو پیدا کیا نر و ناری انکو پیدا کیا"

(۲) پیدائش باب ۵ آیت ۱ میں ہے "جس دن خدا نے آدم کو پیدا کیا تو اسے اپنی شبیہ پر بنایا"

(۳) پیدائش باب ۹ آیت ۶ میں ہے "جو آدمی کا خون کرے اسکا خون آدمی سے ہوگا کیونکہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے"

ان عبارات سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام بلکہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی شکل وشباہت اور صورت پر بنایا ہے۔

(۴) خروج باب ۱۵ آیت ۶ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے اپنے نغمہ میں کہتے ہیں "تیرا داہنا ہاتھ اے خداوند قوت میں اعلیٰ ہے تیرے داہنے ہاتھ نے اے خداوند دشمن کو چور کیا .... تیرے قہر کے دم سے پانی انبار

پر انبار ہوا۔ بہتا ہوا پانی تودے کی طرح کھڑا ہوا۔ سمندر کے درمیان میں بھنوریں جم گئیں .... تو نے سانس لیا تو سمندر نے انہیں چھپالیا(۱) اور سیسے کی طرح عظیم پانیوں میں وہ غرق ہوئے......... تو نے اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا تو زمین انہیں نگل گئی......... تیرے بازو کی زور آوری کے سبب وہ پتھر کی طرح بے حس وحرکت ہوئے جس وقت اے خداوند تیری اُمت پار گزری......... تُو نے لاکر انہیں اپنی میراث کے پہاڑ میں نصب کیا اس جگہ میں اے خداوند جو تُو نے رہنے کیلئے تیار کی اس جائے مقدس میں اے خداوند جو تیرے ہاتھوں نے بنائی'' انتہی

دیکھئے اس عبارت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے چار جگہ ہاتھ' دوجگہ سانس' ایک جگہ بازو اور دوجگہ مکان کا اثبات ہے۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد خروج باب ۳۳ آیت ۲۲' ۲۳ میں ہے ''اور ایسا ہوگا کہ جب میری عظمت کا گزران ہوگا تو میں تجھ کو چٹان کی دراڑ میں رکھوں گا اور جب تک گزر نہ جاؤں اپنے ہاتھ سے تجھ کو چھپاؤں گا تب اپنا ہاتھ اٹھالونگا تو تو میرا پیچھا دیکھے گا کیونکہ میرا چہرہ کوئی دیکھ نہیں سکتا''

اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کیلئے دوجگہ کفِ دست ایک جگہ پیٹھ اور ایک جگہ چہرے کا ذکر ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ کرتے ہوئے خروج باب ۳۱ آیت ۱۸ میں ارشاد ہے ''اور جب خداوند کوہ سینا پر موسیٰ سے کلام کر کے فارغ ہوا تو اس کو شہادت کی دو لوحیں دیں۔ پتھر کی وہ لوحیں جو خدا کی انگلی سے لکھی گئی تھیں'' انتہی

---

(۱) ''تو نے سانس لیا تو سمندر نے چھپالیا'' یہ ترجمہ مطابق متن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کیلئے سانس لینے کا واضح ذکر ہے۔ موجودہ اردو ترجمہ ''کتاب مقدس'' میں اس طرح ہے ''تو نے اپنی آندھی کی پھونک ماری تو سمندر نے اُنکو چھپالیا'' فارسی ترجمہ میں اس طرح ہے ''وچوں بنفخہ خود دمیدی دریا ایشاں را پوشانید'' عربی ترجمہ بھی اسکے مطابق ہے انگریزی تراجم مختلف ہیں۔

(۷) استثناء باب ۹ آیت ۱۰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”خداوند نے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی پتھر کی دونوں لوحیں میرے سپرد کیں“ ان دونوں عبارات میں اللہ تعالیٰ کیلئے انگلیوں کا اثبات ہے۔

(۸) استثناء باب ۱۱ آیت ۲ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”اور تم آج کے دن خوب سمجھ لو کیونکہ میں تمہارے بال بچوں سے کلام نہیں کر رہا ہوں جنکو نہ تو معلوم ہے اور نہ انہوں نے دیکھا کہ خداوند تمہارے خدا کی تنبیہ اور اسکی عظمت اور زور آور ہاتھ اور بلند بازو سے کیا کیا ہوا“

اس عبارت میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے ہاتھ اور بازو کا ذکر ہے۔

(۹) استثناء باب ۲۶ آیت ۸ میں ہے ”خداوند قوی ہاتھ اور بلند بازو سے بڑی ہیبت اور نشانوں اور معجزوں کیساتھ ہم کو مصر سے نکال لایا“

(۱۰) استثناء باب ۳۳ آیت ۲،۱ میں ہے ”خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا۔ وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور وہ دس ہزار قدسیوں کیساتھ آیا (۱) اسکے داہنے ہاتھ پر ان

(۱) ”دس ہزار قدسیوں کیساتھ آیا“ یہ ترجمہ مطابق متن ہے۔ موجودہ اردو ترجمہ کتاب مقدس میں ہے ”اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا“ کیتھولک اردو بائبل میں ہے ”اور مریبہ قادیش میں آیا“ گویا پوری بات ہی بدل دی تا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری اور اکثر نسخوں میں لکھا ہے ”دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا“ کیونکہ سچ بات چھپائے نہیں چھپتی۔ اس آیت کیساتھ یہ ناروا سلوک کیوں ہے؟ حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہاں ایک پیشینگوئی کا ذکر ہے جسکا مصداق سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے سوا کوئی نہیں کیونکہ وہی ۸ھ دس رمضان المبارک میں دس ہزار قدسی صفات ساتھیوں کے ساتھ مکہ معظمہ میں بغیر تلوار چلائے فاتحانہ شان وشوکت کیساتھ داخل ہوئے تھے اور خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا تھا جیسا کہ پادری فنڈر ”میزان الحق“ میں اور پادری برکت اللہ اپنی کتاب ”محمدِ عربیؐ“ میں اسکا اعتراف کرتے ہیں اور دیگر عیسائی مؤرخین نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں ”میرا محبوب سرخ وسفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے“ (غزل الغزلات ۵: ۱۰) اور آگے اس محبوب کے متعلق طویل مدح وتوصیف کرتے ہیں پھر جناب رسول اللہ ﷺ کا اسمِ گرامی **”محمّدیم“** ذکر کر کے محبوب کے نام کی تعیین کرتے ہیں۔

کیلئے آتشی شریعت تھی۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے اسکے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا۔ ....اور بنیامین کے حق میں اس نے کہا خداوند کا محبوب بنیامین ہے سلامتی سے اسکے ہاں وہ رہے گا وہ دن بھر اسکی حفاظت کرتا ہے وہ اسکے کندھوں کے بیچ سکونت کرتا ہے" انتہی

اس عبارت میں دو جگہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہاتھ کا اثبات ہے ایک جگہ پاؤں اور ایک جگہ کندھے کا اثبات ہے۔

(۱۱) سلاطین اول باب ۸ آیت ۲۹، ۵۲ میں حضرت سلیمان علیہ السلام ایک جگہ دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور فرماتے ہیں "تیری آنکھیں اس گھر پر رات اور دن کھلی رہیں اس جگہ پر جسکی بابت تو نے کہا کہ میرا نام اس میں ہوگا تاکہ تو اپنے منہ سے دعا کو سنے جو اس مقام کی طرف رخ کر کے کرتا ہے.....سو تیری آنکھیں تیرے بندہ کی مناجات اور تیری قوم اسرائیل کی مناجات کی طرف کھلی رہیں تاکہ جب کبھی وہ تجھ سے فریاد کریں تو انکی سنے"

(۱۲) حضرت داؤد علیہ السلام کا نغمہ جو تواریخ اول باب ۱۶ آیت ۱۱ میں مذکور ہے اسمیں ہے "خداوند کو اور اسکی قوت کو طلب کرو ہر وقت اسکے چہرہ کی تلاش کرو وہ عجائبات یاد رکھو جو اس نے کیے اسکے نشانات، اسکے منہ کی قضائیں"

مذکورہ بالا دو عبارتوں میں پہلی عبارت میں اللہ تعالیٰ کیلئے دو جگہ آنکھ کا اثبات ہے دوسری عبارت میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ کیلئے چہرہ اور زبان کا اثبات ہے۔

(۱۳) ایوب باب ۴ آیت ۹ میں ہے "تم خدا کے منہ کی پھونک سے ہلاک ہوجاتے ہو اور اسکے ناک کی ہوا سے فنا ہوجاتے ہو" (۱)

---

(۱) یہ ترجمہ متنِ مصنفؒ کے مطابق ہے۔ جس میں منہ اور ناک کا ذکر ہے۔ موجودہ اردو بائبل میں اس طرح ہے "وہ خدا کے دم سے ہلاک ہوتے اور اُسکے غضب کے جھوکے سے بھسم ہوتے ہیں" البتہ عربی بائبل میں اللہ تعالیٰ کیلئے منہ اور ناک کا اسی طرح ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "بنسمة من فم الله يبيدُ وبريح من أنفه يفنى"

(۱۴) ایوب باب ۴۰ آیت ۹ میں ہے ’’یا کیا تیرا بازو خدا کا سا ہے؟ اور کیا تو اسکی سی آواز سے گرج سکتا ہے؟‘‘

ان دو عبارات سے اللہ تعالیٰ کیلئے ناک، سانس اور بازو کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱۵) زبور باب ۱۱ آیت ۴ میں ہے ’’خداوند اپنی مقدس ہیکل میں ہے خداوند کا تخت آسمان پر ہے اسکی آنکھیں بنی آدم کو دیکھتی اور اسکی پلکیں انکو جانچتی ہیں‘‘

(۱۶) زبور باب ۱۸ آیت ۶، ۸، ۱۵ میں ہے ’’اپنی مصیبت میں میں نے خداوند کو پکارا اور اپنے خدا سے فریاد کی اس نے اپنی ہیکل میں سے میری آواز سنی اور میری فریاد جو اسکے حضور تھی اسکے کان میں پہنچی ...... اسکے نتھنوں سے دھواں اٹھا اور اسکے منہ سے آگ نکل کر بھسم کرنے لگی کوئلے اس سے دہک اٹھے ..... تب تیری ڈانٹ سے اے خداوند! تیرے نتھنوں کے دم کے جھونکے سے پانی کی تھاہ دکھائی دینے لگی اور جہان کی بنیادیں نمودار ہوئیں‘‘

(۱۷) زبور باب ۳۴ آیت ۱۵، ۱۶ میں ہے ’’خداوند کی نگاہ صادقوں پر ہے اور اسکے کان انکی فریاد پر لگے رہتے ہیں خداوند کا چہرہ بدکاروں کے خلاف ہے تا کہ انکی یاد زمین پر سے مٹا دے‘‘

(۱۸) زبور باب ۴۴ آیت ۲، ۳ اور ۲۴ میں ہے ’’تو نے قوموں کو اپنے ہاتھ سے نکال دیا اور انکو بسایا..... بلکہ تیرے دہنے ہاتھ اور تیرے بازو اور تیرے چہرے کے نور نے انکو فتح بخشی‘‘ ......تو اپنا منہ کیوں چھپاتا ہے اور ہماری مصیبت اور مظلومی کو بھولتا ہے؟‘‘

(۱۹) زبور باب ۱۰۴ آیت ۲۸ اور ۳۲ میں ہے ’’جو کچھ تو دیتا ہے یہ لے لیتے ہیں تو اپنی مٹھی کھولتا ہے اور یہ اچھی چیزوں سے سیر ہوتے ہیں .... وہ زمین پر نگاہ کرتا ہے اور وہ کانپ جاتی ہے وہ پہاڑوں کو چھوتا ہے اور ان سے دھواں نکلنے لگتا ہے‘‘

(۲۰) زبور باب ۱۳۹ آیت ۹، ۱۰ میں ہے ’’اگر میں صبح کے پر لگا کر سمندر کی انتہا میں جا بسوں تو وہاں بھی تیرا ہاتھ میری راہنمائی کریگا اور تیرا دہنا ہاتھ مجھے سنبھالیگا‘‘

ملاحظہ فرمائیے! زبور کی مذکورہ بالا عبارات میں اللہ تعالیٰ کیلئے چھ جگہ ہاتھ کا اثبات' تین جگہ چہرے کا ذکر ہے۔ دو دو جگہوں پر منہ' پلکیں' کان' آنکھ' ناک' سانس اور بازو کا ثبوت ہے۔

(۲۱) یسعیاہ باب ۵۹ آیت ۱ میں ہے "دیکھو خداوند کا ہاتھ چھوٹا نہیں ہوگیا کہ بچانہ سکے اور اسکا کان بھاری نہیں کہ سن نہ سکے۔ بلکہ تمہاری بدکرداری نے تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان جدائی کردی ہے اور تمہارے گناہوں نے اسے تم سے روپوش کیا ایسا کہ وہ نہیں سنتا"

(۲۲) یرمیاہ باب ۱ آیت ۹ میں ہے "تب خداوند نے اپنا ہاتھ بڑھا کر میرے منہ کو چُھوا"

(۲۳) یرمیاہ باب ۳۲ آیت ۱۷، ۲۱ میں حضرت یرمیاہؑ کی دعا ہے "اے خداوند دیکھ تو نے اپنی عظیم قدرت اور اپنے بلند بازو سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور تیرے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے...... کیونکہ تو اپنی قوم اسرائیل کو ملکِ مصر سے نشانوں اور عجائب اور قوی ہاتھ اور بلند بازو سے اور بڑی ہیبت کیساتھ نکال لایا"

(۲۴) حضرت دانیالؑ دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اے میرے خدا! اپنا کان جُھکا اور سُن' اپنی آنکھیں کھول" انتہی (دانیال باب ۹ آیت ۱۸)

ملاحظہ فرمائیے! اِن انبیاء کرام کے کلام میں اللہ تعالیٰ کیلئے تین جگہ ہاتھوں کا اثبات ہے دو دو جگہ بازو اور کان کا ذکر ہے اور ایک ایک جگہ چہرہ اور آنکھ کا ثبوت ہے۔

چوتھی بات

بائبل میں اللہ تعالیٰ کیلئے "مکان وحیز" کا ذکر

بائبل کی وہ روایات بھی بے شمار ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کیلئے جسم ہونے کے ساتھ

ساتھ مکان اور حیز کے ہونے کا ثبوت ملتا ہے مثلاً

(۱) اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے ’’اور وہ میرے لئے ایک مقدس بنائیں تا کہ میں انکے درمیان سکونت کروں‘‘ (خروج ۲۵:۸)

(۲) خروج باب ۲۹ آیت ۴۵، ۴۶ میں ہے ’’اور میں بنی اسرائیل کے درمیان سکونت کروں گا اور انکا خدا ہونگا تب وہ جان لیں گے کہ میں خداوند انکا خدا ہوں جو انکو ملکِ مصر سے اس لئے نکال کر لایا کہ میں انکے درمیان سکونت کروں میں ہی خداوند انکا خدا ہوں۔

(۳) کوڑھی اور جریان کے مریض کے متعلق حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ’’ایسوں کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورت تم نکال کر انکو لشکر گاہ کے باہر رکھو تا کہ وہ انکی لشکر گاہ کو جسکے درمیان میں رہتا ہوں ناپاک نہ کریں‘‘ (گنتی باب ۵ آیت ۳)

(۴) گنتی باب ۳۵ آیت ۳۴ میں ہے ’’اور تم اپنی بود و باش کے ملک کو جسکے اندر میں رہونگا گندہ بھی نہ کرنا کیونکہ میں جو خداوند ہوں سو بنی اسرائیل کے درمیان رہتا ہوں‘‘

(۵) استثناء باب ۲۶ آیت ۱۵ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہوئے مذکور ہے ’’آسمان پر سے جو تیرا مقدس مسکن ہے نظر کر‘‘

ان عبارات میں اللہ تعالیٰ کیلئے ’’مقدس‘‘ کا ہونا اور بنی اسرائیل، انکی لشکر گاہ اور انکے سرداروں کی سرزمین کا اللہ تعالیٰ کیلئے ’’مسکن‘‘ ہونا خوب آشکارا ہے۔

(۶) جب حضرت داؤد علیہ السلام ’’ہیکل‘‘ بنانے کا ارادہ رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ کا ناتن نبی کی وساطت سے داؤد علیہ السلام کو خطاب ہوا ’’جا اور میرے بندے داؤد سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ کیا تو میرے رہنے کیلئے ایک گھر بنائے گا؟ کیونکہ جب سے میں بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لایا آج کے دن تک کسی گھر میں نہیں رہا بلکہ خیمہ اور مسکن میں پھرتا رہا ہوں‘‘ (سموئیل دوم باب ۷ آیت ۵۔ تواریخ اوّل باب ۱۷ آیت ۳)

(۷) حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''تو تُو آسمان پر سے جو تیری سکونت گاہ سن لینا'' ''تو تو آسمان پر سے سن لینا'' یہ مضمون اس مناجات میں بار بار تکرار کیساتھ مختلف آیات میں مذکور ہے (سلاطین اول باب ۸ آیت ۳۲ '۳۴ ' ۳۶ '۳۹ '۴۵ ۔تواریخ دوم باب ۶ آیت ۳۰ '۳۳ '۳۵ '۳۹)

(۸) زبور باب ۹ آیت ۱۱ میں ہے ''خداوند کی ستائش کرو جو صیّون (۱) میں رہتا ہے''

(۹) زبور باب ۱۱ آیت ۴ میں ہے ''خداوند اپنی مقدس ہیکل میں ہے خداوند کا تخت آسمان پر ہے''

نوٹ: یہ حوالہ امر سوم کے ذیل میں بھی گزر چکا ہے۔

(۱۰) زبور باب ۲۶ آیت ۸ میں ہے ''اے خداوند! میں تیری سکونت گاہ اور تیرے جلال کے خیمہ کو عزیز رکھتا ہوں''

(۱۱) زبور باب ۶۸ آیت ۱۶ میں ہے ''اے اونچے پہاڑو! تم اس پہاڑ کو کیوں تاکتے ہو جسے خدا نے اپنی سکونت کیلئے پسند کیا ہے؟ بلکہ خداوند اس میں ابد تک رہے گا''

(۱۲) زبور باب ۷۴ آیت ۲ میں ہے ''اپنی جماعت کو جسے تو نے قدیم سے خریدا ہے جسکا تو نے فدیہ دیا تاکہ تیری میراث کا قبیلہ ہو اور کوہ صیّون کو جس پر تو نے سکونت کی ہے یاد کر''

(۱۳) زبور باب ۷۶ آیت ۲ میں ہے ''سالم (۲) میں اسکا خیمہ ہے اور صیّون میں اسکا مسکن''

(۱۴) زبور باب ۹۹ آیت ۱ میں ہے ''خداوند سلطنت کرتا ہے۔ قومیں کانپیں۔ وہ کروبیوں پر بیٹھتا ہے۔ زمین لرزے''

(۱۵) زبور باب ۱۱۵ آیت ۳ میں ہے ''ہمارا خدا تو آسمان پر ہے اس نے جو کچھ چاہا وہی کیا''

---

(۱) اُن پہاڑوں میں سے ایک ہے جن پر یروشلیم واقع ہے۔ (قاموس الکتاب ص ۶۰۵)

(۲) اُس شہر کا نام ہے جسکا بادشاہ ملکِ صدق تھا۔ یہودی مؤرخ یوسیفس لکھتا ہے کہ یہودی مصنف اسے یروشلیم کا مترادف سمجھتے ہیں۔ (قاموس الکتاب ص ۴۹۳)

(۱۶) زبور باب ۱۲۳ آیت ۱ میں ہے ’’تو جو آسمان پر تخت نشین ہے میں اپنی آنکھیں تیری طرف اٹھاتا ہوں‘‘

(۱۷) زبور باب ۱۳۵ آیت ۲۱ میں ہے ’’صیّون میں خداوند مبارک ہو وہ یروشلیم میں سکونت کرتا ہے‘‘

(۱۸) یوایل باب ۳ آیت ۱۷ اور ۲۱ میں ہے ’’پس تم جانو گے کہ میں خداوند تمہارا خدا ہوں جو صیّون میں اپنے کوہِ مقدس پر رہتا ہوں...... کیونکہ خداوند صیّون میں سکونت پذیر ہے‘‘

(۱۹) زکریاہ باب ۸ آیت ۳ میں ہے ’’خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں صیّون میں واپس آیا ہوں اور یروشلیم میں سکونت کرونگا‘‘

ان عبارات کو ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ناتن نبی کی معرفت خیمہ کو اپنا مسکن بتاتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام آسمان کو اللہ تعالیٰ کا مسکن و منزل قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام سالم، صیون، ہیکل مقدس، کروبیوں اور آسمان کو اللہ تعالیٰ کا مسکن ہونا ظاہر کرتے ہیں بلکہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابدالآباد تک صیّون پہاڑ پر سکونت کریگا۔ اسی طرح حضرت یوایلؑ اور زکریاؑ کے کلام میں بھی صیون اور یروشلیم کو خدا تعالیٰ کا مسکن تعبیر کیا گیا ہے۔

عہدِ جدید کے چند حوالے

(۲۰) متی باب ۵ آیت ۴۵، ۴۸ میں ہے ’’تا کہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو...... پس چاہیئے کہ تم کامل ہو جیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے‘‘

(۲۱) متی باب ۶ آیت ۱، ۹، ۱۴، ۲۶ میں ہے ’’خبردار اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کیلئے نہ کرو نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے

تمہارے لئے کچھ اجر نہیں ہے ...... پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے ...... اس لئے کہ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کریگا ...... تو بھی تمہارا آسمانی باپ انکو کھلاتا ہے“

(۲۲) متی باب ۷ آیت ۱۱، ۲۱ میں ہے ”پس جبکہ تم بُرے ہوکر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دے گا ...... جو مجھ سے اے خداوند اے خداوند! کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہوگا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے“

(۲۳) متی باب ۱۰ آیت ۳۲، ۳۳ میں ہے ”پس جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کریگا میں بھی اپنے باپ کے سامنے جو آسمان پر ہے اسکا اقرار کروں گا مگر جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا انکار کرے گا میں بھی اپنے باپ کے سامنے جو آسمان پر ہے اسکا انکار کرونگا“

(۲۴) متی باب ۱۲ آیت ۵۰ میں ہے ”کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے“

(۲۵) متی باب ۱۵ آیت ۱۳ میں ہے ”اس نے جواب میں کہا جو پودا میرے آسمانی باپ نے نہیں لگایا جڑ سے اکھاڑا جائیگا“

(۲۶) متی باب ۱۶ آیت ۱۷ میں پطرس حواری سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے“

(۲۷) متی باب ۱۸ آیت ۱۰، ۱۴، ۱۹، ۳۵ میں ہے ”کہ آسمان پر انکے فرشتے میرے آسمانی باپ کا منہ ہر وقت دیکھتے ہیں ...... اسی طرح تمہارا آسمانی باپ یہ نہیں چاہتا کہ ان چھوٹوں میں سے ایک بھی ہلاک ہو ...... اگر تم میں سے دو شخص زمین پر کسی بات کیلئے جسے وہ چاہتے ہوں اتفاق کریں تو وہ میرے باپ کی طرف سے جو آسمان پر ہے انکے لئے

ہو جائیگی...... میرا آسمانی باپ بھی تمہارے ساتھ اسی طرح کریگا"

(۲۸) متی باب ۲۳ آیت ۹، ۲۲ میں ہے "تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے ....اور جو آسمان کی قسم کھاتا ہے وہ خدا کے تخت کی اور اس پر بیٹھنے والے کی قسم کھاتا ہے"

الغرض حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام میں اس طرح کی تعبیرات بکثرت موجود ہیں جو تلاش کرنے پر بآسانی مل سکتی ہیں مزید برآں نقل کرنے سے طوالت کا خوف مانع ہے دیگر مسیحیوں کے اقوال میں بھی اللہ تعالیٰ کیلئے "مکان" کا ذکر محتاج بیان نہیں۔

پانچویں بات

بائبل میں لفظِ خدا، خداوند وغیرہ کا غیر اللہ پر اطلاق

خدا، خداوند، قادرِ مطلق، حاکم تمام جہاں، رب، الٰہ، قدوس، پروردگار ان تمام الفاظ کا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر بھی دیگر معانی میں اطلاق کیا گیا ہے حتیٰ کہ شیطان مردود کے حق میں بھی لفظ خدا اور الٰہ العالم کا اطلاق کیا گیا ہے اور اسکے شواہد کتب عہد عتیق وجدید میں بے شمار ہیں مگر اختصار کی وجہ سے میں ان تمام کو نقل نہیں کروں گا بلکہ اس قدر ذکر کروں گا جو ناظرین کی تسلی کیلئے کافی ہو۔ اس اہم ترین فائدہ کو بگوشِ ہوش سننا چاہیئے اور اصل مضمون کے ملاحظہ کرنے سے قبل اس تمہید کو خاص اہتمام کے ساتھ اپنے دل میں بٹھانا چاہیئے کہ اس جہان میں اللہ تعالیٰ کا دیدار وزیارت اور آواز کا سننا ناممکن ہے اور یہ مسیحیوں کے نزدیک واجب التسلیم اور ناقابل انکار عقیدہ ہے جیسا کہ یوحنا باب ۱ آیت ۱۸ میں مذکور ہے "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا" اسی طرح جناب مسیح علیہ السلام یہود سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اور باپ جس نے مجھے بھیجا ہے اسی نے میری گواہی دی ہے تم نے نہ کبھی اسکی آواز سنی ہے اور نہ اسکی صورت دیکھی" (یوحنا ۵: ۳۷) اسی طرح یوحنا کے پہلے خط باب ۴ آیت ۱۲ میں

ہے ’’خدا کو کسی نے نہیں دیکھا‘‘

پادری فنڈر صاحب اپنی کتاب ’’مفتاح الاسرار‘‘ کے خطبہ میں خدا تعالیٰ کی تعریف لکھتے ہیں ’’خداوند ان دیکھی ذات ہے خیال ووہم سے بلند اور حیطہ قیاس وگمان سے باہر ہے اسکی شناخت اسکے کلام کے بغیر نہیں ہو سکتی‘‘ اسی طرح اپنی کتاب ’’حل الاشکال‘‘ کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں ’’انجیل میں رویئت مجازی یعنی رویئت بچشم کا انکار آیا ہے اور صاف کہا گیا ہے کہ اس دنیا میں نہ کسی شخص نے خدا کو دیکھا ہے اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے‘‘ انتہی۔

یہ عبارت صاف دلیل ہے کہ اس جہان میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اسکی آواز کا سننا محال ہے۔ جب آپ نے اتنا جان لیا تو اب دیکھئے کہ

(۱) پیدائش باب ۱۷ میں ہے ’’جب ابرام ننانوے برس کا ہوا تب خداوند ابرام کو نظر آیا اور اس سے کہا کہ میں خدائے قادر ہوں تو میرے حضور میں چل اور کامل ہو...... تب ابرام سرنگوں ہوا اور خدا نے اس سے ہم کلام ہو کر فرمایا...... اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان انکی سب پشتوں کیلئے اپنا عہد جو ابدی عہد ہوگا باندھونگا تا کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا رہوں اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے ایسا دونگا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں انکا خدا ہونگا پھر خدا نے ابرام سے کہا کہ تو میرے عہد کو ماننا اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت اسے مانے ...... اور خدا نے ابرام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے سو اسکو ساری نہ پکارنا اسکا نام سارہ ہوگا ...... اور ابرام نے خدا سے کہا کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے تب خدا نے فرمایا کہ بے شک تیری بیوی سارہ کا تجھ سے بیٹا ہوگا تو اسکا نام اضحاق رکھنا ......اور جب خدا ابرام سے باتیں کر چکا تو اسکے پاس سے اوپر چلا گیا‘‘ انتہی

(پیدائش باب ۱۷ آیت ۱، ۳، ۷، ۸، ۹، ۱۵، ۱۸، ۲۲)

تجزیہ مصنفؒ

پس جب یہ بات طے شدہ ہے کہ باری تعالیٰ کی آواز کا سننا یا اسکے دیدار کا ہونا اس جہان میں محال ہے اسی طرح صعود ونزول بھی ایک ذوجسم اور صاحب مکان کے حق میں متصور ہوسکتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کیلئے جو جسم ومکان سے پاک ہے تو بدیہی سی بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کلام کرنے والا ''فرشتہ'' تھا نہ کہ خدا اور اس عبارت میں اس فرشتے پر دس جگہ لفظ ''خدا'' کا اطلاق کیا گیا ہے ایک جگہ لفظ خداوند اور ایک جگہ خدائے قادر بولا گیا ہے اور ''فرشتہ'' حضرت ابرہیم علیہ السلام سے کلام کرتے ہوئے کس صراحت سے کہہ رہا ہے کہ ''میں خدائے قادر ہوں اور میں تیرا خدا ہوں اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہونگا'' اور اسکی اولاد کے حق میں کہتا ہے کہ ''میں انکا خدا ہونگا''

(۲) پیدائش باب ۱۸ میں تین فرشتوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خیمہ میں آنا اور ان میں سے ایک کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ولادتِ اسحاقؑ کی خوشخبری دینے اور سدوم کے برباد کرنے کی خبر دیتے ہوئے اس طرح مذکور ہے ''تب اس نے کہا میں پھر موسمِ بہار میں تیرے پاس آؤنگا اور دیکھ تیری بیوی سارہ کے بیٹا ہوگا۔ اسکے پیچھے ڈیرے کا دروازہ تھا۔ سارہ وہاں سے سن رہی تھی۔ اور ابراہام اور سارہ ضعیف اور بڑی عمر کے تھے اور سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جو عورتوں کی ہوتی ہے۔ تب سارہ نے اپنے دل میں ہنس کر کہا کیا اس قدر عمر رسیدہ ہونے پر بھی میرے لئے شادمانی ہوسکتی ہے حالانکہ میرا خداوند بھی ضعیف ہے؟ پھر خداوند نے ابرہام سے کہا کہ سارہ کیوں یہ کہہ کر ہنسی کہ کیا میرے جو ایسی بڑھیا ہوگئی ہوں واقعی بیٹا ہوگا؟ کیا خداوند کے نزدیک کوئی بات مشکل ہے؟ موسمِ بہار میں معیّن وقت پر میں تیرے پاس پھر آؤنگا اور سارہ کے بیٹا ہوگا........اور خداوند نے کہا کہ جو کچھ

میں کرنے کو ہوں کیا اسے ابرہام سے پوشیدہ رکھوں؟...... پھر خداوند نے فرمایا چونکہ سدوم اور عمورہ کا شور بڑھ گیا اور انکا جرم نہایت سنگین ہوگیا ہے۔ اس لئے میں اب جا کر دیکھونگا کہ کیا انہوں نے سراسر ویسا ہی کیا ہے جیسا شور میرے کان تک پہنچا ہے اور اگر نہیں کیا تو میں معلوم کرونگا۔ سو وہ مرد وہاں سے مڑے اور سدوم کی طرف چلے پر ابرہام خداوند کے حضور کھڑا ہی رہا۔ تب ابراہام نے نزدیک جا کر کہا کیا تو نیک کو بد کے ساتھ ہلاک کریگا؟...... ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے کہ نیک کو بد کیساتھ مار ڈالے اور نیک بد کے برابر ہو جائیں۔ یہ تجھ سے بعید ہے۔ کیا تمام دنیا کا انصاف کرنے والا انصاف نہ کریگا؟۔ اور خداوند نے فرمایا کہ اگر مجھے سدوم میں شہر کے اندر پچاس راستباز ملیں تو میں انکی خاطر اس مقام کو چھوڑ دونگا۔ تب ابرہام نے جواب دیا اور کہا کہ دیکھئے! میں نے خداوند سے بات کرنے کی جرأت کی اگرچہ میں خاک اور راکھ ہوں...... پھر اس نے کہا خداوند ناراض نہ ہوتو میں کچھ اور عرض کروں۔ شاید وہاں تیس ملیں۔ اس نے کہا۔ اگر مجھے وہاں تیس بھی ملیں تو بھی ایسا نہیں کرونگا۔ پھر اس نے کہا دیکھئے! میں نے خداوند سے بات کرنے کی جرأت کی۔ شاید وہاں بیس ملیں۔ اس نے کہا میں بیس کی خاطر بھی اسے نیست نہیں کرونگا۔ اس نے کہا خداوند ناراض نہ ہوتو میں ایک بار اور کچھ عرض کروں۔ شاید وہاں دس ملیں۔ اس نے کہا میں دس کی خاطر بھی اسے نیست نہیں کرونگا۔ جب خداوند ابرہام سے باتیں کر چکا تو چلا گیا اور ابرہام اپنے مکان کو لوٹا'' (پیدائش باب ۱۸ آیت ۱۰ تا ۱۴، ۱۷، ۲۰، ۲۳، ۲۵ تا ۲۷، ۳۰ تا ۳۳)

تجزیہ مصنف ؒ

دیکھئے! یہ خبر دینے والا اور وعدہ دینے والا خدا کا فرشتہ تھا جبکہ سات جگہ پر اس کیلئے لفظ ''خداوند'' بمطابق ترجمہ فارسی اور لفظ ''یہودا'' بمطابق ترجمہ ہندی بولا گیا ہے اور ایک

جگہ اسکو ''تمام دنیا کا انصاف کرنے والا'' کہا گیا ہے اور پھر آیت ۳۰ تا ۳۳ میں چار جگہ لفظ ''خداوند'' کا اطلاق اس فرشتہ پر ہوا ہے بلکہ آیت ۱۲ میں تو حضرت سارہ سے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام پر لفظ ''خداوند'' کا اطلاق کرنا منقول ہے۔(۱) اسی مضمون کی موافقت میں پطرس حواری اپنے پہلے خط کے باب ۳ آیت چھ میں لکھتے ہیں ''چنانچہ سارہ ابراہام کے حکم میں رہتی اور اسے خداوند کہتی تھی'' الیٰ اخر ماقال

(۳) جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے ماموں لابن کے پاس جانے کیلئے عازمِ سفر ہوئے تو اس بارے میں پیدائش باب ۲۸ میں اس طرح مذکور ہے ''اور یعقوب بیر سبع سے نکل کر حاران کی طرف چلا۔ اور ایک جگہ پہنچ کر ساری رات وہیں رہا کیونکہ سورج ڈوب گیا تھا اور اس نے اس جگہ کے پتھروں میں سے ایک اٹھا کر اپنے سرہانے دھر لیا اور اسی جگہ سونے کو لیٹ گیا۔ اور خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیڑھی زمین پر کھڑی ہے اور اسکا سرا آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور خدا کے فرشتے اس پر سے چڑھتے اترتے ہیں۔ اور خداوند اسکے اوپر کھڑا کہہ رہا ہے کہ میں خداوند تیرے باپ ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا ہوں۔ میں یہ زمین جس پر تو لیٹا ہے تجھے اور تیری نسل کو دونگا۔ اور تیری نسل زمین کی گرد کے ذرّوں کی مانند ہوگی اور تو مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیل جائیگا اور زمین کے سب قبیلے تیرے اور تیری نسل کے وسیلہ سے برکت پائینگے۔ اور دیکھ میں تیرے ساتھ ہوں اور ہر جگہ جہاں کہیں تو جائے تیری حفاظت کرونگا اور تجھ کو اس ملک میں پھر لاؤنگا اور جو میں نے تجھ سے کہا ہے جب تک اسے پورا نہ کرلوں تجھے نہیں چھوڑونگا۔ تب یعقوب جاگ اٹھا اور کہنے

---

(۱) موجودہ اردو بائبل میں لفظ ''خاوند'' لکھا ہے۔ بعض انگریزی تراجم میں Lord اور بعض میں Master کا لفظ آیا ہے۔ فارسی بائبل میں لفظ ''آقائیم'' لکھا ہے یہ بھی لفظ ''خداوند'' کے مفہوم کے قریب ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مولاناؒ کے پیش نظر نسخہ بائبل میں صاف لفظ ''خداوند'' ہی ہو۔

لگا کہ یقیناً خداوند اس جگہ ہے اور مجھے معلوم نہ تھا۔ اور اس نے ڈر کر کہا یہ کیسی بھیانک جگہ ہے! سو یہ خدا کے گھر اور آسمان کے آستانہ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ اور یعقوب صبح سویرے اٹھا اور اس پتھر کو جسے اس نے اپنے سرہانے دھرا تھا لیکر ستون کی طرح کھڑا کیا اور اسکے سرے پر تیل ڈالا اور اس جگہ کا نام بیت ایل رکھا لیکن پہلے اس بستی کا نام لوز تھا۔ اور یعقوب نے منت مانی اور کہا کہ اگر خدا میرے ساتھ رہے اور جو سفر میں کر رہا ہوں اس میں میری حفاظت کرے اور مجھے کھانے کو روٹی اور پہننے کو کپڑا دیتا رہے۔ اور میں اپنے باپ کے گھر سلامت لوٹ آؤں تو خداوند میرا خدا ہوگا۔ اور یہ پتھر جو میں نے ستون سا کھڑا کیا ہے خدا کا گھر ہوگا اور جو کچھ تو مجھے دے اسکا دسواں حصہ ضرور ہی تجھے دیا کرونگا''

(پیدائش باب ۲۸ آیت ۱۰ تا ۲۲)

(۴) حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنی ازواج راحیل اور لیا سے ایک خواب ذکر کرتے ہوئے اس طرح ارشاد ہے ''اور خدا کے فرشتے نے خواب میں مجھے کہا کہ اے یعقوب میں بولا! میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا۔ کہ اب تو اپنی آنکھ اٹھا اور دیکھ کہ سارے مینڈھے جو بھیڑوں پر چڑھتے ہیں۔ ابلق اور داغدار اور چتکبرے ہیں کیونکہ سب کچھ جو لابن نے تیرے ساتھ کیا میں نے دیکھا۔ میں بیت ایل کا خدا ہوں۔ جہاں تو نے ستون پر تیل ڈالا۔ اور جہاں تو نے میری منت مانی۔ پس اب اٹھ۔ اس سرزمین سے نکل چل اور اپنی جائے پیدائش کو واپس جا'' (پیدائش ۳۱: ۱۱ تا ۱۳)

(۵) دوران سفر جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بھائی سے خوف ہوا تو وہ دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اور یعقوب نے کہا اے میرے باپ ابرہام کے خدا اور میرے باپ اضحاق کے خدا! اے خداوند جس نے مجھے یہ فرمایا کہ تو اپنے ملک کو اپنے رشتہ داروں کے پاس لوٹ جا اور میں تیرے ساتھ بھلائی کروں گا .... یہ تیرا ہی فرمان ہے کہ میں

تیرے ساتھ ضرور بھلائی کرونگا اور تیری نسل کو دریا کی ریت کی مانند بناؤنگا جو کثرت کے سبب سے گنی نہیں جاسکتی'' (پیدائش ۳۲:۹،۱۲)

(۶) پیدائش باب ۳۵ میں ہے ''اور خدا نے یعقوب سے کہا کہ اٹھ بیت ایل کو جا اور وہیں رہ اور وہاں خدا کیلئے جو تجھے اس وقت دکھائی دیا جب تو اپنے بھائی عیسو کے پاس سے بھاگا جارہا تھا ایک مذبح بنا۔ تب یعقوب نے اپنے گھرانے اور اپنے سب ساتھیوں سے کہا کہ بیگانہ دیوتاؤں کو جو تمہارے درمیان ہیں دور کرو اور طہارت کر کے اپنے کپڑے بدل ڈالو۔ اور آؤ ہم روانہ ہوں اور بیت ایل کو جائیں۔ وہاں میں خدا کیلئے جس نے میری تنگی کے دن میری دعا قبول کی اور جس راہ میں مَیں چلا میرے ساتھ رہا مذبح بناؤنگا۔ تب انہوں نے سب بیگانہ دیوتاؤں کو جو انکے پاس تھے اور مُندروں کو جو انکے کانوں میں تھے یعقوب کو دیدیا اور یعقوب نے انکو اس بلوط کے درخت کے نیچے جو سِکم کے نزدیک تھا دبا دیا......اور یعقوب ان سب لوگوں سمیت جو اسکے ساتھ تھے لوز پہنچا۔ بیت ایل یہی ہے اور ملک کنعان میں ہے۔ اور اس نے وہاں مذبح بنایا اور اس مقام کا نام بیت ایل رکھا کیونکہ جب وہ اپنے بھائی کے پاس سے بھاگا جارہا تھا تو خدا وہیں اس پر ظاہر ہوا تھا......اور یعقوب کے فدّان ارام سے آنے کے بعد خدا اسے پھر دکھائی دیا اور اسے برکت بخشی۔ اور خدا نے اسے کہا کہ تیرا نام یعقوب ہے۔ تیرا نام آگے کو یعقوب نہ کہلائیگا بلکہ تیرا نام اسرائیل ہوگا۔ سو اس نے اسکا نام اسرائیل رکھا۔ پھر خدا نے اسے کہا کہ میں خدای قادر مطلق ہوں۔ تو برومند ہو اور بہت ہو جا۔ تجھ سے ایک قوم بلکہ قوموں کے جتھے پیدا ہونگے اور بادشاہ تیرے صلب سے نکلیں گے۔ اور یہ ملک جو میں نے ابرہام اور اضحاق کو دیا ہے سو تجھ کو دونگا اور تیرے بعد تیری نسل کو بھی یہی ملک دونگا۔ اور خدا جس جگہ اس سے ہم کلام ہوا وہیں سے اسکے پاس سے اوپر چلا گیا۔ تب یعقوب نے اس جگہ جہاں وہ اس سے ہم کلام ہوا

پتھر کا ایک ستون کھڑا کیا اور اس پر تپاون کیا اور تیل ڈالا۔ اور یعقوب نے اس مقام کا نام جہاں خدا اس سے ہم کلام ہوا بیت ایل رکھا'' (پیدائش ۳۵:۱تا۴، ۶تا۷، ۹تا۱۵)

(۷) پیدائش باب ۴۸ آیت ۳ میں ہے ''اور یعقوب نے یوسف سے کہا کہ خدا ہی قادر مطلق مجھے لوز میں جو ملک کنعان میں ہے دکھائی دیا اور مجھے برکت دی اور اس نے مجھ سے کہا میں تجھے برومند کرونگا اور بڑھاؤنگا اور تجھ سے قوموں کا ایک زمرہ پیدا کرونگا اور تیرے بعد یہ زمین تیری نسل کو دونگا تا کہ یہ انکی دائمی ملکیت ہو جائے'' انتہی

پس کتاب پیدائش باب اکتیس کی آیت ۱۱، ۱۳ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کا فرشتہ تھا جس نے شہر ''لوز'' جسکا نام بیت ایل تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملک کنعان کے دینے کا اور اولاد کی کثرت کا وعدہ کیا اور حفاظت کیلئے ہر جگہ انکے ساتھ رہنے اور واپس وطن لانے کا وعدہ کیا اور پھر فرمایا کہ اپنے وطن کو لوٹ جاؤ اور وہاں پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے عہد و نذر مانی کہ اگر خدا میرے ساتھ رہا اور حفاظت فرمائی اور روٹی کا ٹکڑا عطا فرمائے اور گھر سلامت پہنچ جاؤں تو اسے معبود بناؤنگا اور وہ پتھر جسے میں نے کھڑا کر دیا وہ خدا کا گھر ہوگا اور تمام محصولات کا دسواں حصہ بغیر کوتاہی کے دیا کرونگا۔ مذکورہ بالا ابواب کی عبارات میں فرشتہ کیلئے پانچ جگہوں پر لفظ خداوند' بارہ جگہوں پر لفظ خدا اور ایک ایک جگہ پر ''معبود وحق تعالیٰ'' کا لفظ بولا گیا ہے اور اسکا یہ کہنا کہ ''میں خداوند تیرے باپ ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا ہوں'' اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کا باب ۳۲ میں یہ قول کہ ''اے میرے باپ ابرہام کے خدا' اے میرے باپ اضحاق کے خدا'' اسی طرح باب ۴۸ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ کہنا کہ ''خدائے قادر لوز میں یعنی کنعان کی سرزمین میں مجھ پر ظاہر ہوا'' کس قدر صریح عبارات ہیں جن میں فرشتے پر اسکا اطلاق کیا گیا۔

(۸) پیدائش باب ۳۲ آیت ۲۴ میں ہے ''اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے

وقت تک ایک شخص وہاں اس سے کشتی لڑتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اسکی ران کو اندر کی طرف سے چھوا اور یعقوب کی ران کی نس اسکے ساتھ کشتی کرنے میں چڑھ گئی۔ اور اس نے کہا مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چلی۔ یعقوب نے کہا کہ جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دونگا۔ تب اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے جواب دیا یعقوب۔ اس نے کہا کہ تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کیساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔ تب یعقوب نے اس سے کہا کہ میں تیری منت کرتا ہوں تو مجھے اپنا نام بتا دے۔ اس نے کہا کہ تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اور اس نے اسے وہاں برکت دی۔ اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا تو بھی میری جان بچ رہی‘‘ (پیدائش ۳۲:۲۴ تا ۳۰)

(۹) پیدائش باب ۳۵ آیت ۹ میں ہے ’’اور یعقوب کے فدان ارام سے آنے کے بعد خدا اسے پھر دکھائی دیا اور اسے برکت بخشی۔ اور خدا نے اسے کہا کہ تیرا نام یعقوب ہے۔ تیرا نام آگے کو یعقوب نہ کہلائیگا بلکہ تیرا نام اسرائیل ہوگا۔ سو اس نے اسکا نام اسرائیل رکھا۔ پھر خدا نے اسے کہا کہ میں خدای قادر مطلق ہوں۔ تو برومند ہو اور بہت ہو جا۔ تجھ سے ایک قوم بلکہ قوموں کے جتھے پیدا ہونگے اور بادشاہ تیرے صلب سے نکلیں گے۔ اور یہ ملک جو میں نے ابراہام اور اضحاق کو دیا ہے سو تجھ کو دونگا اور تیرے بعد تیری نسل کو بھی یہی ملک دونگا۔ اور خدا جس جگہ اس سے ہم کلام ہوا وہیں سے اسکے پاس سے اوپر چلا گیا۔ تب یعقوب نے اس جگہ جہاں وہ اس سے ہمکلام ہوا پتھر کا ایک ستون کھڑا کیا اور اس پر تپاون کیا اور تیل ڈالا۔ اور یعقوب نے اس مقام کا نام جہاں خدا اس سے ہمکلام ہوا بیت ایل رکھا‘‘ (پیدائش ۳۵:۹ تا ۱۵)

(۱۰) ہوسیع باب ۱۲ آیت ۲ میں ہے ’’خداوند کا یہودا کیساتھ بھی جھگڑا ہے اور

یعقوب کی روش کے مطابق اسکو سزا دے گا اور اسکے اعمال کے موافق اسکو جزا دے گا اس نے رحم میں اپنے بھائی کی ایڑی پکڑی اور وہ اپنی توانائی کے ایام میں خدا سے کشتی لڑا ہاں وہ فرشتہ سے کشتی لڑا اور غالب آیا اس نے رو کر مناجات کی اس نے اسے بیت ایل میں پایا اور وہاں وہ ہم سے ہمکلام ہوا'' انتہی (ہوسیع ۱۲: ۲ تا ۴)

دیکھئے! جب اس جہاں میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہی ممتنع ہے تو اس سے کشتی لڑنا کیسے ممکن ہے؟ پھر اس سے قطع نظر خدا کا مغلوب ہو جانا جو سراسر اسکے عاجز ہونے کی دلیل ہے کیا معنی رکھتا ہے؟ یقیناً یہ کشتی کرنے والا خدائے پاک کے علاوہ تھا اور مذکورہ بالا حوالہ کی آیت ۴ سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ کشتی لڑنے والا اور برکت دینے والا فرشتہ تھا۔ غور فرمایئے! ان عبارات میں بھی کئی جگہوں پر فرشتے کیلئے لفظ خدا بولا گیا ہے نیز ایک ایک جگہ لفظ ''قادر مطلق'' استعمال ہوا ہے۔ اس جگہ پر فرشتے کا یہ قول کہ ''میں قادرِ مطلق ہوں'' کتنا صاف اور صریح ہے۔

(۱۱) خروج باب ۳ آیت ۳ میں ہے ''تب موسیٰ نے کہا میں اب ذرا ادھر کترا کر اس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ جھاڑی کیوں نہیں جل جاتی۔ جب خداوند نے دیکھا کہ وہ دیکھنے کو کترا کر آرہا ہے تو خدا نے اسے جھاڑی میں سے پکارا اور کہا اے موسیٰ! اے موسیٰ! اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا ادھر پاس مت آ۔ اپنے پاؤں سے جوتا اتار کیونکہ جس جگہ تو کھڑا ہے وہ مقدس زمین ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میں تیرے باپ کا خدا یعنی ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں موسیٰ نے اپنا منہ چھپایا کیونکہ وہ خدا پر نظر کرنے سے ڈرتا تھا۔ اور خداوند نے کہا میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں خوب دیکھی اور انکی فریاد جو بیگار لینے والوں کے سبب سے ہے سنی اور میں انکے دکھوں کو جانتا ہوں....... سو اب آ۔ میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ تو میری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال

لائے۔ موسیٰ نے خدا سے کہا میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لاؤں؟۔ اس نے کہا میں ضرور تیرے ساتھ رہونگا اور اسکا کہ میں نے تجھے بھیجا ہے تیرے لئے یہ نشان ہوگا کہ جب تو ان لوگوں کو مصر سے نکال لائیگا تو تم اس پہاڑ پر خدا کی عبادت کروگے۔ تب موسیٰ نے خدا سے کہا جب میں بنی اسرائیل کے پاس جا کر انکو کہوں کہ تمہارے باپ دادا کے خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور وہ مجھے کہیں کہ اسکا نام کیا ہے؟ تو میں انکو کیا بتاؤں؟۔ خدا نے موسیٰ سے کہا میں جو ہوں سو میں ہوں۔ سو تو بنی اسرائیل سے یوں کہنا کہ میں جو ہوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ پھر خدا نے موسیٰ سے یہ بھی کہا کہ تو بنی اسرائیل سے یوں کہنا کہ خداوند تمہارے باپ دادا کے خدا ابرہام کے خدا اور اضحاق کے خدا اور یعقوب کے خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ ابد تک میرا یہی نام ہے اور سب نسلوں میں اسی سے میرا ذکر ہوگا۔ جا کر اسرائیلی بزرگوں کو ایک جگہ جمع کر اور انکو کہہ کہ خداوند تمہارے باپ دادا کے خدا ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کے خدا نے مجھے دکھائی دیکر یہ کہا ہے کہ میں نے تم کو بھی اور جو کچھ برتاؤ تمہارے ساتھ مصر میں کیا جا رہا ہے اسے بھی خوب دیکھا ہے'' انتہی (خروج ۳: ۳ تا ۷، ۱۰ تا ۱۶)

تجزیہ مصنف

پس وہ فرشتہ جو جھاڑی سے نمودار ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے جیسا کہ آیت ۶ سے ظاہر ہے ''میں تیرے باپ کا خدا یعنی ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں'' اور بنی اسرائیل کو کہنے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتا ہے جیسا کہ آیت ۱۵، ۱۶ سے ظاہر ہے کہ ''خداوند تمہارے باپ دادا کے خدا اور اضحاق کے خدا اور یعقوب کے خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے ابد تک میرا یہی نام ہے اور سب نسلوں میں

اسی سے میرا ذکر ہوگا............اور خداوند تمہارے باپ دادا کے خدا ابرہام اور اضحاق کے خدا اور یعقوب کا خدا مجھ پر ظاہر ہوا ہے''

ملاحظہ فرمایئے اس عبارت میں تیئیس مقامات پر فرشتے کیلئے لفظ ''خدا'' کا بولا گیا ہے' چودہ جگہ پر لفظ ''خداوند'' اور دو جگہ پر لفظ ''پروردگار'' کا اطلاق کیا گیا ہے اور جناب حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اس فرشتے کیلئے لفظ ''خدا'' کا اطلاق کیا ہے چنانچہ آنجناب اپنے ان حواریوں سے جو قیامت کا انکار کر رہے تھے ارشاد فرماتے ہیں ''مگر اس بارے میں کہ مردے جی اٹھتے ہیں کیا تم نے موسیٰ کی کتاب میں جھاڑی کے ذکر میں نہیں پڑھا کہ خدا نے اس سے کہا کہ میں ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں؟''

(انتھی بعبارت مرقس باب ۱۲ آیت ۲۶' متی باب ۲۲ آیت ۳۱' لوقا باب ۲۰ آیت ۳۷)

(۱۲) خروج باب ۷ آیت ۱ میں فرعون کے حوالے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۶۲۵ء کے مطابق اس طرح فرمایا گیا ہے قد جعلتک الھاً لفرعون یعنی ''بیشک میں نے تجھے فرعون کا خدا بنایا ہے'' فارسی میں یہی مضمون اس طرح کہا جائے گا ''ترا پیشِ فرعون ہم چوں خدا گردانیدہ ام'' (۱) اسی کتاب خروج کے باب ۴ آیت ۱۶ میں اس طرح مذکور ہے ''اور وہ تیری طرف سے لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ تیرا منہ بنے گا اور تو اس کیلئے گویا خدا ہوگا'' اسی طرح آیت چوبیس میں ہے ''اور راستہ میں منزل پر خدا اُسے آملا اور چاہا کہ اسے مار ڈالے تب صفورہ نے چقمق کا ایک پتھر لیکر اپنے

(۱) موجودہ اردو بائبل میں اس طرح ہے ''پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کیلئے گویا خدا ٹھہرایا'' فارسی بائبل میں اس طرح ہے ''وخداوند بموسیٰ گفت بہ بین ترا بر فرعون خدا ساختہ ام'' عربی بائبل میں اس طرح ہے ''فقال الرّب لموسی اُنظر. انا جعلتک الٰھاً لفرعون'' انگریزی بائبل کنگ جیمز ورژن میں اس طرح ہے''

''I have made thee a god to Pharaoh:

بیٹے کی کھلڑی کاٹ ڈالی اور اسے موسیٰ کے پاؤں پر پھینک کر کہا تو بے شک میرے لئے خونی ڈُلہا ٹھہرا تب اس نے اسے چھوڑ دیا پس اس نے کہا کہ ختنہ کے سبب سے تو خونی ڈُلہا ہے"

(۱۳) خروج باب ۱۳ آیت ۲۱ میں ہے "اور خداوند انکو دن کو راستہ دکھانے کیلئے بادل کے ستون میں اور رات کو روشنی دینے کیلئے آگ کے ستون میں ہو کر انکے آگے آگے چلا کرتا تھا تاکہ وہ دن اور رات دونوں میں چل سکیں وہ بادل کا ستون دن کو اور آگ کا ستون رات کو ان لوگوں کے آگے سے ہٹتا نہ تھا" انتہی

اسی عبارت کے ترجمہ ہندی میں لفظ "خدا" کی جگہ لفظ "یہوا" لکھا ہے

(۱۴) خروج باب ۱۴ آیت ۱۹، ۲۴ میں ہے "اور خدا کا فرشتہ جو اسرائیلی لشکر کے آگے آگے چلا کرتا تھا جا کر انکے پیچھے ہو گیا اور بادل کا وہ ستون انکے سامنے سے ہٹ کر انکے پیچھے جا ٹھہرا........اور رات کے پچھلے پہر خداوند نے آگ اور بادل کے ستون میں سے مصریوں کے لشکر پر نظر کی اور انکے لشکر کو گھبرا دیا"

ہندی مترجم نے یہاں بھی لفظ "خداوند" کی جگہ "یہوا" لکھا ہے۔(۱)

(۱۵) استثناء باب ۱ آیت ۳۰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے اس طرح ارشاد ہے "خداوند تمہارا خدا جو تمہارے آگے آگے چلتا ہے وہی تمہاری طرف سے جنگ کریگا جیسے اس نے تمہاری خاطر مصر میں تمہاری آنکھوں کے سامنے سب کچھ کیا۔ اور بیابان میں بھی تو نے یہی دیکھا کہ جس طرح انسان اپنے بیٹے کو اُٹھائے ہوئے چلتا ہے اسی طرح خداوند تیرا خدا تیرے اس جگہ پہنچنے تک سارے راستے جہاں جہاں تم گئے

---

(۱) ذرا غور فرمایئے کہ جسکو خروج باب ۱۳ آیت ۲۱ اور باب ۱۴ آیت ۲۴ میں خداوند اور یہوا کہا گیا تھا اسکو اسی باب ۱۴ کی آیت ۱۹ میں فرشتہ کہا گیا ہے۔

تم کو اُٹھائے رہا۔ تو بھی اس بات میں تم نے خداوند اپنے خدا کا یقین نہ کیا۔ جو راہ میں تم سے آگے آگے تمہارے واسطے ڈیرے ڈالنے کی جگہ تلاش کرنے کیلئے رات کو آگ میں اور دن کو ابر میں ہو کر چلا تا کہ تم کو وہ راستہ دکھائے جس سے تم چلو'' (استثناء ۱:۳۰ تا ۳۳)

حقیقت یہ ہے کہ ستون' بادل اور آگ میں رہنے والا یقیناً فرشتہ ہی تھا جیسا کہ خروج باب ۱۴ آیت ۱۹ کا مضمون اس کی تائید کرتا ہے مگر اس پر تین جگہ لفظ ''خداوند خدا'' بولا گیا ہے۔

(۱۶) جب موسیٰ علیہ السلام کو آخر عمر میں بذریعہ وحی اپنا وقتِ موت قریب ہوتا معلوم ہوا تو بنی اسرائیل سے گفتگو کے ذیل میں اس طرح ارشاد فرمایا ''سو خداوند تیرا خدا ہی تیرے آگے آگے پار جائیگا اور وہی ان قوموں کو تیرے آگے سے فنا کریگا اور تو انکا وارث ہوگا اور جیسا خداوند نے کہا ہے یشوع تیرے آگے آگے پار جائیگا'' انتہٰی (استثناء باب ۳۱ آیت ۳)

پھر اسی باب کی آیت ۸ میں یشوعؑ کو خطاب کرتے ہوئے مذکور ہے ''اور خداوند ہی تیرے آگے آگے چلے گا وہ تیرے ساتھ رہیگا وہ تجھ سے نہ دست بردار ہوگا نہ تجھے چھوڑے گا سو تو خوف نہ کر اور بے دل نہ ہو''۔

تجزیہ مصنفؒ

ظاہر ہے کہ اس جگہ پر عبور کرنے والا' آگے آگے چلنے والا وہی فرشتہ ہے جس پر خداوند خدا یا فقط خداوند کا لفظ بولا گیا ہے جبکہ ہندی ترجمہ کے مطابق یہوا خدا یا یہواہ فقط آیا ہے۔ اس موقعہ پر بطور نمونہ توریت کی کتب خمسہ سے چند حوالے نقل کیے گئے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بہت کم ایسے مواقع ہیں کہ لفظ خدا خداوند یا یہوا بولا گیا ہو اور فرشتہ مراد نہ لیا گیا ہو۔ اور جہاں لفظ خدا وغیرہ کا اطلاق اس ذات پر ہوا جسکا جلال بادلوں میں بنی

اسرائیل پر ظاہر تھا اور وہ انکے ساتھ ساتھ چلتا رہا یقیناً وہ فرشتہ ہی تھا اسکے سوا کوئی اور نہ تھا۔ لفظ خدا یا خداوند کا اس فرشتہ پر اطلاق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ فرشتہ بنسبت دیگر فرشتوں کے کچھ زیادہ جلالِ الٰہی کا مظہر تھا جیسا کہ ان دونوں باتوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلیل ہے ’’دیکھ میں ایک فرشتہ تیرے آگے آگے بھیجتا ہوں کہ راستہ میں تیرا نگہبان ہو اور تجھے اس جگہ پہنچا دے جسے میں نے تیار کیا ہے۔ تم اسکے آگے ہوشیار رہنا اور اسکی بات ماننا۔ اسے ناراض نہ کرنا کیونکہ وہ تمہاری خطا نہیں بخشے گا اس لئے کہ میرا نام اس میں رہتا ہے۔ پر اگر تو سچ مچ اسکی بات مانے اور جو میں کہتا ہوں وہ سب کرے تو میں تیرے دشمنوں کا دشمن اور تیرے مخالفوں کا مخالف ہونگا۔ اس لئے کہ میرا فرشتہ تیرے آگے آگے چلے گا اور تجھے اموریوں اور حتیوں اور فرزّیوں اور کنعانیوں اور حوّیوں اور یبوسیوں میں پہنچا دیگا اور میں انکو ہلاک کر ڈالونگا۔ تو انکے معبودوں کو سجدہ نہ کرنا نہ انکی عبادت کرنا نہ انکے سے کام کرنا بلکہ تو انکو بالکل اُلٹ دینا اور انکے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا‘‘ (خروج ۲۳: ۲۰ تا ۲۳) اسی طرح درج ذیل مقامات میں فرشتہ پر لفظ ’’خدا‘‘ یہوا اور پروردگار کا اطلاق کیا گیا ہے (۱) یسعیاہ باب ۶ آیت ۱ (۲) ا۔سموئیل باب ۳ آیت ۱۰، ۱۱ (۳) حزقی ایل باب ۴ آیت ۴ باب ۹ آیت ۸ (۴) عاموس باب ۷ آیت ۷، ۸۔

(۱۷) قضاۃ باب ۱۳ آیت ۲۱ میں اس فرشتے کے متعلق جس نے منوحہ کی بیوی کو بیٹے کی خوشخبری دی تھی پھر انکے قربانی گذارنے کے بعد وہ فرشتہ انکی نظروں سے غائب ہو گیا اسکے متعلق اس طرح مذکور ہے ’’پر خدا کا فرشتہ نہ پھر منوحہ کو دکھائی دیا نہ اسکی بیوی کو تب منوحہ نے جانا کہ وہ خداوند کا فرشتہ تھا اور منوحہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہم اب ضرور مر جائینگے کیونکہ ہم نے خدا کو دیکھا‘‘ انتہی (قضاۃ ۱۳: ۲۱ تا ۲۲)

دیکھئے! آیت ۲۲ میں کس صراحت کیساتھ لفظ خدا کا اطلاق فرشتہ پر کیا گیا ہے۔

لفظِ خدا کا انسانوں، شیطان، بتوں وغیرہ پر اطلاق

بلکہ میں کہتا ہوں کہ لفظ خدا بول کر عام لوگ بھی مراد لئے جاتے ہیں یعنی اس لفظ کا اطلاق لوگوں پر بھی ہوا ہے جیسا کہ زبور ۸۲ آیت ۶ میں ہے ''میں نے کہا تھا کہ تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو'' زکریاہ باب ۱۲ آیت ۸ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد جس میں بنی اسرائیل پر آئندہ احسان ہونے کا اشارہ ہے اس طرح مذکور ہے ''اس روز خداوند یروشلیم کے باشندوں کی حمایت کریگا اور ان میں کا سب سے کمزور اس روز داؤد کی مانند ہوگا اور داؤد کا گھرانا خدا کی مانند یعنی خداوند کے فرشتہ کی مانند جو انکے آگے آگے چلتا ہو'' بلکہ اس لفظ ''خدا'' کا اطلاق تو شیطان پر بھی ہوا ہے چہ جائیکہ کہ خدا کے برگزیدہ بندوں اور عوام پر ہو چنانچہ پولوس کے دوسرے خط میں جو کرنتھیوں کے نام ہے اس طرح مذکور ہے ''اور اگر ہماری خوشخبری پر پردہ پڑا ہے تو ہلاک ہونے والوں ہی کے واسطے پڑا ہے یعنی ان بے ایمانوں کے واسطے جنکی عقلوں کو اس جہان کے خدا نے اندھا کر دیا ہے تا کہ مسیح جو خدا کی صورت ہے اسکے جلال کی خوشخبری کی روشنی ان پر نہ پڑے'' (۲۔ کرنتھیوں باب ۴ آیت ۳)

یہاں پر اس قرینہ کی وجہ سے کہ شر کی نسبت خدا کی طرف ہے مسیحی حضرات اس لفظ ''اس جہان کے خدا'' الٰہ العالم سے مراد شیطان لیتے ہیں۔ بلکہ شیطان تو درکنار اس لفظ کا اطلاق غیر ذوی العقول پر بھی آیا ہے چنانچہ پولوس فلپیوں کے نام خط کے باب ۳ آیت ۱۹ میں لکھتے ہیں ''انکا انجام ہلاکت ہے انکا خدا پیٹ ہے وہ اپنی شرم کی باتوں پر فخر کرتے ہیں اور دنیا کی چیزوں کے خیال میں رہتے ہیں'' عربی ترجمہ کے مطابق اس طرح ہے ''الذین عاقبتھم البوار اولٰئک الذین بطونھم الٰھھم ومدحتھم فی خزیھم اولٰئک الذین ھمّھم فی امور الارض'' یوحنا حواری آپس میں

محبت رکھنے پر تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے ”جو محبت نہیں رکھتا وہ خدا کو نہیں جانتا کیونکہ خدا محبت ہے........جو محبت خدا کو ہم سے ہے اسکو ہم جان گئے اور ہمیں انکا یقین ہے خدا محبت ہے اور جو محبت میں قائم رہتا ہے وہ خدا میں قائم رہتا ہے“ (یوحنا کا پہلا خط ۴:۱۶۸) عربی ترجمہ کے مطابق اس طرح ہے ”من لم یکن ودوداً فلم یعرف اللہ لانّ اللہ محبۃٌ ونحن وقد عرفنا وآمنا بالمودّۃ التی للہ فینا انّ اللہ ھو محبۃ ومن حلّ فی المحبۃِ فقد حلّ فی اللہ وقد حلّ اللہ فیہ“ ملاحظہ فرمایئے! پولوس نے پیٹ کیلئے لفظ خدا اور الٰہ استعمال کیا ہے جبکہ یوحنا حواری نے محبت کیلئے لفظ خدا اور ”الٰہ“ کا استعمال کیا ہے۔

تواریخ دوم باب ۲ آیت ۵ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ارشاد اس طرح مذکور ہے ”اور وہ گھر جو میں بنانے کو ہوں عظیم الشان ہوگا کیونکہ ہمارا خدا سب معبودوں سے عظیم ہے“ دانی ایل باب ۱ آیت ۲ میں ہے ”اور خداوند نے شاہِ یہوداہ یہویقیم کو اور خدا کے گھر کے بعض ظروف کو اسکے ہاتھ میں کردیا اور وہ انکو شِنعار کی سرزمین میں اپنے معبود کے گھر میں لے گیا اور ظروف کو اپنے معبود کے خزانہ میں داخل کردیا“ پس یہ قول کہ ”ہمارا خدا سب معبودوں سے عظیم ہے“ اور یہ قول کہ ”اپنے معبود کے گھر میں لے گیا“ اس پر کس قدر صریح دلیل ہے کہ لفظ خدا کا اطلاق بتوں کیلئے کیا گیا ہے۔

الغرض الٰہ و معبود کا استعمال بتوں اور غیر بتوں کیلئے کتب عہد عتیق میں اس قدر عام ہے کہ محتاج بیان نہیں۔

لفظِ خدا کا ”آقا“ کے معنی میں استعمال

اسی طرح کتب عہدِ عتیق میں کسی بھی معزز شخص کیلئے خواہ وہ نیک ہو یا بد خداوند کا لفظ

بمعنی سید ومخدوم استعمال ہوا ہے اور یہ اتنی کثرت کیساتھ ہے کہ ان جگہوں کے تتبع وتلاش پر ایک ضخیم دفتر تیار ہوسکتا ہے۔ ناظرین کے اطمینان کیلئے مذکورہ بالا حوالہ جات کے علاوہ مزید چند مثالیں گوش گذار کی جاتی ہے جو اس فقیر کی یادداشت میں سردست محفوظ ہیں۔

سموئیل اول میں بائیس جگہ لفظ خداوند بول کر سیّد، مخدوم کا معنی لیا گیا ہے جسکی تفصیل درج ذیل ہے (۱) باب ۱ آیت ۱۵، ۲۶ میں بڑے کاہن کیلئے تین مرتبہ (۲) باب ۲۵ آیت ۲۴ تا ۳۱ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں تیرہ مرتبہ (۳) باب ۲۶ آیت ۱۵ تا ۱۹ حضرت داؤد علیہ السلام نے ساؤل کے حق میں پانچ مرتبہ یہ لفظ کہا (۴) باب ۲۹ آیت ۸ میں اکیس بادشاہ کے حق میں ایک مرتبہ (۵) سموئیل دوم میں انتیس جگہ اس تفصیل کیساتھ کہ باب ۲ آیت ۵ اور ۷ میں دو دو جگہ باب ۴ آیت ۸ حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ایک مرتبہ باب ۱۱ آیت ۱۱ یوآب سپہ سالار کے حق میں دو جگہ باب ۱۳ آیت ۳۲، ۳۳ حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں دو جگہ باب ۱۴ آیت ۹ تا ۲۲ حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں دس جگہ باب ۱۵ آیت ۲۱ حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں دو جگہ باب ۱۹ آیت ۱۹ تا ۳۷ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں دس جگہ، سلاطین اول میں بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں سترہ جگہ علیٰ ھٰذا القیاس دیگر کتب وابواب میں اسی طرح اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔

لفظِ خدا کا غیر اللہ پر اطلاق کی وجہ

وضاحت اسکی اس طرح ہے کہ لفظ ''خدا'' کا استعمال غیر خدا پر کبھی تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس ''غیر'' میں بنسبت دوسروں کے جلال خداوندی زائد طور پر ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ وہ فرشتہ جسکا کتب موسیٰ علیہ السلام (۱) اور دیگر کتب میں ذکر آیا ہے۔ کبھی یہ لفظ مرشد اور استاذ

(۱) بائبل کی پہلی پانچ کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں انکو اسفار خمسہ اور کتب موسیٰ علیہ السلام کہا جاتا ہے اصل توریت یہی ہے۔

کے معنی میں استعمال ہوا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں حضرت ہارون علیہ السلام اور فرعون کے حوالے سے یہ لفظ آیا ہے۔ کبھی یہ لفظ محض نیک و صالح کے معنی میں آیا ہے جیسا کہ زبور ۸۲ میں عام لوگوں کیلئے وارد ہے اور کبھی یہ لفظ کسی مہتم بالشان غیر معمولی واقعہ کیلئے آیا ہے خواہ اس بات کا اہم ہونا متکلم کے حوالے سے یا لوگوں کے اعتبار سے ہو جن کے متعلق کلام ہو رہا ہے جیسا کہ یوحنا کے خط، پولوس کے خطوط وغیرہ میں ہے اور لفظ ''رب' مخدوم' خداوند' معلم' استاذ قریب المعانی ہیں چنانچہ انکا ایک دوسرے پر اطلاق و استعمال کتب عہدِ عتیق و جدید میں متداول اور مشہور ہے لہٰذا کسی ذات کو ایک آیت میں بعض مترجمین مذکورہ بالا الفاظ میں سے ایک لفظ سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ دیگر مترجمین اس ذات کو دوسرے لفظ سے تعبیر کرتے چنانچہ سموئیل اول دوم اور دیگر کتب میں فارسی مترجم بجائے لفظ خداوند کے لفظ مخدوم لے آتا ہے جبکہ مترجمِ ہندی اِس لفظ کا اطلاق عام لوگوں پر کر دیتا ہے۔ اب دیکھئے کہ متی باب ۸ آیت ۲۵ کا ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۲۸ء، ۱۸۲۱ء دار الامارۃ کلکتہ میں اس طرح ہے ''پس شاگردان او پیش آمدہ اورا بیدار نمودہ گفتند خداوندا مارا دریاب کہ ہلاک شدیم'' (۱) ہندی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۰ء عبارت بالا کے بالکل موافق ہے۔ (۲) جبکہ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۲۱ء دار السلطنت لندن میں اس طرح ہے ''فتقدم الیہ تلامیذہ وایقظوہ قائلین یاربّ نجنّا فقد ھلکنا پس عربی مترجم نے لفظِ ''رب'

---

(۱) موجودہ فارسی بائبل میں بھی اسی طرح ہے ''پس شاگردان او پیش آمدہ اورا بیدار نمودہ گفتند خداوندا مارا دریاب کہ ہلاک میشویم''

(۲) ہندی سے مراد اردو ہے جو مصنفؒ کے دَور میں عہدِ طفولیت سے گذر رہی تھی اور برصغیر میں رواج پا رہی تھی آج کل اُسے قدیم اردو کہتے ہیں۔ موجودہ اردو بائبل میں اس طرح ہے ''انہوں نے پاس آ کر اُسے جگایا اور کہا اے خداوند ہمیں بچا! ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں''۔

ذکر کیا ہے(۱) جبکہ فارسی و ہندی مترجم نے لفظ ’’خداوند‘‘ لکھا تھا۔ یہی صورت حال مرقس باب ۴ آیت ۳۸ میں ہے۔ ترجمہ فارسی میں اس طرح ہے ’’پس اورا بیدار نمودہ باد گفتند اے معلم استاد ہیچ نمی اندیشی کہ ہلاک شویم‘‘(۲) عربی ترجمہ بھی اسکے موافق ہے(۳) جبکہ ہندی ترجمہ میں لفظ معلم کی جگہ ’’مرشد‘‘ واقع ہے یہی صورت لوقا باب ۸ آیت ۲۴ میں ہے ’’اورا بیدار نمودہ ے گفتند مخدوما! مخدوما! ماہلاک می شویم‘‘(۴) اور عربی ترجمہ میں اس طرح ہے ’’فدنوا الیہ وایقظوہ قائلین یامعلم اننا نبید‘‘(۵) جبکہ ہندی ترجمہ میں لفظ ’’مرشد‘‘ آیا ہے۔ اسی طرح متی باب ۱۷ آیت ۴ میں ہے ’’پطرس بعیسی توجہ نمودہ گفت خداوند مارا نیکو است کہ دریجا باشیم‘‘(۶) عربی ترجمہ میں اس طرح ہے ’’فاجاب بطرس وقال لیسوع یا رب جید ان نکون ھھنا‘‘ (۷) جبکہ ہندی ترجمہ فارسی کے مطابق ہے۔ اسی طرح مرقس باب ۹ آیت ۵ میں ہے ’’پطرس توجہ نمودہ بعیسی گفت ربّی مارا نیکو است کہ دریجا ماندہ‘‘ الخ (۸) عربی ترجمہ میں

(۱) موجودہ عربی ترجمہ میں اس طرح ہے ’’فدنا منہ تلامیذہ وأیقظوہ وقالوا لہ نجّنا یا سید فنحن نھلک‘‘

(۲) موجودہ فارسی بائبل میں اس طرح ہے ’’پس اورا بیدار کردہ گفتند اے استاد آیا ترا باکی نیست کہ ہلاک شویم‘‘

(۳) موجودہ عربی ترجمہ میں اس طرح ہے ’’فایقظوہ وقالوا لہ یا معلم اما یھمک أننا نھلک‘‘

(۴) موجودہ فارسی بائبل میں اس طرح ہے ’’اورا بیدار کردہ گفتند استادا استادا ہلاک میشویم‘‘

(۵) موجودہ عربی بائبل میں اس طرح ہے ’’فدنا التلامیذ من یسوع وأیقظوہ وقالوا لہ یامعلم یا معلم نحن نھلک‘‘

(۶) موجودہ فارسی نسخہ میں اس طرح ہے ’’اما پطرس بعیسی متوجہ شدہ گفت کہ خداوندا بودن ما در ینجا نیکو است‘‘

(۷) موجودہ عربی بائبل میں اس طرح ہے ’’فقال بطرس لیسوع یا سید ما اجمل ان نکون ھنا‘‘

(۸) موجودہ فارسی ترجمہ میں اس طرح ہے ’’پس پطرس ملتفت شدہ بعیسی گفت ای استاد بودن ما در ینجا نیکو است‘‘

اس طرح ہے "فاجاب بطرس وقال لیسوع یا معلم حسناً ان نقیم ھھنا" الخ جبکہ ہندی ترجمہ فارسی کے مطابق ہے۔ اسی طرح لوقا باب ۹ آیت ۳۳ میں ہے "پطرس بعیسی توجہ نمودہ گفت کہ مخدوما خوب است کہ ما در ینجا توقف نمائیم" (۱) اور عربی ترجمہ میں ہے "قال بطرس لیسوع یا معلم جیدٌ ان نکون ھھنا" جبکہ ہندی ترجمہ میں لفظ "مرشد" واقع ہے۔ اسی طرح متی باب ۲۰ آیت ۳۳ میں ہے "گفتندش خداوندا کہ دیدھائے ما باز شود" ہندی ترجمہ فارسی کے مطابق ہے۔ عربی ترجمہ میں اس طرح ہے "قالا لہ یاربّ ان تنفتح اعیننا" (۲) اسی طرح مرقس باب ۱۰ آیت ۵۱ میں ہے "آں کور گفت ربی ہمی کہ بینائی خود را بیابم" (۳) ہندی ترجمہ فارسی کے مطابق ہے جبکہ عربی ترجمہ میں اس طرح ہے "فقال لہ الاعمیٰ یا معلّمُ ان ابصر" اسی طرح یوحنا باب ا آیت ۳۸ میں ہے "آنہا گفتند ربی کہ ترجمہ آن است اے استاذ" عربی ترجمہ میں ہے "فقالا لہ ربی الذی تاویلہ یامعلم" ہندی ترجمہ میں "ای ربی بمعنی مرشد" ہے۔

الغرض اس طرح کی مثالیں اگر کوئی شخص تلاش کرے تو بے شمار مل سکتی ہیں۔

چھٹی بات

بائبل میں مجاز اور مبالغہ کا استعمال

لفظِ خداوند کا غیر پر اطلاق ہونا' باری تعالیٰ کیلئے تجسم اور تحیز کا مجازاً اطلاق ہونا ایک

---

(۱) موجودہ فارسی ترجمہ میں اس طرح ہے "پطرس بعیسی گفت کہ اے استاد بودن ما در ینجا خوب است"

(۲) موجودہ عربی ترجمہ میں اس طرح ہے "ان تنفتح اعیننا یا سید"

(۳) موجودہ فارسی ترجمہ میں اس طرح ہے "کور بدو گفت یا سیدی آنکہ بینائی یابم"

طرف رہا اسکے علاوہ بھی کتب سماویہ میں مجازات کا کثرت سے تداول اور استعمال ہے۔(۱)

(۱) مقدمہ کتاب میں فائدہ اوّل کے ذیل میں گذر چکا ہے، کہ خدا تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے جب کہ بنی نوع انسان کی تخلیق کو ایک ہزار چھ سو پچاس سال گذر چکے تھے انسان کی تخلیق پر ملول و پشیمان ہوئے اور فرمایا کہ میں اسکے پیدا کرنے پر پشیمان ہوا (۲)

(۲) اسی طرح حضرت یرمیاہؑ کی معرفت یہوداہ کی فوج کے سرداروں کو پیغام بھیجا کہ ''جو نقصان تمہیں میں نے پہنچایا اس پر پشیمان ہوا ہوں'' نیز سموئیل اول باب ۱۵ آیت ۱۰ میں ہے ''تب خداوند کا کلام سموئیل کو پہنچا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساؤل کو بادشاہ ہونے کیلئے مقرر کیا کیونکہ وہ میری پیروی سے پھر گیا ہے اور اس نے میرے حکم نہیں مانے۔ پس سموئیل کا غصہ بھڑکا.....خداوند ساؤل کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کر کے ملول ہوا''

(ا۔سموئیل ۱۵: ۱۰، ۱۱، ۳۵)

ان کلمات کا ظاہری مفہوم کفر ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ آزردہ دل، پشیمان و شرمندہ ہونے سے مبرّا اور پاک ہے۔

(۳) پیدائش باب ۱۳ آیت ۱۶ میں اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ اس طرح مذکور ہے ''اور میں تیری نسل کو خاک کے ذرّوں کی مانند بناؤں گا ایسا کہ اگر کوئی شخص خاک کے ذروں کو گن سکے تو تیری نسل بھی گن لی جائیگی''

(۴) پیدائش باب ۱۵ آیت ۵ میں ہے ''اور وہ اسکو باہر لے گیا اور کہا کہ اب

(۱) یہاں سے مصنفؒ بائبل سے کئی مثالیں پیش کر رہے ہیں جن میں مجازی معنی مراد ہے اور ظاہری مفہوم درست نہیں بیٹھتا بلکہ بعض اوقات تو کلام کا ظاہری مطلب کفر لگتا ہے۔

(۲) پیدائش باب ۶ آیت ۶

آسمان کی طرف نگاہ کر اور اگر تو ستاروں کو گن سکتا ہے تو گن اور اس سے کہا کہ تیری اولاد ایسی ہی ہوگی"

(۵) پیدائش باب ۲۲ آیت ۱۷ میں ہے "میں تجھے برکت پر برکت دونگا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند کردونگا اور تیری اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہوگی"

(۶) پیدائش باب ۲۸ آیت ۱۴ میں اولاد یعقوب علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس طرح مذکور ہے "اور تیری نسل زمین کی گرد کے ذروں کی مانند ہوگی" پھر اسی وعدہ کا دعاءِ یعقوب علیہ السلام مندرج باب ۳۲ آیت ۱۲ میں دوبارہ اعادہ ہے۔ یہ دونوں حوالے امر پنجم کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یا یعقوب کی اولاد کی کثرت کسی بھی زمانے میں ایک نشانِ قدم کے ریت کے ذرات کے بقدر بھی نہ ہوئی اور نہ کبھی ہوگی چہ جائیکہ تمام سمندر کی ریت کے ذرات کے بقدر ہو۔

(۷) وہ علاقہ جسکا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دینے کا وعدہ فرمایا تھا اسکی تعریف وتوصیف اس طرح کی گئی ہے کہ اس میں دودھ اور شہد بہتا ہے' وہ جگہ دودھ اور شہد سے لبریز ہے جیسا کہ خروج باب ۳ آیت ۸' ۱۷ باب ۱۳ آیت ۵' باب ۱۳ آیت ۳' احبار باب ۲۰ آیت ۲۴ گنتی باب ۱۴ آیت ۸' استثناء باب ۱۱ آیت ۹' باب ۲۶ آیت ۹' ۱۵' باب ۳۱ آیت ۲۰' یشوع باب ۵ آیت ۶ یرمیاہ باب ۱۱ آیت ۵' باب ۳۲ آیت ۲۲' حزقی ایل باب ۲۰ آیت ۶' ۱۵ میں مذکور ہے۔ حالانکہ دنیا میں کوئی خطہ ایسا نہیں کہ جہاں شہد اور دودھ بہتا ہو یا وہ دودھ اور شہد سے لبریز ہو۔

(۸) خروج باب ۱۹ آیت ۴ میں اللہ تعالیٰ کا قول بنی اسرائیل کے متعلق اس طرح مذکور ہے "کہ تم نے دیکھا کہ میں نے مصریوں سے کیا کیا کیا اور تم کو گویا عقاب کے پروں

پر بٹھا کر اپنے پاس لے آیا‘‘

(۹) استثناء باب ا آیت ۲۸ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کا مقولہ اس طرح ذکر کیا ہے ’’ہم کدھر جا رہے ہیں؟ ہمارے بھائیوں نے تو یہ

بتا کر ہمارا حوصلہ توڑ دیا ہے کہ وہاں کے لوگ ہم سے بڑے بڑے اور لمبے ہیں اور انکے شہر بڑے بڑے اور انکی فصیلیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں‘‘

دیکھئے! ان کا یہ کہنا کہ ’’آسمان سے باتیں کرتی ہیں‘‘ کتنا مبالغہ ہے۔ اسی نوعیت کی ایک عبارت استثناء کے باب ۹ آیت ا میں بھی ہے ’’سن لے اے اسرائیل! آج تجھے یردن پار اس لئے جانا ہے کہ تو ایسی قوموں پر جو تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں اور ایسے بڑے شہروں پر جنکی فصیلیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں قبضہ کرے‘‘

(۱۰) زبور ۵۹ آیت ۴ میں ہے ’’میری کمک کیلئے جاگ اور دیکھ‘‘ زبور ۷۸ آیت ۶۵ میں ہے ’’تب خداوند گویا نیند سے جاگ اٹھا اس زبردست آدمی کی طرح جو مے کے سبب سے للکارتا ہو اور اس نے اپنے مخالفوں کو مار کر پسپا کر دیا اس نے انکو ہمیشہ کیلئے رسوا کیا‘‘

(۱۱) یسعیاہ باب ۵۱ آیت ۹ میں ہے ’’جاگ جاگ اے خداوند کے بازو۔ توانائی سے ملبّس ہو! جاگ جیسا قدیم زمانہ میں اور گذشتہ پشتوں میں۔ کیا تو وہی نہیں جس نے دیکھئے! اس عبارت میں تین مرتبہ جاگ کا لفظ مذکور ہے اور ظاہری مفہوم کے لحاظ سے تو اللہ تعالیٰ کی طرف نیند کو منسوب کرنا کفر ہے، اور اس سے بڑھ کر حضرت داؤد علیہ السلام کا قولِ قابلِ غور ہے جو اوپر مذکور ہوا۔(۱)

(۱۲) زبور باب ۹۱ آیت ۴ میں اللہ تعالیٰ کی توصیف کرتے ہوئے لکھا ہے ’’وہ تجھے

(۱) زبور ۷۸ آیت ۶۵

اپنے پروں سے چھپالے گا اور تجھے اسکے بازوں کے نیچے پناہ ملے گی اسکی سچائی ڈھال اور سپر ہے''

(۱۳) زبور ۶۱ آیت ۴ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہوئے مذکور ہے ''میں ہمیشہ تیرے خیمے میں رہوں گا میں تیرے پروں کے سایہ میں پناہ لونگا'

(۱۴) زبور ۶۳ آیت ۷ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہوئے مذکور ہے ''اس لئے کہ تو میرا مددگار رہا ہے اور میں تیرے پروں کے سایہ میں خوشی مناؤں گا''

(۱۵) زبور ۱۰۴ آیت ۳ اللہ تعالیٰ کی مدح کرتے ہوئے مذکور ہے ''تو اپنے بالاخانوں کے شہتیر پر پانی ٹکاتا ہے تو بادلوں کو اپنا رتھ بناتا ہے تو ہوا کے بازوؤں پر سیر کرتا ہے''

اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کیلیے پر کا ہونا' بالا خانوں کا ہونا' بادلوں کا اکٹھا کرنا اور ہوا کے بازوؤں پر اللہ تعالیٰ کا سیر کرنا بڑی صراحت کیساتھ مذکور ہے

(۱۶) مرقس باب ۱۴ آیت ۲۲ میں ہے ''اور وہ کھا ہی رہے تھے کہ اس نے روٹی لی اور برکت دے کر توڑی اور انکو دی اور کہا لو یہ میرا بدن ہے۔ پھر اس نے پیالہ لے کر شکر کیا اور انکو دیا اور ان سبھوں نے اس میں سے پیا اور اس نے ان سے کہا کہ یہ میرا وہ عہد کا خون ہے'' الخ (انتہی بعبارت مرقس' نیز دیکھئے متی ۲۶:۲۶' لوقا ۲۲:۱۹'۲۰)

ظاہر سی بات ہے کہ روٹی کے وہ ٹکڑے اور پیالے کا پانی حضرت مسیح علیہ السلام کا جسم اور خون تو نہ تھے۔ رہا یوحنا کی عبارت کا حوالہ (۱) تو اسکا اس مضمون کے متعلق ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ انکے کلام کا کوئی جملہ غالب طور پر مجاز سے خالی نہیں ہوتا بالخصوص انکے مکاشفات چنانچہ تبرکاً اسکی بھی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) یوحنا باب ۶ آیت ۵۱

''پھر آسمان پر ایک بڑا نشان دکھائی دیا یعنی ایک عورت نظر آئی جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی اور چاند اسکے پاؤں کے نیچے تھا اور بارہ ستاروں کا تاج اسکے سر پر۔ وہ حاملہ تھی اور دردِ زہ میں چلاتی تھی اور بچہ جننے کی تکلیف میں تھی۔ پھر ایک اور نشان آسمان پر دکھائی دیا یعنی ایک بڑا لال اژدہا اسکے سات سر اور دس سینگ تھے اور اسکے سروں پر سات تاج اور اسکی دُم نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچ کر زمین پر ڈال دیئے اور وہ اژدہا اس عورت کے آگے جا کھڑا ہوا جو جننے کو تھی تا کہ جب وہ جنے تو اسکے بچے کو نگل جائے .... پھر آسمان پر لڑائی ہوئی۔ میکائیل اور اسکے فرشتے اژدہا سے لڑنے کو نکلے اور اژدہا اور اسکے فرشتے ان سے لڑے۔ لیکن غالب نہ آئے اور اسکے بعد آسمان پر انکے لئے جگہ نہ رہی'' (مکاشفہ یوحنا ۱۲: ۱ تا ۴، ۷ تا ۹)

اس عبارت سے آپ حضرت والا کے دوسرے مکاشفات کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اسکے مندرجات مہابھارت (۱) کے قصوں سے کچھ کم نہیں ہیں۔

ساتویں بات

اکثر مواقع میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بہت سے ارشادات اس طرح مجمل اور مبہم ہیں کہ آنجناب کے معاصرین تو کجا وہ حضرات جو علم سے خوب بہرہ ور اور آنجناب علیہ السلام کے مزاج ومحاورات سے خوب واقف تھے وہ بھی انکی مراد کو نہ پا سکے اس بات کے حوالے سے مختصراً چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) ''مہابھارت'' ہندو مذہبی ادب کی مشہور کتاب ہے جو عجیب وغریب قصوں پر مشتمل ہے اس میں ایک طویل اور خونریز جنگ کی داستان سنائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس لڑائی میں ۳۳ کروڑ ۳۳ لاکھ ۳۳ ہزار ۳۳۳ سورماؤں اور دیوتاؤں نے شرکت کی ہے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مسیحؑ کے کلام میں ابہام کی چند مثالیں

(۱) جب یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو اس بارے میں حضرت مسیح علیہ السلام کا جواب یوں ہے ''یسوع نے جواب میں ان سے کہا اس مقدس کو ڈھا دو تو میں اسے تین دن میں کھڑا کردونگا۔ یہودیوں نے کہا چھیالیس برس میں یہ مقدس بنا ہے اور کیا تو اسے تین دن میں کھڑا کردے گا؟ مگر اس نے اپنے بدن کے مقدس کی بابت کہا تھا۔ پس جب وہ مردوں میں سے جی اٹھا تو اسکے شاگردوں کو یاد آیا کہ اس نے یہ کہا تھا اور انہوں نے کتاب مقدس اور اس قول کا جو یسوع نے کہا تھا یقین کیا'' (یوحنا باب ۲ آیت ۱۹ تا ۲۲)

ملاحظہ فرمایئے! کہ یہود کا تو ذکر ہی کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے شاگردوں نے بھی انکی اس بات کو نہ سمجھا بلکہ ایک مدتِ دراز کے بعد بات کی حقیقت سمجھ آئی اور یہود تو یقیناً نہ سمجھے ہونگے کہ اصل مراد کیا ہے؟

(۲) حضرت مسیح علیہ السلام ''نیکدیمس'' جو فریسی اور بزرگانِ یہود میں سے ہے کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو وہ خدا کی بادشاہی کو دیکھ نہیں سکتا نیکدیمس نے اس سے کہا آدمی جب بوڑھا ہوگیا تو کیونکر پیدا ہوسکتا ہے؟ کیا وہ دوبارہ اپنی ماں کے پیٹ میں داخل ہو کر پیدا ہوسکتا ہے؟'' (یوحنا باب ۳ آیت ۳)

دیکھئے! حضرت مسیح علیہ السلام کے اس کلام کو نیکدیمس جیسا یہودی عالم نہ سمجھ سکا بلکہ جب حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے اس ارشاد کی تشریح فرمائی تب بھی وہ اچھی طرح نہ سمجھ سکا اور گویا ہوا کہ یہ بات کیونکر ہوسکتی ہے؟ اس پر آنجناب علیہ السلام نے فرمایا کیا تو بنی اسرائیل کا معلم ہو کر ان باتوں کو نہیں جانتا؟ چنانچہ یہ سارا مضمون اس باب میں تفصیلاً مذکور ہے۔

(۳) حضرت مسیح علیہ السلام یہود سے مکالمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”میں ہوں وہ زندگی کی روٹی جو آسمان سے اتری۔ اگر کوئی اس روٹی میں سے کھائے تو ابد تک زندہ رہے گا بلکہ جو روٹی میں جہان کی زندگی کیلئے دونگا وہ میرا گوشت ہے۔ پس یہودی یہ کہہ کر آپس میں جھگڑنے لگے کہ یہ شخص اپنا گوشت ہمیں کیونکر کھانے کو دے سکتا ہے؟ یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک تم ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ اور اسکا خون نہ پیو تم میں زندگی نہیں۔ جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے ہمیشہ کی زندگی اسکی ہے اور میں اسے آخری دن پھر زندہ کرونگا۔ کیونکہ میرا گوشت فی الحقیقت کھانے کی چیز اور میرا خون فی الحقیقت پینے کی چیز ہے۔ جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے وہ مجھ میں قائم رہتا ہے اور میں اس میں ....اس لئے اسکے شاگردوں میں سے بہتوں نے سن کر کہا کہ یہ کلام ناگوار ہے۔ اسے حقیقت یہ ہے کہ یہ کلام اس قدر پیچیدہ اور گنجلک ہے کہ نہ صرف یہود اس پر حیرت زدہ رہ گئے بلکہ حضرتِ والا کے مریدین بھی حیرت میں پڑ گئے کیونکہ وہ اس کلام کے مضمون کو ایک معمہ، چیستان اور پہیلی سے زیادہ تصور نہ کر سکتے تھے۔

(۴) متی باب ۱۶ آیت ۶ میں ہے ”یسوع نے ان سے کہا خبردار فریسیوں اور صدوقیوں کے خمیر سے ہوشیار رہنا وہ آپس میں چرچا کرنے لگے کہ ہم روٹی نہیں لائے۔ یسوع نے یہ معلوم کر کے کہا اے کم اعتقادو تم آپس میں کیوں چرچا کرتے ہو کہ ہمارے پاس روٹی نہیں؟۔ کیا اب تک نہیں سمجھتے اور ان پانچ ہزار آدمیوں کی پانچ روٹیاں تم کو یاد نہیں اور نہ یہ کہ کتنی ٹوکریاں اٹھائیں؟۔ اور نہ ان چار ہزار آدمیوں کی سات روٹیاں اور نہ یہ کہ کتنے ٹوکرے اٹھائے؟۔ کیا وجہ ہے کہ تم یہ نہیں سمجھتے کہ میں نے تم سے روٹی کی بابت نہیں کہا؟ فریسیوں اور صدوقیوں کے خمیر سے خبردار رہو۔ تب انکی سمجھ میں آیا کہ اس نے روٹی کے خمیرے سے نہیں بلکہ فریسیوں اور صدوقیوں کی تعلیم سے خبردار رہنے کو کہا تھا“ (متی ۶:۱۶، مرقس ۸:۱۶)

(۵) یوحنا باب ۸ آیت ۲۱ میں ہے ’’اس نے پھر ان سے کہا میں جاتا ہوں اور تم مجھے ڈھونڈو گے اور اپنے گناہ میں مروگے جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آسکتے پس یہودیوں نے کہا کیا وہ اپنے آپکو مار ڈالے گا جو کہتا ہے جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آسکتے؟‘‘ انتہی

(۶) حضرت مسیح علیہ السلام یہود سے ہم کلام ہوکر فرماتے ہیں ’’میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کریگا تو ابد تک کبھی موت کو نہ دیکھے گا یہودیوں نے اس سے کہا کہ اب ہم نے جان لیا کہ تجھ میں بدروح ہے ابرہام مرگیا اور نبی مرگئے مگر تو کہتا ہے کہ اگر کوئی میرے کلام پر عمل کریگا تو ابد تک کبھی موت کا مزہ نہ چکھے گا ہمارا باپ ابرہام جو مرگیا کیا تو اس سے بڑا ہے؟ اور نبی بھی مرگئے تو اپنے آپکو کیا ٹھہراتا ہے؟

(یوحنا باب ۸ آیت ۵۱ تا ۵۳)

غور فرمایئے! یہود ان دونوں موقعوں پر جناب حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام کو نہیں سمجھ سکے بلکہ دوسری عبارت میں ان لوگوں نے آنجناب علیہ السلام کی طرف جنون کی نسبت کردی۔

(۷) حضرت مسیح علیہ السلام اور انکے شاگردان کا ایک اور مکالمہ سنیئے ’’اسکے بعد ان سے کہنے لگا کہ ہمارا دوست لعزر سوگیا ہے لیکن میں اسے جگانے جاتا ہوں پس شاگردوں نے اس سے کہا اے خداوند اگر سوگیا ہے تو بچ جائیگا۔ یسوع نے تو اسکی موت کی بابت کہا تھا مگر وہ سمجھے کہ آرام کی نیند کی بابت کہا تب یسوع نے ان سے صاف کہہ دیا کہ لعزر مرگیا‘‘

(یوحنا باب ۱۱ آیت ۱۱)

الغرض اور اقوال کو بھی انہیں پر قیاس فرمالیجئے۔ ان ارشادات میں جہاں آنجناب علیہ السلام نے اپنی بات کی خود تشریح فرمائی تو سامعین کچھ سمجھ گئے ورنہ انکے حصہ میں تو ’’ناسمجھی و بے فہمی‘‘ کے سوا کچھ نہیں جیسا کہ محولہ بالا عبارات میں سیاق وسباق پر غور کرنے

سے ناظرین پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔

آٹھویں بات

محالاتِ عقلیہ ناممکن الوجود ہیں

کبھی کبھی انسانی عقل بعض چیزوں کی ماہیت اور انکی پوری حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر رہتی ہے مگر اسکے باوجود اسکے امکان کو تسلیم کرتی ہے اور اسکے موجود ہونے میں عقلی طور پر کوئی امر محال لازم نہیں آتا اسی وجہ سے ایسی چیزوں کو ''ممکنات'' میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی کبھی بداہۃً یا کسی قطعی دلیل کی بنا پر بعض اشیاء کے ممتنع ہونے کا ہماری عقل فیصلہ کرلیتی ہے اور عقلاً ایسی چیزوں کا وجود محال کو مستلزم ہوتا ہے کیونکہ صانع حکیم مطلق اللہ جل جلالہ کی اکثر موجودات ومخلوقات ایسی ہیں کہ عقلاء کی عقلیں انکے کما حقہ ادراک سے قاصر ہیں لیکن اسکے باوجود وہ ان چیزوں کے ممکن ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور نفس الامر یعنی وجودِ خارجی میں ان اشیاء کے موجود ہونے پر کوئی استبعاد اور امر محال لازم نہیں ہے۔ اسی طرح ایسی ممکنات کے کسی فرد کا حیزِ عدم سے منصہ وجود پہ آجانا انکے نزدیک کوئی محال یا مستبعد نہ ہے۔ ایسی چیزیں ممکن ہوتی ہیں نہ کہ ممتنع اور حقیقتاً اجتماع نقیضین جیسے وجود لا وجود اور ارتفاع نقیضین نیز حقیقۃً وحدت وکثرت کا جمع ہونا' زوجیت وفرد کا جمع ہونا' مختلف اعداد جیسے پانچ' سات' نو کا بیک وقت جمع ہونا' اجتماع ضدین جیسے روشنی وتاریکی' گرمی وسردی' سرخی وزردی' مٹھاس وکٹھاس' اندھاپن اور بینائی' سکون وحرکت وغیرہ کا مادۂ واحدہ شخصیہ میں ایک ہی زمانہ میں ایک ہی جہت واعتبار سے جمع ہونا اس قبیل سے ہے کہ ہر عقلمند کی عقل بداہۃً اسکے محال ہونے کا حکم فرماتی ہے۔ اسی طرح دور' اور تسلسل کا باطل ہونا بھی ان

چیزوں میں سے ہے جنکے بطلان پر دلائل عقلیہ قطعیہ قائم ہیں۔(۱) جو شخص انکے جواز وامکان کا قول کرے حقیقت میں وہ محض احمق، وہمی اور حقائقِ ثابتہ ومسلمہ کا انکاری ہے عقل سے بالکلیہ محروم ہے ایسے بدنصیب لائقِ خطاب ہی نہیں۔

نویں بات

تاویل وتوجیہ کی ضرورت

جہاں بھی کلام الٰہی یا کلامِ نبوی میں کوئی مضمون دلیلِ عقلی اور دلیلِ نقلی قطعی کے بداہۃً خلاف ہو تو لامحالہ ایسے موقعہ پر اس کلام کی تاویل وتوجیہ ضروری ہے مثلاً وہ آیات جو ''تیسری بات'' کے ذیل میں ذکر ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ کیلئے شکل، چہرہ زبان، آنکھیں، پلکیں، ناک، سانس، منہ، کان، پشت، کندھا، بازو، ہاتھ، ہتھیلی، انگلیاں، پاؤں وغیرہ کا اثبات ہے۔اسی طرح وہ آیات جو ''چوتھی بات'' کے ذیل میں لکھی گئیں جن میں سے بعض اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مقدس خیمہ اللہ تعالیٰ کا مسکن ہے، بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود بنی اسرائیل اللہ کا مسکن ہیں اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا لشکر اللہ کا مسکن ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام وہ زمین جو انکے زیرِ اقتدار ہے اللہ کا مسکن ہے۔اسی

---

(۱) یہاں چند اصطلاحات کی وضاحت مناسب ہے۔اجتماعِ نقیضین کا مطلب یہ ہے کہ دو ایسی چیزوں کا ایک جگہ جمع ہو جانا جو باہم متضاد اور متناقض ہوں مثلاً انسان اور گھوڑا۔اب ایک ہی چیز کو بیک وقت حقیقی معنی کے اعتبار سے انسان اور گھوڑا قرار دینا عقلاً قابلِ تسلیم نہیں۔اہلِ منطق نے اسکا اصطلاحی نام ''اجتماعِ نقیضین'' رکھا ہے۔ارتفاعِ نقیضین کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز ایسی دو متضاد چیزوں سے خالی ہو یہ بھی محال ہے مثلاً یہ کہنا کہ یہ عدد نہ جُفت ہے نہ طاق ناقابلِ تسلیم ہے یا یہ کہنا کہ زید نہ انسان ہے نہ غیرِ انسان عقلاً محال ہے۔''دَور'' کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کا اپنی ذات پر موقوف ہو جانا۔''تسلسل'' کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کا اس طرح غیر متناہی ہونا کہ اُسکا سلسلہ کبھی ختم ہی نہ ہو۔یہ دَور اور تسلسل بھی محالِ عقلی ہیں اور جس صورت میں یہ لازم آتے ہوں وہ باطل ہے۔

طرح حضرت داوٗد، زکریا اور یوایل علیہم السلام کے اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ صیون، ہیکلِ مقدس، یروشلیم' کروبیان اور آسمان اللہ کا مسکن ومنزل ہیں۔ اِسی طرح جناب مسیح علیہ السلام متعدد جگہوں پر آسمان کو اللہ تعالیٰ کا مسکن قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ آیات جو ''چھٹی بات'' میں مذکور ہوئیں ان میں سے بعض میں اللہ تعالیٰ کی طرف شرمندہ ہونے' رنجیدہ وغمگین ہونے اور پشیمان ہونے کی نسبت کی گئی ہے' بعض آیات میں اولادِ ابراہیم ویعقوب علیہ السلام کو زمین کے غبار' دریا کی ریت کے ذرات' آسمان کے ستاروں کی مانند بڑھانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ بعض آیات میں بنی اسرائیل کو ایسی زمین دینے کا وعدہ کیا گیا ہے جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے یا وہ دودھ اور شہد سے لبریز ہیں۔ اسی طرح بعض زور آور سرکش لوگوں کے شہروں کے متعلق کہا گیا ہے کہ انکی فصلیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ اسی طرح بعض آیات میں اللہ تعالیٰ سے بیدار ہونے اور جاگنے کو کہا گیا ہے۔ بعض آیات میں اللہ تعالیٰ کیلئے پروں' بالاخانوں کا اثبات ہے اور بادلوں کا مرکب ہونے' ہوا کے دوش پر خدا تعالیٰ کے چلنے وغیرہ کا ذکر ہے۔

اب دیکھئے! محولہ بالا عبارات کے مندرجات تمام دلائلِ عقلی ونقلی کے صاف خلاف ہیں۔ ان تمام میں ''تاویل'' واجب ہے جبکہ ان آیات کو حقیقی معنوں پر محمول کرتے ہوئے صاف اِنہی باتوں کا اعتقاد رکھنا صریح کفر اور حرام ہے اس پر اہلِ اسلام اور اہلِ کتاب سب کا اتفاق ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ اہلِ کتاب کو ان تمام آیات میں جن میں یہ چند بطور نمونہ لکھی گئی ہیں تاویل کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔ ویسے بھی کلامِ الٰہی میں یا انبیاء کرام علیہم السلام کے کلام میں تاویل وتوجیہ کرنا انکے نزدیک کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں۔

دسویں بات

رفعِ تعارض کا اصول

جب دو باتوں میں تعارض پیش آجائے اور کوئی تاویل ممکن نہ ہو تب تو دونوں کا ساقط کرنا ضروری ہے جیسا کہ مشہور قاعدہ ہے" القولان اذا تعارضا تساقطا" ورنہ دونوں میں تطبیق دینے کیلئے اس طرح تاویل کی جاتی ہے کہ کوئی محال لازم نہ آئے اور واقع کے خلاف بھی نہ ہو۔ مثال کے طور پر وہ آیات جو اللہ تعالیٰ کیلئے جسم اور شکل وصورت ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور وہ آیات جن میں خدا تعالیٰ کا جسم اور شکل وصورت سے پاک ہونا معلوم ہوتا ہے ان میں اس طرح تطبیق وتاویل نہ کی جائے کہ خدا تعالیٰ جسم بھی رکھتا ہے اسکے کان' آنکھ' ناک' منہ' وغیرہ بھی ہے اسی طرح وہ جسم وغیرہ سے منزہ بھی ہے گو ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی۔ اسی طرح یہ کہنا کہ تجسیمِ الٰہی کے اعتبار سے نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ انکی تمام اولاد اللہ تعالیٰ کی شکل وصورت پر ہیں اور تنزیہہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کوئی شکل وصورت نہ ہے۔ یہ محض وہم ہے اور مستلزمِ محال ہے۔ دیگر باطل توجیہات کو بھی اسی پر قیاس کر لیجیے۔

گیارہویں بات

وحدت وکثرتِ حقیقی

اصل کے اعتبار سے کوئی عدد بغیر معدود کے نہیں پایا جاتا ہے جہاں بھی عدد ہوتا ہے تو اسکا تحقق معدود کے ضمن میں ہوتا ہے اور دنیا میں موجودات میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسکو ایک یا مافوق کوئی عدد عارض نہ ہو۔ جب دو ایک سے زائد ہے تو اسکا معروض مستقل

ممتاز قرار دیں گے کثرتِ حقیقی بدیہی طور پر عارض ہوگی اور عددِ دو کے عارض ہونے کے بعد اس معروض میں وحدتِ حقیقی ہرگز نہیں ہو سکتی جیسا کہ آٹھویں بات میں معلوم ہو چکا ورنہ اجتماعِ نقیضین حقیقتاً لازم آئے گا اور تمام لوگوں کے نزدیک اسکا محال ہونا مسلّم ہے۔ اسی وجہ سے یہ بھی محال ہے کہ مختلف العدد افراد مثلاً ایک' تین' پانچ وغیرہ کے مجموعہ کا واحد ہونا ایک ہی زمانہ میں ایک ہی اعتبار سے ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کثرتِ حقیقی ہو اور وحدتِ اعتباری اگر اس طرح ہو جائے کہ مختلف افراد کا مجموعہ ایک لحاظ سے حقیقی ہو اور ایک لحاظ سے اعتباری یا ہر لحاظ سے اعتباری ہو تو اس میں منافات نہیں ہے۔

بارہویں بات

عیسائیت سے نکتۂ نزاع

عیسائیوں سے ہمارا نزاع اس بات پر ہے کہ وہ توحیدِ حقیقی اور تثلیثِ حقیقی کا قصد کرتے ہیں جیسا کہ ان لوگوں کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ پادری فنڈر اپنی کتاب ''حل الاشکال بجوابِ کشف الاستار'' کے صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں ''مسیحی لوگ کلامِ الٰہی کی نسبت جیسا کہ سابقاً ذکر ہوا وحدت اور تثلیث دونوں کو حقیقی اور ممکن جانتے ہیں'' انتہی بلفظہ اور سوال دہم کے جواب میں لکھتے ہیں ''مسیحی لوگ کلامِ ربانی کے موافق توحید اور تثلیث دونوں کو حقیقی جانتے ہیں اور اس اجتماع کو صرف توحید اور تثلیث کا ہی خاصہ سمجھتے ہیں'' انتہی یعنی تربیع' تخمیس' تسدیس وغیرہ کے اجتماع کو اسی طرح محالات میں سے شمار کرتے ہیں۔ ہاں اجتماعِ ضدّین کا امکان صرف ''توحید و تثلیث'' میں ہے اور بس۔ کیونکہ سائل کا سوال یہ تھا کہ ان دونوں چیزوں توحید و تثلیث کو حقیقی جانتے ہیں یا ایک حقیقی اور دوسرا مجازی اور توحید و تثلیث کے اجتماعِ نقیضین کے علاوہ دوسرے مواقع میں مثلاً تربیع و تخمیس وغیرہ کا

اجتماع بھی ممکن ہے یا یہ محض مسئلہ توحید وتثلیث کی خصوصیت ہے؟

تیرہویں بات

عقیدۂ تثلیث پر کوئی عقلی دلیل نہیں

تمام مسیحی علماء کے اقرار واعتراف کیساتھ یہ بات ثابت ہے کہ اس عقیدہ کے اثبات کیلیئے کوئی عقلی دلیل نہیں اور عقیدہ توحید وتثلیث اسرارِالٰہیہ میں ایک ’’سِرّ ورمز‘‘ ہے یعنی ایک پنہاں راز ہے جسکی حقیقت جاننا اس جہاں میں محال ہے۔ پادری فنڈر اپنی کتاب ’’مفتاح الاسرار‘‘ کے شروع میں لکھتے ہیں ’’ان حقائق واسرار مذکورہ کے اثبات کیلیئے کوئی عقلی یا علومِ دنیاوی سے متعلقہ دلیل ذکر نہ کروں گا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام معجز نظام اور توریت وانجیل کی آیات واضحہ ذکر کی جائینگی کیونکہ انسان کی کمزور ودرماندہ عقل ہرگز اتنی طاقت نہیں رکھتی کہ ذاتِ پاکِ الٰہی کے پوشیدہ اسرار کی گہرائی پا سکے اور انکے درک وفہم کو طے کرسکے‘‘ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں ’’اِس عالم میں رہتے ہوئے ممکن ہی نہیں یہ ’’اسرار‘‘ پورے طور پر ہم پر آشکارا ہوجائیں کیونکہ اِن اسرار کی تشبیہات وتمثیلات اِس عالمِ محسوس میں دکھائی نہیں دیتیں کہ مشاہدہ کے ذریعے ہم ان نکات واسرار کو پالیں‘‘ پھر لکھتے ہیں ’’تثلیث اور الوہیتِ مسیح کا مسئلہ اسی نہج پر ہے جو من جملہ اسرارِالٰہی میں سے ایک ہے اور عالم موجود میں اسکی کوئی تشبیہ وتمثیل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ انسان اسکی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہے جب تک اس جہان میں ہے تو ناممکن ہے کہ بندوں پر اسکی پوری پوری تفصیل بیان ہوسکے‘‘

چودہویں بات

الوہیتِ مسیح کی حقیقت نامعلوم ہے

الوہیت کا جسمِ مسیح علیہ السلام کی طرف نسبت میں جو علاقہ و تعلق ہے مسیحیوں کے نزدیک اسکی حقیقت مجہول ہے۔ نیز یہ علاقہ حلول واتحاد کے علاوہ ہے اور وہ اعتراف کرتے ہیں کہ اس بات پر پوری انجیل میں کوئی بیان یا اشارہ نہیں ہے۔ پادری فنڈر صاحب حل الاشکال کے بابِ دوم میں لکھتے ہیں ''وہ علاقہ جو مسیح میں فیما بین الوہیت وانسانیت قرار پایا ہے نہ حلول کی قسم سے ہے اور نہ اتحاد کی قسم سے ہے۔ بلکہ وہ ایک علاقہ خاص ہے جسکی ماہیت اسرارِ الٰہی میں سے ہوکر عقل کے درک اور دریافت سے باہر ہے اور معدوم الادراک کے قبیل سے ہے۔ آدمی اسکو صرف کلامِ الٰہی سے جان سکتا ہے'' انتہی بلفظہ۔ سوال چہارم کے جواب میں لکھتے ہیں ''ہم اس علاقہ کے کم وکیف کی بابت جو اسکے بدن کیساتھ ہے کچھ کہہ نہیں سکتے اس لئے کہ یہ بھید انجیل میں بیان نہیں ہوا'' انتہی بلفظہ۔ پھر سوالِ ششم کے جواب میں لکھتے ہیں ''وہ علاقہ جو باپ بیٹا روح القدس کے درمیان ہے اور پھر اس علاقہ کی ماہیت جو الوہیتِ مسیح وانسانیت کے درمیان ہے انجیل میں بیان نہیں ہوا'' انتہی بلفظہ۔ صاحب دافع البہتان لکھتے ہیں ''مسیحی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ باپ بیٹے میں اس طرح کا علاقہ ہے کہ اسکو اب اور ابن سے تعبیر کیا جاتا ہے تاہم اس تعلق وعلاقہ کی حقیقت کیا ہے؟ اور کس طور پر ہے؟ خدائے اعلیٰ وبرتر نے اپنے کلام میں ظاہر نہیں فرمایا اور ہمارے ناقص اجتہاد کا بھی اس میں دخل نہیں'' انتہی۔ اسی طرح انکے دوسرے فضلاء کی تصریحات ہیں۔

پندرہویں بات

عقیدۂ تثلیث حضرت مسیح کی تعلیم نہیں

جناب مسیح علیہ السلام نے آسمان کی طرف صعود وعروج کرتے ہوئے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ ''میں خدا ہوں'' پادری فنڈر صاحب اس بارے میں ''مفتاح الاسرار'' باب اول فصل اول میں سوال وجواب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے زیادہ وضاحت اور جامع مانع طور پر صاف کیوں نہیں فرمایا کہ ''میں خدا ہوں'' اس سوال کے بعد ایک جواب تو وہ لکھا ہے جسکا ہماری گفتگو سے تعلق نہیں لہٰذا اسکے لکھنے سے کوئی غرض نہیں جبکہ دوسرا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں چونکہ اس علاقہ اور وحدانیت کو انکے زمانہ قیام اور عروج سے پہلے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے اگر وہ اسکے درپے ہوکر یہ کہتے کہ ''میں خدا ہوں'' تو اس بات کا پورا پورا احتمال تھا کہ لوگ یہی سمجھتے کہ گویا وہ حسب الظاہر انسانی جسم کے اعتبار سے الوہیت کے دعویدار ہیں حالانکہ یہ گمان قطعاً خلافِ حقیقت ہوتا لہٰذا الوہیتِ مسیح کے مسئلہ کا فہم وادراک من جملہ ان مسیحی مضامین میں سے ہے جسکے متعلق انہوں نے خصوصیت سے اپنے شاگردوں کو بھی کہا ''مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم انکو برداشت نہیں کرسکتے''(۱) انتہی ملخصاً

دیکھئے! اس عبارت سے بڑی صراحت کیساتھ نصاً مسیحی علماء کا اعتراف ہے کہ عروج آسمان تک جناب مسیح علیہ السلام نے کبھی بھی صاف طور پر نہیں کہا کہ میں خدا ہوں بلکہ آنجناب کا کلام مجمل اور متشابہ باتوں پر مشتمل ہوتا تھا جس سے اس گروہ کے لوگ اب استنباط واجتہاد کرتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کو بزعم خود ثابت کرتے ہیں۔

(۱) یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲

چنانچہ پادری موصوف اسی جگہ لکھتے ہیں ''مذہب یہود کے بزرگوں کا حال یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی الوہیت مبہم طور پر پیش کی اسکے باوجود انہوں نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ انکو گرفتار کر کے سنگسار کریں''

اس سے صاف معلوم ہوا کہ جناب مسیح علیہ السلام عروجِ آسمانی تک نہ کبھی اپنے مخالفین کے سامنے اور نہ ہی موافقین کے سامنے کبھی اپنی الوہیت کو واشگاف صاف بے نقاب طور پر بیان فرمایا ہو بلکہ مسیحیوں کے اعتقاد کے مطابق مخالفوں کے سامنے بھی مبہم طریقے پر اپنی خدائی پیش کی۔ اسی طرح تثلیث کا لفظ بھی انجیل میں کسی جگہ مذکور نہیں جیسا کہ ناظرین انجیل پر مخفی نہیں ہے اس حقیقت کا پادری مذکور بھی اعتراف کرتے ہیں چنانچہ مفتاح الاسرار کے باب دوم کی فصل اول میں لکھتے ہیں ''اگرچہ انجیل میں لفظِ تثلیث کہیں دکھائی نہیں دیتا تاہم عادۃً و عرفاً یہ نام دیا گیا ہے''

سولہویں بات

اقانیمِ ثلاثہ کی تشریح

سولہویں بات مسیحیوں کے تثلیث کے متعلق اجماعی عقائد اور فروعات جسکو ''جواد بن ساباط'' نے اپنی کتاب کی بحث اول کے پہلے تبصرہ میں نقل کیا ہے اس طرح ہے ''جان لیجئے کہ مسیحیوں کے تمام فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عذابِ ابدی سے کسی روح کے نجات پانے کیلئے اس امر کا اعتقاد ضروری ہے کہ خدائے واحد میں تثلیث ہے اور تثلیث میں توحید ہے اور اس میں اشخاص واجناس کی تمیز نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ باپ کی ذات کا وجود، بیٹے کی ذات کا وجود اور روح القدس کا وجود واجب ہے باپ کا لاہوتی وجود، بیٹے کا لاہوتی وجود اور روح القدس کا لاہوت ایک ہے۔ انکا جلال ملتا جلتا اور شرف وعظمت ابدی

ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی ماہیت دوسرے کے مثل ہے۔ باپ غیر معلول ہے بیٹا غیر معلول ہے اور روح القدس غیر معلول ہے۔ باپ غیر محدود ہے بیٹا غیر محدود ہے اور روح القدس غیر محدود ہے۔ باپ ازلی ہے، بیٹا ازلی ہے اور روح القدس ازلی ہے اور ازلی تین نہیں ہوسکتے ہیں اور نہ غیر محدود تین ہوسکتے ہیں نہ غیر معلول تین ہوسکتے ہیں۔ بلکہ غیر معلول ایک ہے، غیر محدود ایک ہے، باپ قادرِ مطلق ہے بیٹا قادرِ مطلق ہے اور روح القدس قادرِ مطلق ہے، قادرِ مطلق تین نہیں ہوسکتے بلکہ قادرِ مطلق ایک ہے۔ باپ جدا ہے، بیٹا جدا ہے روح القدس جدا ہے، خدا تین نہیں ہوسکتے بلکہ خدا واحد ہے، باپ رب ہے بیٹا رب ہے روح القدس رب ہے رب تین نہیں ہوسکتے بلکہ رب واحد ہے۔ چنانچہ مسیحی یہ اعتقاد رکھنے کے مکلّف ہیں کہ ان ذواتِ ثلثہ میں ہر ہر ذات خدا اور رب ہے اسی طرح ہمارا مذہب اس بات سے بھی منع کرتا ہے کہ ہم تین خدا یا تین رب کا اقرار کریں کیونکہ ’’باپ‘‘ کسی چیز سے صادر نہیں ہوا نہ باعتبارِ عمل کے اور نہ باعتبارِ تخلیق کے ’’بیٹا‘‘ صرف باپ سے صادر ہوا نہ باعتبارِ عمل کے اور نہ باعتبارِ تخلیق کے بلکہ ولادت کے ذریعے۔ اور روح القدس ’’باپ بیٹے‘‘ سے صادر ہوئی نہ ازروئے عمل اور نہ ازروئے تخلیق بلکہ ازروئے ایجاد۔ باپ ایک ہے نہ کہ تین، بیٹا ایک ہے نہ کہ تین، روح القدس ایک ہے نہ کہ تین۔ اس تثلیث میں نہ تقدیم وتاخیر ہے اور نہ کبیر وصغیر بلکہ تینوں ازلی ہونے میں اور ایک دوسرے کے مماثل ہونے میں توافق رکھتے ہیں۔ الغرض توحید کا تثلیث میں اور تثلیث کا توحید میں اعتقاد رکھا جائیگا لہٰذا طالبِ نجات کیلئے ضروری ہے کہ اس تثلیث کا اعتقاد رکھے اور اس بات کا پختہ یقین رکھے کہ رب تعالیٰ جناب یسوع مسیح میں مجسم ہوئے کیونکہ صراطِ مستقیم یہی ہے کہ ہم اس بات کا اعتقاد واعتراف کریں کہ ہمارا رب یسوع مسیح خدا کا بیٹا اور انسان ہے اسکی خدائی ’’باپ‘‘ کی جانب سے ہے اسی اعتبار سے وہ وجودِ عالم سے قبل مولود ہے اسکی انسانیت

’’ماں‘‘ کی جانب سے ہے اور اسی اعتبار سے وہ عالمِ دنیا میں مولود ہوا۔ وہ ایک کامل خدا اور کامل انسان ہے نفسِ ناطقہ اور جسمِ حیوانی کا مالک ہے۔ لاہوتی اعتبار سے منقسم ومماثل ہے جبکہ ناسوتی اعتبار سے مخلوق ہے وہ خدا وانسان ہے مگر اس میں تعدد نہیں بلکہ مسیح واحد ہے اس طرح نہیں کہ لاہوت نے جسم میں حلول کیا ہے بلکہ جسم کو لاہوتی استعمال میں لایا گیا اور مجموعہ ایک ہے اتحادِ اشخاص کیساتھ نہ کہ تفریقِ اجسام کیساتھ پس جس طرح نفسِ ناطقہ جسم انسان میں واحد ہے اسی طرح خدا وانسان کا مجموعہ مسیح میں ایک ہے اور ہماری نجات کیلئے آزمائش سے گزرے یعنی تکالیف برداشت کیں، مصلوب ہو کہ داخلِ جہنم ہوئے اور تیسرے روز مُردوں میں سے اٹھ کر آسمان کی طرف عروج فرمایا‘‘ انتھی بقدر الضرورۃ

پادری فنڈر صاحب مفتاح الاسرار باب دوم فصل اول کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

> ’’باوجودیکہ مسیحی حضرات تعلیمِ مذکور کے مطابق باپ بیٹے روح القدس میں امتیازِ حقیقی کو انتہائی ملحوظ رکھتے ہیں لیکن اسی معنی میں نہیں گویا وہ تین خدا کے قائل ہیں بلکہ مسیحی خدائے واحد اور ذات پاک کی وحدانیت کا اعتقادِ کلی رکھتے ہیں اس طور پر کہ ذاتِ الٰہی میں وحدانیت معدوم نہ ہو اور کوئی نقص راہ نہ پائے تین نسبتِ ذاتیہ یا اقنومِ ثلثہ کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے خدا کو کتبِ مقدسہ میں باپ بیٹا روح القدس سے تعبیر کیا لیکن اس نسبت کا ثبوت یا تفصیل کہ آیا کس طرح ممکن ہے کہ ذاتِ واحد میں اقنومِ ثلثہ معدوم نہ ہونے پائیں اس کا سمجھنا طاقتِ انسانی سے باہر ہے کیونکہ ذاتِ الٰہی کی گہرائیوں کو انسانی عقل وسمجھ طے نہیں کرسکتی خاص طور پر ان نازک موقعوں میں تو وہی بات ہے کہ انتہائی تیز وتند، سمجھدار پرندہ بھی اپنے ایوانِ قفس کی دیوار سے پرے نہیں جاسکتا ٹھیک اسی طرح ایک انتہائی صاحبِ عقل

وکمال شخص بھی اس پنہاں ذاتِ مطلق کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا'' انتہی

تھوڑا آگے چل کر اسی فصل میں لکھتے ہیں:۔

اس نکتے کو خیال وفہم سے نہیں جانا جاسکتا اگر چہ ذاتِ الٰہی میں باپ، بیٹا، روح القدس کے درمیان امتیاز حقیقی موجود ہے پھر بھی وحدتِ ذات باطل وزائل نہیں ہوتی اور نقص وزیادت کو قبول نہیں کرتی چنانچہ حق تو یہ ہے کہ ایک خدا ہی واحدِ حقیقی ہے۔

صاحب دافع البہتان اپنی کتاب کی فصلِ ہشتم میں لکھتے ہیں:۔

خداوند کے کلام سے صاف ظاہر ہے کہ خدائے واحد میں کس عجیب طریقے سے تثلیث ہے لیکن اس تثلیث سے وحدتِ الٰہی میں فرق نہیں پڑتا اور باوجودیکہ تینوں خدا کہلاتے ہیں اور تینوں کی عبادت کی جاتی ہے اور تینوں صفاتِ الٰہیہ سے آراستہ ہیں لیکن فی الحقیقت تینوں ایک خدائے واحد ہے مگر یہ کس طور پر ہے کہ ایک تین میں جمع ہو گئے اس مضمون کو خدا نے اپنے کلام میں اتنا ظاہر نہیں فرمایا کہ ہم اسکی صاف وضاحت کرسکیں۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

یہ بھی یاد رہے کہ اگر چہ یہ تینوں ماہیت' قدرت' ابدیت اور جلال میں ایک ہیں لیکن انسان کی نجات کیلئے کمال مہربانی کیساتھ ہر ایک علیحدہ علیحدہ اپنا فریضہ سرانجام دیتے ہیں یعنی باپ بیٹے کو بھیجتا ہے بیٹا ایک مقررہ وقت پر انسانی جسم میں مجسم ہو جاتا ہے اور نجات کا دروازہ کھولتا ہے، روح القدس ان دونوں کی جانب سے بھیجا جاتا ہے تاکہ خوش نصیبوں کے دلوں کو تبدیل کرے' گناہوں کی آلائش سے انکو پاک

کرے اور نفس و شیطان کے غلبہ سے آزاد کرے۔

پھر کچھ فاصلے پر لکھتے ہیں:۔

اگر کوئی کہے کہ توحید فی التثلیث سمجھ میں نہیں آتی تو میں خود اقرار کرتا ہوں کہ مجھے بھی سمجھ نہیں آتی مگر جو کچھ خدا نے اپنے کلام میں فرمایا ہے اسکو ''درست'' سمجھنے کی ہم سب سے التماس کرتے ہیں۔

صاحبِ تحقیق دین حق'' اپنی کتاب کے باب پنجم حصہ سوم میں لکھتے ہیں:۔

اگر اس میں شک کیا جائے کہ باپ' بیٹا' روح القدس تینوں ملکر ایک خدا کیسے ہوگئے؟ اور خدا کیسے مجسم ہوتا ہے؟ تو ہمارا صاف صاف جواب یہ ہے کہ خدا نے ہم پر اسی طرح ظاہر کیا ہے اور اسکی یہی مرضی ہے لیکن چونکہ اسکی کیفیت بیان نہیں کی ہم بھی بیان نہیں کر سکتے۔

پھر کچھ فاصلے پر لکھتے ہیں:۔

الوہیت میں وہ تین ہیں اور خدائے واحد انہیں سے عبارت ہے مگر اسکی تفصیل قوتِ ناطقہ کے بیان سے باہر ہے۔ انتہی

الغرض اسی طرح انکے دیگر زعماء کی تصریحات بھی موجود ہیں۔ جواد بن ساباط ''تجسمِ خدا'' کے باب میں لکھتے ہیں:۔

مسیحی کہتے ہیں جب مخلوق نے انبیاء کرام کی آمد کے باوجود احکامِ الٰہی کی پیروی نہیں کی باپ نے ارادہ کیا کہ سب کو عذابِ ہلاکت میں مبتلا کرے پھر انکی جگہ اوروں کو پیدا کرے اس پر بیٹے سے معارضہ کیا اور کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں انکے پاس جاؤں اور نصیحت کروں پس مجسم ہو کر انکی طرف آیا مخلوق کی طرف سے سارے دکھ اٹھائے

مصلوب ہوا' زمین میں دفن ہوا اور جہنم میں داخل ہوا۔ اسی وجہ سے جو شخص مسیح پر ایمان لائے جہنم میں داخل نہ ہوگا حالانکہ کسی احمق اور جاہل کے سوا کوئی شخص بھی اس بے ہودہ اور گندے عقیدے کا قائل نہیں ہوسکتا۔ (۱)

سترہویں بات

گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام نے تثلیث کی دعوت نہیں دی

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر جنابِ مسیح علیہ السلام کے زمانہ ءنبوت تک جو تقریباً چار ہزار چونتیس سال پر مشتمل ہے کسی نبی کی معرفت اس عقیدۂ تثلیث کا اعتقاد ضروری قرار نہیں دیا نہ اس نبی کی امت پر اور نہ ہم عصر لوگوں پر ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کوئی ایک نبی اپنی امت کے لوگوں پر یا اپنے زمانے کے لوگوں پر اس عقیدہ کو واجب قرار دیتا' یا اللہ تعالیٰ اس بات کو اس نبی پر ظاہر کرتا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت کی کتاب پیدائش میں کسی جگہ (حالانکہ پیدائش میں اکثر انبیاء کے حالات یہاں تک کہ انکی لغزشوں وخطاؤں تک کا ذکر ہے) تو اسکو تحریر فرماتے اور نقل کرتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے جو ایک ہزار چار سو اکانوے (۱۴۹۱) قبلِ مسیح عُہدۂ نبوت پر فائز ہوئے انکے ذریعے سے بنی اسرائیل کو سینکڑوں احکام پہنچے اور بعض احکام مثلاً بت پرستی کی

(۱) مصنف ؒ نے اقانیمِ ثلاثہ کی وضاحت میں اپنے زمانہ کے مسیحی پادریوں اور محققین کے مستند اقوال ذکر کیے ہیں جنکا حاصل یہی ہے کہ یہ ایک خلافِ عقل مفروضہ ہے' بے حقیقت خواب ہے' بے معنی فلسفہ ہے اور بڑے سے بڑے دانشور کی سمجھ میں نہ آنے والا پیچیدہ ''اُغلوطہ'' ہے۔ ہمارے زمانے کے مسیحی محققین بھی اس موضوع پر اسی طرح کی گوہرافشانی کرتے ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ ''مسیحی علم الٰہی کی تعلیم'' مصنفہ پادری لوئیس برک ہاف، مترجم ڈاکٹر جے۔ ڈی۔ براؤن، مسیحی اشاعت خانہ فیروزپور روڈ لاہور، سنِ طباعت ۲۰۰۵ء

ممانعت یوم السبت کی تعظیم وغیرہ تو مزید تاکید کیلئے بار بار ذکر ہوئے اور توریت کے احکام ظاہرہ (جو مسیحی عقیدہ کے مطابق نجات کے حوالہ سے بالکل بے فائدہ ہیں) پر عمل کی سینکڑوں جگہ پر تاکید آئی ہے جیسا کہ باب اول فصل دوم میں اعتراض چہارم کے تحت اسکی کچھ تفصیل گذر گئی مگر یہ اہم ترین مسئلہ جس پر مسیحیوں کی نجات کا مدار ہے اسکا کسی بھی کتاب میں صراحۃً ذکر ہی نہیں چہ جائیکہ اس عقیدہ کا وجوب یا بار بار تاکید کا ذکر ہو۔ اسی وجہ سے یہود سب کے سب پندرہ سو سال سے تثلیث کے ''گورکھ دھندے'' کو کچھ نہیں جانتے بلکہ آج تک اپنے یہودی مذہب پر ہی قائم ہیں اسکے باوجود کہ عہد عتیق کی تمام کتب انکے درمیان رائج ہیں، انکی تفاسیر موجود ہیں، درس وتدریس، تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری ہے، مضامینِ توریت کو دینِ حق سمجھ کر اس پر اعتقاد رکھنا اور عمل کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور تثلیث کو حکمِ الٰہی کے خلاف سمجھتے ہیں بلکہ کلیۃً انکار کرتے ہیں اور محال سمجھتے ہیں چنانچہ پادری فنڈر صاحب حل الاشکال بجواب کشف الاستار کے باب اول میں لکھتے ہیں ''بعض مسلمان فلاسفہ، بعض یونانی حکماء اور بعض بت پرست قومیں بھی تثلیث فی التوحید یا ذات الٰہی کے متعلق کثرت فی الوحدہ کے قائل ہیں صرف یہود اور اکثر مسلمان اسکا انکار کرتے ہیں اور محال سمجھتے ہیں'' انتہی۔ مزید دیکھئے کہ بنی اسرائیل کے ہزاروں انبیاء جو صحراء یا آبادی میں شہید ہوئے یا قید کیے گئے لیکن حق کہنے سے پیچھے نہیں ہٹے۔ احکام پر عمل کرتے رہے اور احکام کی بغیر تقیہ وتوریہ کے اس طرح تبلیغ کرتے رہے کہ سننے والوں کو کوئی شک نہ رہتا مگر اس مسئلہ کو کہیں صراحۃً نہ کہا اور نہ اپنی کتابوں میں لکھا۔

''حاصل کلام''

جب یہ سب امور آپکے سامنے پوری طرح بخوبی واضح ہوگئے کہ کتبِ عہدِ عتیق

کے مضامین کے موافق اللہ تعالیٰ کا اسکی ذات اور صفات میں کوئی مشابہ نہیں وہ ازلی ابدی' قدیم لایزال وقدوس ہے اسکی بارگاہِ عالی میں عجز و درماندگی کا شائبہ تک نہیں ہے اس پر موت کا ورود محال ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اسکو منع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ بے انصافی نہیں کرتا مگر اپنے کمالِ غیرت کی وجہ سے عبادتِ غیر کو بدترین خطا قرار دیتا ہے بلکہ اسکی ترغیب دینے والے پر بھی قتل ورجم کی سزا نافذ کرتا ہے خواہ وہ مدعی نبوت اور خارقِ عادت معجزات ظاہر کرنیوالا ہی کیوں نہ ہو یا وہ بیٹا' بیٹی' بیوی یا دلی دوست ہی کیوں نہ ہو۔ عہدِ عتیق وجدید کی سینکڑوں آیات میں سینکڑوں جگہ خدا تعالیٰ کیلئے شکل' چہرہ' زبان' آنکھیں' پلکیں' ناک' سانس' منہ' کان' پشت' کندھا' بازو' ہاتھ' ہتھیلی' انگلیاں' پاؤں وغیرہ کا اثبات ہے اسی طرح سینکڑوں جگہ اللہ تعالیٰ کے لئے ''مکان'' ہونے کا ذکر ہے حالانکہ اہلِ اسلام اور اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم و مکان اور اسکے لوازم ولواحق سے پاک ومبرّا ہے۔ اسی طرح ہزاروں آیات میں خاص طور پر یوحنا کے کلام میں جو یقیناً مجازی معنی پر محمول ہے بلکہ اسکا حقیقی معنی پر محمول کرنا صاف کفر ہے اہل کتاب کو ان تمام آیات میں تاویل کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے اور کلامِ ربانی وکلامِ انبیاء میں ''تاویل'' کرنا تو انکے بائیں ہاتھ کا کھیل اور روز کا معمول ہے۔ اسی طرح لفظ خدا' خداوند' قادرِ مطلق' حاکمِ تمام جہاں' رب' الٰہ' یہوا' قدوس' پروردگار اور اس طرح کے دوسرے الفاظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر مثلاً نبی' فرشتہ' عوام الناس بلکہ شیطان پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوا ہے۔ اسی طرح دوسرے معنی میں مجازاً پیٹ' اور محبت پر لفظ خدا بولا گیا ہے بلکہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں میں جہاں جہاں لفظِ خدا' خداوند' یہوا یا اس طرح کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اکثر وبیشتر ان سے فرشتہ ہی مراد لیا گیا ہے اور جہاں ان کتابوں میں اس ''ذات'' پر جو بنی اسرائیل کی راہنمائی کرتی تھی اسکا بادل کے ستون پر ہونا یا آگ کے ستون پر ہونا مذکور

ہے یقیناً وہاں بھی فرشتے کے علاوہ کوئی مراد نہیں۔ ان الفاظ کے اطلاق کی وجہ اور تحقیق نہایت خوبی کیساتھ پانچویں بات میں معلوم ہو چکی ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام اکثر اوقات اپنے اکثر اقوال اس طرح مجمل ارشاد فرماتے تھے کہ ان کے معاصرین انکے سمجھنے سے قاصر رہتے تھے بلکہ وہ لوگ جو علم و ہنر سے بہرور تھے مثلاً یہودی علماء یا وہ لوگ جو آنجناب علیہ السلام کی عادات، طرزِ کلام، محاورہ و گفتگو سے بخوبی شناسا تھے جیسے حواریین اور دیگر شاگرد یہ لوگ بھی انکا کلام نہیں سمجھ پاتے تھے بلکہ اگر وہ اپنے کلام کی کچھ وضاحت و تفسیر کرتے تو کچھ بات سمجھ آتی ورنہ انکے حصہ میں نقد ''بے فہمی'' کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔

نیز یہ بھی قابلِ لحاظ امر ہے کہ عقل بعض چیزوں کی کنہ و ماہیت کو جس طرح سمجھنا چاہئے اس طرح نہیں سمجھ پاتی اسکے باوجود ان چیزوں کا ممکن ہونا تسلیم کرتی ہے اور اسکے موجود ہونے میں عقل کے نزدیک کوئی استحالہ لازم نہیں آتا۔ جبکہ دوسری بعض چیزوں کا دلیلِ عقلی قطعی کی وجہ سے ممتنع ہونے کا حکم لگاتی ہے اور انکو موجود فرض کر لینے کی صورت میں کوئی نہ کوئی محال عقلی لازم آتا ہے ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے جبکہ تاویل اس طرح ہونی چاہیئے کہ اس پر کوئی محالِ عقلی لازم نہ آئے۔ ہر موجود کیلئے ایک یا ایک سے زائد عدد کا معروض لابدی ولازمی ہے۔ جو چیز اصلاً کثرتِ حقیقی کا معروض ہے وہ وحدتِ حقیقی کا معروض نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح مختلف اعداد مثلاً ایک تین پانچ کے مجموعہ پر ایک ہی زمانہ میں ایک ہی اعتبار سے وحدت صادق نہیں آسکتی جبکہ مسیحی حضرات توحید و تثلیث میں سے ہر ایک کو حقیقی سمجھتے ہیں نیز صرف توحید و تثلیث میں اس حقیقی اجتماع کو ممکن سمجھتے ہیں جبکہ دیگر صورتوں میں مثلاً تربیع، تخمیس، تسدیس وغیرہ کا حقیقتاً جمع ہونا محال شمار کرتے ہیں اور اس نقطہ نظر پر انکے تمام علماء کا اعتراف ہے کہ اس پر کوئی عقلی دلیل نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی

خرافات کو عقل کہاں قبول کر سکتی ہے بلکہ انکا تو یہاں تک کہنا ہے کہ اس جہان میں رہتے ہوئے اس راز کا سمجھنا محال ہے اور جسمِ مسیح کیساتھ الوہیت کا تعلق مجھول الکنہ ہے نیز یہ تعلق حلول واتحاد کے ماسوا ہے پوری انجیل میں اسکا نشان تک نہیں۔ خود یہ حضرات بھی اپنی عقلوں کو اس بارے میں معطل اور بے بس سمجھتے ہیں جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے عروجِ آسمانی سے قبل موافقین ومخالفین میں سے کسی کے سامنے اس بات کی صراحت نہیں فرمائی کہ ''میں خدا ہوں'' ان حضرات کے زعم کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام نے مخالفین کے سامنے اس بات کو گول مول کر کے بطور معمہ پیش کیا اور تثلیث کا لفظ بھی انجیل میں کسی جگہ مذکور نہیں۔

اِن حضرات کی عبارات اور اجماعی عقیدہ کے بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ذواتِ ثلثہ میں سے ہر ایک ذات مستقل اپنی جگہ پر واجب الوجود ازلی رب' قادرِ مطلق اور خدائے کامل ہے پھر انکا بالاتفاق یہ بھی کہنا ہے کہ تین خداؤں کا اقرار حرام ہے۔ بیٹا باپ سے ولادت کے ذریعے صادر ہوا' روح القدس باپ بیٹے سے ایجاد کے ذریعے صادر ہوا اِن تینوں میں نہ تقدم وتأخر ہے نہ صغر وکبر ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بیک وقت خدا اور انسان ہیں جو خدائے کامل اور انسانِ کامل (نفس ناطقہ جسم حیوانی) کی طرف منقسم ہے۔ خدا اور انسان کا مجموعہ ''مسیح واحد'' ہے جیسا کہ نفس ناطقہ وجسم انسانی شئے واحد ہے اِسی طرح خدا اور انسان ''مسیح واحد'' ہے۔ نیز ان اقانیمِ ثلثہ میں امتیاز حقیقی ہے اور تینوں کو خدا کہا جاتا ہے۔ انکی عبادت کی جاتی ہے ہر ایک صفاتِ الٰہیہ کیساتھ متصف ہے اور ماہیت' قدرت' ابدیت صفتِ جلال میں ایک ہیں۔ کمالِ مہربانی کیساتھ ہر ایک الگ الگ اپنا وظیفہ انجام دیتا ہے یعنی باپ بیٹے کو بھیجتا ہے بیٹا ایک معین وقت پر جسم انسانی کیساتھ مجسم ہو جاتا ہے اور روح القدس ان دونوں کی طرف سے بھیجا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر

حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ نبوت تک کسی دور میں کسی پیغمبر کے ذریعے اس زمانے کے لوگوں پر واجب الاعتقاد قرار نہیں دیا۔ عہدِ عتیق کی کسی کتاب میں تعیینِ عقیدہ کا صراحۃً تذکرہ نہیں ہے تو اس عقیدہ کو اپنانے کا وجوب یا تاکید تو دور کی بات ہے۔ اسی وجہ سے تمام یہود بالاجماع اس عقیدہ کا انکار کرتے ہیں اور محال سمجھتے ہیں۔ اب آپ خود ہی جان لیجئے کہ یہ عقیدہ قابلِ التفات ہی نہیں بلکہ کئی خرافات ومحالات کا مجموعہ ہے جسکو مسیحی حضرات نے اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید میں اپنا رکھا ہے حالانکہ کوئی بھی سمجھدار آدمی جو ذرا بھی شعور رکھتا ہو اگر ان باتوں میں غور کرے تو بہت سہولت کیساتھ اس عقیدہ کے باطل وبے بنیاد ہونے کا نتیجہ نکال سکتا ہے۔ تاہم ناظرین کی سہولت کیلئے ہم اس عقیدہ کا ابطال کریں گے مگر چونکہ یہ باب پہلے ہی طویل ہوگیا لہٰذا اب مزید تطویل کو ناظرین پر بوجھ سمجھتے ہوئے ہم نہایت اختصار کیساتھ اس عقیدہ کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

ابطالِ تثلیث

میں کہتا ہوں کہ اگر تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کے عقیدہ پر نجات کا انحصار اور دارومدار ہو تو ظاہر ہے کہ ذات وصفات باری تعالیٰ تمام زمانوں میں یکساں طور پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات وجملہ صفات پر ایمان لانا تمام انسانوں پر واجب ہے پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسا عظیم الشان اہم ترین عقیدہ جو تمام عقائد کا اصل اور سرچشمہ ہے اللہ تعالیٰ اسے نظر انداز کردیں۔ دوسری طرف دیکھئے کہ ختنہ جسم کی تاکید حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو ہزار سال قبلِ مسیح کی جاتی ہے جبکہ اس حکم کی قباحت کا ملتِ مسیحی میں یہ عالم ہے کہ حضرت پولوس ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں ''اگر تم مختون ہوئے تو جناب مسیح سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور تمہارا حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہیں'' دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ''ختنہ وعدم ختنہ کا مسیح سے کوئی تعلق نہیں'' اسی طرح انکے دوسرے ملفوظاتِ طیبات جنکا ذکر باب

اول فصل اول اعتراض اول کے جواب میں گذر چکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو ہزاروں احکام دیئے گئے بلکہ بعض احکام مثلاً تعظیم سبت‘ بت پرستی کی ممانعت وغیرہ تو ایسے ہیں کہ انکی بار بار کئی جگہ تاکید کی گئی ہے توریت کے احکام ظاہرہ پر عمل کرنے کی سینکڑوں جگہ تاکید آئی ہے جبکہ نجات کے حوالے سے مسیحیوں کے نزدیک ان تمام امور پر عمل کرنا بے فائدہ ہے اسکی کوئی حاجت نہیں جیسا کہ باب اول فصل دوم اعتراض چہارم کے ذیل میں انکا ذکر آ بھی چکا ہے جبکہ اس اہم ترین عقیدۂ تثلیث کو جس پر نجات کا دارومدار ہے ایک جگہ بھی ذکر نہیں کیا گیا۔

پھر یہ دیکھئے کہ آخر یہ کس طرح ہو گیا کہ بنی اسرائیل کے ہزاروں انبیاء علیہم السلام نے قتل وشہادت‘ قید وزلت کے خوف کے باوجود کلمہ حق کے کہنے سے دریغ نہیں کیا علی الاعلان توریت پر عمل کرنے کی تاکید اور انکے احکام کی صاف صاف تبلیغ کرتے رہے مگر اس اہم ترین مسئلہ کو کسی ایک نے بھی وضاحت کیساتھ بیان نہیں فرمایا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے عروجِ آسمانی سے قبل اس مسئلہ کو اپنے شاگردوں کے سامنے صاف بیان نہیں فرماتے اس فرقہ کے علماء اس پر دو عذر پیش کرتے ہیں اوّل: یہ کہ اگر ایسا کرتے تو یہ اندیشہ ہوتا کہ لوگ انکو جسم انسانی کے اعتبار سے خدا سمجھتے۔ دوم: یہ کہ جناب مسیح علیہ السلام یہود کے ڈر سے اس دعویٰ کو صاف طور پر پیش نہ کر سکے۔ بہر صورت یہ بدترین گناہ ہے اس لئے اگر جناب مسیح علیہ السلام یہ فرما دیتے کہ ”میں خدا ہوں اور بس لیکن اس جسم کے اعتبار سے نہیں جسکا تم مشاہدہ کر رہے ہو بلکہ ایک دوسرے تعلق کے اعتبار سے ہوں جو میرے اور باپ کے درمیان متحقق ہے تو یقیناً لوگوں کو غلط فہمی نہ ہوتی اگر یہ اشکال کیا جائے کہ اس صورت میں لوگ مذکورہ بالا تعلق یعنی علاقہ بین الرب والابن نہ سمجھ پاتے اور مزید کسی خلجان میں پڑ جاتے یہ بھی صریح البطلان ہے کیونکہ یہ وہی کھچڑی ہے جو آج بھی عوام کے سامنے ہے

اور ایک ایسا خطرہ ہے جو حقیقت بن کر سامنے آچکا ہے اور آج تک نوعِ انسانی اس میں مبتلا ہے۔ یہ اشتباہ انکے عروج آسمانی کے بعد بھی دور نہ ہوا چنانچہ اس ''تعلق'' کی کیفیت کے متعلق آج تک تمام مسیحی لاعلمی کا اقرار کرتے ہیں علاوہ ازیں اگر وہ یہی فرما دیتے کہ اس ''علاقہ و تعلق'' کا فہم و ادراک اس جہان میں محال ہے تو انکا یہ ارشاد بھی اپنے معتقدین کے دل سے رفعِ خلجان کیلئے کافی ہو جاتا حالانکہ انہوں نے کسی جگہ ایسا نہیں فرمایا جبکہ مسیحی حضرات آنجناب علیہ السلام کی الوہیت کے مسئلہ میں ''الغریق یتشبّث بکلِ حشیش'' (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) کے مصداق اسی طرح کی طفل تسلیوں سے دل بہلا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ انجیل میں کسی جگہ اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں لہٰذا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے مگر نہ جاننے کے باوجود اسکا اعتقاد پھر بھی ضروری ہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اس زمانے کے عوام اور اُس زمانے کے احباب جنکے سامنے حضرت مسیح علیہ السلام نے عروج فرمایا برابر ٹھہرے۔ حواریین جنابِ مسیح علیہ السلام کے عروج سے پہلے روح القدس سے مستفیض تھے اس عقیدہ کو سمجھنے کی ان میں پوری استعداد تھی بلکہ اس فرقے کے علماء کی تصریحات کے مطابق ''توما'' حواری (۱) کو جناب مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا علم کما حقہ حاصل ہو گیا تھا اسی وجہ سے یہ حضرات توما کے اس قول کو جو جناب مسیح علیہ السلام کی بابت یوحنا باب ۲۰ آیت ۲۸ میں اس طرح درج ہے ''اے میرے خداوند اے میرے خدا'' کو حقیقی معنوں پر محمول کرتے ہیں لہٰذا ان لوگوں کا یہ عذرِ رکیک (۲) قطعاً قابل التفات نہیں۔ علیٰ ھٰذا دوسرا عذر بھی بے فائدہ

---

(۱) یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ شاگردوں میں سے ایک ہیں انکی طرف منسوب ایک انجیل بھی بتائی جاتی ہے۔ انکے متعلق تفصیلی تذکرہ ''انجیل یوحنا'' میں ملتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو (قاموس الکتاب، ص ۲۶۹)

(۲) کہ لوگ اس عقیدہ کے فہم و درک کی صلاحیت نہ رکھتے تھے اس وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام نے اُنکے سامنے صاف لفظوں میں یہ عقیدہ بیان نہ فرمایا۔

ہے کیونکہ مسیحی حضرات کے اعتقاد اور تصریحات سے ثابت ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام کا مجسم ہونا اس لئے تھا تا کہ مخلوق کو ہدایت فرمائیں انہوں نے اپنے آپکو انکے گناہوں کا فدیہ وکفارہ بنایا اور اپنی جان کو باختیارِ خود لوگوں کی نجات کیلئے پیش کیا گویا صرف یہود وغیرہ ہی مقصود نہ تھے لہٰذا اس مسئلہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کیلئے یہود کا اس طرح کا خوف مانع نہیں ہونا چاہیئے۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ الوہیت سے قطع نظر کسی بھی نبی برحق نے احکامِ الٰہی کی تبلیغ کے معاملے میں اپنے مخالف ومعاند لوگوں کی ذرا پرواہ نہیں کی جیسا کہ کتب عہد عتیق کے ناظرین خاص طور پر سلاطین دوم وکتاب یرمیاہ کے ملاحظہ کرنے والے پر تو یہ بات بالکل پوشیدہ نہیں ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کا تو ذکر ہی کیا وہ تو بلاشبہ حضرت یرمیاہ والیلیاہ سے افضل ہیں بلکہ انکی تو یہ شان تھی کہ اظہارِ حق کیلئے یہود اور دیگر لوگوں کو علی الاعلان زجر وتوبیخ، ڈانٹ ڈپٹ فرماتے تھے اور سچ بات کے ظاہر کرنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے چنانچہ۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی حق گوئی وبے باکی

(۱) آنجناب علیہ السلام ان یہود سے جو معجزہ طلب کر رہے تھے مکرر فرمایا "اس نے جواب دیکر ان سے کہا اس زمانہ کے بُرے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان انکو نہ دیا جائیگا" انتہی (متی باب ۱۲ آیت ۳۹)

غور فرمایئے! یہاں وہ کس طرح ان لوگوں کو ببانگِ دہل شریر اور زناکار کہہ رہے ہیں۔

(۲) ایک موقعہ پر جب یہود نے آنجناب علیہ السلام کو الزام دیا کہ آپکے شاگردان کھانا کھاتے ہوئے ہاتھ نہیں دھوتے تو وہ جواب دیتے ہیں "اے ریاکارو! یسعیاہ نے تمہارے حق میں کیا خوب نبوت کی کہ یہ امت زبان سے تو میری عزت کرتی ہے مگر انکا دل مجھ سے

دور ہے‘‘ انتہٰ (متی باب ۱۵ آیت ۷۔ مرقس باب ۷ آیت ۶)

غور فرمایئے! یہاں وہ ان لوگوں کو ریاکار اور جھوٹے کے خطاب سے یاد فرما رہے ہیں

(۳) آنجناب علیہ السلام ایک موقعہ پر گدھے پر سوار ہو کر یروشلیم تشریف لائے تو اس بارے میں لکھا ہے ’’پھر وہ یروشلیم میں آئے اور یسوع ہیکل میں داخل ہو کر انکو جو ہیکل میں خرید و فروخت کر رہے تھے باہر نکالنے لگا اور صرّافوں کے تختوں اور کبوتر فروشوں کی چوکیوں کو الٹ دیا اور اس نے کسی کو ہیکل میں سے ہو کر کوئی برتن لے جانے نہ دیا‘‘

(مرقس باب ۱۱ آیت ۱۵‘ متی باب ۲۱ آیت ۱۲‘ لوقا باب ۱۹ آیت ۴۵)

دیکھئے! اس موقعہ پر جب انہوں نے ہیکل میں غیر شرعی کاموں کو ہوتے دیکھا تو کیسے خرید و فروخت کرنے والوں کو نکال باہر کیا‘ صرافوں کے تختوں اور کبوتر فروشوں کی چوکیوں کو الٹ دیا کسی کو ایک برتن لے جانے کی بھی اجازت نہ دی۔

(۴) آنجناب علیہ السلام کا یہودیوں اور ہیرودیوں سے ایک موقعہ پر اس طرح خطاب ہے ’’اے ریاکارو مجھے کیوں آزماتے ہو؟‘‘ (متی ۲۲:۱۸)

دیکھئے! یہاں آنجناب علیہ السلام انکو کھلے طور پر ’’ریاکار‘‘ فرما رہے ہیں۔

(۵) ایک اور موقعہ پر دیکھئے کہ وہ اپنے وعظ کے دوران سینکڑوں لوگوں کے مجمع میں یہود کے مذہبی پیشواؤں کی کس طرح علی الاعلان درگت بناتے ہیں ’’پھر اس نے اپنی تعلیم میں کہا کہ فقیہوں سے خبردار رہو جو لمبے لمبے جامے پہن کر پھرنا اور بازاروں میں سلام اور عبادت خانوں میں اعلیٰ درجہ کی کرسیاں اور ضیافتوں میں صدر نشینی چاہتے ہیں۔ اور وہ بیواؤں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہیں اور دکھاوے کیلئے نماز کو طول دیتے ہوئے انہی کو زیادہ سزا ملے گی‘‘ انتھی بعبارت مرقس (مرقس باب ۱۲ آیت ۳۸‘ متی باب ۲۳ آیت ۵)

غور فرمایئے! اس کلام میں نہ صرف یہ کہ یہود کی شدید مذمت ہے بلکہ انکو سخت

سزا کی وعید بھی کھلے طور پر سنائی گئی ہے۔ نیز اسی وقت اسی جگہ علماء یہود سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں (۱)''اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ آسمان کی بادشاہی لوگوں پر بند کرتے ہو کیونکہ نہ تو آپ داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس ! کہ تم بیواؤں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہو اور دکھاوے کیلئے نماز کو طول دیتے ہو تمہیں زیادہ سزا ہوگی۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ ایک مرید کرنے کیلئے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چکتا ہے تو اسے اپنے سے دونا جہنم کا فرزند بنا دیتے ہو۔ اے اندھے راہ بتانے والو تم پر افسوس! جو کہتے ہو کہ اگر کوئی مقدس کی قسم کھائے تو کچھ بات نہیں لیکن اگر مقدس کے سونے کی قسم کھائے تو اسکا پابند ہوگا۔ اے احمقو اور اندھو کونسا بڑا ہے سونا یا مقدس جس نے سونے کو مقدّس کیا؟ ......اے بے وقوفو اور اندھو کونسی چیز بڑی ہے نذر یا قربانگاہ جو نذر کو مقدّس کرتی ہے؟(۲) ......اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! اگر پودینہ اور سونف اور زیرہ پر تو دہ یکی دیتے ہو پر تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے۔ لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وہ بھی نہ چھوڑتے۔ اے اندھے راہ بتانے والو جو مچھر کو تو چھانتے ہو اور اونٹ کو نگل جاتے ہو۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ پیالے اور رکابی کو اوپر سے صاف کرتے ہو مگر وہ اندر لُوٹ اور ناپرہیزگاری سے بھرے ہیں۔ اے اندھے فریسی! پہلے پیالے اور رکابی کو اندر سے صاف کرتا کہ اوپر سے بھی صاف ہو جائیں۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے تو

---

(۱) متی باب ۲۳ آیت ۱۳ تا ۳۳ ملخصاً

(۲) اردو، عربی بائبل میں اس آیت کے تحت ''اے اندھو'' کا لفظ ہے مگر ''اے بے وقوفو'' نہیں ہے تاہم انگریزی تراجم میں موجود ہے اور فارسی بائبل میں ''اے جُہال وکوران'' کا لفظ ہے۔ مولاناؑ کی عبارت بھی اسی طرح ہے

خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہو۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ نبیوں کی قبریں بناتے اور راستبازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو......... اے سانپو اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے'' انتہی (متی باب ۲۳ ملخصاً)

ملاحظہ فرمایئے! مذکورہ بالا عبارات میں حضرت مسیح علیہ السلام علماء یہود کو براہِ راست 'ریاکار' ریاشعار' جہنمی' اندھے رہنما' احمق' اندھے' سانپ' افعی کے بچے وغیرہ سے مخاطب کرتے ہیں۔ بعض موقعوں پر شدتِ غضب سے بعض لفظ زبان مبارک پر مکرر آگئے ہیں بلکہ انکے کرتوتوں پر اظہارِ نفرت میں انتہائی غصہ وغضب کی وجہ سے بعض اوقات نوبت گالیوں تک پہنچ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض فقیہوں نے اس طرح کی باتیں سن کر جناب مسیح علیہ السلام سے کہا ''اے استاد! تم اپنی ان باتوں کے ذریعے ہمیں بھی گالی دیتے ہو'' (۱) (لوقا باب ۱۱ آیت ۴۵)

(۶) ایک اور موقعہ پر حضرت مسیح علیہ السلام یہود سے اس طرح مخاطب ہیں ''تم اپنے باپ کے سے کام کرتے ہو۔ انہوں نے اس سے کہا۔ ہم حرام سے پیدا نہیں ہوئے۔ ہمارا ایک باپ ہے یعنی خدا۔ یسوع نے ان سے کہا اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو تم مجھ سے محبت رکھتے .... تم اپنے باپ ابلیس سے ہو اور اپنے باپ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہو'' انتہی ملخصاً (یوحنا باب ۸ آیت ۴۱' ۴۲' ۴۴)

دیکھئے! احکام کی تعلیم اور امر بالمعروف کرنے میں تو حضرت مسیح علیہ السلام اس طرح

---

(۱) یہ ترجمہ متنِ کتاب کے مطابق ہے۔ موجودہ اردو بائبل میں اس آیت کے الفاظ یوں ہیں ''اے استاد! ان باتوں کے کہنے سے تو ہمیں بے عزت کرتا ہے۔ انگریزی بائبل میں "Reproach" کا لفظ ہے جبکہ عربی بائبل میں گالی دینے کا لفظ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ''یا معلّم بقولک ھذا تشتمنا نحن ایضاً''

بے خوف ہو کر یہود سے خطاب کرتے ہیں تو کیسے فرض کیا جا سکتا ہے کہ ایک اہم ترین مسئلہ وعقیدۂ تثلیث کے بیان واظہار میں لوگوں کا خوف مانع ہو گیا ہو۔ حاشا وکلا ایسا قطعاً نہیں ہوسکتا بلکہ کسی پیغمبر کے متعلق اس طرح کی بدگمانی کرنا(۱) خصوصاً حضرت مسیح علیہ السلام جیسے عظیم الشان اُولوالعزم پیغمبر کے بارے میں ایک بے ایمان شخص ہی اس طرح کی بات سوچ سکتا ہے۔

آمدم برسرِ مطلب

ویسے بھی ان تمام امور سے قطع نظر کرتے ہوئے فی نفسہ عقیدہ تثلیث کے درست اور معقول ہونے پر کوئی صحیح توجیہہ نہیں کیونکہ جب تثلیث اور اقانیم ثلثہ میں امتیاز ہر دو کو حقیقی فرض کر لیا گیا تو یقیناً ذواتِ ثلثہ مستقلاً ممتاز ہو کر ثابت ہو گئیں اور بحکم قاعدہ نمبر گیارہ معروض ایک ایسی شئے ہے جس میں حقیقتاً کثرت ہے اور تین کا عدد اسکو عارض ہے۔ ان دونوں باتوں کے بعد وحدتِ حقیقی کہاں ہو سکتی ہے؟ اور ایک حقیقت ہونا کیسے صادق آتا ہے ورنہ ایک ہی مادہ شخصیہ میں ایک ہی جہت سے مختلف العدد افراد کے مجموعہ پر وحدتِ حقیقی اور کثرتِ حقیقی ہر دونوں اطلاق لازم آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسکا باطل ہونا انتہائی روشن ہے اور اسکا انکار سوفسطائیہ(۲) قوم کا گدھا بھی نہیں کر سکتا۔ نیز یہ کہ جب جسمِ مسیح کیساتھ الوہیت کا تعلق حلول واتحاد کے علاوہ کوئی اور ہے تو لامحالہ یہ ایک علاقہ محضہ ہوگا کہ ہم پوری طرح اسکی حقیقت دریافت نہیں کر سکتے جیسا کہ روح وجسم کا تعلق ہے یا خالق ومخلوق کا تعلق ہے یا

---

(۱) کہ وہ لوگوں کے ڈر سے کتمانِ حق کر جاتے تھے۔

(۲) سوفسطائیہ حکماء کا ایک گروہ ہے جسکے اصولوں کی بنیاد وہم پر ہے اور یہ اشیاء کے ثابت شدہ حقائق کا بھی انکار کرتے ہیں۔

سورج کا بدخشان کے پتھر سے تعلق ہے یا سہیل ستارہ کا تعلق یمن کے چمڑے (۱) کیساتھ یا اس طرح کے اور تعلقات ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ تعلق تو ایسا ہے کہ جس سے عینیت ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ تو تغایرِ حقیقی کو ثابت کرتا ہے کیونکہ روح کو جسم، یا خالق کو مخلوق، اسی طرح سورج کو پتھر، سہیل کو یمنی چمڑے نہیں کہتے ہیں۔ اگر چہ سورج کا سنگِ بدخشانی کیساتھ تعلق بنسبت دیگر علاقوں کے پتھروں سے زیادہ ہے اسی طرح سہیل ستارے کا تعلق یمنی چمڑے کیساتھ بنسبت دیگر ملکوں کے چمڑوں کے زائد تر ہے۔ اسی طرح زیرِ بحث مسئلہ میں خدا تعالیٰ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیان حقیقتاً تغایر ہوگا نہ کہ عینیت گو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو حضرت مسیح علیہ السلام سے بنسبت دیگر اجسام کے زائد تعلق ہے۔ علاوہ ازیں تعلقِ محض مراد ہونے کی صورت میں اقانیم ثلثہ کے درمیان امتیاز حقیقی اٹھ جاتا ہے حالانکہ یہی بات مسیحیوں کے مسلمات میں سے ہے اور اعتباری امتیاز رہ جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں خدا کی ذات جسم مسیح سے تعلق کے بغیر ''اب'' کے مرتبہ میں ہے اور اس تعلق کے حوالہ سے مرتبہ ''ابن'' کے درجہ میں ہے ظاہر ہے کہ امتیاز حقیقی مفقود ہونے کیساتھ تثلیثِ حقیقی کی چُھٹی ہوگئی۔ نیز جس وقت ان تینوں پر واجب الوجود اور خدا کا اطلاق ہوتا ہے تو یا تو بطورِ حقیقت ہوگا یا مجازاً ہوگا اگر یہ اطلاق بطورِ حقیقت ہے جس طرح کلی کا اپنے افراد پر حقیقتاً اطلاق ہوتا ہے تو یہ صورت خالص شرک کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس صورت میں اگر چہ تثلیثِ حقیقی کا اثبات تو ہو جائیگا مگر وحدتِ حقیقی کا جنازہ نکل جائے گا اور اس صورت میں انکے اس ارشاد کی اتباع تو نہ ہو سکی جو وہ کہتے ہیں کہ

---

(۱) سہیل ایک مشہور ستارہ ہے جسکی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس کی روشنی سے یمن میں عمدہ چمڑے تیار کیے جاتے ہیں اسی طرح افغانستان کے ایک شہر بدخشان کا پتھر جو لعل بدخشان کے نام سے مشہور ہے اسکی خوبصورتی میں سورج کا دخل ہے۔ (بحوالہ فارسی لغات)

"تین خداؤں کا اقرار بالاجماع ممنوع ہے"

اسی طرح بیٹے کا باپ سے صدور بطور ولادت اور روح القدس کا باپ بیٹے سے صدور بطورِ ایجاد کا مفروضہ بالکل لغو اور باطل ہو جاتا ہے کیونکہ اس طرح کا صدور تو قطعی طور پر اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ بیٹا باپ کا معلول ہے روح القدس باپ بیٹے دونوں کا معلول ہے ظاہر ہے کہ معلول چیز ممکن اور حادث ہوتی ہے نہ کہ واجب بالذات۔ دوسری شق لیجئے کہ اگر ان تینوں پر واجب الوجود اور خدا کا اطلاق بطورِ مجاز ہو تو اس صورت میں علاقہ ومناسبت کا ہونا ضروری ہے پھر یہ علاقہ یا تو کلیت وجزئیت کا ہوگا جیسے چارپائی کا اطلاق لکڑی کے اجزاء پر یا یہ علاقہ کوئی اور ہوگا پہلی صورت میں یہ تینوں اجزاء باپ' بیٹا' روح القدس الگ الگ واجب الوجود ہونگے نہ کہ مجموعہ ملکر عینِ واجب قرار پائے کیونکہ کل اور اجزاء کے درمیان مغایرت کا ہونا انتہائی بدیہی امر ہے۔ مگر یہ صورت مسیحیوں کے ہاں بھی باطل ہے کیونکہ وہ ہر ایک کو مستقلاً واجب الوجود سمجھتے ہیں جز قرار نہیں دیتے۔ نیز کل اپنے اجزاء کی طرف محتاج ہوتا ہے اس صورت میں لازم آتا ہے کہ واجب الوجود محتاج ہو جائے یہ بھی محال ہے دوسری صورت میں جب کلی وجزئی کا علاقہ نہ ہو تو حلول واتحاد کے علاقہ کے تو وہ خود منکر ہیں اور اگر تعلق محض کا علاقہ ہو تو یہ بھی مغایرت کا تقاضا کرتا ہے نہ کہ اتحاد کا جیسا کہ آپ نے معلوم کر لیا۔

پھر دوسری جہت سے بھی دیکھئے کہ جب ان حضرات کا اعتقاد یہ ہے کہ بیٹا باپ سے صادر ہوا روح القدس باپ بیٹے سے صادر ہوا تو اب انکا یہ کہنا کہ "باپ غیر معلول ہے بیٹا غیر معلول ہے اور روح القدس غیر معلول ہے نیز ان تینوں میں کوئی تقدم وتاخر نہ ہے" صاف باطل اور لغو ہو جاتا ہے کیونکہ مذکورہ صورت میں بیٹے کا اب سے معلول ہونا اور روح القدس کا دونوں سے معلول ہونا بہر صورت ضروری ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا اور علت کا

ذاتی یا زمانی طور پر معلول پر مقدم ہونا بھی ایک بدیہی حقیقت ہے تو ظاہر ہے کہ ان تینوں کے درمیان معلولیت اور تقدم وتاخر متحقق ہوگیا۔ نیز انکا یہ کہنا کہ باپ سے صرف بیٹا صادر ہوا ہے وہ بھی بطور عمل وتخلیق نہیں بلکہ ولادت کے طریقے سے اور روح القدس باپ بیٹے سے صادر ہوا ہے عملاً وخلقتاً نہیں بلکہ ایجاد کے طریقے سے یہ بھی باطل ہے کیونکہ ''صدور اور حدوث وخلقت'' میں ترادف ہے نیز ایجاد' عمل' خلقت میں بھی تو کوئی فرق نہیں اسی طرح ولادت کا حقیقی معنی جو ماں باپ کے نطفہ سے پیدا ہونے سے عبارت ہے اس جگہ یہ معنیٰ مراد لینا تو بالاتفاق کفر ہے لامحالہ ولادت کا مجازی معنی مراد ہوگا جو خلقت وعمل سے عبارت ہے لہٰذا ولادت وایجاد کے ذریعے صادر ہونے کا اعتراف اور خلقت وعمل کا انکار یہ تو انتہائی لغزش اور محض توہم کے سوا کچھ نہیں۔ جب خدا وانسان کا مجموعہ ''مسیح واحد'' ہے نہ کہ ہر ایک الگ الگ جس طرح انسان نفسِ ناطقہ اور بدنِ انسانی کے مجموعے کو کہتے ہیں نہ کہ ہر ایک الگ الگ تو ظاہر ہے کہ آنجناب علیہ السلام اپنے ظاہری قد وقامت کے اعتبار سے چار پانچ فٹ ہونگے، انکا جسم یقیناً حادث ومخلوق تھا۔ جو چیز قدیم وحادث سے مرکب ہو تو مجموعہ ملکر قدیم نہیں ہوسکتی پس اقانیمِ ثلثہ میں ہر ایک کو غیر محدود غیر معلول غیر حادث نہیں کہہ سکتے بلکہ تینوں کا ایک ہونا بھی صریح البطلان ہے اور آنجناب علیہ السلام کے مجسم ہونے کی وہ مسیحی توجیہات جنکو جواد بن ساباط نے مسیحی کتب واقوال سے نقل کیا اور کچھ نمونہ اسکا ''سولھویں بات'' میں گذرا بھی ہے جب ان توجیہات کی اصلِ مسئلہ کے ساتھ مطابقت تلاش کرتے ہیں تو ہر توجیہہ بعید از امکان صریح البطلان نظر آتی ہے بلکہ اس وقت تو یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ شاید یہ مذہب ہنود کا کوئی افسانہ ہے جو وہ اپنے اوتاروں کے جنم کے متعلق نقل کرتے رہتے ہیں اور آنجناب علیہ السلام کا جہنم میں داخل ہونا تو ایسا امر ہے کہ اسکا تصور بھی انتہائی معیوب نظر آتا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا جہنم میں داخل ہونے کا اعتقاد (نعوذ باللہ)

جواد بن ساباط کہتے ہیں ”جب میں نے پادری مارطیروس سے آنجناب کے دخولِ جہنم کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ جب مسیح نے انسانی جسم کو قبول کیا تو اسکے لئے ضروری ہو گیا کہ تمام انسانی عوارض کو قبول اور برداشت کرے لہٰذا وہ جہنم میں بھی داخل ہوا اور عذاب بھی دیا گیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا اس عقیدہ پر کوئی دلیلِ نقلی بھی ہے؟ کہنے لگا اس کیلئے کسی دلیل کی حاجت نہیں“ انتہی

سبحان اللہ! پادری موصوف نے کیا خوب توجیہ فرمائی ہے کتنی قبیح اور شدید بات ہے جسکا پادری صاحب کے علاوہ کوئی شخص بھی اپنی محترم شخصیت اور مقتداء کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اور موصوف مزید یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس بات کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

پادری یوسف ولف (۱) نامی ۱۲۴۸ھ ۱۸۳۳ء میں لکھنو آیا تو لکھنو کے کسی شیعہ مجتہد نے بھی اس پر اعتراض کیا تھا تو انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کا عذابِ جہنم میں داخل ہونے کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ جہنم میں داخلہ اپنی امت کی نجات کیلئے تھا۔ انتہی

سبحان اللہ! پادری موصوف کی نگاہوں میں یہ بات اتنی خفیف ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ ہی نہیں۔

پادری فانڈر صاحب ”حل الاشکال بجواب کشف الاستار“ میں لکھتے ہیں ”سچ یہ ہے

---

(۱) اپنے زمانہ کے مشہور پادری تھے، اپنے بارے میں صاحب الہام ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول ۱۸۴۷ء میں ہوگا۔ (بائبل سے قرآن تک، ج ۲، ص ۴۷۳)

کہ یہ بات مسیحی عقائد میں سے ہے کہ موت کے بعد جناب مسیح جہنم میں داخل ہوئے مگر جہنم سے مراد "ہاؤس" ہے نہ کہ اصل جہنم اور یہ "ہاؤس" آسمان وجہنم کے درمیان ایک جگہ ہے اور جناب مسیح کا وہاں جانا وہاں کے باشندوں پر اپنی بزرگی ظاہر کرنے کیلئے تھا" انتہی ۔الحاصل پادری صاحب جہنم کا مجازی معنی مراد لیکر اپنے سے عارِ الزام کو دفع کر رہے ہیں۔

ان حضرات کا یہ کہنا کہ "یہ تینوں اقانیم کمالِ مہربانی کیساتھ علیحدہ علیحدہ طور پر اپنی خدمات سرانجام دیتے ہیں یعنی باپ بیٹے سے کہتا ہے اور روح القدس باپ بیٹے کی جانب سے بھیجی جاتی ہے" یہ تو صاف تضاد وتناقض ہے ورنہ اتحادِ حقیقی کی صورت میں ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ذمہ داری سرانجام دینے کا کیا مطلب؟ پھر مرسِل اور مرسَل الیہ میں تغایر کا ہونا بھی بدیہیات میں سے ہے۔باقی رہی "روح القدس" اور "روح حق" وغیرہ

کی تحقیق وتفصیل تو وہ انشاء اللہ باب چہارم کی فصلِ سوم میں دلیل نمبر ۲۲ کے تحت معلوم ہوجائے گی۔ الغرض اس عقیدہ کی قباحتیں اور کمزوریاں قیدِ تحریر میں آنے سے بھی زائد ہیں۔

الوہیتِ مسیح علیہ السلام پر عیسائیوں کے استدلال کا اُصولی جواب

جبکہ الوہیت مسیح علیہ السلام کا اعتقاد رکھنے والے عیسائی حضرات اپنے عقیدہ پر حضرت مسیح علیہ السلام اور حواریوں کے چند اقوال کے علاوہ کوئی ثبوت وسند نہیں رکھتے اور بزعمِ خود اِن چند اقوال کی وجہ سے وہ اپنے آپکو اس عقیدہ کا قائل گردانتے ہیں حالانکہ عہد عتیق کی صریح نصوص، اقوالِ مسیح علیہ السلام حواریوں کے اقوال اور اسی طرح دیگر دلائلِ عقلی قطعی اس عقیدہ کی بالکل نفی کرتے ہیں اور اس باب کے مقدمہ میں "نویں بات" میں مذکور قاعدہ کے مطابق ان چند اقوال میں جن سے بظاہر الوہیت مسیح کا شبہ ہوتا ہے توجیہ کرنا واجب ہے۔ کیونکہ یہ

بات تو صاف ظاہر ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام قدیم وابدی نہیں بلکہ حادث ہیں دیگر انسانوں کی طرح نو ماہ شکمِ مادر میں رہے' پیدا ہوئے' جسم وصورت رکھتے تھے' کھاتے پیتے تھے' غمگین ہو جاتے تھے' بعض باتوں کے متعلق لاعلمی کا اظہار فرماتے تھے' مصلوب ہوئے' ہر چیز کے کرنے کی طاقت بھی نہ رکھتے تھے یہ سب امور الوہیّت کے منافی ہیں جیسا کہ اسی باب کے مقدمہ میں ''پہلی بات'' کے تحت جان لیا اسی طرح آنجناب علیہ السلام کی ذاتِ مبارک میں دیگر بشری لوازمات بھی موجود تھے جن سے الوہیت کی نفی ہوتی ہے انشاء اللہ یہ تمام مباحث اسی باب کی فصل اول میں آجائینگی۔ چنانچہ وہ صریح اور بے شمار آیات جن سے اللہ تعالیٰ کیلئے تجسم ومکان کا ہونا معلوم ہوتا ہے جو ان نصوص کے معارض ہیں جن سے صراحۃً تنزیہہ باری تعالیٰ ثابت ہے لہٰذا ان آیاتِ تجسم میں تاویل کی گئی ہے' اسی طرح اور بہت سی آیات ہیں جن کو انکے حقیقی معنی پر محمول نہیں کیا جاسکتا ان میں بھی ان حضرات نے یہی توجیہ وتاویل کا طریقہ اختیار کیا تو مناسب تھا کہ ان چند اقوال میں بھی جن سے الوہیت کا اشتباہ ہوتا ہے یہی پسندیدہ مروجہ طریقہ اختیار کرلیا جاتا تاکہ اس تباہ کن کھائی میں نہ گرتے جو شرک سے خالی نہیں۔ گو یہ حضرات زبان سے اس شرک کا التزام نہیں کرتے نیز قطع نظر اس سے کہ تاویل بہت شائع اور متداول ہے آنجنابؑ کے اقوال میں بھی تاویل کر لینے میں کوئی بُعد یا غرابت نہیں ہے جیسا کہ ''ساتویں بات'' میں یہ مضمون بہت شرح وتفصیل سے معلوم ہوا ہے اور اگر دو تین جگہوں پر کہیں حواریوں نے حضرت مسیح پر لفظ ''خدا'' کا اطلاق کرلیا ہے تو اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے بلکہ اسکو مخدوم' مرشد وغیرہ پر محمول کرلینا چاہئے کیونکہ اس لفظ کا مقرب بندوں' مرشد' بلکہ عوام الناس حتی کہ شیطان مردود وغیرہ پر بھی اطلاق ہوا ہے اور اس بات کی وضاحت کیلئے اسی باب کے مقدمہ کی ''پانچویں بات'' کافی ہے اور یہود کی خوبی عقل کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ انہوں نے ان الفاظ کے کثرتِ استعمال کے باوجود لوگوں کی

خدائی کا مطلب نہیں سمجھا۔

مسیحی حضرات کا یہ تاویل کرنا کہ مسیح میں انسانیت والوہیت دونوں علی وجہ الکمال جمع ہیں اس لئے بعض آیات آنجناب کے انسان ہونے کے حوالے سے ہیں اور بعض آیات آنجناب کی الوہیت کے تعلق سے ہیں یہ تاویل تو بالکل ہی فاسد بلکہ انتہائی بے ہودہ ہے اور وجوہات اس کی گذر چکی ہیں۔ چنانچہ جس طرح یہود اور اہلِ اسلام اس تثلیث کا انکار کرتے ہیں جو شرک کی ایک شاخ ہے اسی طرح مسیحی کہلانے کے باوجود برطانیہ، جرمنی کے بہت سے سمجھدار لوگ اور خود انگریزوں کے بہت سے فرقے حضرت مسیح علیہ السلام کے خدا ہونے کا صاف انکار کرتے ہوئے انکو صرف ''اللہ کا رسول'' سمجھتے ہیں (۱) اور سچی بات یہ ہے کہ وہ حق پر ہیں اگرچہ الوہیت کا عقیدہ رکھنے والے اپنے خیال میں ان لوگوں کو انجیل کا کامل پیروکار نہیں سمجھتے۔

بعض ثقہ لوگوں سے سنا گیا ہے کہ مسیحی علماء نے ایک عالم سے انجیل کا اصل یونانی زبان سے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ انجیل میں کوئی آیت ایسی نہیں جس سے آنجناب کی الوہیت یا تثلیث فی التوحید کا اشارہ ملتا ہو یہ الوہیت کے معتقد مسیحی حضرات کا بے حقیقت فسانہ ہے تاہم مذکور مسیحی فاضل کی تحقیق اصل یونانی نسخہ کو ملاحظہ کرنے پر موقوف ہے بلکہ معاذ اللہ اگر بالفرض جناب مسیح علیہ السلام نے بنفس خود اپنے خدا ہونے کا کہا ہو تو تب بھی اصولی طور پر یہود جناب مسیح علیہ السلام کی عدم تصدیق میں حق بجانب ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بہت پہلے حکم الٰہی سے خبردار کیا تھا کہ جو شخص کسی فانی وحادث کو معبود کہے اسے قطعاً تسلیم نہ کیا جائے بلکہ اسے قتل ورجم کیا جائے خواہ وہ

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا انکار کر کے محض رسولِ خدا ہونے کا اعتقاد رکھنے والے مسیحی علماء کے اقوال کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ''عیسائیت، تجزیہ ومطالعہ'' مصنفہ پروفیسر ساجد میر، مطبوعہ دارالسلام لاہور

خوارقِ عادت رکھنے والا ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ اسی باب کے مقدمہ میں ''دوسری بات'' کے ذیل معلوم ہو چکا بلکہ آج تک اکثر یہود کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہے کہ نصاریٰ کے اعتقاد کے مطابق حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے خدائی کی دعویٰ کیا تو توریت کے قانون کے مطابق اس دعویٰ کا تسلیم نہ کرنا اور انکا قتل کرنا واجب ہو گیا نیز مسیحیوں کے نزدیک خوارق عادات کا ظاہر ہونا سچی نبوت کے صدق وحق ہونے کی دلیل نہیں جیسا کہ متی باب ۷ آیت ۲۲، ۲۳، باب ۲۴ آیت ۲۴، مرقس باب ۱۳ آیت ۲۲، میں مذکور ہے جسکا حوالہ باب اول فصل سوم میں اعتراض اول کے ذیل میں گذر چکا ہے۔(۱)

ان حضرات کا یہ کہنا کہ اگرچہ ممکنات میں وحدت وتثلیث کا حقیقۃً جمع ہونا محال ہے اسی طرح دیگر مواقع میں توحید وتخمیس یا توحید تسدیس وغیرہ کا حقیقۃً جمع ہونا ہر حال میں محال ہے تاہم ذاتِ باری تعالیٰ میں توحید وتثلیثِ حقیقی کا جمع ہونا خصوصی طور پر ممکن ہے لیکن عقل اس عقدہ کو وا نہیں کرسکتی بلکہ اس جہاں میں رہتے ہوئے اسکا ادراک بھی محال ہے اور ایسا ممکن ہے کہ ایک چیز ممکنات میں تو محال ہو جبکہ ذات واجب الوجود میں جائز اور ممکن ہو انکی یہ ساری تقریر بیحد لچر اور فضول ہے کیونکہ مختلف اعداد کے مجموعہ مادہ حقیقیہ شخصیہ پر ایک ہی زمانے میں ایک ہی جہت سے وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کا جمع ہونا لازم آتا ہے جیسا کہ ابھی گذرا اور مقدمہ کے اصول نمبر آٹھ اور گیارہ کے تحت اسکا باطل ہونا بداہۃً معلوم ہوا اسی طرح توحید وتثلیث کے اجتماع حقیقی کو ممکن کہنا اور دیگر اجتماعات مثلاً تربیع وتخمیس تسدیس وغیرہ کو محال کہنا صاف باطل ہے کیونکہ عقلی طور پر ان دونوں میں امکان وامتناع

(۱) چنانچہ لکھا ہے ''اُس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند اے خداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بدروحوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے؟ اُس وقت میں ان سے صاف کہہ دونگا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔ اے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ۔ (متی باب ۷ آیت ۲۲)

کے اعتبار سے کوئی تفاوت نہیں ہے۔ اگر یہی بات ہے تو ہندو وغیرہ بھی اپنے عقائد میں ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق یہی اصول جاری کرتے ہیں۔ نیز اس طرح تو ہندوؤں کے مذہب پر پادری صاحبان کی طرف سے اس طرح کے اعتراضات ختم ہو جائیں گے کہ انکا فلاں فلاں عقیدہ باری تعالیٰ کی قدوسیت یا عدالت وغیرہ کے منافی ہے کیونکہ وہ جواباً کہہ سکتے ہیں کہ مخلوقات میں تو یہ چیزیں باعثِ اعتراض ہو سکتی ہیں مگر خالق میں نہیں کیونکہ کہا جاتا ہے

”سامرتھی رادوش نیست“ (۱)

لہٰذا جائز ہے کہ ایک چیز مخلوق میں محال اور قبیح ہو جبکہ خالق وواجب الوجود میں جائز اور حسن ہو۔

تثلیث کے انکار سے علمِ الٰہی کا انکار لازم نہیں آتا جیسا کہ اکثر مسیحی علماء کا خیال ہے کیونکہ اکثر حکماءِ یونان اور بعض متکلمین اسلام صفاتِ باری تعالیٰ کو عینِ ذات قرار دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ واجب تعالیٰ شانہ اپنی ذات سے مغائر کسی زائد صفت کے محتاج نہیں ہیں جیسا کہ ممکنات میں ہوتا ہے اور تمام وہ امور جو ممکن ذات وصفت کے مجموعہ پر مرتب ہوتے ہیں واجب تعالیٰ شانہ میں فقط ذات پر مرتب ہوتے ہیں بلکہ زیادہ اکمل طور پر مرتب ہوتے ہیں اور اکثر متکلمین جو صفات کو زائد از ذات جانتے ہیں وہ بھی ان صفات کو مستقل بالذات طور پر الٰہ، قادر اور واجب وغیرہ نہیں جانتے ہیں کہ توحید حقیقی کا عقیدہ رخصت

(۱) اِس محاورہ کا لفظی مطلب ہے ”طاقتور پر کوئی الزام نہیں“ سامرتھی ہندی لفظ ہے جسکا مطلب ہے طاقتور۔ سامرتھیہ طاقت کو کہتے ہیں۔ دوش ہندی میں جرم والزام کو کہتے ہیں۔ مجرم کو ”دوشت“ اور الزام لگانے والی کو ”دوشک“ کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عقل وانصاف کو بالائے طاق رکھ کر ایسی نامعقول بات کہہ دے تو کون روک سکتا ہے؟ مصنف ؒ کی غرض یہ ہے کہ یہ جواب دینے میں ہندوؤں کا کوئی قصور نہیں اصل کلیہ تو عیسائی فضلاء کا عطا کردہ ہے۔

ہو جائے علاوہ ازیں جس طرح علم وقدرت اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے ہے اسی طرح قدیم اور ازلی وابدی ہونا‘ حیات‘ ادراک‘ سمع وبصر وغیرہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ میں سے ہیں اور عہد عتیق وجدید میں متعدد مقامات پر اسکا اثبات موجود ہے۔ پس اگر علم‘ قِدم وغیرہ میں سے ہر ایک کو معبود تصور کیا جائے تو تثلیث تو بالکل بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہے اور اگر بعض کو لیا جائے اور بعض کو چھوڑ دیا جائے تو ترجیح بلا مرجح یقینی طور پر لازم آتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ انجیل میں چند جگہوں پر خدا تعالیٰ کو ان تین سے تعبیر کیا گیا ہے لہٰذا ہم اس سے اقنوم ثلثہ ہی مراد لیں گے اس سے کم اور زیادہ نہ کریں گے تو یہ عذر قابلِ سماعت نہیں اور اس میں وہ سخت ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گر رہے ہیں کیونکہ اس طرح کی تعبیرات تو ہر زبان میں شائع ذائع ہیں مثلاً خود بائبل ہی میں میں خروج کے باب ۳۴ میں آیت ۶ میں مذکور ہے:۔

”خداوند اسکے آگے سے یہ پکارتا ہوا گذرا خداوند خداوند خدائے رحیم اور مہربان قہر کرنے میں دھیما‘ اور شفقت اور وفا میں غنی‘ ہزاروں پر فضل کرنے والا‘ گناہ اور تقصیر اور خطا کا بخشنے والا“ انتہی۔ دیکھئے! اس ندا میں خدا تعالیٰ کے آٹھ مرتبہ اسم وصفات کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں ایک سو چودہ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا تکرار آیا ہے جس میں تین اسم وصفت مذکور ہیں اسی طرح سورۂ بقرۃ میں مذکور ہے۔ من کان عدواً للہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکٰل فان اللہ عدوٌ للکافرین (البقرہ آیت ۹۸) اس آیت میں دو مرتبہ لفظ اللہ آیا ہے اس طرح کی آیات سے تو توریت اور قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔ مگر یہود اور اہل اسلام ان آیات کا ہرگز وہ مطلب نہیں سمجھتے جو مسیحیوں نے سمجھ رکھا ہے۔ الغرض ان حضرات نے اس عقیدے کو جتنا خود بگاڑا ہے کسی اور نے نہیں اور

مذکورہ بالا امور کے ملاحظہ کرنے کے بعد ناظرین پر اس عقیدہ کا فساد اور بطلان مخفی نہ رہے گا لہٰذا مزید اس پر گفتگو نہیں کرتے اور اس مقدمہ کو ایک اہم تنبیہ پر ختم کرتے ہیں۔

تنبیہ

اس فرقہ کے اکثر علماء کی تحریرات میں یہ بات نظر سے گذری کہ اہل اسلام کا ہم پر کافر ومشرک کے الفاظ کا اطلاق کرنا درحقیقت عقیدۂ تثلیث سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے ورنہ ہمارے نزدیک بھی جب تک کوئی شخص موحد نہ ہو مسیحی نہیں ہوسکتا۔ مگر انکا یہ ارشاد بالکل غلط ہے کیونکہ سلف سے لیکر خلف تک تمام متکلمین اسلام کو انکے عقیدہ کا پورا پورا علم حاصل ہے اور وہ انکی زبانی توحید بھی جانتے ہیں چنانچہ مواقف (۱) کی بحث الٰہیات میں یہ مضمون مذکور ہے کہ نفس توحید واجب الوجود میں ہمیں نصاریٰ سے اختلاف نہیں مگر اسکے باوجود ان پر کفر وشرک کا اطلاق اس وجہ سے ہے کہ چونکہ مسیحی تثلیث کو حقیقی جانتے ہیں اقانیم ثلثہ میں امتیاز کو حقیقی سمجھتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو واجب بالذات، مستقل معبود خیال کرتے ہیں، تو صاف ظاہر ہے کہ عقیدہ توحید تو باقی نہ رہا۔ اسی طرح وہ ذاتِ باری میں کثرت تجویز کرتے ہیں اگرچہ ظاہری وزبانی طور پر توحید کا جھوٹا موٹا اقرار بھی کرتے ہیں اور اس بارے میں ان لوگوں کو انکی کسی کاوش نے فائدہ نہیں بخشا لہٰذا حکماء وفضلاءِ اسلام جو تحقیق وتدقیق کا خوب وافر حصہ رکھتے تھے انہوں نے زمانہ قدیم سے اِس طبقے کی جہالت وبغاوت کا حکم فرمایا۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:۔

(۱) علمِ کلام وعقائد کی مشہور کتاب ہے جسکی متعدد شروح وحواشی لکھے گئے ہیں خاص طور پر سید شریف الدین جرجانیؒ (۷۸۹ھ م) کی شرح مواقف دینی علوم میں داخلِ نصاب رہی ہے۔

واعلم ان مذہب النصاریٰ مجہول جدًا (۱) اوردوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں (۲) وبالجملہ لانری مذہبا فی الدنیا اشد رکاکۃ وبعداً عن العقل من مذہب النصاریٰ۔

عِشاءِ ربّانی کی حقیقت:

عشاء ربانی (۳) جسکا مطلب یہ ہے کہ روٹی کے ٹکڑے اور شراب کلیسا میں لائی جاتی ہے اور انجیل کی آیات اور چند دیگر دعائیں پڑھی جاتی ہیں' مسیحی سامنے بیٹھ جاتے ہیں' ہرایک کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ مسیح کا جسم ہے جو تمہارے لئے کاٹا گیا پس لو اور کھاؤ اسکے بعد شراب کا پیالہ لایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ مسیح کا خون ہے جو تیرے لئے بہایا گیا لو اور پیو۔ کیتھولک جو ایک مسیحی فرقہ ہے اسکا عقیدہ یہ ہے کہ اس روٹی وشراب کی ماہیت بدل جاتی ہے اور یہ دونوں حقیقۃً مسیح کے بدن اور خون میں تبدیل ہو جاتے ہیں چنانچہ یہ لوگ سجدہ کرنا واجب سمجھتے ہیں اور اس موقعہ پر فوراً سجدہ ریز ہوتے ہیں جیسا کہ جواد بن ساباط نے اپنی کتاب ''کتاب الصلوٰۃ'' مطبوعہ ۱۶۰۳ء میں انکتاریوں کے عقائد کے بیان میں عقیدہ نمبر ۲۸ کے ذیل میں نقل کیا ہے اور اس بارے میں وضاحت کی ہے۔ اسی طرح پادری مراکیوس کی کتاب جس میں عربی قرآن مجید نقل کر کے

---

(۱) آیتِ قرآنی "ولاتقولوا ثلثۃ" (النساء آیت ۱۷۱) کی تفسیر کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

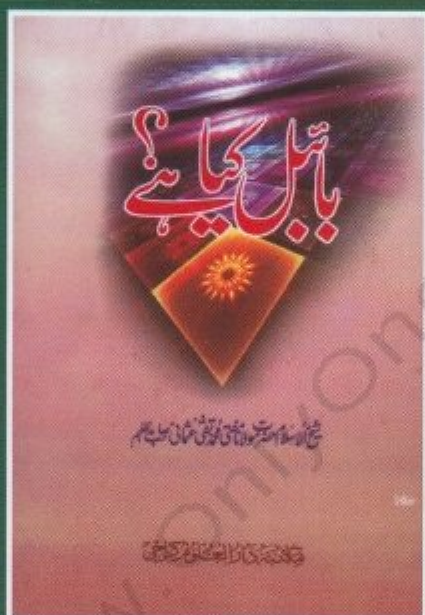
(۲ آیتِ قرآنی "لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ" (المائدہ آیت ۷۳) کی تفسیر کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

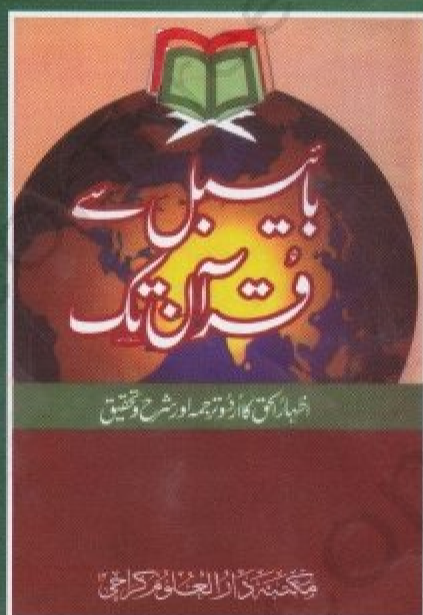
(۳) عیسائی مذہب اختیار کرنے کے بعد یہ ایک اہم ترین رسم ہے جو حضرت مسیح کی مزعومہ قربانی کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے۔ اسکے لئے وہ متی باب ۲۶ آیت ۲۶ اور لوقا باب ۲۲ آیت ۱۹ سے استدلال پکڑتے ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو (قاموس الکتاب ۶۴۸) نیز ''بائبل سے قرآن تک'' ج ۲، ص ۲۲۹

لاطینی ترجمہ کیا گیا ہے اُس میں بھی کیتھولک عقائد کے حوالہ سے یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

جی ہاں! مسیحیوں کے اس سرکردہ فرقے نے تو حد کردی کہ معبود و مسجودِ حقیقی کو وحدت سے نکال کر کروڑوں کی تعداد تک پہنچا دیا اور لاکھوں من شراب، روٹی جو حضرت مسیح علیہ السلام سے سینکڑوں سال بعد تیار ہوتی ہے اسے مسیح کا حقیقی جسم وخون کا اعتقاد کرتے ہوئے سجدہ واجب قرار دیا انہوں نے اس آیت کی بنا پر جو متی باب ۲۶ اور مرقس باب ۱۴ میں مذکور ہے جسکا حوالہ ''چھٹی بات'' کے تحت گذر چکا بزعم خود اس عشاء ربانی کو کمال اطاعت خیال کرتے ہوئے اصل عبادت بنالیا۔ جی ہاں! جو لوگ غفلت کی وادی میں سرگرداں ہوں انہیں اس طرح کے عقائد گھڑنا ہی زیب دیتا ہے۔

☆☆☆





مکتبہ دارالعلوم کراچی